خصائل نبوی ﷺ

شمائل ترمذی مع اردو ترجمہ و حل لغات

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی

حل لغات

ذکاوت حسین

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

SYED SHAMSUL ISLAM

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ○

8 MASJID QADEEM

خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

B14
Dairra

شرح اردو

شمائل ترمذی

مع حل لغات

تشریح وتحشیہ

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ

(۱۳۱۵ھ-۱۴۰۲ھ)

حل لغات

ذکاوت حسین قاسمی

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : خصائل نبوی ﷺ مع حل لغات شرح اردو شمائل ترمذی
تشریح وتحشیہ : حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ
حل لغات : ذکاوت حسین قاسمی
کمپیوٹر کتابت : محمد عیاض قاسمی، فون 222031
ٹیکنو گراف کمپیوٹنگ سسٹم، دیوبند
تصحیح کتابت : مولانا جرار احمد قاسمی سہارنپوری (معین مدرس دارالعلوم دیوبند)
مولانا مفتی محمد عمیر احمد قاسمی دیوبندی
طباعت : بی کے آفسیٹ پریس دیوبند
سن اشاعت اول: اپریل ۲۰۰۳ء
تعداد : ایک ہزار
صفحات : ۶۰۸
قیمت : =/۲۰۰

ناشر

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

فہرست ابواب شمائل ترمذی

◆ دعائیہ کلمات	۱
◆ تقریظ	۳
◆ احوالِ واقعی	۴
◆ مبادیاتِ حدیث	۶
◆ خصائل نبوی	۷
◆ صاحب کتاب کا مختصر تعارف	۹
◆ مترجم وشارح کا مختصر تعارف	۱۱
◆ تمہید	۱۳
◆ باب ما جاء فی خلق رسول اللّٰہ ﷺ	۱۵
◆ باب ما جاء فی خاتم النبوۃ	۴۵
◆ باب ما جاء فی شعر رسول اللّٰہ ﷺ	۶۴
◆ باب ما جاء فی ترجل رسول اللّٰہ ﷺ	۶۹
◆ باب ما جاء فی شیب رسول اللّٰہ ﷺ	۷۳
◆ باب ما جاء فی خضاب رسول اللّٰہ ﷺ	۸۱
◆ باب ما جاء فی کحل رسول اللّٰہ ﷺ	۸۵
◆ باب ما جاء فی لباس رسول اللّٰہ ﷺ	۸۹

♦ باب ما جاء فی عیش رسول اللّٰہ ﷺ	۱۰۷
♦ باب ما جاء فی خف رسول اللّٰہ ﷺ	۱۱۲
♦ باب ما جاء فی نعل رسول اللّٰہ ﷺ	۱۱۴
♦ باب ما جاء فی ذکر خاتم رسول اللّٰہ ﷺ	۱۲۲
♦ باب ما جاء فی ان النبی ﷺ کان یتختم فی یمینه	۱۴۰
♦ باب ما جاء فی صفة سیف رسول اللّٰہ ﷺ	۱۴۹
♦ باب ما جاء فی صفة درع رسول اللّٰہ ﷺ	۱۵۲
♦ باب ما جاء فی مغفر رسول اللّٰہ ﷺ	۱۵۶
♦ باب ما جاء فی عمامة رسول اللّٰہ ﷺ	۱۵۹
♦ باب ما جاء فی صفة ازار رسول اللّٰہ ﷺ	۱۶۵
♦ باب ما جاء فی مشیة رسول اللّٰہ ﷺ	۱۷۱
♦ باب ما جاء فی تقنع رسول اللّٰہ ﷺ	۱۷۴
♦ باب ما جاء فی جلسة رسول اللّٰہ ﷺ	۱۷۵
♦ باب ما جاء فی تکاة رسول اللّٰہ ﷺ	۱۷۹
♦ باب ما جاء فی اتکاء رسول اللّٰہ ﷺ	۱۸۶
♦ باب ما جاء فی صفة اکل رسول اللّٰہ ﷺ	۱۹۲
♦ باب فی خبز رسول اللّٰہ ﷺ	۱۹۶
♦ باب فی صفة إدام رسول اللّٰہ ﷺ	۲۰۴
♦ باب فی وضوء رسول اللّٰہ ﷺ عند الطعام	۲۴۲
♦ باب ما جاء فی قول رسول اللّٰہ ﷺ قبل الطعام وبعد ما یفرغ منه	۲۴۵

♦ باب فی قدح رسول اللّٰہ ﷺ	۲۵۲
♦ باب فی صفة فاکهة رسول اللّٰہ ﷺ	۲۵۳
♦ باب فی صفة شراب رسول اللّٰہ ﷺ	۲۶۰
♦ باب فی صفة شرب رسول اللّٰہ ﷺ	۲۶۴
♦ باب فی تعطر رسول اللّٰہ ﷺ	۲۷۲
♦ باب کیف کان کلام رسول اللّٰہ ﷺ	۲۷۹
♦ باب ما جاء فی ضحك رسول اللّٰہ ﷺ	۲۸۶
♦ باب ما جاء فی صفة مزاح رسول اللّٰہ ﷺ	۲۹۸
♦ باب ما جاء فی صفة کلام رسول اللّٰہ ﷺ فی الشعر	۳۰۷
♦ باب ما جاء فی کلام رسول اللّٰہ ﷺ فی السمر	۳۲۶
♦ حدیث ام زرع	۳۲۸
♦ باب ما جاء فی صفة نوم رسول اللّٰہ ﷺ	۳۴۶
♦ باب ما جاء فی عبادة رسول اللّٰہ ﷺ	۳۵۵
♦ باب صلوٰة الضحی	۳۹۲
♦ باب صلوٰة التطوع فی البیت	۴۰۲
♦ باب ما جاء فی صوم رسول اللّٰہ ﷺ	۴۰۳
♦ باب ما جاء فی قراءة رسول اللّٰہ ﷺ	۴۲۶
♦ باب ما جاء فی بکاء رسول اللّٰہ ﷺ	۴۳۴
♦ باب ما جاء فی فراش رسول اللّٰہ ﷺ	۴۴۵
♦ باب ما جاء فی تواضع رسول اللّٰہ ﷺ	۴۴۹

◆ باب ما جاء فی خلق رسول اللّٰہ ﷺ	۴۷۴
◆ باب ما جاء فی حیاء رسول اللّٰہ ﷺ	۵۰۵
◆ باب ما جاء فی حجامة رسول اللّٰہ ﷺ	۵۰۹
◆ باب ما جاء فی اسماء رسول اللّٰہ ﷺ	۵۱۶
◆ باب ما جاء فی عیش النبی ﷺ	۵۲۲
◆ باب ما جاء فی سن رسول اللّٰہ ﷺ	۵۴۸
◆ باب ما جاء فی وفاة رسول اللّٰہ ﷺ	۵۵۳
◆ باب ما جاء فی میراث رسول اللّٰہ ﷺ	۵۷۹
◆ باب ما جاء فی رؤیة رسول اللّٰہ ﷺ فی المنام	۵۹۳

ہر قسم کی درسی وغیر درسی، اصلاحی و دینی کتب کے لئے

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

Phone : 01336 (O) 23294, (R) 24556, 22491, Fax : 01336-22491

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

(شیخ سعدی شیرازیؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائیہ کلمات

شیخ طریقت الحاج

مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

خلیفۂ اجل

شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

قدس اللہ سرہٗ

حامدًا ومصليًّا ومسلّمًا!

ناکارۂ خلائق افتخار الحسن اپنی نگاہ کی کمزوری کی بنا پر اس بابرکت کتاب سے جو عزیز گرامی قدر مفتی ذکاوت حسین (جو مدرسہ سلیمانیہ کاندھلہ کے اساتذہ میں ہیں) کی کوشش بلیغ سے حل لغات (جس کی طلبہ کو خصوصاً اور علماء کو بھی ضرورت رہتی تھی) سے مزین ہو کر طبع ہو رہی ہے مستفیض نہ ہو سکا۔

اس کتاب کی افادیت اور نورانیت کے بارے میں کیا عرض کیا جا سکتا ہے جس کے بارے میں علماء کا مقولہ مشہور ہے: ''جس گھر میں امام ترمذی کی جامع موجود ہے گویا اس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور لوگوں کو اپنے ارشاداتِ عالیہ سے نواز رہے ہیں''۔

شمائل ترمذی میں حسب حیثیت اس نور مجسم کے اخلاق بیان کیے گئے ہیں جن کے بارے میں علماء نے اعتراف کیا کہ نہ ان کو کما حقہٗ بیان کیا جا سکتا ہے، نہ ان کی

حقیقت تک پہنچنا انسانی وسعت میں ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سنبھلی دامت برکاتہم نے اس کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھ کر جو کچھ تحریر فرمایا، بندہ اس کی بدل وجان تائید کرتا ہے، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس سعی کو قبول فرمائے اور مزید کام کرنے کی توفیق ارزانی کرے، جزاہ اللہ عن سائر الامة المرحومة خير الجزاء.

العبد:
افتخار الحسن غفرلہٗ
۲۱ر صفر ۱۴۲۴ھ

تقریظ: عالی مرتبت استاذ گرامی

حضرت اقدس مولانا الحاج عبدالخالق صاحب سنبھلی

استاذ فقہ وادب، دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

اہلِ علم بخوبی واقف ہیں کہ ''شمائل ترمذی'' کی شرح ''خصائل نبوی'' کے نام سے عرصے سے شائع ہورہی ہے، جو محدثِ کبیر، قطبِ عالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے نورانی قلم سے نکلی ہوئی شعاعیں ہیں، جن کو صفحۂ قرطاس پر پھیلا دیا گیا ہے، حضرت اقدسؒ عامل بالکتاب والسنہ تھے، کتاب وسنت کا علم نہایت وسیع تھا، خاص کر حدیث کے سلسلے میں تو وراثتِ نبوت کو اس قدر عام کیا ہے کہ ماضی قریب میں اس کی نظیر کم ملتی ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی سنہری کڑی ''خصائل نبوی'' ہے، جس سے عوام وخواص یکساں طور پر بہرہ وَر ہورہے ہیں، اس کے افادے کو مزید عام کرنے کے لئے ''شمائل ترمذی'' میں آنے والے مشکل الفاظ کی لغوی تشریح کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جارہا ہے، تاکہ طالبانِ علوم نبوت کو معانی کی عقدہ کشائی کے لئے کتب لغات کی زیادہ چھان پھٹک نہ کرنی پڑے اور یکبارگی طور پر سامانِ تسلی فراہم ہوکر حدیث کے جوامع الکلم کا صحیح مفہوم جلدی ذہنوں میں اتر جائے۔

یہ اہم کام عزیز مکرم مولوی ذکاوت حسین قاسمی (شریک تدریب فی الافتاء دارالعلوم دیوبند) نے لغاتِ حدیث کی کتب کھنگال کر محنت کے ساتھ بحسن وخوبی انجام دیا ہے، فجزاہ اللہ خیرا۔

الفاظِ حدیث کی ضروری لغوی تشریح سامنے آنے کے باعث ''شمائل ترمذی'' کی یہ شرح دوآتشہ ہوگئی ہے اور حسن دوبالا ہوگیا ہے، اب ذہن کے صاف وشفاف آئینے میں جمالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس بعجلت اچھی طرح آجائے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ اس کے افادے کو عام وتام فرمائے اور عزیز موصوف کو مزید علمی خدمات کی توفیق بخشے، آمین یارب العالمین۔

خیرخواہ

عبدالخالق سنبھلی (مدرس دارالعلوم دیوبند)

۱۲ر رجب ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰ر ستمبر ۲۰۰۲ء جمعہ

احوالِ واقعی

حامدًا ومصليًا ومسلمًا وبعدا!

الشمائل النبويه والخصائل المصطفويه یعنی ''شمائل ترمذی'' فن حدیث میں درسِ نظامی کی ایک مختصر مگر مقبول اور اہم کتاب ہے، جو سیدنا ومولانا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری شکل وصورت اور سراپا نورِ مجسم کی تصویر کشی نیز اخلاق وعادات، طرزِ معاشرت، رفتار وگفتار اور دیگر شعبہائے زندگی میں رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمولاتِ طیبہ اور رہنما نقوش حسنہ پر مشتمل جاں نثار حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول چشم دید واقعات اور مبالغہ آرائی سے مکمل محفوظ ''چار سو احادیث شریفہ'' کا حسین وبے نظیر مجموعہ ہے۔

ماضی قریب میں مرجع عوام وخواص شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۴۰۲ھ) نے عوام الناس کے فائدے کے پیش نظر ''شمائل ترمذی'' کا بامحاورہ سلیس ترجمہ مع مختصر وضروری تشریح ''خصائل نبوی'' کے نام سے مرتب فرمایا تھا، جس کو منجانب اللہ بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، عوام نے اس سے خوب خوب استفادہ کیا حتی کہ اب یہ خواص کی بھی ضرورت بن چکی ہے۔

یہ عین حقیقت ہے کہ میں اور مجھ جیسے بہت سے احباب ''خصائل نبوی'' میں حل لغات نہ ہونے کے سبب ایک لفظ کی تحقیق کے لئے کئی کئی لغات کی ورق گردانی کرتے اور تلاشِ بسیار کے بعد بڑی مشکل سے مقصود تک پہنچ پاتے، اس لئے ''خصائل نبوی'' کے افادے کو مزید عام وتام کرنے کے لئے اس پر ایک ایسا اضافہ ناگزیر تھا، جو کتاب میں وارد مشکل الفاظ کی تحقیق وتسہیل پر مشتمل ہو۔

بندے نے اپنی محنت کے ساتھ پیکر جود وسخا، سراپا اخلاص، استاذِ مکرم حضرت

مولانا ''عبد الخالق صاحب مدراسی'' استاذ حدیث ونائب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے گوہر بار وعلم ریز ''درس شمائل'' سے خوشہ چینی کرتے ہوئے اپنے نہایت مشفق ومربی استاذِ محترم حضرت مولانا ''عبدالخالق صاحب سنبھلی'' استاذِ فقہ وادب دارالعلوم دیوبند کی زیرنگرانی اس ضرورت کو پورا کرنے کی اپنی سی سعی کی ہے۔

اس کتاب کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس میں تحقیق وتصحیح کے بعد ان عربی تعلیقات وحواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے، جن میں خود حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے شمائل کی تشریح کرتے ہوئے روایت ودرایت اور لغوی اعتبار سے علمی وتحقیقی بحثیں کی ہیں، جو کلام نبوت اور احادیث طیبہ کے ہر طالب علم کے لئے نہایت مفید ہیں۔

استاذ محترم حضرت مولانا سنبھلی صاحب مدظلہٗ کے شکریہ کے ساتھ ساتھ میں اپنے تمام دوستوں کا عموماً اور مفتی رقی کاندھلوی، مفتی رفاقت حسین قاسمی اور مفتی عبدالرزاق قاسمی کا خصوصاً ممنون ہوں، جنہوں نے مجھے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

اللہ رب العزت جملہ محسنین ومعاونین کو اجر جزیل عطا فرمائیں اور اس اضافے کو ''افادۂ مزید'' کے طور پر قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائیں۔

اٰمِیْن اٰمِیْن لَا اَرْضٰی بِوَاحِدَۃٍ
حَتّٰی اَضُمَّ اِلَیْھَا اَلْفَ اٰمِیْنَا

والسلام

ذکاوت حسین قاسمی (ڈھکہ، امروہہ)

شریک تدریب فی الافتاء، دارالعلوم دیوبند

یکم اگست ۲۰۰۲ء مطابق ۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

مبادیاتِ حدیث

یہ کتاب ''شمائل'' حدیث شریف کی نہایت اہم کتاب ہے اور کسی بھی علم کو علی وجہ البصیرت حاصل کرنے اور سمجھنے کے لئے اس کے مبادیات ومبانی کو جاننا ضروری ہے، چنانچہ بہت مختصر انداز میں ہم مبادیات حدیث ذکر کررہے ہیں۔

حدیث کے لغوی معنی: حدیث قدیم کی ضد ہے، اس کا اطلاق خبر، ذکر، بات اور بیان پر ہوتا ہے، عربی زبان میں حدیث کا وہی مفہوم ہے جو اردو زبان میں گفتگو، بات اور کلام کا ہوتا ہے۔

حدیث کے اصطلاحی معنی: محدثین کرامؒ کی اصطلاح میں حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب اقوال، افعال، تقریرات وصفات کا نام ہے۔

علم حدیث کی قسمیں

علم حدیث کی دو قسمیں ہیں ۱ روایت علم حدیث ۲ درایت علم حدیث

روایت علم حدیث: یہ وہ علم ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال طیبہ، افعال مبارکہ، تقریرات واحوال حسنہ نیز حضرات صحابہ کرامؓ وتابعین عظامؒ کی طرف منسوب اقوال وافعال کی نقل پر مشتمل ہو۔

موضوع: روایت علم حدیث کا موضوع رسول ہونے کی حیثیت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی ہے، کیونکہ اس علم میں آپ ہی کے اقوال وافعال اور تقریرات واوصاف سے بحث کی جاتی ہے۔

غرض: حدیث کی سندوں کی قسمیں اتصال وانقطاع کے اعتبار سے جاننا اور حدیث کی حکایت وروایت کے احکام وآداب معلوم کرنا۔

درایت علم حدیث: ایسے اصول وقوانین کے جاننے کا نام ہے جن سے حدیث شریف کی سند ومتن کے احوال صحت، حسن اور ضعف کے اعتبار سے معلوم ہوں۔

موضوع: مقبول ومردود ہونے کے اعتبار سے حدیث اور راوئ حدیث اس علم کا موضوع ہیں۔ Syed Shamsul Islam

غایت: اس علم کی غرض وغایت احادیث مبارکہ کا کذب ووضع سے محفوظ رہنا ہے، جس کا ثمرہ بلا دلیل حلت وحرمت شریعت مطہرہ کی حفاظت وصیانت ہے۔

ALIAS JID
RAHDEEN

خصائل نبوی

یہ امام ترمذیؒ کی گراں قدر اور مشہور تالیف ''شمائل'' کی نہایت جامع، مقبول اور بے نظیر اردو شرح ہے، بظاہر متضاد ومتعارض احادیث میں عمدہ تطبیق کے ساتھ ساتھ جابجا ضرورت کی حد تک اختلاف مذاہب کا بھی ذکر ہے، خصوصاً احناف کا مذہب مختصر مگر مدلل اور دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

شمائل میں جن غزوات وقصص کا تذکرہ اجمالاً یا اشارۃً آیا ہے ان کو قدرے تفصیل وتشریح کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

''خصائل نبوی'' کا سب سے پہلا ایڈیشن ۱۳۴۴ھ میں ''مکتبہ یحییہ'' سہارنپور سے شائع ہوا تھا، اس وقت سے ہندوپاک کے متعدد ناشرانِ کتب اس کی مقبولیت کے سبب مسلسل شائع کررہے ہیں۔

کتاب کی جامعیت وافادیت کے پیش نظر بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے، انگریزی زبان میں بھی ایک افریقی عالم ''مولانا محمد میاں صاحب'' نے اس کا ترجمہ کرکے شائع کیا ہے۔

خصائل نبوی کے علاوہ شمائل کی بہت سی شروحات لکھی گئی ہیں، جن میں سے چند نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ جمع الوسائل (ملا علی قاریؒ ۱۰۱۴ھ)
۲۔ المواہب اللدنیہ (علامہ ابراہیم بن محمد بیجوریؒ م ۱۲۷۷ھ)
۳۔ درر الفضائل (شیخ علیم الدین قنوجیؒ)
۴۔ بہجۃ المحافل (شیخ ابراہیم بن ابراہیم بن حسن القانی م ۱۰۴۱ھ)
۵۔ اشرف الوسائل (حافظ شہاب الدین احمد بن حجر مکی م ۹۷۳ھ)
۶۔ شرح الشمائل (شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی م ۹۴۳ھ)
۷۔ شرح الشمائل (شیخ عبدالرؤف مناوی م ۱۰۳۱ھ)
۸۔ زہر الحمائل علی الشمائل (علامہ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ)
۹۔ جمع الفضائل (اردو) (مولانا محمد اسلام الدین قاسمی مدظلہ، استاذ دارالعلوم وقف دیوبند)

ذکاوت حسین قاسمی
(قصبہ ڈھکہ، تحصیل حسن پور، ضلع جے پی نگر، یوپی)

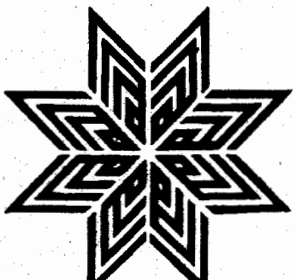

صاحب کتاب کا مختصر تعارف

نام ونسب: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی، بوغی، ترمذی، سُلمی خاندانی نسبت ہے جو شہر ترمذ سے چند فرسخ کے فاصلے پر آباد تھا، چونکہ یہ بستی شہر ترمذ کے مضافات میں واقع تھی اس وجہ سے آپ صدر مقام ترمذ ہی کی طرف منسوب ہوکر ''امام ترمذی'' کے لقب سے معروف ہوئے۔

ولادت: امام ترمذی کی پیدائش صحیح قول کے مطابق ۲۰۹ھ میں ہوئی، اگرچہ ایک دوسرا قول ۲۰۰ھ کا بھی ہے۔

اساتذہ وشیوخ: امام ترمذیؒ نے پہلے تو اپنے وطن ہی میں رہ کر تعلیم حاصل کی، پھر اپنے علم میں مزید استحکام پیدا کرنے کے لئے حجاز مقدس، مصر، شام، کوفہ، بصرہ، خراسان اور دارالسلام بغداد وغیرہ مشہور علمی مقامات کے اسفار کئے، اس دوران امام ترمذیؒ نے اپنے وقت کے عظیم الشان وجلیل القدر حضرات محدثین سے علم حاصل کیا، آپ کے شیوخ حدیث میں خاص طور پر حضرت امام بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) حضرت امام مسلمؒ (متوفی ۲۶۱ھ) حضرت امام ابوداؤد سجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) شیخ احمد بن منیع (متوفی ۲۴۴ھ) شیخ محمد بن مثنیٰ (متوفی ۲۵۲ھ) شیخ محمد بن بشار (متوفی ۲۵۲ھ) شیخ ہناد بن السری (متوفی ۲۴۳ھ) شیخ قتیبہ بن سعید (متوفی ۲۴۰ھ) شیخ محمود بن غیلان (متوفی ۲۳۹ھ) اور شیخ اسحٰق بن موسیٰ انصاری (متوفی ۲۴۴ھ) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: امام ترمذیؒ سے بہت سے لوگوں نے علمی استفادہ کیا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں: ابوبکر احمد بن اسماعیل سمرقندی، ابوحامد احمد بن عبداللہ مروزی، احمد بن علی مقرئ، احمد بن یوسف نسفی، حسین بن یوسف غریری، ابوجعفر محمد بن سفیان نسفی، ہیثم بن کلیب شاشی، حماد بن شاکر وراق، ابوالحارث اسد بن حمدویہ نسفی، فضل بن عمار الصرام۔

تصانیف: امام ترمذی کی بہت تصانیف ہیں ۱ جامع ترمذی ۲ الشمائل

النبویہ والخصائل المصطفویہ المعروف بشمائل الترمذی ۳ کتاب العلل الصغیر ۴ کتاب العلل الکبیر ۵ کتاب الاسماء والکنی ۶ کتاب الزہد ۷ اسماء الصحابہ ۸ التاریخ ۹ کتاب فی الآثار الموقوفہ۔

ان میں شروع کی چار کتابیں آج بھی بہت مشہور اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں بلکہ اول الذکر دونوں ہمارے یہاں ''درس نظامی'' میں داخل اور نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

لفظ ''ترمذ'' کا صحیح تلفظ: لفظ ''ترمذ'' کے ضبط وتلفظ میں کئی اقوال ہیں اور یہ چار طرح پڑھا گیا ہے ۱ تاء اور میم مفتوح کے ساتھ تَرمَذ ۲ تا اور میم مضموم کے ساتھ تُرمُذ ۳ تا اور میم مکسور کے ساتھ ترمِذ ۴ تا مفتوح اور میم مکسور کے ساتھ تَرمِذ۔ ان سب اقوال میں تیسرا قول 'ترمِذ' صحیح اور زبان زد ہے، اور حافظ ابن دقیق العید نے بھی اسی کی تصحیح فرمائی ہے۔

وفات: امام ترمذی کا انتقال راجح قول کے مطابق ۱۳ رجب المرجب ۲۷۹ھ شب دوشنبہ کو مقام ترمذ میں ہوا (طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ) اس طرح آپ نے کل ستر سال کی عمر پائی۔

آپ کی کل مدت عمر اور سن وفات درج ذیل شعر کے مصرعہ ثانیہ میں مذکور ہے۔

الترمذی محمد ذو زین عطر وفاۃ وعمرہ فی عین

عطر کے اعداد (۲۷۹) سے سن وفات اور ع (۷۰) کے عدد سے کل مدت عمر مراد ہے۔

مترجم وشارح کا مختصر تعارف

نام ونسب: شیخ مولانا محمد زکریا ابن مولانا مفتی محمد یحییٰ ابن مولانا اسماعیل صدیقی کاندھلویؒ۔

ولادت: آپ نے ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ مطابق ۲ر فروری ۱۸۹۸ء پنجشنبہ کو گہوارۂ علم وفن ''قصبہ کاندھلہ'' (ضلع مظفرنگر، یوپی) کے قدیم ومعروف علمی خانوادے میں آنکھیں کھولیں، جو دعوت وتبلیغ کے حوالے سے نہایت شہرۂ آفاق بستی ہے۔

تعلیم وتربیت: قرآن مجید، بہشتی زیور، فارسی کی ابتدائی کتب اور دینی رسائل وغیرہ اپنے عم محترم حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ (متوفی ۱۳۶۴ھ) سے پڑھ کر عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد محترم حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب قدس اللہ سرہ سے پڑھیں، پھر عربی متوسطات کی تعلیم کے لئے ۱۳۲۹ھ میں آپ نے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (یو، پی) کا رخ کیا جہاں اپنے دیگر مشفقین کے علاوہ آپ نے اپنے والد صاحب اور مربی خاص حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۴۶ھ) سے خاص طور پر اکتساب فیض کیا، اور ۱۳۳۴ھ میں جامعہ مظاہر علوم سے سند فضیلت حاصل کی۔

آغازِ تدریس: فراغت کے فوراً بعد ہی یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ کو حضرت شیخ زکریا قدس سرہٗ کا تقرر مدرسہ مظاہر علوم میں بحیثیت ایک ابتدائی مدرس کے پندرہ روپئے مشاہرے پر ہوا، جہاں آپ اپنی محنت وجفاکشی کے سبب صرف دس سال کی قلیل مدت میں ۱۳۴۵ھ کو ''شیخ الحدیث'' کے عظیم الشان اور رفیع المرتبت عہدے پر جلوہ افروز ہوئے، اسی سال موصوف عالی مقام نے مدینہ منورہ (اللہ تعالیٰ اس کی شرف وعظمت کو دوبالا کرے) کے سفر میں اپنے مشفق ومربی حضرت مولانا شیخ خلیل احمد صاحبؒ سہارنپوری سے بیعت وارشاد کی اجازت بھی حاصل کرلی۔

فن حدیث میں کمال: حضرت شیخ نے جامعہ مظاہر علوم میں رہ کر حدیث شریف کی جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں، فن حدیث میں آپ کے درک وکمال کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت موصوف نے مظاہر علوم میں مسلسل ۴۳ رسال تک درس حدیث دیا، جس میں ابوداؤد شریف تقریباً ۳۰ رمرتبہ، بخاری شریف جلد اول ۲۵ رمرتبہ اور مکمل دونوں جلدیں ۱۶ رمرتبہ درساً پڑھائیں، مشکوٰۃ شریف، نسائی شریف اور مؤطا محمدؒ ومالکؒ وغیرہ کی تدریس اس پر مستزاد ہے۔

حضرت شیخ اپنے انہیں فنی کمالات وخصوصیات اور صائب الرائے ہونے کے سبب ۱۳۷۰ھ سے ۱۳۸۲ھ تک ام المدارس جامعہ دارالعلوم دیوبند کی مؤقر مجلس شوریٰ کے نہایت اہم رکن رہے۔

وفات: ۲ رشعبان حجازی (یکم شعبان ہندی) ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ رمئی ۱۹۸۲ء کو مدینہ منورہ میں وفات ہوئی اور وہیں اپنے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے پہلو میں جنت البقیع میں دفن کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب جذبی کاندھلویؒ نے ''دردنامہ حسرت'' کے نام سے حضرت شیخ کو طویل منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے، جس میں انہوں نے اپنے ایک شعر کے پہلے مصرع سے ہجری اور دوسرے سے عیسوی سن وفات کا یوں استخراج کیا ہے۔

شیخ کامل در بقیع آباد باد — در حضور و شوق دلہا شاد باد
910 91 1 5 386 — 3/2 40 4/2 1218
۱۴۰۲ھ — ۱۹۸۲ء

(دردنامۂ حسرت ص۳۱)

حضرت کی تاریخ وفات ''عبد مغفور'' (۱۴۰۲ھ) سے بھی نکلتی ہے۔

ا ب ج د ھ و ز ح ط ی ک ل م ن س ع ف ص ق ر ش ت ث خ ذ ض ظ غ
۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۲۰ ۳۰ ۴۰ ۵۰ ۶۰ ۷۰ ۸۰ ۹۰ ۱۰۰

تمہید

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسول الکریم
حامدًا ومصلیًا ومسلمًا !

بندۂ ناچیز کو اواخر ۱۳۴۳ھ میں باتمثال حکم حضرت اقدس آقائی ومولائی حضرت الحاج مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہٗ بذل المجہود فی حل ابی داؤد کی طباعت کے لئے متفرق طور پر چند روز شہر دہلی رہنے کا اتفاق ہوا، وہاں میرے ایک کرم فرما جناب محترم محمد عثمان خاں صاحب زاد مجدہم نے شمائل ترمذی کے مختصر سے ترجمہ کا حکم کیا، میں اپنی نااہلیت کا معترف ہر گز بھی اس کا اہل نہیں تھا، اور اسی وجہ سے اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی کبھی نوبت بھی نہیں آئی تھی؛ لیکن ممدوح نے اپنے حسن ظن کی بنا پر میری کسی معذرت کو بھی قبول نہ کیا، میں اپنے عجز وقصور کی وجہ سے ہرگز بھی اقتال نہ کرتا؛ مگر چونکہ موصوف کے میرے والد ماجد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہ سے خصوصی مراسم تھے اور بمقتضائے حدیث (ان من ابر البر صلة الرجل اهل ودّ ابيه بعد ان يولى رواه مسلم) ترجمہ: بہترین صلہ رحمی والد کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک ہے، اس ئے مجھے اس کے بغیر چارہ کار ہی نہ ہوا کہ اپنی حیثیت کے موافق مختصر سا ترجمہ لکھ کر پیش کروں اور ناظرین سے اپنے اقرار عجز کے بعد عرض کروں کہ ان اوراق کی پریشانی عبارت اور الفاظ کی غرابت مضامین کے تشتت سے تسامح فرماتے ہوئے اصل مقصد اور آقائے عالم سید البشر نبی اکرم علیہ الف الف صلوات وتحیات کے اخلاق، اوصاف، عادات، معمولات کی طرف توجہ فرماویں کہ عقلمند شخص بدنما برقعہ کی وجہ سے حسین چہرہ سے بے توجہی نہیں کرتا، اور سمجھ دار آدمی بدمزہ چھلکے کی وجہ سے لذیذ گودے کو نہیں پھینکتا''۔

اس ترجمہ میں چند امور کا خاص طور سے اہتمام کیا گیا ہے نمبر ۱ اکثر مضامین اکابر قدما کی کلام سے لیے گئے ہیں اور خودرائی وغیرہ سے احتراز کیا گیا۔ نمبر ۲ جمع

الوسائل ملا علی قاری حنفی کی مناوی شیخ عبدالرؤف مصری کی مواہب لدنیہ شیخ ابراہیم بیجوری کی تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس رسالہ کا زیادہ تر ماخذ رہی ہیں۔ نمبر ۳ ترجمہ چونکہ عوام کے لئے کیا گیا اس لئے مطلب خیز ترجمہ کیا گیا، لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی گئی۔ نمبر ۴ ترجمہ سے زائد امور بطور فائدہ کے ذکر کیے گئے اور اُن کے شروع میں ف کا لفظ بھی لکھ دیا۔ نمبر ۵ اکثر جگہ ترجمہ سے زائد امور جو ربط کے لیے بڑھائے گئے وہ (قوس) میں لکھے گئے۔ نمبر ۶ احادیث کا اگر بظاہر آپس میں تعارض معلوم ہوا تو اس کو مختصر طور سے رفع کیا گیا۔ نمبر ۷ اختلافِ مذاہب کا بھی مختصر طور پر کہیں کہیں ذکر کیا گیا؛ مگر مذہب حنفیہ کو اکثر جگہ خاص طور سے ذکر کیا ہے کہ قرب وجوار کے باشندے اکثر حنفی ہیں۔ نمبر ۸ حنفیہ کے قول کی دلیل بھی کہیں کہیں حسب ضرورت مختصر طریقہ سے بیان کی گئی۔ نمبر ۹ جس جگہ حدیث میں کسی غزوہ یا قصہ کی طرف اشارہ تھا ''فائدہ'' میں اس قصہ کو مختصر طور پر ذکر کر دیا گیا۔ نمبر ۱۰ جس حدیث کی باب سے مناسبت خفی تھی اس کو بھی واضح کیا گیا۔ نمبر ۱۱ جو مضامین خاص طلبہ کے لئے مفید تھے اور عوام کو کارآمد نہیں تھے ان کو عربی حاشیہ میں لکھا گیا بالخصوص سند حدیث کے متعلق اگر راوی کا نام ضبط کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی یا عربی عبارت میں کسی نحوی ترکیب کے ذکر کی ضرورت سمجھی گئی۔ نمبر ۱۲ جو مضامین اختصار کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کیے گئے، اکثر جگہ اُن کتب کا حوالہ لکھ دیا جہاں وہ مفصل مل سکتے ہیں، تاکہ شائقین کو تلاش میں سہولت رہے۔ نمبر ۱۳ اِن سب امور میں اختصار کو نہایت مدنظر رکھا گیا، کہ پڑھنے والوں کی طبائع طول سے اُکتا نہ جاویں۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب**

زکریا عفی عنہ کاندھلوی

مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

وارِدحال دہلی، ۸/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ جمعہ

اَلْحَمْدُ[1] لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى قَالَ الشَّيْخُ[2] الحافظ ابو[3] عيسٰى محمّد بْن عيسٰى بن سورة الترمذى[4].

اس کتاب کا نام ''شمائل نبوی'' ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت، عادات واطوار، خصائل وشمائل اور آپ کی رفتار وگفتار کا نقشہ دل کش انداز میں کھینچا گیا ہے۔

حل لغات: شَمَائِل ، شَمِيْلَةٌ کی جمع ہے، بمعنی عادت، طبیعت، مزاج، فطرت۔

بَابُ مَا جَاء فى خَلْقِ[5] رسُول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ

[1] اختلفت النسخ فى وجود هذه الخطبة فتوجد فى بعضها ولا توجد فى بعض. والاولى ابقاؤها؛ لما يوجد فى بعض النسخ فلا يبقى اذًا حاجة الجواب عن الاشكال المشهور الا انه يورد على هذه الخطبة بعض الايرادات مثل انفراد السلام عن الصلوة على مذهب من كره ذلك ، واستقلال السلام على غير الانبياء ان اريد العموم بعباده الذين اصطفٰى وهذا المختصر لا يتحملها .

[2] الشيخ: من كان استاذًا كاملاً فى فن يصح ان يقتدى به ولو كان شابًا ولا يختص بسن دون سن هو مصدر شاخ يشيخ حمل عليه مبالغة او صفةٌ على زنة سيد فخفف قاله المناوى والحافظ فى اصطلاحهم من احاط علمه بمأة الف حديث متنًا وسندًا وهو احد المراتب الخمسة للمحدثين أولها الطالب وهو المبتدى ثم المحدث وهو من تحمل روايته ثم الحافظ وقد ذكر ثم الحجة وهو من احاط بثلث مأة حديث ثم الحاكم وهو من احاط بجميع الاحاديث المروية ـ

[3] وقد ورد النهى عن التكنى به فيحمل على انه لم يبلغه او لم يصححه او رجح الجواز لما ورد ان المغيرة بن شعبةؓ كناه بذلك النبى صلى اللّٰه عليه وسلم

[4] الترمذى قال النووى فيه ثلثة اوجه كسر التاء والميم وهو الاشهر وضمهما وفتح التاء وكسر الميم وقال المناوى فى الراجح من هذه اللغات خلاف نسبة الى بلدة قديمة بطرف نهر بلخ المسمٰى بجيحون

[5] بفتح فسكون يستعمل فى الايجاد والمخلوق والمراد ههنا صورة الانسان الظاهرة المدركة بالبصر كالبياض والطول والخلق بضمتين صورة الانسان الباطنة المدركة بالبصيرة كالعلم والحلم وانما قدم المصنف الكلام على الاول مع ان الثانى اشرف لان الصفات الظاهرة اول ما يدرك من صفات الكمال ولانها كالدليل على الباطنة فان الظاهر عنوان الباطن ورعاية للترقى من غير الاشرف الى الاشرف وللترتيب الوجودى اذ الظاهر مقدم فى الوجود على الباطن وانما كانت الصفات الباطنة اشرف من الظاهرة لان مناط الكمال انما هو الباطن ـ (بيجورى)

(باب) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کا بیان

حل لغات: خَلْق مصدر (ن) پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا، یہاں مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارکہ (شکل وصورت) ہے۔

تشریح: مصنفؒ نے اس باب میں وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کو کماحقہٗ تعبیر کر دینا یہ ناممکن ہے، نور مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے، لیکن اپنی ہمت ووسعت کے موافق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو ضبط فرمایا، جس کا کچھ بیان یہ ہے، قرطبی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے: ع آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت پر نہایت ہی بڑا احسان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ معنوی علوم ومعارف کے ساتھ ساتھ کمالاتِ ظاہری، حسن وجمال کی بھی امت تک تبلیغ فرمائی کہ یہ ''منم وخیال یارے'' کیلئے معین ومددگار رہوتا ہے، نامراد عاشق جب وصال سے محروم ہوتا ہے تو محبوب کے گھر باہر، خدوخال کو یاد کر کے اپنے کو تسلی دیا کرتا ہے اور عادات وحالات ہی سے دل بہلایا کرتا ہے، امام ترمذیؒ نے ان میں سے چار سو احادیث لے کر اس رسالہ کو مرتب فرمایا اور ان چار سو احادیث کو چھپن بابوں پر تقسیم فرما کر اس باب اول میں چودہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① اخبرنا ابو رجاء قتيبةُ بن سَعِيْد عن مَالك بن انس عن رَبيعة بن ابى عبد الرحمٰن عن انس بن مَالك انَّـهٗ[1] سَمِعَهٗ يقول كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ[2] وَلَا[3] بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ

---

[1] انه سمعه اى سمع ربيعة انسًا والغرض ان ربيعة اخذ هذا الحديث بطريق التحديث لا بالاخبار قاله القارى قيل ويحتمل ان الضميرين لمالك وقتيبة قاله المناوى قلت ولكن فيه بعد.

[2] البائن بالهمزة دون الياء من بان بمعنى ظهر او بمعنى بعد. وفى تخصيص الطول بالبائن دون القصر بمقابله اشارة الى انه عليه السلام كان ربعة لكنه الى الطول اقرب.

[3] عطف على قوله بالطويل ولا زائدة لتاكيد النفي.

الزنج - سیاہ فام یا نیگرو قوم - دنزنجی ج: زُنُوج .

الْاَمْهَقِ[1] وَلَا بِالْاٰدَمِ[2] وَلَا بِالْجَعْدِ[3] الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ[4] سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ .

حل لغات: اَلطَّوِيْلُ (ج) طِوَال صیغۂ صفت ہے، (ن) لانبا ہونا، طویل ہونا۔ اَلْبَائِنُ صیغۂ صفت ہے، (ض) واضح ہونا، ظاہر ہونا، مصدر بَيَانًا۔ اَلْقَصِيْرُ (ج) قِصَار صیغۂ صفت ہے، (ک) پستہ قد ہونا۔ اَلْاَبْيَضُ (ج) بِيْضٌ صیغۂ صفت ہے، (ض) سفیدی میں غالب آنا۔ اَلْاَمْهَقُ (ج) مُهْقٌ صیغۂ صفت ہے، (س) چونے کی طرح سفید ہونا۔ اَلْجَعْدُ (ج) جِعَادٌ صیغۂ صفت ہے، (ک) بالوں کا گھنگھریالا ہونا۔ اَلْاَدَمُ (ج) اُدْمٌ صیغۂ صفت ہے، (س، ک) سانولا ہونا، گندمی رنگ کا ہونا۔ اَلْقَطَط (ج) اَقْطَاط وقِطَاط (س) بالوں کا بہت زیادہ گھنگھریالہ ہونا۔ اَلسَّبْط (ج) سِبَاط (س، ک) بالوں کا بالکل سیدھا ہونا۔ بَعَثَ فعل ماضی (ف) بھیجنا۔ تَوَفّٰى فعل ماضی (تفعل) پورا حق لینا، وفات پانا، کہا جاتا ہے تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا پورا لے لیا یعنی اس کی وفات ہوگئی، یہاں اسی

---

[1] الامهق ای شدید البیاض فالنفی راجع الی القید فقط وروایة المصنف فی جامعه امهق لیس بابیض مقلوبة کما ذهب الیه الحافظ او وهم کما قاله عیاض او مؤول بان المهقة قد یطلق علی الحضرة ایضًا .

[2] اصله أأدم بهمزتین علی وزن افعل ابدلت الثانیة الفا ای شدید الادمة ای السمرة فالمنفی الشدة فلا ینافی اثبات السمرة فی الخبر الآتی ومایؤید ذلك روایة البیهقی کان ابیض بیاضه الی السمرة . (بیجوری)

[3] هذا وصف له صلی اللّٰه علیه وسلم باعتبار شعره والجعد بفتح فسکون والقطط بفتحتین علی الاشهر شدید الجعودة وفی التهذیب القطط شعر الزنج قال الزمخشری الغالب علی العرب جعودة الشعر وعلی العجم سبوطة وقد احسن اللّٰه لرسوله الشمائل وجمع فیه ما تفرق فی غیره من الفضائل . (بیجوری)

[4] وفی روایة توفی وهو ابن خمس وستین سنة وفی اخری ثلث وستین وهی اصحها واشهرها کما سیاتی فی باب مستقل فی آخر الکتاب .

معنی میں مستعمل ہے۔ شَعْرَةٌ (ج) اَشْعَار وشَعَرَات بال شَعْرَةٌ بَيْضَاء سفید بال (س) لانبے بال والا ہونا، بہت بالوں والا ہونا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لانبے قد کے تھے نہ پستہ قد (جس کو "ٹھگنا" کہتے ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا) اور نیز رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے جونے کی طرح نہ بالکل گندم گوں کہ سانولہ پن آجائے (بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پُرنور اور کچھ ملاحت لئے ہوئے تھے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھنگریالا پن تھا) چالیس برس کی عمر ہوجانے پر حق تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کو نبی بنایا، اور پھر دس برس مکہ مکرمہ میں رہے، (اس میں کلام ہے جیسا کہ فوائد میں آتا ہے) اس مدت کے درمیان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھی نازل ہوتی رہی، اس کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور پھر ساٹھ سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، اس وقت آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے (اس کا مفصل بیان **باب فی شیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** میں آئے گا)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا لیکن میانہ پن کے ساتھ کسی قدر طول کی طرف کو مائل، چنانچہ ہند بن ابی ہالہ وغیرہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے، ان دونوں روایتوں پر اس حدیث سے اشکال ہوتا ہے، جس میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جماعت میں کھڑے ہوتے تو سب سے زیادہ بلند نظر آتے لیکن یہ درازیٔ قد کی وجہ سے نہ تھا بلکہ معجزے کے طور پر تھا، تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کمالات معنویہ میں کوئی بلند مرتبہ نہیں ہے، اسی طرح صورت ظاہری میں بھی کوئی بلند محسوس نہ ہو نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام دس برس اس حدیث میں ذکر ہوا ہے، اور اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ساٹھ سال کی ذکر کی گئی ہے، لیکن یہ روایت ان سب روایات کے خلاف ہے جن میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تیرہ برس بتلایا گیا ہے اور تریسٹھ سال کی عمر ذکر کی گئی، بعض روایات میں پینسٹھ سال کی عمر آئی ہے چنانچہ اواخر کتاب میں تینوں روایتیں آنے والی ہیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تریسٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں، علماء نے ان احادیث میں دو طرح جمع فرمایا ہے، اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور تین سال بعد رسالت ملی، اس کے بعد دس سال مکہ مکرمہ میں قیام ہوا، اس بناء پر اس حدیث میں ان تین سال کا ذکر چھوٹ گیا جو نبوت اور رسالت کے درمیان تھے، دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ عموماً اعداد میں کسر کو شمار نہیں کیا جایا کرتا، اسی بناء پر حضرت انسؓ کی روایت میں دونوں جگہ دہائیاں ذکر کردیں اور کسر کو چھوڑ دیا، اور پینسٹھ سال والی روایات میں سن ولادت اور سن وفات کو مستقل شمار کیا گیا، غرض سب روایات کا حاصل ایک ہی ہے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اصح قول کے موافق تریسٹھ سال کی ہوئی، اس لئے باقی روایات کو اسی طرف راجع کیا جائے گا۔

(۴) حدثنا حميد بن مَسْعدة البصرى حدثنا عبد الوهاب الثقفى عن حميد عن انس بن مَالك قال كَانَ رسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰه عليه وَسَلَّمَ رَبْعَةً[1] وَلَيْسَ بالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ[2] وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ اَسْمَرَ اللَّوْنِ اِذَا مَشٰى يَتَكَفَّأُ[3].

ترجمہ: میانہ قد ہونا (p227)

حل لغات: رَبْعَةٌ (ج) رِبْعَاتٌ وربَعَاتٌ (بسکون الباء وفتحہا، مذکر ومؤنث) میانہ قد۔ حَسَنٌ (ج) حِسَانٌ صیغۂ صفت (ن،ک) خوبصورت ہونا، حسین ہونا۔ أَسْمَرُ (ج) سُمْرٌ صیغۂ صفت (س،ک) گندم گوں ہونا۔ اَللَّوْنُ

---

[1] بفتح الراء وسكون الموحدة ويجوز فتحها المتوسط بين الطويل والقصير والتانيث باعتبار النفس يقال رجل ربعة وامرأة ربعة. (قاری)

[2] تعميم بعد تخصيص او المراد بحسنه نفى غلبة السِّمَن والهزال قال بعضهم الحسن عبارة عن كل مبهج مرغوب فيه حسًا او عقلاً. (المناوی)

[3] اذا ظرفية لا شرطية والعامل فيها الفعل بعدها ويتكفا بتشديد الفاء بعده همز وقد يترك همزه تخفيفا اى يتمايل الى قدام وفسره بعضهم بكونه يسرع فى مشيه والاول اظهر ويؤيده ما فى الخبر الآتى كانما ينحط من صبب فهو من قولهم كفأت الاناء اذا قلبته وفى بعض النسخ اذا مشى يتوكأ اى يعتمد على رجليه. (ق،ب)

(ج) اَلْوَان رنگ (تفعل) رنگین ہونا (تفعیل) رنگین کرنا۔ مَشٰی فعل ماضی (مصدر) مَشْیًا (ض) چلنا۔ یَتَکَفَّأُ (مصدر) تَکَفُّأً (تفعل) آگے کو جھک کر چلنا (متواضعانہ چال) تیز چلنا، قوت سے قدم اٹھا کر چلنا (یہ تینوں ترجمے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار مبارک پر صادق آتے ہیں)

ترجمہ: دوسری روایت بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھنگنے نہایت خوبصورت معتدل بدن والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالا پن تھا) نیز آپ گندمی رنگ تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے۔

تشریح: اس حدیث میں خود حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ مبارک کو گندمی فرماتے ہیں، پہلی روایت بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تھی اس میں اس کی نفی کی گئی تھی وہاں ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا، دونوں میں کچھ تعارض نہیں، حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بالکل گندمی نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے روشنی اور حسن میں کچھ کمی آئے بلکہ وہ چمک دمک اور خوب روئی تھی کہ اپنے ساتھ تھوڑی سی گندمیت کو ملائے ہوئے تھی نیز اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے بارے میں یتکفا کا لفظ واقع ہوا ہے، اس کے ترجمہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، بعض لوگ جلدی چلنے کا ترجمہ فرماتے ہیں اور بعض لوگ آگے کو جھکنے کا ترجمہ کرتے ہیں اور بعض شراح قوت سے قدم اٹھانے کا ترجمہ کرتے ہیں، تینوں ترجمے صحیح ہیں اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار تینوں صفتوں کے ساتھ متصف ہوتی تھی اور لفظ بھی تینوں معنی کو محتمل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتاری کے ساتھ چلتے تھے، محجوبین زمانہ کی طرح عورتوں کی چال نہیں چلتے تھے، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت جھک کر چلنے کی تھی، متکبرانہ رفتار سینہ نکال کر نہیں چلتے تھے، نیز مردانہ رفتار پاؤں زمین سے اٹھا کر چلتے تھے نہ یہ کہ زمین پر پاؤں گھسیٹتے ہوئے

چلیں۔

(۳) حدثنا محمّد بن بشار یعنی العبدیؒ[۱] حدثنا محمد بن جعفر حدّثنا شعبة عن ابی اسحٰق قَالَ سَمِعْتُ البرآءَ بن عازب یقولُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وسَلَّمَ رَجُلاً[۲] مَرْبُوْعًا بَعِیْدَ مَابَیْنَ الْمنکِبَیْنِ عَظِیْمَ الجُمَّةِ[۳] اِلٰی شَحْمَةِ اُذْنَیْہِ عَلَیْہِ حُلَّةٌ[۴] حَمْرَآءُ مَا رَأَیْتُ شَیْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْہُ[۵].

حل لغات: رَجُلاً (بفتح الراء وضم الجیم) (ج) رِجَالٌ مرد، بعض کہتے ہیں کہ یہ رَجَلٌ (بفتح الراء والجیم) ہے (ج) اَرْجَالٌ جس کے معنی ہیں

---

[۱] العبدی نسبة الی عبد قیس قبیلة مشهورة من ربیعة.

[۲] قال البیحوری بضم الحیم فی جمیع الروایات خبر صورة توطئة لما هو خبر حقیقة اذ هو المقصود بالافادة کقوله تعالی ذلك بانهم قوم لا یفقهون وهذا مبنی علی ان المراد بالرجل المعنی المتبادر وهو الذکر البالغ وفیه انه لا یلیق بصحابی ان یصفه بذلك ولم یسمع من احد منهم وصفهٗ به فالاحسن کما قاله بعضهم ان المراد وصف شعره بالرجولة وهی التکسر القلیل یقال شعرٌ رَجِلٌ بضم الحیم کما یقال بفتحها وکسرها وسکونها ای فیه تکسر قلیل، وضبطه القاری بفتح الراء وکسر الحیم ثم قال ووقع فی الروایات المعتمدة بضم الحیم فیحتمل ان یکون المراد منه المعنی المتبادر وهو المقابل للمرأة ویحتمل ان یراد به شعره الاطهر اذالرجل بکسر الحیم وفتحها وضمها وسکونها بمعنی واحد وهو الذی فی شعره تکسر یسیر کما یفهم من کلام الحافظ ابن حجر فی شرح البخاری ویؤیده ماصح فی بعض النسخ بکسر الحیم وکان هذا المعنی اصوب اذ لا یلیق بحال الصحابی وصفهٗ صلی اللّٰہ علیه وسلم بالرجل

[۳] بضم الحیم وتشدید المیم ما وصل من شعر الراس الی المنکبین وعلی هذا یشکل قوله الی شحمة اذنیه فقیل المراد بالحمة الوفرة مجازًا وقیل الجار والمجرور متعلق بعظیم لا بحمة والمعنی العظیم من حمة یصل الی شحمة اذنیه وما نزل عنها الی المنکبین یکون خفیفًا علی العادة من ان الشعر کلما نزل خف. ب

[۴] قال البیحوری اخرج ابن الجوزی من طریق ابن حبان وغیره ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اشتری حلة بسبع وعشرین ناقة فلبسها

[۵] قال شیخنا دون انسانا لیشمل غیر البشر کالشمس والقمر وعبر بقط اشارة الی انه کان کذلك من المهد الی اللحد لان معنی قط الزمن الماضی ولا یستعمل الا فی النفی وهو بفتح القاف وضم الطاء المشددة وقد تخفف الطاء المضمومة وقد تضم القاف اتباعا لضمة الطاء المشددة والمخففة وجاءت حاکیة الطاء فهذه خمس لغات اشهرها الاولی وقد صرحوا بان من کمال الایمان اعتقاد انه لم یجمع فی بدن انسان من المحاسن الظاهرة ما اجتمع فی بدنه صلی اللّٰہ علیه وسلم ومع ذلك فلم یظهر تمام الحسن والا لما طاقت الاعین رویته صلی اللّٰہ علیه وسلم، قلت او غیره منه تبارك وتعالی کما حکاه الخباه ولی اللّٰہ الدهلوی فی الیر الشین عن مقام والده.

''بالوں کا تھوڑا سا گھونگریالا ہونا'' (س) مص رَجَلاً (بفتحتین) اس صورت میں یہ آپ علیہ السلام کے بالوں کی صفت ہوگی۔ مَرْبُوْعًا اسم مفعول، اس کا فعل باب تفعل سے استعمال ہوتا ہے، مص تَرَبُّعًا میانہ قد ہونا رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ ''میانہ قد آدمی'' بُعَيْد بَعِيْد (بکسر العین) کی تصغیر ہے ''تھوڑا سا فاصلہ، قدرے دور'' (س، ک) دور ہونا۔ المَنْكِبَيْنِ مَنْكِب کا تثنیہ (ج) مَنَاكِب کاندھا، مونڈھا۔ عَظِيْم (ج) عِظَام صیغۂ صفت (ک) بڑا ہونا، گھنا ہونا۔ اَلْجُمَّةُ (ج) جُمَمٌ وَجِمَمٌ (بضم الجیم وکسرہا) کثیر بال، کاندھوں تک بال۔ شَحْمَةٌ (ج) شَحَمَاتٌ چربی کا ٹکڑا (کان کی لَو) اُذُنٌ (ج) آذان کان۔ حُلَّةٌ (ج) حُلَل وحِلَال نیا کپڑا، کپڑوں کا جوڑا۔ حَمْرَآءُ (ج) حُمْرٌ صیغۂ صفت برائے مؤنث بمعنی سُرخ، اس کا فعل باب اِفْعِلَال سے استعمال ہوتا ہے، مص اِحْمِرَار سرخ ہونا۔ قَطُّ ظرف زمان، یہ زمانۂ گذشتہ کو مکمل طور پر محیط اور گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور ہمیشہ فعل منفی کے ساتھ آتا ہے، کہا جاتا ہے مَا فَعَلْتُ هٰذَا قَطُّ یہ کام میں نے کبھی نہیں کیا مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ میں نے آپ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردِ میانہ قد تھے (قدرے درازی مائل جیسا کہ پہلے گذر چکا) آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا (جس سے سینۂ مبارک کا چوڑا ہونا بھی معلوم ہوگیا) گنجان بالوں والے تھے جو کان کی لَو تک آتے تھے، آپ پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی، میں نے آپ سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

تشریح: اس حدیث میں رجلاً مربوعاً کا لفظ ہے جس کا ترجمہ جیم کے پیش کے ساتھ مرد کا کیا گیا یہ صحیح ہوسکتا ہے اس قسم کے الفاظ کلام عرب میں ربط کے واسطے آجاتے ہیں، لیکن چونکہ اس میں کوئی خاص صفت ظاہر نہیں ہوتی، اس لئے بعض محدثین کی رائے ہے کہ یہ لفظ جیم کے زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی سیدھے پن اور ٹیڑھے

پن کے درمیان کے ہیں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں یہ صفت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی ہوگی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کچھ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، اس حدیث سے بعض علماء نے سرخ کپڑے کا مرد کے لئے مطلقاً پہننا جائز قرار دیا ہے، حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کی جاسکتی ہے (عورتوں کے لیے ہر قسم کے رنگ کا کپڑا جائز ہے اور مردوں کے لیے کسم وزعفران سے رنگا ہوا کپڑا بالاتفاق ممنوع ہے، البتہ سُرخ رنگ میں کئی اقوال ہیں ۱؎ حرام ۲؎ مباح ۳؎ مستحب ۴؎ مکروہ تنزیہی، قولِ اخیر مفتیٰ بہ ہے، اور باقی سب رنگ جائز ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ۴/۱۲۵، شامی ۹/۵۱۵ مرتب) علماء نے لکھا ہے کہ صحابی نے اس حدیث میں کسی چیز کو آپ سے حسین نہیں دیکھا اس لئے کہا تا کہ انسان کے علاوہ چاند سورج وغیرہ ہر چیز کو شامل ہوجائے۔

④ حدثنا محمود بن غيلان حدثنا وكيع حدثنا سُفْيَانُ عن ابى اسحٰق عن البراء بن عَازب قَالَ مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِىْ لِمَّةٍ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ اَحْسَنَ مِنْ رسُول اللّٰه صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم لَهٗ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالطَّوِيْلِ .

حل لغات: لِمَّةٌ (ج) لِمَمٌ وَاَلْمَامٌ وہ بال جو کانوں سے متجاوز ہوں (ن) مص لَمًّا جمع کرنا، اکٹھا کرنا لِمَّةٌ جمع شدہ بال، اکٹھے بال۔ يَضْرِبُ (ض) مارنا، اردو محاورے کی رعایت میں یہاں ترجمہ ''چھونا'' کیا جائے گا۔

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے کسی

۱؎ لمة بكسر اللام وتشديد الميم قال القارى الوفرة الشعر إلى شحمتى الاذن واللمة دون الجمة سميت بذلك لانها المت بالمنكبين والجمة بضم الجيم وتشديد الميم من شعر الراس ما سقط على المنكبين انتهى وسياتى فى باب شعره صلى الله عليه وسلم من البسط وقال البيجورى هذه الثلثة مضطرب اهل اللغة فى تفسيرها واقرب ما وفق به ان فيها لغات وكل كتاب اقتصر على شئ منها كما يشير اليه كلام القاموس فى مواضع .

پنڈلیوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں تک آرہے تھے آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا اور آپ نہ زیادہ لانبے تھے نہ ٹھنگنے۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کے بارے میں یہ روایت پہلی روایت سے مختلف ہوگئی، اس لئے کہ اس میں کان کی لَو تک ذکر کیا تھا لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ بال ایک حالت پر نہیں رہا کرتے کبھی کم ہوتے ہیں کبھی زائد ہوجاتے ہیں اور قصداً بھی کم کئے جاتے ہیں کبھی بڑھائے جاتے ہیں۔

---

⑤ حدثنا محمد بن اسمٰعیل حدثنا ابو نعیمؔ حدثنا المسعودیؔ عن عثمان بن مسلم بن هرمزؔ عن نافع ابن جبیر بن مطعم عن علی بن ابی طالب رضی اللّٰه عنه قال لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیه وسلَّمَ بِالطَّوِیْلِ وَلَا بِالقَصِیْرِ شَثْنُ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ ضَخْمُ الرَّاْسِ ضَخْمُ الْکَرَادِیْسِ طَوِیْلُ الْمَسْرُبَةِ اِذَا مَشٰی تَکَفَّأَ تَکَفُّؤًا کَاَنَّمَا یَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ.

حل لغات: شَثْنٌ (بسکون الثاء وفتحہا وکسرہا) سخت اور پُر گوشت (س) مص شَثْنًا پُر گوشت ہونا، سخت اور موٹا ہونا۔ الکَفَّیْنِ تثنیہ (واحد) کَفٌّ (ج) اَکُفٌّ واَکْفَاف ہتھیلی۔ ضَخْمٌ (ج) ضِخَام صیغۂ صفت (ک) مص ضَخَامَةٌ موٹا

---

۱ بضم نون وفتح عین مهملة فضل بن دکین مصغرًا

۲ هوعبد الرحمٰن بن عبد اللّٰه بن عقبة بن عبد اللّٰه بن مسعود ولذلك نسب اليه .

۳ بضم اوله وثالثه وسكون ثانيه وبالزاى المعجمة يصرف ولا يصرف

۴ بالرفع خبر مبتداء محذوف والشثن بالمثلثة كما فى الشروح وضبطه السيوطى بالمثناة الفوقية وفسره الاصمعى كما سياتى عند المصنف بغليظ الاصابع من الكفين والقدمين وفسره ابن حجر بغليظ الاصابع والراحة وهو المتبادر قاله البيجورى ج رَاحٌ = ہتھیلی، بیوی

۵ جمع كردوس كعصفور راس العظم وقيل مجمع العظام كالركبة والمنكب ۶ تكفأ اما بالهمز فيهما فيقرأ المصدر بضم الفاء كتقدم تقدمًا او بلا همز فيقرأ بكسرها كتسمى تسميا وعلى كل فهو مصدر مؤكد وقوله كانما الخ مبالغة فى التكفؤ .

ہونا۔ الگَرَادِیْس کُرْدُوْس کی جمع ہے، دو ہڈیوں کا جوڑ، عام طور پر کہنی اور گھٹنے کے جوڑ کو کہتے ہیں۔ المَسْرُبَۃُ (ج) مَسَارِب جانے کی جگہ، مراد سینے کے بیچوں بیچ وہ لکیر جو ناف تک جاتی ہے، مَسْرَبٌ نالی، سُرنگ۔ یَنْحَطُّ مص اِنْحِطَاطًا (انفعال) اترنا (ن) مص حَطًّا اترنا، اتارنا۔ صَبَبٌ (ج) اَصْبَاب نشیب، نچلا حصہ (ن) مص صَبًّا وادی میں اترنا۔ (لغات الحدیث)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے، (یہ صفات مردوں کے لئے محمود ہیں اس لئے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں عورتوں کے لئے مذموم ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، سینہ سے لیکر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اُتر رہے ہیں، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔

تشریح: اس قسم کی عبارت سے کہ میں نے فلاں جیسا کبھی نہیں دیکھا مبالغہ مقصود ہوا کرتا ہے اس کے مثل نہ ہونے میں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں مبالغہ نہیں اس لئے کہ وہاں کمالِ جمال ہی تعبیر سے باہر ہے، مناوی نے لکھا ہے کہ ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جن اوصاف جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا ان اوصاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہوسکتا اور یہ محض اعتقادی چیز نہیں ہے، سیر، احادیث وتواریخ کی کتابیں اس سے لبریز ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے کمالاتِ باطنیہ کے ساتھ جمال ظاہری بھی علی الوجہ الاتم عطا فرمایا تھا، حضرت عائشہؓ سے دو شعر نقل کئے گئے ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ دیتیں، بالکل سچ فرمایا صحابہ مرد وعورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

عشق میں جس قدر غرق تھے اس کا کچھ شائبہ دیکھنا ہو تو میری کتاب حکایاتِ صحابہؓ کا باب[۸] دیکھو۔

(۶) حدثنا سُفيَانُ بن وكيع حدثنا ابى عن المسعودى بهذا الاسناد نحوه بمعناه حدثنا احمد بن عبدة الضَّبىُّ البصرى وعلى بن حُجر وابو جعفر محمد بن الحسَيْن وهوَ[۱] ابن ابى حليمة والمعنى واحد قالوا حدثنا عيسٰى بن يونس عن عمر بن عبد الله مولى غُفْرةَ قَالَ حَدثنى ابراهيمُ[۲] بن محمد من وُلدِ على بن ابى طالب قال كَانَ عَلِيٌّ اِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عليه وسلَّم بِالطَّوِيْلِ الْمُمَّغِطِ[۳] وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَم يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ[۵] وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِىْ وَجْهِهٖ تَدْوِيْرٌ اَبْيَضُ مُشْرَبٌ[۶] اَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِيْلُ الْمُشَاشِ[۷] وَالْكَتِدِ اَجْرَدُ[۸] ذُوْ مَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ

---

[۱] الضمير للحسين او ابنه محمد مختلف عند الشراح وكتب الرجال يؤيد الاول وكذا يؤيده ما فى جامع المصنف بلفظ حدثنا ابوجعفر محمد بن الحسين بن ابى حليمة وصفه به لان محمد بن الحسين ابا جعفر رجل آخر ايضا فى الرواة كما يظهر من كتب الرجال وهو ايضا من هذه الطبقة فنبه المصنف ليتميز عنه

[۲] ابراهيم هو ابن محمد ابن الحنفية وهى امة لعلى بن ابى طالبؓ من سبي بنى حنيفة وابراهيم هذا لم يسمع من علىؓ بظاهره ولذا قال المصنف فى جامعه بعد ايراد الحديث اسناده ليس بمتصل

[۳] الممغط بضم الميم وفتح الثانية مشددة وبكسر الغين المعجمة بعدها طاء مهملة واصله المنمغط قلبت النون ميما وادغمت فى الميم والمغط مد شئ لين كذا فى القاموس وفى جامع الاصول المحدثون يشددون الغين اى مع تخفيف الميم الثانية فهو اسم مفعول من التمغيط

[۴] بكسر الجيم وقد يضم كما مر سابقا

[۵] الرواية فيه بلفظ اسم المفعول فقط

[۶] اى بحمرة كما فى رواية وهو بالتخفيف من الاشراب وهو خلط لون بلون وفى نسخة بالتشديد من التشريب وهو مبالغة فى الاشراب

[۷] المشاش بالضم بمعجمتين بينهما الف جمع مشاشة بالضم والتخفيف وهى رؤس العظام والكتد بمثناة فوقية تفتح وتكسر مجتمع الكتفين قاله المناوى

[۸] الاجرد اى غير اشعر وهو من يعم الشعر سائر بدنه فالاجر دخلافه وليس المعنى انه لم يكن على بدنه شعر لانه كث اللحية طويل المسربة وكان الشعر على مواضع من بدنه كما ترى، فالاجردية باعتبار اغلب المواضع.

إِذَا مَشٰى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً وَأَكْرَمُهُمْ عَشِيرَةً[1] مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُوْلُ نَاعِتُهُ[2] لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ قَالَ ابو عِيْسٰى سَمِعْتُ ابا جعفر محمَّد بن الحسين يقول سَمِعْتُ الأصمعي يقولُ فى تفسيْر صفة النّبى صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّمَ الممغط الذَّاهب طُوْلًا قالَ[3] وسمعت اعرابيًا يقول فى كلامِهٖ[4] تمغط فى نشابته اى مدَّهَا مَدًّا شديْدًا والمتردِّدُ الداخل بعضه فى بعض قصرًا واما القطط فالشديد الجعودة والرَجِل الذى فى شعره حجونة اى تَثنّ قليلا واما المطهم فالبادن الكثير اللحم والمُكَلْثَم المدور الوجه وَالمُشْرَبُ الذى فى بياضه حمرة والادعج الشديد سواد العين والاهدب الطّويْل الاشفار والكتد مجتمع الكتفين وهو الكاهل والمسْرُبة هو الشعر الدقيق الذى كانه قضيبٌ مِنَ الصَّدر الٰى السرة والشثن الغليظ الاصَابع من الكفين والقدمين وانتقلع ان يمشى بقوة والصبب الحدور تقول انحدرنا فى صبوبٍ[5] وصبب وقوله جليل

---

[1] عشيرة على وزن قبيلة ومعناه وفى بعض النسخ عشرة بكسر اولها وسكون ثانيها اى صحبة ويؤيده ما سينقله المصنف عن الاصمعى وكلا المعنيين صحيح فى حقه عليه السلام لان قبيلته اشرف وملخالطته اكرم

[2] الناعت اسم فاعل من نعت اذا وصفه قال الحافظ ابو موسٰى النعت وصف الشئ بما فيه من حسن ماله الحليل ولا يقال فى المذموم الا بتكلف متكلف فيقول نعت سوء فاما الوصف فيقال فيهما اى فى المحمود والمذموم

[3] قال اى الاصمعى ووهم من زعم ان فاعله ابوجعفر وابعد من جوز احتمال الرجوع الى المصنف قال القارى وهذا استدلال الاصمعى فيما قاله قيل

[4] يعنى يقول الاعرابى فى اثناء كلامه تمغط فلان فى نشابته اى مدها والنشابة بضم النون وتشديد الشين المعجمة وموحدة وبتاء التانيث ودونها السهم واضافة المد اليها مجاز لانها لا تمد وانما يمد وتر القوس واعترض على المصنف بانه ليس فى الحديث لفظ التمغط حتى يتعرض له وانما فيه لفظ الانمغاط واجيب بانه من توضيح الشئ بتوضيح نظيره

[5] اى مكان منحدر وهو بفتح الصاد المهملة وضمها ايضا ويقال بالضم جمع صبب بفتحتين ولم يدغم الصبب لئلا يشتبه بالصب الذى بمعنى العاشق . ج

المُشاش يريد رؤس المناكب والعِشرة الصحبة والعشير الصاحب والبداهة المفاجَاة يقال بدهته بامر اى فجئته .

حل لغات: وَصَفَ (ض) اوصاف بیان کرنا، حلیہ بیان کرنا، تعریف کرنا۔ المُمَغِّطِ اسم فاعل، غیر معمولی لانبا (انفعال) مص اِمِّغَاطًا (لانبا ہونا) دراصل اِنْمِغَاط ہے، ایک قول ہے کہ یہ لفظ مُمَغَّطٌ ہے، جو باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، بہر دوصورت معنیٰ ''غیر معمولی دراز قد'' ہی ہوں گے۔ المُتَرَدِّد اسم فاعل (تفعل) شک میں پڑنا، جسم کے ایک حصے کا دوسرے حصے میں داخل ہونا۔ السَّبْطُ (ج) سِبَاط سیدھے بال (ضد جعد) بالوں کا سیدھا ہونا۔ المُطَهَّم اسم مفعول، بھاری، موٹا (تفعیل) بھاری ہونا، موٹا ہونا، رخساروں کا پُر گوشت ہونا۔ وَجْه (ج) وُجُوْهٌ چہرہ، منھ۔ تَدْوِيْر (تفعیل) گول ہونا، مدوّر ہونا (ن) گھومنا، چکر لگانا۔ مُشْرَب اسم مفعول (افعال) ملانا، مُشْرَب بمعنی ملایا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، جس کو اردو محاورے میں ''گورا چٹا ہونا'' کہا جاتا ہے۔ اَدْعَجُ صیغۂ صفت (س) آنکھوں کا بڑا ہونا، بھیل جیسی آنکھیں ہونا، آنکھوں کی سفیدی میں سفیدی کا اور سیاہی میں سیاہی کا تیز ہونا۔ اَلْعَيْنِ عَيْنٌ کا تثنیہ ہے (ج) عُيُوْنٌ واَعْيَانٌ آنکھ۔ اَهْدَب (ج) هُدْبٌ صیغۂ صفت ہے لانبی اور گھنی پلکوں والا شخص (س) آنکھوں کا لانبی پلک والی ہونا۔ اَلْاَشْفَار (واحد) شَفْرٌ وَشُفْرٌ پلک کی جڑ، ہر چیز کا کنارہ۔ جَلِيْل صیغۂ صفت جَلٌّ (ض) مص جلالاً بڑا ہونا، ابھرا ہوا ہونا۔ المُشَاشُ (واحد) مُشَاشَة جوڑ، نرم ہڈی کا سرا (ن) مص مشًّا چوسنا۔ الكَتِد (بفتح التاء وکسرہا) (ج) اَكْتاد کاندھا، مونڈھا۔ اَجْرَد (ج) جُرْدٌ صیغۂ صفت (س) جسم پر بالوں کا کم ہونا، معمولی ہونا۔ تَقَلَّعَ (تفعل) کسی چیز کو جڑ سے اُکھاڑنا، آگے کو جھک کر چلنا۔ اِلْتَفَتَ (افتعال) متوجہ ہونا، التفات کرنا، رُخ کرنا۔ كَتِفٌ (ج) اَكْتَاف وكُتُوْف شانہ، کاندھا، مونڈھا۔ خاتَمٌ (بفتح التاء وکسرہا) (ج) خَوَاتِم وخُتُمٌ انگوٹھی (س) ختم کرنا، مہر لگانا، (مہر بھی کسی چیز کے اختتام ہی پر

لگائی جاتی ہے) النُبُوَّة مص (ف) پیغام پہنچانا، پیغامبری، اسی سے ''نبی'' مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ''خدا کا پیغامبر'' بطریق الہام خداوندی غیب کی باتیں بتلانے والا۔ أَجْوَد صیغۂ صفت (ن) مص جُوْدًا سخی ہونا، فیاض ہونا۔ اَصْدَق صیغۂ صفت (ن) سچا ہونا، سچ بولنا۔ لَهْجَة (ج) لَهَجَات زبان یا نوکِ زبان، طریقۂ گفتگو، یہاں باتیں اور اقوال مراد ہیں۔ اَلْيَن صیغۂ صفت (ج) اَلَاين (ض) مص لِيْنًا نرم ہونا۔ عَرِيْكَة (ج) عَرَائِك طبیعت، عادت، فطرت۔ اَكْرَم اسم تفضیل (ک) باعزت ہونا، قابل اکرام ہونا۔ عَشِيْرَة (ج) عَشَائِرُ خاندان، کنبہ رَاٰهُ (ف) مص رَأْيًا دیکھنا۔ بَدِيْهَة صیغۂ صفت (ف) مص بَدَاهَة اچانک کوئی کام کرنا۔ هَابَ (س) مص هَيْبَة خوف کھانا، مرعوب ہونا (عظمت کی وجہ سے ڈرنا) خَالَطَ (مفاعلت) مص مُخَالَطَة میل جول رکھنا، آپس میں ملنا ملانا۔ مَعْرِفَة مصدر میمی ہے (ض) پہچاننا، مص عِرْفَانًا ومَعْرِفَةً ۔ اَحَبَّ فعل ماضی واحد مذکر (افعال) محبوب رکھنا، محبت کرنا، چاہنا۔ نَاعِت اسم فاعل (ف) تعریف کرنا، اچھائی بیان کرنا، اسی سے نعت ہے، جس میں حضور علیہ السلام کی مدح سرائی ہوتی ہے۔

ترجمہ: ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لانبے تھے، نہ زیادہ پستہ قد؛ بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، نہ آپ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرے کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرۂ مبارک میں تھی (یعنی چہرۂ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لانبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، آپ کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے) اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی، آپ

کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہوجاتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہیں تھے) آپ کے سینۂ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپ کے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے، جب آپ تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ اس طرح دوسرے کے ساتھ لاپرواہی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہوجاتی ہے بلکہ سینۂ مبارک سمیت اس طرف توجہ فرماتے، بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آپ توجہ فرماتے تو تمام چہرۂ مبارک سے فرماتے، کن انکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے مگر یہ مطلب اچھا نہیں) آپ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، آپ ختم کرنے والے تھے نبیوں کے آپ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے (غرض آپ دل وزبان طبیعت خاندان اوصاف ذاتی اور نسبی ہر چیز میں سب سے افضل تھے) آپ کو جو شخص یکا یک دیکھتا مرعوب ہوجاتا تھا (یعنی آپ کا وقار اس قدر زیادہ تھا کہ اول وہلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آجاتا تھا اول تو جمال وخوبصورتی کے لئے بھی رعب ہوتا ہے۔

شوق افزوں، مانعِ عرضِ تمنا داب حُسن بارہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے

اس کے ساتھ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا، اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں ان میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا) البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ آپ کے اخلاق کریمہ واوصاف جمیلہ کا گھائل ہوکر آپ کو محبوب بنالیتا تھا، آپ کا حلیہ بیان کرنے والا صرف

یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا باجمال و باکمال نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

⑦ حدثنا سُفْيَانُ بن وكيع قالَ حدثنا جُمَيع بن عُمَيرٍ[1] بن عبد الرحمٰن العجلي إملاءً[2] علينا من كتابه قَالَ حدثني رجل من بني تميم من وُلْدِ ابي هالة زوجِ خديجة يكنّى ابا عبد الله عن ابنٍ[3] لابي هالة عن الحسن بن عليٍّ قال سألتُ خالي هند ابن ابي هالة وكانَ وصّافًا عن حُلية النبي صَلى اللّٰه عليه وسلم وانا اشتهي ان يصفَ لي منها شيئًا اتعلق به فقال كانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ القَمَرِ لَيْلَةَ البَدْرِ اَطْوَلُ[4] مِنَ المَرْبُوْعِ وَاَقْصَرُ مِنَ الْمُشَذَّبِ[5] عَظِيْمَ الْهَامَةِ رَجِلَ الشَّعْرِ اِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيْقَتُهُ[6] فَرَقَهَا وَاِلَّا[7] فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ

---

[1] عمير بالتصغير فيهما على ما اختاره الحافظ ابن حجر فى تقريبه قال القارى ووقع فى نسخ الشمائل مكبرًا وكذا اورده المزى فى تهذيبه والذهبى فى ميزانه، وكذا فى شفاء قاضى عياض على ما فى بعض الحواشى وكتبه فى تهذيب التهذيب لفظ عمر بلا واو وكذا فى اكثر نسخ الشمائل قال القارى فى مواضع من شرحه صوابه عمير .

[2] اى القاء وهو مصدر حدثنا من غير لفظه او تمييزا وحال بمعنى مملیا علينا قاله المناوى والاملاء القاء المحدث على الكاتب ليكتب والاملاء قد يكون من حفظه وقد يكون بالكتاب وفيه زيادة الاحتياط فقيده بذلك .

[3] ابن اسمه هند كاسم ابيه واسم جده فهذا ممن يوافق اسمه اسم ابيه وجده كذا فى الشروح لكن المحدثين تكلموا على هذا الاسناد .

[4] قوله اطول من المربوع اى الحقيقى فلا ينافى ما سبق من انه عليه السلام كان مربوعا وهذا دليل على انه عليه السلام كان مائلاً الى الطول .

[5] المشذب على صيغة المفعول من التشذيب اصله النخلة الطويلة التى شذب عنها جريدها اى قطع .

[6] اى شعر راسه واصل العقيقة الشعر الذى يكون على راس المولود عند الولادة وبه سميت الذبيحة عقيقة قال القارى العقيقة الشعر الذى يولد عليه المولود قبل ان يحلق فى اليوم السابع فاذا حلق ونبت ثانيا فزال عنه اسم العقيقة وربما سمى الشعر عقيقة بعد الحلق ايضا على المجاز وبهذا جاء هذا الحديث لئلا يلزم ان يكون شعره باقيا من حين ولادته فانه مستبعد جدًا اللهم الا ان يقال انه من الكرامات الالهية لئلا يذبح باسم الآلهة الصناعية وقد ورد انه عليه الصلوة والسلام عق عن نفسه بعد النبوة .

[7] اى وان لم تتفرق بنفسها فلا يفرقها بل يتركها على حالها ثم استانف بقوله يجاوز شعره .

شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ اِذَا هُوَ وَفْرَةٌ اَزْهَرُ اللَّوْنِ وَاسِعُ الْجَبِيْنِ اَزَجُّ[1] الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرَنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ[2] الْغَضَبُ اَقْنَى الْعِرْنِيْنِ[3] لَهُ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ يَحْسِبُهُ مَنْ لَمْ يَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ كَثُّ[4] اللِّحْيَةِ سَهْلُ الْخَدَّيْنِ ضَلِيْعُ[5] الْفَمِ مُفَلَّجُ[6] الْاَسْنَانِ دَقِيْقُ الْمَسْرُبَةِ[7] كَاَنَّ عُنُقَهُ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِيْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ بَادِنٌ[8] مُتَمَاسِكٌ سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ عَرِيْضُ الصَّدْرِ بَعِيْدُ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ اَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ مَوْصُوْلُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِيْ كَالْخَطِّ عَارِيَ الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ اَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَاَعَالِي الصَّدْرِ طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ رَحْبُ الرَّاحَةِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ سَائِلُ الْاَطْرَافِ اَوْ قَالَ شَائِلُ[9] الْاَطْرَافِ خُمْصَانُ[10] الْاَخْمَصَيْنِ مُسَيَّحُ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْ عَنْهُمَا الْمَاءُ اِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا[11] يَخْطُوْ

---

[1] ازج الزجج بز أی وجیمین دقة الحاجبین مع طول کما فی القاموس اودقة الحاجبین مع سبوغهما کما فی الفائق وانما قال ازج الحواجب دون مزجج الحواجب لان الزجج خلقة والتزجیج صنعة والخلقة اشرف .

[2] من الادرار علی الروایة الصحیحة ای یجعله الغضب ممتلئًا قاله القاری ای یصیر العرق ممتلئا غضبًا کما یصیر الضرع ممتلئا لبنا .

[3] العرنین قال المناوی بکسر المهملة وسکون الراء وکسر النون الاولی ما صلب من عظم الانف او کله او ماتحت مجتمع الحاجبین او اوله .

[4] مفلج بصیغة المفعول والفلج انفراج مابین الثنایا والظاهر اختصاص الانفراج بالثنا یا ویؤیده اضافته الی الثنیتین فی بعض الروایات وماقاله العصام انه یحتمل الانفراج مطلقا یرده ان المقام مقام المدح وقد صرح جمیع من شراح الشفاء ان انفراج جمیع الاسنان عیب .

[5] بفتح المیم وسکون السین المهملة وضم الراء وتفتح شعر مابین الصدر والسرة (مناوی) .

[6] بادن الروایة الی ههنا بالنصب ومن ههنا الی آخر الحدیث بالرفع قاله القاری عن الحنفی والمعنی انه علیه السلام کان سمینا معتدلاً یعنی لم یکن سمینًا جدًا ولا نحیفًا جدًا قاله البیجوری .

[7] باضافة السواء الی البطن والصدر وبدون الاضافة فیکونان مرفوعین علی الفاعلیة .

[8] او قال شائل شك من الراوی وسائل الاطراف بالمهملة ای طویلها وشائل بالمعجمة قریب منه من شالت المیزان ارتفعت ای کان مرتفع الاطراف بلا انقباض ولا احدیداب .

[9] قوله خمصان الاخمصین الاخمص من القدم موضع لا یلصق بالارض منها عند الوطی والخمصان المبالغ منه ای ان ذلك الموضع من اسفل قدمیه شدید التجافی عن الارض ، مجمع البحار وقال البیجوری خمصان کعثمان وبضمتین وبفتح فسکون .

[10] بفتح القاف وسکون اللام ای رفع رجله عن الارض رفعا بائنا بقوة لا کمن یمشی اختیالا قاله القاری یعنی اذا زال عن موضعه وذهب ومشی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رفع رجلیه بقوة .

تَكَفِّيًا وَيَمْشِيْ هَوْنًا ذَرِيْعُ الْمِشْيَةِ اِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضُ الطَّرْفِ نَظْرُهٗ اِلَى الْاَرْضِ اَكْثَرُ مِنْ نَظَرِهٖ اِلَى السَّمَاءِ جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ وَيَبْدَءُ[1] مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ

حل لغات: فَخْمًا مص (ک) موٹا ہونا، بڑا ہونا، مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بڑے تھے۔ مُفَخَّمًا (تفعیل) عظیم المرتبت ہونا، شان وشوکت والا ہونا، ذی شان ہونا۔ يَتَلَأْلَأُ مص تَلَأْلُؤًا (تفعلل) چمکنا، روشن ہونا، منور ہونا۔ اَلْقَمَرُ (ج) اَقْمار تین رات کے بعد آخر ماہ تک کا چاند قمر کہلاتا ہے، اور پہلی تین راتوں کا چاند ہلال ہوتا ہے، جبکہ چودھویں شب کے چاند کو بدر کہتے ہیں، بَدَرَ (ن) اچانک نمودار ہوکر روشن ہونا۔ اَلْمُشَذَّب اسم مفعول صاف تنہ، مراد بہت اونچا، لانبا تنہ (تفعیل) اور مجرد میں (ن،ض) درخت کی ٹہنیاں کاٹنا۔ اَلْهَامَةُ (ج) هام بمعنی سر، کھوپڑی، دوسری جمع هَامَات۔ اِنْفَرَقَتْ (انفعال) جدا ہوجانا، دو حصوں میں بٹ جانا، مانگ نکل جانا۔ عَقِيْقَةٌ (ج) عَقَائِق بال، چوٹی، عَقَّ (ن) بال کاٹنا، عقیقہ، دراصل ان بالوں کو کہتے ہیں جو بچہ کی ولادت کے بعد ساتویں دن کاٹے جاتے ہیں۔ فَرَق (ن،ض) جدا کرنا، مانگ نکالنا، مَفْرِق الرأس "مانگ" يُجَاوِزُ (مفاعلت) تجاوز کرنا، آگے نکل جانا۔ وَفَّرَ (تفعیل) مص تَوْفِيْرًا زیادہ کرنا، بڑھانا، مجرد میں (ض) سے بھی مستعمل ہے۔ اَزْهَر صیغۂ صفت (س،ک) چمکدار ہونا، بارونق ہونا۔ وَاسِعٌ اسم فاعل (س) کشادہ ہونا، وسیع ہونا۔ اَلْجَبِيْن (ج) اَجْبُن وجُبُنٌ وَاَجْبِنَةٌ پیشانی، پیشانی کا کنارہ۔ اَزَجُّ صیغۂ صفت (ض) مص زَجًّا لانبی، پتلی اور گھنی ابرو والا ہونا۔ اَلْحَوَاجِبُ، حَاجِبٌ کی جمع ہے، بمعنی ابرو، بھوں۔ سَوَابِغ، سَابِغ کی جمع ہے (ن) مص سُبُوْغًا مکمل ہونا، پورا ہونا۔ قَرْن (ض) ملانا (س) ملی ہوئی ابرو والا ہونا۔ عِرْق (ج) عُرُوْق اَعْرَاق بمعنی رگ، نس۔ يُدِرُّ (افعال) بھر دینا، حرکت دینا اور مجرد میں (ن) کثیر

[1] يبدء من البداءة وفي بعض النسخ يبدو بضم الدال والواو المهملتين والمعنى متقارب.

ہونا۔ اَقْنٰی صیغۂ صفت (ج) قُنْوٌ بلند (س) بلند ہونا۔ اَلْعِرْنِیْنُ (ج) عَرَانِیْنُ ناک، ناک کا بانسہ۔ یَعْلُوْ (ن) مص عُلُوًّا چڑھنا، بلند ہونا۔ یَتَأَمَّلُ (تفعل) غور کرنا، غور سے دیکھنا۔ اَشَمُّ اسم تفضیل (صیغۂ صفت) (ن،س) سونگھنا۔ کَثُّ صیغۂ صفت (ج) کِثَاث (ض،س) مص کَثًّا گھنا اور گنجان ہونا۔ اَللِّحْیَۃُ (ج) لُحًی لِحًی (بضم اللام وکسرہا) داڑھی، ریش۔ سَہْل صیغۂ صفت (ج) سُہُوْل (ک) نرم ہونا، آسان ہونا۔ خَدَّیْن ، خَدٌّ کا تثنیہ ہے (ج) خُدُوْد رخسار، گال۔ ضَلِیْع صیغۂ صفت (ج) ضُلَعٌ بڑے منہ والا (ک) بڑے منہ والا ہونا، مضبوط ہونا۔ مُفَلَّج اسم مفعول (تفعیل) ایک دوسرے سے جدا کرنا (س) دانتوں میں فاصلے والا ہونا، مراد وہ دانت جن میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ ہو۔ اَسْنَان ، سِنٌّ کی جمع ہے، دانت۔ دَقِیْق صیغۂ صفت (ن) باریک ہونا۔ عُنُق (ج) اَعْنَاق گردن۔ جِیْد (ج) اَجْیَاد ، جُیُوْد ، گردن۔ دُمْیَۃ (ج) دُمًی پتھر، ہاتھی کے دانت یا شیشے کی مورتی، یہاں مراد ہاتھی کے دانت سے بنی ہوئی مورتی (گڑیا) ہے۔ مُعْتَدِل اسم فاعل (افتعال) درمیانہ ہونا، معتدل ہونا، بین بین ہونا۔ بَادِنٌ صیغۂ صفت (ج) بُدُنٌ ، بُدْنٌ (ن) موٹے بدن والا ہونا (ک) پُر گوشت ہونا، موٹے بدن والا ہونا۔ مُتَمَاسِك اسم فاعل (تفاعل) چمٹنا، ایک کا دوسرے کو پکڑنا، گٹھیلا بدن مراد ہے۔ اَلْبَطْن (ج) بُطُوْنٌ پیٹ۔ اَلصَّدْرُ (ج) صُدُوْرٌ سینہ۔ عَرِیْض صیغۂ صفت (ج) عِرَاضٌ (ک) چوڑا ہونا، وسیع وعریض ہونا۔ اَلْمُتَجَرَّدُ اسم مفعول، خالی (تفعل) خالی ہونا، ننگا ہونا۔ مَوْصُوْلٌ اسم مفعول، ملا ہوا (ض) ملنا، پہنچنا۔ اَللَّبَّۃ (ج) لَبَّات، لَبٌّ کا اسم مرہ ہے، سینے کے اوپر کا حصہ، سینے پر ہار پڑنے کی جگہ۔ اَلسُّرَّۃ (ج) سُرَّاتٌ ، سُرَرٌ ، ناف۔ اَلْخَطُّ (ج) خُطُوْط دھاری، لکیر، لمبا راستہ، کہا جاتا ہے خُطُوطُ الکَفِّ ''ہاتھ کی لکیریں''۔ عَارِیٌ اسم فاعل (س) خالی ہونا، ننگا ہونا۔ اَلثَّدْیَیْن ، ثَدْیٌ کا تثنیہ ہے (ج) اَثْدٌ ، ثُدِیٌّ ''ثَدْیَاءُ'' بڑی پستان والی عورت، ثَدِیَتِ الْمَرْأَۃُ (س) مص ثَدًی عورت کا بڑی پستان والی ہونا۔

اَلذِّرَاعَیْن ، ذِرَاعٌ کا تثنیہ (ج) اَذْرُعٌ ، ذُرْعَانٌ کہنیوں سے انگلیوں تک کا حصہ۔ اَعَالِیْ ، اَعْلٰی کی جمع ہے جو اسم تفضیل ہے، بہت بلند (ن) بلند ہونا، اوپر ہونا۔ اَلزَّنْدَیْنِ ، زَنْدٌ کا تثنیہ ہے (ج) زِنَادٌ ، اَزْنُد کلائی۔ رَحْبٌ (ج) رِحَابٌ صیغۂ صفت، کشادہ (ک) کشادہ ہونا، فراخ ہونا۔ رَاحَة (ج) رَاحَاتٌ ہتھیلی۔ سَائِلٌ اسم فاعل سَالَ (ض) مص سَیْلًا ، سَیَلَانًا بہنا، لمبائی میں بہنا، یہاں مراد لمبائی اور طوالت ہے۔ اَلْاَطْرَاف ، طَرَفٌ کی جمع ہے، ہاتھ پیر کی انگلیاں، مطلب یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں لانبی تھیں۔ شَائِلٌ اسم فاعل (ن) بلند ہونا۔ خَمْصَان (بروزن فعلان) صیغۂ صفت گہرا (س، ک) خالی ہونا، گہرا ہونا، دبلا ہونا خَمِصَ الْقَدَمُ پیر کے نچلے حصے (تلوے) کا زمین سے اٹھا رہنا۔ اَخْمَصَیْن ، اَخْمَص کا تثنیہ ہے (ج) اَخَامِص ، خُمُصٌ پیر کا نچلا حصہ (تلوا)۔ مُسَیَّحٌ اسم مفعول، صاف، چکنا، ہموار (تفعیل) بہانا، یہاں مُسَیَّح سے ایسے چکنے قدم مراد ہیں جن پر پانی ڈالتے ہی بہہ جائے (یہ حضور علیہ السلام کے قدموں کی صفت تھی) یَنْبُوْ فعل مضارع (ن) اچٹ جانا، ڈھل جانا، کسی چیز کا اپنی جگہ سے کھسک جانا۔ زَالَ (ن) مص زَوَالًا زائل ہونا، آنا جانا۔ قَلْعًا (ف) اُکھاڑنا، کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹانا۔ یَخْطُوْ (ن) قدم بڑھانا، قدم اٹھانا، چلنا۔ هَوْنًا مص (ن) آسان ہونا، سہل ہونا، نرم ہونا۔ ذَرِیْع صیغۂ صفت (ج) ذُرُعٌ (ک) تیز اور کشادہ قدم ہونا۔ اَلْمِشْیَةُ چال، رفتار (ض) چلنا، اَلْمِشْیَةُ مفعول مطلق ہے۔ جُلٌّ (ج) جِلَالٌ ، اَجْلَالٌ بڑا، اکثر (ض) بڑا ہونا۔ نَظْرٌ (ج) اَنْظَار نگاہ، آنکھ (ن) دیکھنا۔ اَلْمُلَاحَظَة مص (مفاعلت) گوشۂ چشم سے دیکھنا، کن انکھیوں سے دیکھنا۔ یَسُوْقُ (ن) پیچھے سے ہانکنا، پیچھے چلنا۔ یَبْدَأُ (ف) شروع کرنا، پہل کرنا۔

ترجمہ: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کرتے تھے مجھے

یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں، (حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سات سال کی تھی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ میں اپنی کم سنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف سے متعلق یہ فرمایا کہ آپ خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپ کا چہرۂ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا، آپ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا لیکن زیادہ لانبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے، اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے (یہ مشہور ترجمہ ہے اس بناء پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصداً مانگ نکالنا روایات سے ثابت ہے، اس اشکال کے جواب میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس کو ابتدائے زمانہ پر محمول کیا جاوے کہ اولاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہتمام نہیں تھا، لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ جواب اس لئے مشکل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ مشرکین کی مخالفت اور اہل کتاب کی موافقت کی وجہ سے مانگ نہ نکالنے کی تھی، اس کے بعد پھر مانگ نکالنی شروع فرمادی، اس لئے اچھا ترجمہ جس کو بعض علماء نے ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال لیتے) جس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لَو سے متجاوز ہو جاتے تھے، آپ کا رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا اور پیشانی مبارک کشادہ، آپ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے، دونوں ابرو

جدا جدا تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک دار نور تھا، ابتداءً دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا، لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے، ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں ہے، آپ کی ڈاڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے گوشت لٹکے ہوئے نہیں تھے، آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ کے دندان مبارک باریک آبدار تھے، اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپ علیہ السلام کے سب اعضا نہایت معتدل اور پُر گوشت تھے اور بدن گٹھا ہوا تھا، پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن مبارک روشن و چمکدار نظر آتا تھا (یا یہ کہ بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا، چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو، بندہ کے نزدیک یہ ترجمہ اچھا ہے) ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُر گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں، آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے، اور قدم ہموار تھے، کہ پانی ان کے صاف ستھرے اور ان کی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا، جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے قدم زمین پر

آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا، آپ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے، چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے، آپ کی نظر نیچی رہتی تھی، آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی (اس میں یہ اشکال ہے کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف اکثر دیکھا کرتے تھے، دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عادتِ شریفہ تو زمین ہی کی طرف نگاہ رکھنے کی تھی لیکن چونکہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا اس لئے اس کے انتظار میں گاہ بگاہ آسمان کی طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے ورنہ عام اوقات میں عادتِ شریفہ نیچی نظر رہنے کی تھی۔

اِدھر قاتل کی نظریں شرم سے اوپر نہیں اٹھتیں
اُدھر بسمل کھڑا ہے ہاتھ پر میت لئے دل کی

آپ کی عادتِ شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی یعنی غایت شرم وحیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہؓ کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپ پیچھے رہ جاتے تھے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانا علماء نے اس کو تواضع پر حمل فرمایا ہے لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر یہ حالت سفر پر محمول ہو تو انسب ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر میں پسماندگان اور ضعفاء کی خبر گیری کے لئے آپ پیچھے رہا کرتے تھے، یہ حدیث بہت طویل ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ، اخلاق، عادات جملہ انواع مذکور ہیں، امام ترمذیؒ نے مضامین کی مناسبتوں سے اس کو کئی بابوں میں ذکر کیا ہے چنانچہ اس کا کچھ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے باب میں اور کچھ حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں آئے گا۔

---

⑧ حدثنا ابو موسٰی محمّد بن المثنی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبَة عن سماك بن حرب قال سمعت جابر بن سمرة يقولُ كانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيْعَ الْفَمِ اَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوْسَ الْعَقِبِ قَالَ

شُعْبَةُ قُلْتُ لِسِمَاكٍ مَا ضَلِيعُ الْفَمِ قَالَ عَظِيمُ الْفَمِ قُلْتُ مَا اَشْكَلُ الْعَيْنِ قَالَ طَوِيلُ شَقِّ الْعَيْنِ قُلْتُ مَا مَنْهُوسُ الْعَقِبِ قَالَ قَلِيلُ لَحْمِ الْعَقِبِ .

حل لغات: اَشْكَلُ (ج) شُكْلٌ صیغۂ صفت، سفید سرخی مائل (س) سفید سُرخی مائل ہونا۔ مَنْهُوس اسم مفعول (س،ف) اگلے دانتوں سے گوشت نوچنا، جو گوشت نوچنے کی وجہ سے ہلکا ہوگیا ہو، مراد کم گوشت والا حصہ۔ اَلْعَقِب (ج) اَعْقَاب ایڑی مَنْهُوسُ العَقِب ہلکی پھلکی ایڑی والا شخص۔ عَقَبَ عَقْبًا (ن) ایڑی پر مارنا، عَقَبَ فلانًا (ن) کسی کے پیچھے آنا۔ شَقٌّ مص شگاف، پھٹن (ن) پھاڑنا، جدا کرنا، جدا ہونا، حضرت سماک بن حرب نے اَشْكَلُ العَيْن کا ترجمہ طَوِيلُ شَقِّ العَيْن کیا ہے جبکہ اِس لفظ کا صحیح ترجمہ "الحُمْرَةُ فِي بَيَاضِ العَيْن" ہے یعنی سفید سرخی مائل آنکھ، اسی کو خمار آلود، نشیلی، شربتی اور مخمور آنکھ کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فراخ دہن تھے، آپ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، ایڑی مبارک پر بہت کم گوشت تھا۔

تشریح: اہل عرب مرد کے لئے فراخ دہنی پسندیدہ سمجھتے ہیں، اور بعض لوگوں کے نزدیک اس جگہ فراخ دہنی سے فصاحت مراد ہے، آنکھوں کی تعریف میں ہوتا ہے جو کیا گیا وہ صحیح قول کے موافق لکھا گیا، ورنہ اس حدیث کے ترجمہ میں امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے ایک راوی سے فراخ چشم کا ترجمہ نقل کیا ہے وہ اہل لغت کے نزدیک غلط ہے خمار آلود آنکھوں پر ہزاروں میکدے قرباں ☆ وہ قاتل بے پئے ہی رات دن مخمور رہتا ہے

⑨ حدثنا هنادٌ[2] بن السَّرِي حدثنا عبثر بن القاسم عن اشعث يعني

---

[1] هذا التفسير خلت عنه كتب اللغة المتداولة ومن ثم جعله القاضي عياض وهمًا والصواب ما اتفق عليه العلماء وجميع اصحاب الغريب ان الشكلة حمرة في بياض العين .

[2] هناد بتشديد النون آخره دال مهملة والسري بفتح السين المهملة المشددة وكسر الراء المهملة بعدها ياء مشددة والحديث على ما قاله النسائي خطأ وانما هو مسند الى البراء ورد بان البخاري صحح اسناده الى البراء وجابر كليهما .

ابن سوار عن ابی اسحٰق عن جابر بن سمرة قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَةٍ اِضْحِیَانٍ[1] وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاِلَی الْقَمَرِ فَلَهُوَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ .

حل لغات: لَیْلَةٌ (ج) لَیَالِیْ بمعنی رات۔ اِضْحِیَانٍ صیغۂ صفت ہے جس کا استعمال بہت کم ہوتا ہے "مُقْمِرَةٌ" (روشن، چمک دار) کے معنی میں ہے ضَحِیَتِ اللیلَةُ ضَحًا (س) بے غبار ہونا، صاف ہونا "لَیْلَةٌ مُقْمِرَةٌ" چاندنی رات۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سُرخ جوڑا زیب تن فرمائے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ کو، بالآخر میں نے یہ ہی فیصلہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ جمیل وحسین اور منور ہیں۔ ؎

دَیر وحرم میں روشنیٔ شمس وقمر سے ہو تو کیا — مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

(۱۰) حدثنا سُفیَانُ بن وَکِیع حدثنا حمید بن عبد الرحمٰن الرؤاسی[2] عن زهیر عن ابی اسحٰق قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ بن عازب اَکَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ

حل لغات: السَّیْفُ (ج) سُیُوف ، اَسْیَاف تلوار، شمشیر۔

ترجمہ: ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براءؓ سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا، انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ

---

[1] لیلة بالتنوین واضحیان بکسر الهمزة وسکون الضاد المعجمة وکسر الحاء المهملة وتخفیف التحتانیة آخره نون منونة منصرف وان کان فیه الالف والنون زائدتین ای لیلة مقمرة من اولها الی آخرها .

[2] الرؤاسي بضم الراء وفتح الهمزة آخره سین مهملة بعدها یاء منسوب لجده رُؤاس وهو الحارث بن کلاب بن ربیعة وقیل منسوب الی بیع الرؤس وهو غلط روایة ودرایة . (قاری)

بدر کی طرح روشن گولائی لئے ہوئے تھا۔

تشریح: تلوار کی تشبیہ میں یہ نقصان تھا کہ اس سے زیادہ طویل ہونے کا شبہ پیدا ہوتا تھا، نیز اس کی چمک میں سفیدی غالب ہوتی ہے، نورانیت نہیں، اس لئے حضرت براءؓ نے تلوار سے انکار کر کے چاند سے تشبیہ دی، یہ تشبیہات سب تقریبی ہیں ورنہ ایک چاند کیا ہزار چاند میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نور نہیں ہوسکتا، ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ اگر تجھے ممدوح کو عیب ہی لگانا ہے تو اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیدے اس کے عیب لگانے کے لئے یہ ہی کافی ہے۔

(۱۱) **حدثنا ابو داؤد المصاحفی[1] سلیمان بن سلم حدثنا النضر بن شمیل عن صالح بن ابی الاخضر عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی هریرة قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ كَاَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ رَجِلَ الشَّعْرِ.**

حل لغات: صِيْغَ فعل ماضی مجہول صَاغَ (ن) ڈھالنا (بنانا) "صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ" چاندی کا ڈھلا ہوا۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر صاف شفاف حسین وخوبصورت تھے گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے، آپ کے بال مبارک قدرے خمدار گھنگریالے تھے۔

تشریح: سب سے پہلی روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گذر چکی ہے اس میں بالکل سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی اس لئے اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ چاندی کی طرح سے بالکل سفید رنگ تھا بلکہ سفیدی سُرخی مائل تھی اور چمک وحسن غالب تھا۔

(۱۲) **حدثنا قتیبة بن سَعِید اخبرنا اللیث بن سَعْد عن ابی الزبیر عن**

---

[1] المصاحفی قال البیحوری بفتح المیم وکسر الحاء نسبة الی المصاحف لعله لکتابته لها وبیعه ولو کان القیاس ان ینسب الی المفرد وهو مصحف بتثلیث المیم.

جابر بن عبد اللّٰه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليه وسلّم قَالَ عُرِضَ[1] عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءُ فَاِذَامُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ ضَرْبٌ[2] مِنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ[3] وَرَاَيْتُ عِيْسٰى بنَ مرْيَمَ عليهِ السَّلام فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُروة[4] بن مسعود ورَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِىْ نَفْسَهُ الْكَرِيْمَةَ وَرَاَيْتُ جِبْرِيْلَ عَلَيه السَّلَامُ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ[5] .

حل لغات: ضَرْبٌ یہاں اپنے مشہور معنی (مارنا) میں نہیں ہے بلکہ "خَفِيْفٌ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ہے "ہلکے پھلکے اور چھریرے بدن کا آدمی" یہاں "ضَرْب" نَوْعٌ کے معنی میں بھی نہیں ہے بلکہ "خَفِيْفٌ مِن الرجال" ہی کے معنی میں ہے۔ شَنُوْءَةٌ یہ ایک قبیلے کا نام ہے، اس قبیلے کے لوگ اکثر پتلے دبلے جسم کے ہوتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتلا دبلا (معتدل الجسم) ہونے کی وجہ سے اس قبیلے کے لوگوں سے تشبیہ دی گئی ورنہ حقیقت میں آپ علیہ السلام کے سڈول اور معتدل جسم اطہر کو اس قبیلے کے لوگوں سے کیا مناسبت۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

شَبَهًا (ج) اَشْبَاه بمعنی مشابہت (تفاعل) مانند ومشابہ ہونا۔ نَفْسُهُ الْكَرِيْمَةَ حضور علیہ السلام کی بابرکت وباعظمت ذات والاصفات مراد ہے۔

---

[1] عرض علی ای فی لیلة المعراج کمایدل علیه روایة البخاری او فی المنام کما یدل علیه روایتهٗ الاخریٰ .

[2] بفتح الضاد المعجمة وسکون الراء ای خفیف اللحم ومن الرجال صفة ضرب قاله القاری.

[3] بفتح المعجمة وضم النون ثم واو ساکنة ثم همزة مفتوحة بعدها تاء قبیلة من الیمن او من قحطان وهم متوسطون بین الخفة والسمن .

[4] عروة بن مسعود ای الثقفی لا الهُذلی کما توهم ولا یخفی علیك ان اقرب مبتدأ خبره عروة ومن موصولة عائدها محذوف ای اقرب الذی رأیته وبه متعلق بشبها المنصوب علی انه تمییز للنسبة وصلة القرب محذوفة ای الیه او منه .

[5] دحیة کسدرة وقد یفتح اوله معناه فی الاصل رئیس الجند صحابی مشهور وکان جبرئیل یاتی غالبًا علی صورته لان عادة العرب قبل الاسلام اذا ارسلوا رسولاً الی ملك لا یرسلونه إلا مثل دحیة فی الجمال او الفصاحة فانه کان بارعًا فی الجمال حتی تضرب به الامثال قاله البیجوری .

ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ مجھ پر سب انبیاء علیہم السلام پیش کئے گئے یعنی مجھے دکھائے گئے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا تو وہ ذرا پتلے دبلے بدن کے آدمی تھے گویا کہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں، عروہ بن مسعود ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے میں خود ہی ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوں ایسے ہی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ان لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں دحیہ کلبی ہیں۔

تشریح: یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا یا، شب معراج میں ہوا ہے یا خواب کی حالت میں ہوا ہے، بخاری شریف میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں اور اس اختلاف میں کوئی اشکال نہیں ہے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ دونوں مرتبہ دیکھا ہو، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہلکے بدن کا ترجمہ اپنے نزدیک راجح قول پر کیا ورنہ بعض علماء نے اس کے ترجمہ میں اور بھی اقوال فرمائے ہیں، ان تین انبیاء علیہم السلام کا ذکر اس لئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام علاوہ ازیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں تھے جملہ عرب ان کو مانتے تھے۔

(۱۳) **حدثنا محمد بن بشار وسُفيٰن بن وكيع المعنى واحد قَالاَ اخبرنا يزيد بن هارون عن سَعيد الجريرى قَالَ سمعت ابا الطفيلؔ يقول رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيه وسلَّم وَمَا بَقِىَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ رَاٰهُ غَيْرِىْ قُلْتُ صِفْهُ لِىْ قَالَ كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا۔**

ؔ ابا الطفيل عامر بن واثلة كان من جماعة علیؓ ومحبيه ولدعام الهجرة او عام احد ومات سنة عشر ومأة على الصحيح على ما قاله البيجورى فى شرح الشمائل واختاره الحافظ فى تقريبه فيصح حينئذٍ قوله ما بقى على وجه الارض احد رآه غيرى .

ؔ مقصدا بتشديد الصاد المفتوحة على انه اسم مفعول من باب التفعيل اى متوسطًا يقال رجل مقصد اى متوسط كما يقال رجل قصد اى وسط قال تعالٰى وعلى اللّٰه قصد السبيل . (سورۂ نحل: پ ۱۴)

حل لغات: مَلِیحًا (ج) مِلَاحٌ صیغہ صفت (ک) جاذب نظر ہونا، دل کش ہونا، مُقَصَّدًا اسم مفعول (تفعیل) معتدل جسم والا ہونا۔

ترجمہ: سعید جریریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا، میں نے ان سے کہا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ کے تھے ملاحت کے ساتھ یعنی سرخی مائل اور معتدل جسم والے تھے۔

تشریح: ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہؓ میں سب سے اخیر میں وفات پائی ہے، ان کی وفات ۱۰۰ھ میں ہوئی ہے، اسی بناء پر انہوں نے کہا کہ اب میرے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں رہا، علماء فرماتے ہیں کہ روئے زمین کی قید اس لئے لگائی کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کو دیکھنے والوں میں موجود تھے۔

---

(۱۴) **حدثنا عبد اللّٰہ بن عبد الرَّحمٰن اخبرنا ابراھیم بن المنذر الحِزامیؒ[1] اخبرنا عبد العزیز بن ثابت الزھری حدثنی اسمٰعیل بن ابراھیم ابن اخی موسٰی بن عقبة عن کریب عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلَّم اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذَا تَکَلَّمَ رُئِیَ کَالنُّوْرِ[2] یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ .**

حل لغات: اَفْلَجُ صیغۂ صفت (ج) فُلْجٌ (س) دانتوں میں تھوڑے فاصلے والا ہونا۔ ثَنِیَّتَیْنِ ثَنِیَّةٌ کا تثنیہ ہے (ج) ثَنَایَا سامنے کے اوپر اور نیچے کے دو دو (کل چار) دانت۔ تَکَلَّمَ (تفعل) کلام کرنا، بات چیت کرنا۔ رُئِیَ فعل

---

[1] الحزامی بحاء مهملة مكسورة وزائ بعدها الف فميم نسبة الى جده حزام فانه ابراهيم بن المنذر بن المغيرة بن عبد اللّٰه بن خالد بن حزام القرشی .

[2] ای یری شئ ابیض له صفاء یلمع کالنور معجزة له صلی اللّٰه علیه وسلم هکذا قالت الشراح ولا مانع من ذٰلك ولا یبعد عندی ان یکون هذا من کمال جماله فمن یبلغ من الحسن اقصاه یظهر فی کلامه لمعة وهو مشاهد .

ماضی مجہول (ف) مص رَأْیًا دیکھنا، مجہول کا ترجمہ ہوگا، دکھائی دینا، ظاہر ہونا، محسوس ہونا۔ یَخْرُجُ (ن) مص خُرُوْجًا نکلنا، خارج ہونا، باہر ہونا۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے یعنی ان میں کسی قدر ریخیں تھیں گنجان نہ تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔

تشریح: علماء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ تشبیہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا اس کو نور کے ساتھ تشبیہ دی ہے لیکن علامہ مناوی کی رائے یہ ہے کہ کوئی حسی چیز تھی تشبیہ نہیں جو بطور معجزہ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں کے درمیان سے نکلتی تھی۔

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا — حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

الغرض! حلیہ مبارک میں ہر ہر چیز کمال حسن کو پہنچی ہوئی تھی۔

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار — گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

یعنی جیسے آپ جمال معنوی میں منتہاء پر تھے، ایسے ہی جمال ظاہری میں بھی انتہا پر تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ .

باب مَا جاء فی خاتمِ[1] النبوة

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا بیان

تشریح: یہ مضمون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ شریف کے ذیل میں ہونے کی وجہ سے پہلے باب کا جزو ہونا چاہئے تھا مگر شدت اہتمام کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ یہ معجزہ اور علامات نبوت سے بھی ہے اس کو علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے، مہر نبوت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ولادت ہی کے وقت سے تھی جیسا کہ

---

[1] خاتم ھو بفتح التاء و کسرھا والکسر اشھر واضافته للنبوة لکونه من آیاتھا وانما افرده بباب مع انه من جملة الخلق اھتماماً بشانه .

فتح الباری نے بواسطہ یعقوب بن حسن حضرت عائشہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں جب بعض صحابہؓ کو شک ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے مہر نبوت کے نہ ہونے سے وصال پر استدلال کیا کہ اس وقت وہ نہیں رہی تھی، چنانچہ مناوی نے اس قصہ کو مفصل نقل کیا ہے، اس میں اختلاف ہے، کہ اس مہر نبوت پر کچھ لکھا ہوا تھا یا نہیں؟ ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ اس پر (محمد رسُولُ اللّٰہِ) لکھا ہوا تھا، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر (سِرُّ فَانْتَ الْمَنصورُ) لکھا ہوا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم جہاں چاہے جاؤ تمہاری مدد کی جائے گی، بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ یہ روایتیں ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچی ہیں، اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① **حدثنا** قتيبة بن سَعيد حدثنا حَاتم بن اسمٰعيل عن الجعد بن عبد الرحمٰن قَالَ سمعتُ السَّائب ابن يزيد يقول ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ[1] فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسِيْ[2] وَدَعَا لِيْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْءِهٖ وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلَى الْخَاتَمِ الَّذِيْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَاِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ[3] الْحَجَلَةِ.

---

[1] بفتح الواو وكسر الجيم اى ذو وجع وكان ذلك الوجع فى لحم قدمه بدليل انه وقع فى البخارى فى اكثر الروايات وقع بالقاف بدل الجيم والوقع بالتحريك هو وجع لحم القدم قيل يقتضى مسحه صلى اللّٰه عليه وسلم لراسه ان مرضه كان براسه ودفع بانه لا مانع من الجمع قال العسقلانى وفى بعض الروايات وقع بلفظ الماضى قال ابن بطال المعروف عندنا بفتح القاف والعين فيحتمل ان يكون معناه وقع فى الارض فوصل الى ما حصل قاله القارى.

[2] راسى خص الراس بالمسح لانه مدار البقاء والصحة ومناط السلامة يدور على سلامة الدماغ وبينه وبين الاعضاء الرئيسة ارتباط واشتراك ولانه اشرف اعضاء البدن ومن اثر مسحه صلى اللّٰه عليه وسلم ان راسه لم يزل اسود مع شيب ما سواه . (مناوى)

[3] زر الحجلة بتقديم الزائى المكسورة على الراء المهملة المشددة على ماصوبه النووى وقيل تقديم الراء المهملة قيل الاول اوفق بظاهر الحديث لكن الرواية لا تساعده فعلى الاول الزر واحد الازرار والحجلة بفتحتين وقيل بالضم او بالكسر مع سكون الجيم قبة صغيرة تعلق على السرير وعلى الثانى الزر البيض والحجلة الطائر المعروف .

حل لغات: وَجِعٌ (ج) وَجعونَ ، وِجَاعٌ ، اَوْجَاعٌ دردمند، بیمار (س) بیمار ہونا، دردمند ہونا۔ مَسَحَ مص مَسْحًا (ف) پونچھنا، ہاتھ پھیرنا۔ دَعَا (ن) پکارنا، بلانا، دعاء کرنا۔ اَلْبَرَکَة زیادتی، بڑھوتری، نمو، نیک بختی (مفاعلت) برکت کی دعاء کرنا۔ تَوَضَّأَ مص تَوَضُّأً (تفعل) وضو کرنا۔ شَرِبْتُ (س) پینا۔ اَلْوَضُوْءُ (بفتح الواو) وضو کا پانی اَلْوُضُوْءُ (بضم الواو) صفائی، فعل وضو۔ قُمْتُ مص قِيَامًا (ن) کھڑا ہونا، قیام کرنا۔ خَلْفٌ (ج) خُلُوْف پیچھے، پچھلا حصہ، ایک گروہ اور جماعت جو ایک گروہ کے بعد آئے۔ ظَهْرٌ (ج) اَظْهُر ، ظُهُوْرٌ پشت، پیٹھ (ن) مضبوط پشت والا ہونا۔ نَظَرْتُ (ن) نظر کرنا، دیکھنا۔ زِرٌّ (ج) اَزْرَار ، زُرُوْر بٹن، گھنڈی (ن، س، افعال) بٹن لگانا۔ اَلحَجَلَة (ج) حَجَلٌ ، حِجَالٌ گنبد نما کپڑوں سے آراستہ کیا ہوا دلہن کا کمرہ (حجلۂ عروسی) گھر کے اندر دلہن کے لئے لگایا ہوا پردہ، مراد مسہری ہے، کیونکہ مسہری بھی اسی آرائش وزیبائش کے ساتھ دلہن کے لئے لگائی جاتی ہے اور زِرُّ الحَجَلَة کا ترجمہ ہوا، مسہری کی گھنڈی۔

ترجمہ: سائب بن یزید کہتے ہیں کہ مجھ کو میری خالہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بھانجہ بیمار ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت فرمائی (بعض علماء کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر ہاتھ مبارک پھیرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے سر میں کوئی تکلیف تھی لیکن بندۂ ضعیف کے نزدیک اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے سر پر ہاتھ مبارک کا پھیرنا شفقت کے لئے تھا اس لئے کہ ۲ھ میں ان کی ولادت ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تک بھی ان کی عمر آٹھ نو سال سے زائد کی نہیں تھی اس لئے یہ ہاتھ مبارک پھیرنا شفقت کا تھا جیسے کہ بزرگوں کا معمول ہوتا ہے اور علاج کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا پانی پلوایا، جیسا کہ آگے آتا ہے یا کوئی اور تجویز فرمائی، بالخصوص جب کہ بخاری شریف کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں میں کوئی تکلیف تھی) اور حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وضو کا پانی پیا (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو ممکن ہے کہ اپنی کسی غرض سے ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کی دوا اور پانی پلانے ہی کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا) میں اتفاقاً یا قصداً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی (جو کبوتر کے بیضہ کی برابر بیضوی شکل میں اس پردہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے جو مسہری پر لٹکایا جاتا ہے، علماء اس لفظ کے ترجمہ میں مختلف ہوئے ہیں، جس کا میں نے یہ ترجمہ کیا ہے، بعض لوگوں نے اور طرح سے ترجمہ فرمایا ہے لیکن امام نوویؒ نے جو مسلم شریف کے مشہور شارح ہیں، انہوں نے ان ہی معنی کو ترجیح دی ہے)

تشریح: اس حدیث میں اگر وضو کے پانی سے وضو کا بچا ہوا پانی مراد ہے تب تو کوئی اشکال واختلاف ہی نہیں اور اگر وضو کا وہ پانی مراد ہے جو بدن سے دھو کر گرتا ہے جس کو ماء مستعمل کہتے ہیں تب بھی کوئی اشکال اس جگہ اس لئے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فضلات تک بھی پاک ہیں پھر ماء مستعمل کا کیا ذکر۔

(۲) **حدثنا سعيد بن يعقوب الطالقانيؒ[1] اخبرنا ايوب بن جابر عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قال رَاَيْتُ الْخَاتَمَ بين كَتِفَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدَّةٌ[2] حَمْرَاءَ مِثْلَ بَيْضَةِ الحَمَامَةِ.**

حل لغات: غُدَّةٌ (ج) غُدَدٌ، غَدَائِدُ گوشت کی ایک گرہ (گانٹھ) جو کسی بیماری کی وجہ سے اُبھر آتی ہے، جس کو ''رسولی'' کہا جاتا ہے (س) مص غُدًّا غدود والا ہونا غُدَّةٌ حَمْرَاءُ سرخ رسولی۔ بَيْضَةٌ (ج) بَيْضَاتٌ انڈا۔ اَلْحَمَامَةُ (ج) حَمَائِم، حَمَامَاتٌ کبوتر، کبوتری، حَمَامَة کا اطلاق مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے اور اس میں ''ۃ'' وحدت کی ہے تانیث نہیں ہے۔

---

[1] الطالقانی بکسر اللام وقد تفتح نسبة الی طالقان بلدة من بلاد قزوین.

[2] غدة بضم المعجمة وتشديد الدال المهملة لحم يحدث بين الجلد واللحم يتحرك بالتحريك قاله المناوی وكونه حمراء معناه مائلة الی الحمرة لئلا ينافی رواية مسلم انه كان علی لون جسده صلی اللّٰه عليه وسلم قاله القاری.

ترجمہ: جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو سرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتر کے انڈے جیسی تھی۔

تشریح: مہر نبوت کی مقدار اور رنگ میں روایتیں کچھ مختلف ہیں، قرطبی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ وہ کم وزیادہ بھی ہو جاتی تھی اور رنگ میں مختلف ہوتی رہتی تھی، بندۂ ناچیز کے نزدیک دوسری طرح جمع یہ بھی ممکن ہے کہ حقیقت میں یہ سب تشبیہات ہیں اور تشبیہ ہر شخص کی اپنے ذہن کے موافق ہوتی ہے جو تقریبی حالت ہوتی ہے اور تقریب کے اختلاف میں اشکال نہیں ہوتا، بندہ کے نزدیک یہ توجیہ زیادہ مناسب ہے۔

---

④ **حدثنا ابو مصعب المدنی اخبرنا یوسف ابن الماجشون عن ابیه عن عَاصم بن عمر بن قتادة عن جدته رمیثة[1] قالت سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اَشَاءُ[2] اَنْ اُقَبِّلَ الْخَاتَمَ الَّذِیْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِنْ قُرْبِهٖ لَفَعَلْتُ يَقُوْلُ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ يَوْمَ[3] مَاتَ اهْتَزَّ لَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ.**

حل لغات: أَشَاءُ فعل مضارع صیغۂ متکلم (س) ارادہ کرنا، تمنا کرنا، چاہنا۔ اُقَبِّلَ (تفعیل) چومنا، بوسہ لینا۔ قُرْبٌ (ک) قریب ہونا، نزدیک ہونا۔ اِهْتَزَّ (افتعال) ہلنا، جھومنا (ن) مص هَزًّا ہلانا۔ عَرْش (ج) عُرُوْشٌ، اَعْرَاشٌ تخت شاہی، کسی چیز کا رکن۔

---

[1] رمیثة بضم الراء المهملة وفتح الميم وسكون الياء صحابية لها حديثان احدهما هذا والثانی فی صلوة الضحی روته عن عائشة خرج لها النسائی قاله البيجوری وغيره.

[2] ولو أشاء الخ جملة معترضة بين الحال وهو جملة يقول الخ وبين صاحبها وهو رسول الله صلى الله عليه وسلم والغرض منه بيان قربها منه صلى الله عليه وسلم جدًا تحقيقاً لسماعها وعبرت بالمضارع اشارة الى ان تلك الحال كالمشاهدة ثم الحديث لا يدل على جواز النظر الى الاجنبية فلا حاجة الى الحواب ولو سلم فيمكن ان يأول بمثل انه كان مخصوصاً عليه السلام.

[3] يوم مات يحتمل ان يكون من قوله على السلام فهو ظرف لقوله اهتز والظن انه من كلام رميثة فظرف لقولها يقول.

ترجمہ: رمیثہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون سنا اور میں اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی قریب تھی کہ اگر چاہتی تو مہر نبوت کو چوم لیتی، وہ مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذؓ کے حق میں یہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ان کی موت کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہ کا عرش بھی ان کی روح کی خوشی میں جھوم گیا۔

تشریح: اس میں اختلاف ہے کہ عرش کے حرکت کی کیا وجہ اور کیا معنی، مشہور قول یہ ہے کہ جس کے موافق ترجمہ لکھا گیا، بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ عرش کے جھومنے سے مراد اہل عرش ہیں، بعض کی رائے ہے کہ عرش سے مراد سعدؓ کا اپنا تخت ہے وغیرہ وغیرہ مگر راجح قول اول ہی ہے، یہ سعد بن معاذؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں ان کے اور بھی فضائل کتب حدیث میں آتے ہیں، ہجرت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو تعلیم وتبلیغ کے لئے مدینہ طیبہ بھیجا تھا، ان کے ہاتھ پر یہ مسلمان ہوئے اپنی برادری کے سردار تھے، اس لئے ان کے مسلمان ہوتے ہی تمام خاندان اسی روز مسلمان ہوگیا، سب سے اول جس خاندان نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا وہ یہی خاندان ہے، ۵ھ میں ان کا وصال ۳۷ سال کی عمر میں ہوا، ستر ہزار فرشتے ان کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوئے تھے لیکن باوجود ان سب کے حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر کی تھوڑی دیر کی تنگی ان کے لئے بھی پیش آئی بڑی عبرت کی جگہ ہے آدمی کو عذاب قبر سے کسی طرح غافل نہیں ہونا چاہئے، ہر وقت اس سے توبہ کرتے رہنا چاہئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب کسی قبر پر گذر ہوتا تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی تھی، کسی نے عرض کیا جنت اور دوزخ کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس پر تو آپ نہیں روتے اس پر اس قدر روتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پالے اس کے لئے اس کے بعد کی ساری منزلیں سہل ہوجاتی ہیں اور جو اس کے عذاب سے خلاصی نہ پاسکے اس کے لئے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ دشوار ہوجاتی

ہیں، نیز میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے جتنے مناظر دیکھے ہیں قبر کا منظر سب سے زیادہ ہولناک پایا۔ (مشکوٰۃ) اَللّٰھم احْفَظْنَا مِنْہُ .

امام ترمذیؒ کی غرض اس جگہ حضرت سعدؓ کے قصہ سے نہیں بلکہ اس حدیث میں مہر نبوت کا ذکر آ گیا، اس لئے انہوں نے ذکر فرمادیا اور حضرت رمیثہؓ کی غرض مہر نبوت کے بیان کرنے سے اپنے قریب ہونے کا بیان ہے کہ میں بہت ہی قریب تھی جب کہ میں نے یہ مضمون سنا سننے میں کسی قسم کی غلطی وغیرہ کا احتمال نہیں۔

④ **حدثنا** احمد بن عبْدة الضبی وعلی بن حجر وغیر واحد قالوا انبأنا عیسٰی بن یونس عن عمر بن عبد اللّٰہ مولٰی غفرة قال حدثنی ابراھیم بن محمّد من ولد علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ اِذَا وَصَفَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الحَدِیْثَ بِطُوْلِہٖ[1] وَقَالَ بَیْنَ کَتِفَیْہِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَھُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ .

ترجمہ: ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کیا کرتے تو یہ صفتیں بیان کرتے اور حدیث مذکورۂ سابق ذکر کی منجملہ ان کے یہ بھی کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں موڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپؐ خاتم النبیین تھے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے باب میں مفصل گذر چکی ہے اس لئے یہاں مختصر طور سے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور چونکہ اس میں مہر نبوت کا ذکر تھا اس لئے اس کو خاص طور سے ذکر کر دیا، یہ وہی حدیث ہے جو باب اول کے آٹھویں نمبر پر گذری ہے۔

⑤ **حدثنا** محمّد بن بشار حدثنا ابو عَاصم حدثنا عزرة بن ثابت حدثنی علْباءُ[2] بن احمر الیشکری قال حَدّثنی ابو زید عمرو بن اخطب

---

[1] قال القاری والمناوی تقدم الحدیث بطولہ فی الباب الاول .

[2] علباء بکسر العین المھملة وسکون اللام بعدھا موحدة ومد .

الانصاری قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا زَیْدٍ[1] ادْنُ مِنِّیْ فَامْسَحْ ظَھْرِیْ فَمَسَحْتُ ظَھْرَہٗ فَوَقَعَتْ اَصَابِعِیْ عَلَی الْخَاتَمِ قُلْتُ وَمَا الْخَاتَمُ قَالَ شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ .

حل لغات: اُدْنُ صیغۂ امر مذکر حاضر (ن) مص دُنُوًّا ، دَنَاوَۃً (لام، من، الیٰ کے صلے کے ساتھ) قریب ہونا، نزدیک ہونا۔ وَقَعَتْ (ف) واقع ہونا، پڑنا، گرنا، لگنا۔ اَصَابِع اَصْبُع (بتثلیث الھمزۃ والباء) کی جمع ہے، انگلی (ف) (ب، علیٰ کے صلے کے ساتھ) انگلی سے اشارہ کرنا۔ مُجْتَمِعَات مُجْتَمِعَۃٌ کی جمع ہے بمعنی مجموعہ، اکٹھا (افتعال) مص اِجْتِمَاعًا یکجا ہونا، اکٹھا ہونا شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ ''بالوں کا جوڑا، بالوں کا مجموعہ''

ترجمہ: علباء ابن احمر کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن اخطب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کمر ملنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر ملنی شروع کی تو اتفاقاً میری انگلی مہر نبوت پر لگ گئی، علباء کہتے ہیں کہ میں نے عمرو سے پوچھا کہ مہر نبوت کیا چیز تھی، انہوں نے جواب دیا کہ چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

تشریح: یہ پہلی روایات کے خلاف نہیں ہوئی اس لئے کہ اس کے اطراف میں بال بھی تھے، انہوں نے صرف ان کا ذکر کر دیا۔

⑥ **حدثنا ابو عمّار الحسین بن حریث الخزاعی حدثنا علی بن**

[1] یابا زید الخ ھکذا فی بعض النسخ بدون الھمزۃ وفی بعضھا بالھمزۃ قال القاری یکتب بغیر الف لکن یقرأ بھا قال میرك وقد یترك فی اللفظ ایضًا تخفیفًا ۔ والحدیث اخرجہ ابن سعد بھذا السند عن ابی زمعۃ بلفظ قال قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یابا زمعۃ ادن منی فامسح ظھری فدنوت منہ فمسحت ظھرہ ثم وضعت اصابعی علی خاتم ففمزتھا قلنا لہ ما الخاتم قال شعر مجتمع عند کتفہ فقیل یحتمل ان یکون احد الطریقین وھما وقیل یحتمل ان یکون للحدیث طریقان وذکر القاری فی جمع الوسائل حدیث ابن سعد ھذا بلفظ ابی رمثۃ ثم قال قال میرك والظاھر ان احدی الروایتین وھم والمرجح روایۃ الترمذی لانہ اوثق من ابن سعد ۔ وقال المناوی قال العصام یظھران احدی الروایتین وھم ویرجح روایۃ الترمذی لان عزرۃ حفید ابی زید فھو اعلم بحدیثہ .

حیسن بن واقد حدثنی ابی حدثنی عبد اللّٰہ بن بریدۃ قالَ سَمِعْتُ اَبِیْ بُرَیْدَۃَ یَقُوْلُ جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حین قدم المدینۃ بمائدۃٍ[1] علیها رُطَبٌ[2] فَوَضَعَهَا بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا سَلْمَانُ مَا هٰذَا فَقَالَ صَدَقَۃٌ عَلَیْكَ[3] وَعَلٰی اَصْحَابِكَ فَقَالَ اِدْفَعْهَا[4] فَاِنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَۃَ[5] قَالَ فَرَفَعَهَا فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِہٖ فَوَضَعَهٗ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا یَا سَلْمَانُ فَقَالَ هَدِیَّۃٌ لَكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِہٖ ابْسُطُوْا[6] ثُمَّ نَظَرَ[7] اِلَی الْخَاتَمِ عَلٰی ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَ بِہٖ

---

[1] بمائدۃ ھی خوان علیہ طعام والا فھو خوان لا مائدۃ فھی من الاشیاء التی تختلف اسمائھا باختلاف الاوصاف کالہستان فانہ لا یقال لہ حدیقۃ الا اذا کان علیہ حائط .

[2] علیھا رطب لا یخالف ماروا احمد والبزار بسند جید عن سلمان فاحتطبت حطبًا فبعتہ فصنعت بہ طعامًا فاتیت بہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وما رواہ الطبرانی فاشتریت لحم جزور بدرھم ثم طبختہ فجعلتہ قصعۃ من ثرید فاحتملتھا علی عاتقی لاحتمال تعدد الواقعۃ او ان المائدۃ کانت مشتملۃ علی کلھا قلت ان کان لفظ فامن بہ فی جمیع الروایات فالظاھر ھو الثانی .

[3] علیك قیل فی التعبیر بعلی ھھنا وفیما سیاتی اشارۃ الی الفرق بین الصدقۃ والھدیۃ بان المقصود من الصدقۃ الترحم ومن الھدیۃ الاکرام .

[4] ای فرقھا بنفسك علی مستحقیھا وفی نسخۃ ارفعھا بالراء وعلیھا عامۃ الشراح قال البیجوری ظاھرہ انہ امرہ برفعھا مطلقا ولم یاکل منھا اصحابہ ووجھہ بعضھم بان المتصدق تصدق بہ علیہ وعلیھم وحصتہ لم تتعرج عن ملك المتصدق وھی غیر متمیزۃ لکن المعروف فی کتب السیر وھو الصحیح کما قالہ الولی العراقی انہ قال لاصحابہ کلوا وامسك رواہ احمد والطبرانی بطرق عدیدۃ وحمل ھذا الحدیث علی ان المراد ارفعھا عنی لا مطلقا فلا ینافی ان اصحابہ اکلوہ کمن بعد ان جعلھا سلمان صدقۃ علیھم کذا قال العصام وتعقبہ المناوی بانہ لا دلیل فی الحدیث علی ھذہ البعدیۃ فالاولی ان یقال ان من خصائصہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التصرف فی مال الغیر ۔ وقال القاری اغرب العصام ووجہ غرابتہ لا یخفی لان فیہ وفی امثالہ یکتفی بالعلم بالرضی ۔ قلت ولا اشکال علی روایۃ ادفعھا بالدال ای قال لہ فرقھا انت وقال لاصحابہ کلوا

[5] قال القاری الصدقۃ منحۃ یمنحھا المانح طلبًا لثواب الآخرۃ وتکون من الاعلی علی الادنی ففیہ نوع من رویۃ تقلل الآخذ والترحم علیہ والھدیۃ منحۃ یطلب بھا التحبب الی الآخذ والتقرب الیہ فمفھوم الصدقۃ مشعر بانہ لا یلیق بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم .

[6] ابسطوا قیل یؤخذ منہ ان یستحب للمھدی لہ ان یعطی الحاضرین عما اھدی الیہ وتاید بحدیث ضعیف من اھدی لہ ھدیۃ فجلساءہ شرکاءہ والمراد بالشرکاء الذین یداومون بمجلسہ لا کل من حضر اذ ذاك قالہ الترمذی فی الاصول .

[7] قیل فی تعبیرہ بثم اشارۃ الی تراخیہ من الامرین المتقدمین کما ھو مصرح فی الروایات وفی جمع الفوائد من حدیث سلمان المفصل بعد وصولہ الی المدینۃ المنورۃ قال فاقمت بھا الی ان ھاجر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاتیتہ بشیء عندی وھو بقباء فقلت لہ ھذہ صدقۃ فقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاصحابہ کلو وامسك یدہ فقلت فی نفسی ھذہ واحدۃ ثم انصرفت فجمعت شیئًا وتحول صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی المدینۃ فجئتہ فقلت ھذہ ھدیۃ اکرمتك بھا فاکل منھا فقلت فی نفسی ھذہ ثنتان ثم جئتہ وھو بالبقیع جالس فی اصحابہ الحدیث .

وَكَانَ لِلْيَهُوْدِ فَاشْتَرَاهُ[1] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا وَعَلٰى اَنْ يُّغْرِسَ لَهُمْ نَخْلًا فَيَعْمَلَ سَلْمَانُ فِيْهِ حَتّٰى تُطْعِمَ فَغَرَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ اِلَّا نَخْلَةً وَاحِدَةً غَرَسَهَا عُمَرُ[2] فَحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا وَلَمْ تَحْمِلِ النَّخْلَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاْنُ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا غَرَسْتُهَا فَنَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهٖ .

حل لغات: قَدِمَ مص قُدُوْمًا (س) آنا اور جَاءَ بھی اسی معنی میں ہے مگر بِ کے صلے کے ساتھ "لانا" مَائِدَةٌ (ج) مَوَائِد دسترخوان، منبر، وہ دسترخوان جس پر کھانا لگا کر تیار کر دیا گیا ہو۔ رُطَبٌ رُطَبَةٌ کی جمع ہے اَرْطَابٌ ، رِطَابٌ بھی جمع آتی ہے، پکی ہوئی تازہ کھجور (ک) مص رَطُوْبَةٌ ، رَطَابَةٌ تر ہونا، نم ہونا (ن) کھجور کا پختہ اور تازہ ہونا۔ وُضِعَ فعل ماضی مجہول (ف) مص وَضْعًا رکھنا۔ صَدَقَة (ج) صَدَقَات صدقہ، ثواب اور قرب خداوندی کی نیت سے دی جانے والی چیز۔ اَصْحَاب صَاحِب کی جمع ہے ساتھی، دوست (س) مص صَحَابَةٌ ساتھ رہنا۔ اِرْفَعْ صیغہ امر مذکر حاضر (ف) اٹھانا، اٹھا کر لے جانا۔ اَلْغَدْ آئندہ کل، دور کا دن جس کا انتظار ہو۔ هَدِيَّةٌ (ج) هَدَايَا ، هَدَاوٍ تحفہ، ہدیہ (افعال) ہدیہ پیش کرنا۔ اُبْسُطُوْا (ن) بچھانا، پھیلانا، بڑھانا۔ اٰمَنَ (افعال) (ب کے صلے کے ساتھ) ایمان لانا، تصدیق کرنا۔ اِشْتَرٰى (افتعال) خریدنا۔ دِرْهَم (ج) دَرَاهِم چاندی کے سکے۔ يُغْرِسُ (افعال) مص اِغْرَاسًا (ض) مص غَرْسًا ، غِرَاسَةٌ پودہ لگانا۔ نَخْلًا نَخْلَة ونَخِيْلَة کی جمع ہے کھجور کا درخت۔ تُطْعِمُ (افعال) کھانا کھلانا، پھل دینا، پھل پکنا۔ حَمَلَتْ (ض) بوجھ اٹھانا، پھل دار ہونا، حاملہ ہونا۔ عَام

---

[1] فاشتراه ای نسب فی کتابة الیهود لامره بذلك فتجوز بالشراء وقصة کتابته مشهورة وکان کتابته علی شیئین کذا وکذا درهما واختلفت الروایات فی تعیینها وعلی غرس النخل المذکور .

[2] عمرؓ قیل ان قصة غرس عمرؓ وعدم حملها من عامها غیر منقولة الا عند الترمذی ولیس فیما سواه من اخبار سلمانؓ .

(ج) اَعْوَام پھیلا ہوا، سب کو شامل ہونے والا مراد سال (ن) پھیلانا۔ شَان (ج) شِئَان، شُئُوْن معاملہ، حال، حالت۔ نَزَعَ (ض) اکھاڑنا، جڑ سے نکالنا۔

ترجمہ: بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک خوان لیکر آئے جس پر تازہ کھجوریں تھیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سلمانؓ یہ کیسی کھجوریں ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر صدقہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اس لئے میرے پاس سے اٹھالو (اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ہم لوگ سے کیا مراد ہے، بعض کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور جمع کے لفظ سے تشریفاً تعبیر فرمایا اور بعض کے نزدیک جماعت انبیاء مراد ہے، اور بعض کے نزدیک حضور اور حضورؐ کے وہ اقارب جن کو زکوٰۃ کا مال جائز نہیں وہ مراد ہے، بندۂ ناچیز کے نزدیک یہ تیسرا احتمال راجح ہے، اور علامہ مناوی کے اعتراضات جو اس تیسری صورت میں ہیں زیادہ وقیع نہیں) دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ سلمان کھجوروں کا طباق لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر سلمانؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ (اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی نوش فرمایا، چنانچہ بیجوری نے اس کی تصریح کی ہے، حضرت سلمانؓ کا اس طرح پر دونوں دن لانا یہ حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آقا بنانے کا امتحان تھا اس لئے کہ سلمانؓ پرانے زمانہ کے علماء میں تھے، ڈھائی سو برس اور بعض کے قول پر ساڑھے تین سو برس کی ان کی عمر ہوئی ہے، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات میں جو پہلی کتب میں پڑھ رکھی تھیں یہ بھی دیکھا تھا کہ آپ صدقہ نوش نہیں فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے ہیں، اور آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہے پہلی دونوں علامتیں دیکھنے کے بعد) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر

نبوت دیکھی تو مسلمان ہوگئے (سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت یہود بنی قریظہ کے غلام بنے ہوئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا (مجازاً خریدا کے لفظ سے تعبیر کردیا ورنہ حقیقت میں انہوں نے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکاتب بنایا تھا، مکاتب بنانا اس کو کہتے ہیں کہ آقا غلام سے یہ معاملہ کرلے کہ اتنی مقدار جو آپس میں طے ہوجائے کما کر دیدو پھر تم آزاد ہو) اور بدل کتابت بہت سے دراہم قرار پائے اور نیز یہ کہ حضرت سلمانؓ ان کے لئے (تین سو) کھجور کے درخت لگائیں اور اُن درختوں کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری کریں پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگر ایک درخت نہ پھلا، تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ درخت حضرت عمرؓ کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکالا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ بے موسم درخت لگایا بھی اسی سال پھل لے آیا۔

تشریح: اس حدیث میں علماء نے بہت سی علمی تحقیقات فرمائی ہیں مثلاً یہ کہ جب سلمانؓ غلام تھے تو ان کا صدقہ اور ہدیہ جائز تھا یا نہیں؟ نیز ہدیہ اور صدقہ میں فرق کیا کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ طویل بحثیں ہونے کی وجہ سے اختصاراً ترک کردی گئیں، البتہ اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص معمول معلوم ہوا کہ ہدایا میں خدام وحضار کو شریک فرمایا کرتے تھے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص معمول تھا، ہزاروں واقعات حدیث کی کتابوں میں اس معمول کے مذکور ہیں، اس مضمون میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (الھدایا مشترکۃ) ہدیے جو دیئے جاتے ہیں وہ پاس بیٹھنے والوں میں مشترک ہوتے ہیں، محدثانہ حیثیت سے اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے اور کلام بھی ہے یعنی ضعیف ہے مگر مضمون کے اعتبار سے واقعات سے تائید ہوتی ہے، یہ بات کہ کس قسم کے ہدیے مراد ہیں، اور پاس بیٹھنے والوں سے کون مراد ہیں تفصیل طلب ہے، ملا علی قاری نے لکھا

ہے کہ ایک شیخ وقت کے پاس کوئی شخص ہدیہ لایا، ایک پاس بیٹھنے والے نے عرض کیا "الہدایا مشترکۃ" انہوں نے فرمایا شرک کے خواہاں نہیں ہم تو وحدت پسند کرتے ہیں، یہ سب تمہاری نذر ہے، وہ مقدار میں اتنا تھا کہ ان صاحب سے اُٹھ بھی نہ سکا تو اپنے خادم کو حکم دیا کہ یہ ان کے گھر پہنچادو، اس نے پہنچادیا، اسی طرح ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں واقعہ پیش آیا کہ کچھ نقدی ہدیہ پیش کیا گیا، حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا "الہدایا مشترکۃ" انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس سے خاص قسم کے ہدایا مراد ہیں اور یہ فرما کر خادم سے ارشاد فرمایا کہ اس کو اٹھا کر رکھ دو، علماء نے لکھا ہے کہ دونوں واقعے اپنی اپنی جگہ پر نہایت ہی موزوں ہیں ایک زاہد صوفی کے وہی مناسب تھا جو انہوں نے کیا اور ایک فقیہ کے یہی مناسب تھا، اور یہ سچ ہے امام ابو یوسفؒ فقہ کے مشہور امام ہیں، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ایک شرعی مسئلہ بن جاتا کہ ہدایا میں شرکت ضروری ہوجاتی اور امت کو دِقت ہوجاتی، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ایک کتاب اپنی مبشرات اور منامات میں لکھی اس میں بہت سے عجیب واقعات ہیں، منجملہ ان کے اپنے والد صاحبؒ کا یہ واقعہ بھی لکھا کہ ایک مرتبہ ابتدائی زمانہ میں مجھے شوق ہوا کہ ہمیشہ روزہ رکھا کروں اس کے بعد علماء کے اختلاف کی وجہ سے مجھے تردد ہوا، خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی مرحمت فرمائی، حضرت صدیق اکبرؓ بھی تشریف فرما تھے، انہوں نے فرمایا "الہدایا مشترکۃ" میں نے وہ روٹی سامنے کردی، انہوں نے ایک ٹکڑا اس میں سے لے لیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا "الہدایا مشترکۃ" میں نے ان کے سامنے بھی پیش کردی، انہوں نے بھی ایک ٹکڑا اس میں سے لے لیا پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا "الہدایا مشترکۃ" میں نے عرض کیا کہ اگر اس کو آپ ہی حضرات نے تقسیم فرمالیا تو اس فقیر کے لئے کیا بچے گا؟ حضرت سلمان فارسیؓ جلیل القدر صحابہ میں ہیں، حدیث میں آیا ہے کہ جب قرآن شریف کی آیت وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ (سورۂ محمد) نازل ہوئی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم (ایمان لانے سے) رُوگردانی کروگے تو اللہ جل شانہٗ تمہاری جگہ

ایک دوسری قوم کو لے آئے گا جو تم جیسی نہ ہوگی، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے جو ہماری جگہ آئیں گے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ کے کندھے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی لے لیتے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت امام اعظمؒ کی شان میں بشارت ہے، حضرت سلمانؓ خود اپنے ایمان لانے کا مفصل قصہ نقل فرماتے ہیں، جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس میں ان علامات کا بھی ذکر ہے جن کا انہوں نے امتحان لیا وہ فرماتے ہیں کہ میں صوبہ اصبہان میں ایک جگہ کا رہنے والا ہوں جس کا نام جے تھا میرا باپ اس جگہ کا چودھری اور سردار تھا اور مجھ سے بہت ہی زیادہ اس کو محبت تھی میں نے اپنے قدیم مذہب مجوسیت میں اتنی زیادہ کوشش کی کہ میں آتش کدہ کا محافظ بن گیا، مجھے باپ نے ایک مرتبہ اپنی جائداد کی طرف بھیجا، راستہ میں میرا گذر نصاریٰ کے گرجے پر ہوا میں سیر کے لئے اس میں چلا گیا، میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے وہ پسند آگئی اور اس دین کو پسند کرنے لگا شام تک میں وہیں رہا ان سے میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے انہوں نے کہا ملک شام میں ہے رات کو میں گھر واپس آیا گھر والوں نے پوچھا کہ تمام دن کہاں رہا، میں نے تمام قصہ سنایا، باپ نے کہا کہ بیٹا وہ دین اچھا نہیں ہے تیرا اور تیرے بڑوں کا جو دین ہے وہی بہتر ہے، میں نے کہا ہرگز نہیں وہی دین بہتر ہے، باپ کو میری طرف سے خدشہ ہوگیا کہ کہیں چلا نہ جائے اس لئے میرے پاؤں میں ایک بیڑی ڈال دی اور گھر میں قید کر دیا میں نے ان عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام سے سوداگر لوگ جو اکثر آتے رہتے تھے آئیں تو مجھے اطلاع کرا دیں، چنانچہ کچھ سوداگر آئے اور ان عیسائیوں نے مجھے اطلاع کرا دی جب وہ سوداگر واپس جانے لگے تو میں نے اپنے پاؤں کی بیڑی کاٹ دی اور بھاگ کر ان کے ساتھ شام چلا گیا، وہاں پہنچ کر میں نے تحقیق کیا کہ اس مذہب کا سب سے زیادہ ماہر کون ہے؟ لوگوں نے

بتایا کہ گرجا میں فلاں پشپ ہے، میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے تمہارے دین میں داخل ہونے کی رغبت ہے اور تمہاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں، اس نے منظور کرلیا میں اس کے پاس رہنے لگا لیکن وہ کچھ اچھا آدمی نہ نکلا، لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتا اور جو کچھ جمع ہوتا اس کو اپنے خزانہ میں رکھ لیتا، غریبوں کو کچھ نہ دیتا، وہ مرگیا اس کی جگہ دوسرے شخص کو بٹھایا گیا وہ اس سے بہتر تھا اور دنیا سے بے رغبت تھا، میں اس کی خدمت میں رہنے لگا اور اس سے مجھے محبت ہوگئی، بالآخر وہ بھی مرنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے کسی کے پاس رہنے کی وصیت کردو، اس نے کہا کہ میرے طریقہ پر صرف ایک شخص دنیا میں ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے، وہ موصل میں رہتا ہے تو اس کے پاس چلے جانا، میں اس کے مرنے کے بعد موصل چلا گیا اور اس سے جاکر اپنا قصہ سنایا، اس نے اپنی خدمت میں رکھ لیا وہ بہترین آدمی تھا آخر اس کی بھی وفات ہونے لگی تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا فلاں شخص کے پاس نصیبین میں چلے جانا، میں اس کے پاس چلا گیا اور اس سے اپنا قصہ سنایا، اس نے اپنے پاس رکھ لیا، وہ بھی اچھا آدمی تھا جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا عموریا میں فلاں شخص کے پاس چلے جانا، میں وہاں چلا گیا اور اس کے پاس اسی طرح رہنے لگا، وہاں میں نے کچھ کمائی کا دھندا بھی کیا جس سے میرے پاس چند گائیں اور کچھ بکریاں جمع ہوگئیں، جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا کہ اب خدا کی قسم کوئی شخص اس طریقہ کا جس پر ہم لوگ ہیں عالم نہیں رہا، البتہ نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آگیا جو دین ابراہیمی پر ہوں گے عرب میں پیدا ہوں گے اور ان کی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوروں کی پیداوار بکثرت ہے اور اس کے دونوں جانب کنکریلی زمین ہے وہ ہدیہ نوش فرمائیں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی (یہ ان کی علامات ہیں، اسی وجہ سے حضرت سلمانؓ نے ان علامات کے تحقیق کی تھی) پس اگر تجھ سے

ہو سکے تو اس سرزمین پر پہنچ جانا، اس کے انتقال کے بعد قبیلہ بنو کلب کے چند تاجروں کا وہاں گزر ہوا میں نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو تو اس کے بدلے میں یہ گائیں اور بکریاں تمہاری نذر ہیں انہوں نے قبول کرلیا اور مجھے وادی القریٰ (یعنی مکہ مکرمہ) لے آئے اور وہ گائے اور بکریاں میں نے ان کو دیدیں، لیکن انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے مکہ مکرمہ میں اپنا غلام ظاہر کیا اور مجھے بیچ دیا، بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا، اور اپنے ساتھ اپنے وطن مدینہ طیبہ لے آیا، مدینہ طیبہ کو دیکھتے ہی میں نے ان علامتوں سے جو مجھے عموریا کے ساتھی (پادری) نے بتائی تھی پہچان لیا کہ یہی وہ جگہ ہے، میں وہاں رہتا رہا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک قباہی میں تشریف فرما تھے، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر جو کچھ میرے پاس تھا وہ لے جا کر پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کا مال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تناول نہیں فرمایا، صحابہؓ (فقراء) سے فرمایا کہ تم کھالو، میں نے اپنے دل میں کہا ایک علامت تو پوری نکلی، پھر میں مدینہ واپس آ گیا اور کچھ جمع کیا کہ اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ تشریف لائے، میں نے کچھ (کھجوریں اور کھانا وغیرہ) پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا میں نے اپنے دل میں کہا یہ دوسری علامت بھی پوری ہوگئی، اس کے بعد میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (ایک صحابی کے جنازہ میں شرکت کی وجہ سے) بقیع میں تشریف فرما تھے، میں نے سلام کیا اور پشت کی طرف گھومنے لگا، آپ سمجھ گئے، اور اپنی چادر مبارک کمر سے ہٹادی، میں نے مہر نبوت کو دیکھا میں جوش میں اس پر جھک گیا اس کو چوم رہا تھا اور رو رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آؤ، میں سامنے حاضر ہوا اور حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا، اس کے بعد میں اپنی غلامی کے مشاغل میں پھنسا رہا، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کرلو، میں نے اس سے معاملہ کرلیا اس نے دو چیزیں بدل کتابت قرار

دیں، ایک یہ کہ چالیس اوقیہ نقد سونا (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اور ایک درہم تقریباً ۳/۴ ماشہ کا) دوسری یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگاؤں اور ان کو پرورش کروں یہاں تک کہ کھانے کے قابل ہو جائیں، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے لگائے جس کا قصہ شمائل میں موجود ہے اور اتفاق سے کسی جگہ سے سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کو مرحمت فرمادیا کہ اس کو جا کر اپنی بدل کتابت میں دیدو، انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہ کیا کافی ہوگا وہ بہت زیادہ مقدار ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اسی سے عجب نہیں پورا فرمادے، چنانچہ میں لے گیا، اور اس میں سے وزن کر کے چالیس اوقیہ سونا اس کو تول دیا (جمع الفوائد) اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شمائل کی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلمان کو خریدنا اسی لحاظ سے کہا گیا کہ ان کا بدل کتابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ادا فرمایا، اپنے دست مبارک سے درخت لگائے اور خود ہی اپنے پاس سے وہ سونا عطا فرمایا جو بدل میں قرار پایا تھا، حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ دس سے زیادہ آقاؤں کی غلامی میں وہ رہے ہیں، غزوۂ خندق میں انہیں کے مشورہ سے خندق کھدوائی گئی، ورنہ عرب میں اس سے پہلے خندق کا دستور نہ تھا نہ لوگ خندق کو جانتے تھے۔

⑦ **حدثنا محمد بن بشار حدثنا بشر بن الوضّاح انبأنا ابو عقیل[1] الدَّورقی عن ابی نضرة[2] العوفی قال سَأَلْتُ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ عَنْ خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِی خَاتَمَ النُّبُوَّةِ فَقَالَ كَانَ فِی ظَهْرِهٖ بِضْعَةٌ[3] نَاشِزَةٌ.**

حل لغات: بِضْعَةٌ (ج) بِضَعٌ ، بَضَعٌ ، بِضَعَاتٌ ٹکڑا، گوشت کا ٹکڑا

---

[1] ابو عقیل بفتح العین المهملة وکسر ثانیه والدورقی نسبة لدورق بفتح الدال المهملة وسکون الواو بلدة بفارس. [2] ابی نضرة بفتح نون وسکون ضاد معجمة علی الصحیح ومن ضبطه بموحدة فمهملة ساکنة فقد غلط واسمه المنذر بن مالك. [3] بضعة الخ بالنصب علی انه خبر کان واسمه ضمیر الی الخاتم وهو بفتح الباء وقد تکسر قطعة لحم والناشزة المرتفعة.

مراد ہے۔ نَاشِزَةٌ اسم فاعل مؤنث (ن،ض) اٹھنا، بلند ہونا، ابھرنا۔ بِضْعَةٌ نَاشِزَةٌ (گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا، نمایاں گوشت)

ترجمہ: ابونضرۃ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو پوچھا تو انہوں نے یہ بتلایا کہ آپ کی پشت مبارک پر ایک گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔

⑧ **حدثنا** ابو الاشعث احمد بن المقدام العجلي البصری حدثنا حمّاد بن زید اخبرنا عاصم الاحول عن عبد اللّٰه بن سَرْجَسَ[1] قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ نَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْفِهٖ فَعَرَفَ الَّذِيْ اُرِيْدُ فَاَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَرَاَيْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلٰى كَتِفَيْهِ مِثْلَ الْجُمْعِ[2] حَوْلَهَا خِيْلَانٌ كَاَنَّهَا ثَآلِيْلُ فَرَجَعْتُ حَتّٰى اسْتَقْبَلْتُهٗ فَقُلْتُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَلَكَ فَقَالَ الْقَوْمُ[3] اسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَلَكُمْ ثُمَّ[4] تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ .

حل لغات: نَاسٌ اِنْسٌ کی جمع ہے بمعنی آدمی (ض،س) مانوس ہونا۔ دُرْتُ فعل ماضی صیغہ واحد متکلم (ن) گھومنا، چکر لگانا۔ عَرَفَ (ض) پہچاننا، شناخت کرنا۔ اُرِيْدُ مص اِرَادَةً (افعال) ارادہ کرنا، چاہنا، اس کا اسم فاعل مُرِيْدٌ اور اسم مفعول مُرَادٌ آتا ہے، اور عَلٰى کے صلے کے ساتھ اس کے معنی ہیں ''آمادہ کرنا''۔ اَلْقٰى (افعال) ڈالنا، اتارنا، الہام ہونا (منجانب اللہ دل میں کسی چیز کا خیال

---

[1] سرجس کنرجس وقیل کجعفر منع عن الصرف للعلمیة والعجمة قاله البیجوری .

[2] مثل الجمع بضم المیم وجوز الکسائی کسرها هو هیئة بعد جمع الاصابع وخیلان جمع خال هی نقط تضرب الی السواد وثآلیل کمصابیح جمع ثؤلول کعصفور خراج صغیر نحو الحمصة یظهر علی الجسد له نتوء واستدارة .

[3] فقال القوم فقیل المراد بالقوم الصحابة فقائل هذا القول هو عبد اللّٰه وهو الظاهر وقیل الذین یحدثهم عبد اللّٰه بن سرجس فقائل هذا الکلام هو عاصم الاحول قاله القاری .

[4] یعنی امتثالا لهذه الآیة لانه لا یمکن ان اللّٰه تعالی امره بشئ ولم یمتثله النبی صلی اللّٰه علیه وسلم هذا واد عیته صلی اللّٰه علیه وسلم فی الاستغفار للامة معروفة .

آنا) اَلرِّدَآءُ (ج) اَرْدِیَۃٌ چادر، عبایا جبّے کی طرح اوپر کی کوئی اور پوشاک۔ اَلْجُمْعُ (بضم الجیم) (ج) اَجْمَاعٌ مٹھی، گھونسا۔ حَوْلٌ (ج) اَحْوَالٌ اِردگرد، چار جانب، اَطراف۔ خِیْلَانٌ خالٌ کی جمع ہے، دوسری جمع اَخْیِلَۃٌ ہے، تل (سیاہ نقطہ) ثَآلِیْلُ ثُؤْلُوْلٌ کی جمع ہے بمعنی مسہ، چنے کی برابر ابھرا ہوا سخت گوشت۔ رَجَعْتُ (ض) لوٹنا، واپس ہونا، رجوع کرنا۔ اِسْتَقْبَلْتُ (استفعال) متوجہ ہونا، توجہ کرنا، سامنا کرنا، سامنے ہونا۔ غَفَرَ (ض) مص غَفْرًا، غُفُوْرًا، غُفْرَانًا معاف کرنا، مغفرت کرنا، چھپانا۔ اَلْقَوْم (ج) اَقْوَام، اَقَاوِمُ، اَقَاوِیْمُ، اَقَائِم جماعت، گروہ، لوگ۔ اِسْتَغْفَرَ (استفعال) معافی مانگنا، مغفرت طلب کرنا۔ تَلَا مص تِلَاوَۃً (ن) تلاوت کرنا، پڑھنا، پڑھ کر سنانا۔ ذَنْبٌ (ج) ذُنُوْبٌ گناہ، نافرمانی (افعال) گناہ کرنا، نافرمانی کرنا۔

ترجمہ: عبداللہ بن سرجس کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مجمع تھا میں نے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت چکر لگایا (راوی نے اس جگہ غالباً چکر لگا کر فعلی صورت بیان کی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا منشاء سمجھ گئے اور اپنی پشت مبارک سے چادر اُتار دی، میں نے مہر نبوت کی جگہ کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کے ہم شکل دیکھا جس کے چاروں طرف تل تھے جو گویا مسّوں کے برابر معلوم ہوتے تھے، پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ کی مغفرت فرمائے (یا اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت فرمادی جیسا کہ سورۂ فتح میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ (الآیۃ) حضورؐ نے فرمایا اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضور نے تیرے لئے دعائے مغفرت فرمائی، میں نے کہا ہاں اور تم سب کے لئے بھی اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے حکم فرمایا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مغفرت کی دعا کرو اپنے لئے بھی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی (اس لئے کہ حضور تو سب ہی کے لئے دعائے

مغفرت فرما چکے ہیں)

باب مَا جاء فی شَعْرِ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کا بیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹھوں کی مقدار میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے اور ان میں کچھ تعارض نہیں اس لئے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانہ میں اگر کان کی لو تک تھے تو دوسرے زمانہ میں اس سے زائد، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کئے اور جس نے بال منڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کئے، بعض علماء نے اس طرح پر بھی جمع فرمایا کہ سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال نصف کانوں تک پہنچ جاتے تھے اور وسط سر مبارک کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر مبارک کے مونڈھوں کے قریب تک، اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا علی بن حجرؒ انبأنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن حمید عن انس بن مَالك قَالَ كَانَ شَعْرُ[۲] رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى نِصْفِ اُذُنَيْهِ

حل لغات: نِصْفٌ (ج) اَنْصَاف کسی چیز کا آدھا حصہ، آدھا ٹکڑا (افعال) انصاف کرنا (تفعیل) آدھا کرنا (مفاعلت) آپس میں کسی چیز کو آدھا آدھا بانٹنا۔ اُذُن (بضم الذال وسکونہا) (ج) اَذان کان (س) مص اَذْنًا کان پر مارنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔

---

۱ بضم الحاء المهملة وسكون الجيم .

۲ اى فى بعض الاحيان قال البيجورى وفى شرح المصابيح لم يحلق النبى صلى الله عليه وسلم راسه فى سنى الهجرة الا فى عام الحديبية وعمرة القضاء وحجة الوداع ولم يقصر شعره الامرة واحدة كما فى الصحيحين .

(۲) حدثنا هنادٌ[۱] بن السَّری حدثنا عبد الرَّحمٰن بن ابی الزناد عن هشام بن عوف عَنْ ابیه عن عائشة رضی اللّٰه عنها قَالَتْ كُنْتُ[۲] اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ[۳] وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ.

حل لغات: اِنَاءٌ (ج) اٰنِيَةٌ (جج) اَوَانٍ برتن، ظرف (جس میں کوئی چیز بھری جائے) فَوْق ظرف مکان بمعنی بلند، اوپر، مصدر بھی ہے (ن) بلند ہوجانا۔ دُوْنَ ظرف مکان بمعنی کم، نیچا، گھٹیا (ن) مص دَوْنًا ، دُوْنًا گھٹیا ہونا، حقیر ہونا۔ اَلْوَفْرَةُ (ج) وِفَارٌ یہ اسم مرہ ہے، کثرت، زیادتی، بہتات، کانوں تک لٹکے ہوئے بال

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدس ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک ایسے پٹھوں سے جو کان کی لو تک ہوا کرتے ہیں ان سے زیادہ تھے اور ان سے کم تھے جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں یعنی نہ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر دو حضرات ننگے نہاتے تھے، اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ہی فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا محل ستر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا محل شرم کبھی نہیں دیکھا، نیز

---

[۱] بتشديد النون وقوله السرى بفتح السين المهملة وكسر الراء وتشديد التحتانية .

[۲] افادت الحكاية الماضية بصيغة المضارع استحضاراً للصورة واشارة الى تكراره واستمراره اى اغتسلت معه متكررًا .

[۳] الجمة الخ بضم الجيم وتشديد الميم ما وصل من شعر الراس الى المنكبين والوفرة مالم يصل اليهما واللمة ما جاوز شحمة الاذن سواء وصل الى المنكبين اولا وقيل انها بين الجمة والوفرة فعلى هذا ترتيبها ولج اى الوفرة ثم اللمة ثم الجمة وهذه الثلثة قد اضطرب اقوال اهل اللغة فى تفسيرها واقرب ما وفق به ان فيها لغات كما يظهر من القاموس والمجمع وايا ما كان فالغرض ان شعره كان وسطا لا اطول ولا اقصر ثم فى الحديث دليل على جواز فضل المرأة كما قال به الثلثة خلافًا للحنابلة اذ قالوا لا يجوز فضلها الا ان تستعمل بمحضره لرواية نهى عن فضل المرأة واجيب عنها بالضعف او ان المراد بالفضل المستعمل او غير ذلك كما بسط فى بذل المجهود فى حل ابى داؤد .

برتن کے ایک ہونے سے بھی اس پر حجت نہیں، اس کی کئی صورتیں ایسی ممکن ہیں کہ غسل بھی ہو جائے اور دوسرے کے سامنے ننگا بھی نہ ہونا پڑے، نیز اس حدیث سے عورت اور مرد کا ایک برتن سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے، علماء کا امام نووی کے قول کے موافق اس صورت کے جواز پر اجماع ہے دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے غسل کرے اس کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کر لے یہ بھی بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے، تیسری صورت اس کا عکس ہے کہ عورت پہلے نہاوے مرد اس کے بچے ہوئے سے نہائے، یہ صورت حنفیہ شافعیہ مالکیہ سب حضرات کے نزدیک جائز ہے، حنابلہ اس کو جائز نہیں بتلاتے البتہ اگر عورت کے غسل کے وقت مرد وہاں موجود ہو تو وہ بھی جائز فرماتے ہیں، اُن حضرات کا استدلال اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب علمی بحث ہونے کی وجہ سے یہاں ترک کر دیئے گئے، مختصراً عربی حاشیہ میں ذکر کئے گئے، لیکن جب ایک معتمد امام اس کے خلاف ہے اور حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے تو اس میں احتیاط اولیٰ ہے۔

(۳) حدثنا احمد بن منیع حدثنا ابوقطن حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق عن البراءؓ بن عَازب قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ وَكَانَتْ جُمَّتُهٗ تَضْرِبُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ.

ترجمہ: حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامۃ تھے آپؐ کے دونوں شانوں کا درمیان وسیع تھا، آپؐ کے بال کانوں کی لو تک ہوتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث حلیہ شریف میں مفصل گزر بھی چکی ہے بالوں کے ذکر کی وجہ سے یہاں پھر اس کو مختصراً ذکر کر دیا گیا۔

(۴) حدثنا محمّد بن بشّار حدثنا وهب بن جرير بن حَازم حدثنی ابی

لہ البراء الخ تقدم حدیثه مفصلاً فی الباب الاول واعاده هناك مختصرًا للترجمة فیه .

عن قتادة قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ وَلَا بِالسَّبْطِ كَانَ يَبْلُغُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ.

ترجمہ: قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے، انہوں نے فرمایا کہ نہ بالکل پیچیدہ نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگرالہ پن لئے ہوئے تھے جو کانوں کی لو تک پہنچتے تھے۔

⑤ حدثنا محمّد بن يحيىٰ بن ابى عُمَر المكى حدثنا سفيٰن بن عُيَيْنَةَ عن ابن ابى نجيح عن مجاهد عن امّ هَانى بنت ابى طالب قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا مَكَّةَ قَدْمَةً وَلَهُ اَرْبَعُ غَدَائِرَ.

حل لغات: غَدَائِر ، غَدِيْرَةٌ کی جمع ہے، بالوں کا جوڑا، چوٹی، بالوں کی مینڈھی۔

ترجمہ: ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپؐ کے بال مبارک چار حصہ مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے۔

تشریح: مشہور قول کے موافق ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ کو تشریف آوری چار مرتبہ ہوئی اول عمرۃ القضاء میں جو سنہ سات ہجری میں تھا، پھر فتح مکہ میں سنہ آٹھ ہجری پھر اسی سفر میں عمرۃ الجعرانہ کے لئے، پھر سنہ دس ہجری میں حج کے لئے یہ تشریف آوری جس کا اس حدیث شریف میں ذکر ہے، بیجوری کے قول کے موافق فتح مکہ کے وقت ہوئی اور یہی مظاہر حق میں لکھا ہے، بعض علماء نے اور اوقات بھی تحریر فرمائے ہیں، مردوں کے لئے عورتوں کی طرح سے مینڈھیاں مکروہ ہیں، اس حدیث سے مینڈھیوں سے وہی مراد لی جائیں جس میں تشبہ نہ ہو کہ تشبہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے۔

⑥ حدثنا سُوَيْد بن نَصر حدثنا عَبْد اللّٰه بن المبارك عن معمر عن ثابت البناني عن انس اَنَّ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِلٰى انْصَافِ اُذُنَيْهِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک ہوتے تھے۔

⑦ حدثنا سُوَيْدُ بن نصر حدثنا عبد اللّٰه بن المُبَارَكِ عن يونس بْن يزيد عن الزهرى حدثنا عبيد اللّٰه بن عبْد اللّٰه بن عتبة عن ابن عبَّاس رضى اللّٰه عنهمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرِقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتٰبِ يَسْدِلُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَكَانَ يُحِبُّ[1] مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتٰبِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ[2] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ.

حل لغات: يَسْدِلُ (ض) مص سَدْلاً کسی چیز (بال یا کپڑا وغیرہ) کا لٹکانا (تفعل) لٹکنا رُؤُوس، رَأْسٌ کی جمع ہے، سر۔ يُحِبُّ (افعال) محبت کرنا، چاہنا، اسی سے اسم فاعل مُحِبٌّ استعمال ہوتا ہے۔ مُوَافَقَةٌ مص (مفاعلت) موافق ہونا، یکساں ہونا۔ يُؤْمَرُ فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب (ن) حکم دینا، حکم کرنا۔

---

[1] قيل كان ذلك لتمسك اولئك ببقايا شرائع الرسل وهؤلاء وثنيون لا مستند لهم الا ما وجدوا عليه آبائهم وقيل كان ذلك ائتلافًا لقلوبهم كما تالفهم باستقبال قبلتهم لكن غلبت عليهم الشقوة فكلما ازداد تاليفًا ازدادوا نفورًا وقال بعضهم ان تلك المحبة كانت قبل اشتهار الاسلام وقوته فلما فتحت مكة واستقر الامر احب مخالفتهم وامر بمخالفتهم كما فى صبغ الشيب وصوم السبت وعاشوراء وغير ذلك من الاحكام.

[2] قالوا الفرق سنة لانه الذى رجع اليه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم والظاهر انه رجع بوحى لقوله ما لم يومر وقال القاضى عياض نسخ السدل فلا يجوز فعله قال ويحتمل جواز الفرق لا وجوبه قال ابن حجر والذى يتجه ان حمل جواز السدل حيث لم يقصد به التشبه بالنساء والا حرم من غير نزاع ويؤيد جواز السدل ماروى ان من الصحابة من يسدل ومنهم من يفرق ولم يعب بعضهم على بعض فلو كان الفرق واجبًا لما سدلوا وقال القرطبى انه مستحب وهو قول مالك والجمهور قاله القارى.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اولاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑ دیا کرتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب نہیں نکالتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً ان امور میں جن میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے لیکن اس کے بعد یہ منسوخ ہو گیا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مخالفتِ اہل کتاب کرنے لگے۔

---

⑧ حدثنا محمّد بن بشار حدثنا عبدالرّحمٰن بن مَهْدی عن ابراهيم بن نافع المكي عن ابن ابي نجيح عن مجاهد عن ام هَانی قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا ضَفَائِرَ اَرْبَعٍ.

حل لغات: ضَفَائِر ، ضَفِيْرَةٌ کی جمع ہے، چوٹی، جوڑا، گندھے ہوئے بال (ض) بال گوندھنا۔

ترجمہ: ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار گیسوؤں والا دیکھا۔

تشریح: بظاہر یہ حدیث وہی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔

باب ماجَاءَ فی ترجّلِ[1] رسول اللّٰه صلی اللّٰهُ عَلَيْه وسَلَّم

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

تشریح: بالوں میں کنگھا کرنا مستحب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی فرمائی ہے اور خود اپنے مبارک بالوں میں کنگھا کیا کرتے تھے، امام ترمذیؒ نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

[1] الترجل والترجيل تسريح الشعر وتحسينه كما فی النهاية وفی المشارق رجل شعره اذا مشطه بماء او دهن ليلين ويرسل الثائر ويمد المنقبض قال الحافظ ابن حجر نقلاً عن ابن بطال هو من باب النظافة وقد ندب الشارع اليه بقوله النظافة من الدين وقال تعالى خذوا زينتكم عند كل مسجد ولان الظاهر عنوان الباطن.

(۱) حدثنا اسحٰق بن موسی الانصاری حدثنا معن بن عیسٰی حدثنا مَالك بن انس عن هشام بن عروة عن ابیه عن عَائشة رضی اللّٰه عنهَا قالتْ كُنتُ اُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانَا حَائِضٌ.

حل لغات: اُرَجِّلُ (تفعیل) بال سنوارنا، مانگ نکالنا، باب تفعل سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ حَائِضٌ اسم فاعل (ض) حیض آنا، ماہواری کا خون آنا، یہ تفعل سے بھی آتا ہے۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

تشریح: اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے کہ حائضہ کو حالتِ حیض میں مرد کی خدمت کرنا جائز ہے، حیض سے عورت کا تمام جسم نجس نہیں ہوتا صحبت وغیرہ البتہ ناجائز ہے۔

(۲) حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا وکیع حدثنا الربیع بن صبیح عن یزید بن ابان[۱] هُوَ الرقاشی[۲] عن انس بن مَالك قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتّٰى كَانَّ ثَوْبَهٗ[۳] ثَوْبُ زَيَّاتٍ.

حل لغات: يُكْثِرُ مص اِكْثَارًا (افعال) زیادہ کرنا، بہت کرنا، تفعیل سے

---

[۱] ابان بفتح الهمزة وتخفيف الموحدة كسحاب وقيل بكسر الاول وتشديد الثانی، غير منصرف عند الاكثر وصرفه بعضهم حتى قال من لم يصرف ابان فهو اتان.

[۲] بفتح الراء وخفة قاف وشين معجمة نسبة الى رقاش بنت ضبيعة كذا فی المغنی قاله القاری وقال المناوی نسبة الى بنت قيس بن ثعلبة بن عكاية او الى اولادها.

[۳] ثوبه المراد بذاك الثوب القناع لا مطلق الثوب فلا ينافی نظافته صلى الله عليه وسلم وقال الحزری الربيع بن صبيح كان عابدا لكنه ضعيف فی الحديث وقال ابن حبان كان عابدًا ولم يكن الحديث من صناعته فوقع فی حديثه المناكير قيل ومن مناكيره فی هذا الحديث كان ثوبه ثوب زيات لكن قال القاری والمناوی له شواهد وذكرا شواهده بعدة طرق.

بھی اسی معنی میں ہے (ک) بہت ہونا۔ دُهْن (ج) اَدْهَان، دِهَان تیل، روغن، چکناہٹ (ن، تفعیل) تیل لگانا، مالش کرنا، دَهَّان تیلی، روغن گر، تیل بیچنے والا شخص۔ تَسْرِيح (تفعیل) بالوں میں کنگھی کرنا، بالوں کو کنگھی سے سلجھانا۔ لِحْيَةٌ (ج) لِحىً، لُحًى ڈاڑھی، افتعال مص اِلْتِحَاءً ڈاڑھی اگنا، ڈاڑھی والے شخص کو لَحَوِيٌّ اور مُلْتَحِيٌ کہا جاتا ہے۔ اَلْقِنَاع (ج) اَقْنَاع ، اَقْنِعَة دوپٹہ اوڑھنی (تفعیل) دوپٹہ اوڑھنا۔ ثَوْبٌ (ج) اَثْوَابٌ کپڑا۔ زَيَّات "زَيْتٌ" سے مشتق ہے، تیلی، روغن گر، زیت کا اطلاق خصوصاً زیتون کے تیل پر ہوتا ہے اور عموماً ہر قسم کے تیل کو "زیت" کہتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے کثرتِ استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو۔

تشریح: یعنی تیل سے چونکہ کپڑے خراب ہو جاتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت کے خلاف ہے اس لئے اس کی حفاظت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا سر پر ڈال لیتے تھے تاکہ عمامہ وغیرہ خراب نہ ہو۔

---

(۳) حدثنا هناد بن السرى حدثنا ابوا الاحوصؒ عن اَشْعَثَ بن ابى الشعثاء عن ابيه عن مسروقٍ عن عائشة رضى الله عنها قالت اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِىْ طُهُوْرِهٖ اِذَا تَطَهَّرَ وَفِىْ تَرَجُّلِهٖ اِذَا تَرَجَّلَ وَفِىْ انْتِعَالِهٖ اِذَا انْتَعَلَ.

حل لغات: اَلتَّيَمُّنُ (تفعل) داہنی جانب سے شروع کرنا، يَمِيْن داہنا۔

ؒ بحاء وصاد مهملتين قبل اسمه عون بن مالك والمشهور سلام بن سليم بتخفيف اللام فى الاول والتصغير فى الثانى كما ضبطه القارى قال المناوى سلام ككلام.

ؒ مخففة من الثقيلة بدليل اللام الفارقة بين المخففة والنافية وضمير الشان بعدها محذوف.

طُهُوْرٌ مص (ن،ک) پاک ہونا، وضو کرنا (تفعل) میل کچیل سے پاک ہونا، غسل کرنا، نہانا، وضو کرنا۔ اِنْتِعَال (افتعال، تفعل، ن) جوتا پہننا ''نعل'' اصلاً ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو قدم کو زمین سے بچائے، جوتے کو بھی ''نعل'' اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کرنے میں کنگھی کرنے میں جوتہ پہننے میں (غرض ہر امر میں) دائیں کو مقدم رکھتے تھے یعنی پہلے دائیں جانب کنگھا کرتے پھر بائیں جانب۔

تشریح: ان تین چیزوں کی جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں کچھ قید نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو دائیں سے ابتداء کرنا پسند فرماتے تھے اسی وجہ سے ترجمہ میں ہر چیز کا اضافہ کر دیا اور اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے جیسے کپڑا جوتا اور نکالنے میں بایاں مقدم، اور جس چیز کا وجود زینت نہیں اس کے کرنے میں بایاں مقدم کرنا چاہئے جیسے پاخانہ جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہئے اور نکلتے وقت دایاں برخلاف مسجد کے کہ اس کا قیام شرافت اور بزرگی ہے اس لئے مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اول داخل کرنا چاہئے اور نکلتے وقت بایاں پاؤں اول نکالنا چاہئے۔

④ **حدثنا محمد بن بشار حدثنا یحیٰی بن سَعِیْد عن هشام بن حسانٌ[1] عن الحسن البصری عن عبدالله بن مغفل قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وسلم عن التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا[2].**

حل لغات: نَهٰی (ف) روکنا، منع کرنا، جھڑکنا (افعال، تفاعل) رُکنا، باز

---

[1] حسان صیغة مبالغة من الحسن فیصرف لان نونه حینئذ اصلیة فان کان من الحس بتشدید السین فلا یصرف للعلمیة وزیادة الالف والنون ونظیره ماقیل لبعض انصرف عفان قال نعم ان هجوته لا ان مدحته یعنی لانه علی الاول من العفونة وعلی الثانی من العفة.

[2] غبًا بمعجمة مکسورة وموحدة مشددة ورود الابل الماء یومًا وترکه یومًا ثم استعمل فی فعل الشئ حینا وترکه حینا والمراد نهی دوام التسریح قال ابن العربی موالاته تصنع وترکه تدنس واغبابه سنة.

رہنا۔ غِبًّا مص (ض) کبھی کبھی ملاقات کرنا، ایک دن چھوڑ کر آنا، گاہے گاہے آنا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے مگر گاہے گاہے۔

تشریح: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ گاہے گاہے سے مراد تیسرا دن ہے، ابوداؤد شریف میں ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کوئی ضرورت اس کی مقتضی نہ ہو ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے، یہ ممانعت بطور کراہت تنزیہی کے ہے اور اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب بالوں میں پراگندگی نہ ہو، پراگندگی کی صورت میں روزانہ کنگھی کرنا مکروہ نہیں ہے۔

---

⑤ حدثنا الحسن بن عَرَفَةَ قَالَ حدثنا عبْد السَّلام بن حرب عن يزيد بن خالد عن ابى العلاء الاودى عن حميد بن عبد الرَّحمٰن عنْ رجُلٍ[1] مِنْ اصحَاب النبىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْه وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا.

ترجمہ: حمید بن عبدالرحمٰن ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے گاہے کنگھی کیا کرتے تھے۔

باب ما جاء فى شيْبِ[2] رسُول اللّٰه صَلى اللّٰه عَليه وسلم

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال آجانے کا ذکر

تشریح: اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

[1] عن رجل لم يسم وابهام الصحابى لايضر لعدالتهم واختلف فى اسمه فقيل هو الحكم بن عمرو وقيل عبد اللّٰه بن سرجس وقيل عبد اللّٰه بن مغفل.

[2] شيب الخ هو ابيضاض الشعر المسود كما فى المصباح ويطلق على بياض الشعر والشعر الابيض ايضا قال البيجورى تبعا للمناوى انما اخره عن الترجل لان الترجل عمل يقتدى به فيه بخلاف الشيب وقدم الشعر عليهما لانهما من عوارض الشعر.

(۱) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا ابو داؤدؒ[۱] حدثنا همّام عن قتادة قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ اِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِيْ صُدْغَيْهِ وَلٰكِنْ اَبُوْبَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ[۲]

حل لغات: خَضَبَ (ض، تفعیل) خضاب لگانا، رنگین کرنا۔ شَيْبًا مص (ض) بوڑھا ہونا، سفید بالوں والا ہونا، صیغۂ صفت اَشْيَبُ اور شَائِب (بوڑھا، سفید بالوں والا شخص) آتا ہے (افعال و تفعیل) بوڑھا کرنا۔ صُدْغَيْ تثنیہ ہے (اصل میں صُدْغَيْن تھا، اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوگیا) صُدْغ واحد ہے (ج) اَصْدَاغ، اَصْدُغ کن پٹی (کان کا پچھلا حصہ) کن پٹی کے بال۔ اَلْحِنَّاءُ حِنَّائَةٌ واحد ہے، مہندی، مہندی کے پتے (تفعیل) مہندی کا خضاب لگانا۔ اَلْكَتَم ایک پودے کا نام ہے، جس کے بیج سے قدیم زمانے میں روشنائی بنائی جاتی تھی اور خضاب کے طور پر بھی بالوں میں لگایا جاتا تھا۔

ترجمہ: قتادہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہنچتی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی سفیدی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی تھی، البتہ حضرت

---

[۱] ابو داؤد الطیالسی وهمام بهاء مفتوحة ثم میم مشددة ابن یحیٰی العوذی .

[۲] قال القاری بفتحتین والتاء مخففة وقال ابوعبید بتشدید التاء والمشهور التخفیف واختلفوا فی تفسیره ففی بعض کتب اللغة هو ورق یشبه ورق الاس یصبغ به وفی المهذب هو الوسمة وفی الصحاح هو نبت یخلط مع الوسمة للخضاب وفی النهایة یشبه ان یکون معنی الحدیث خضب بکل منهما منفردًا عن الاخر فان الخضاب بهما یجعل الشعر اسود وقد صح النهی عن السواد فالواو بمعنٰی او وقال العسقلانی الکتم الصرف یوجب سوادًا مائلا الی الحمرة والحناء توجب الحمرة فاستعمالها یوجب ما بین السواد والحمرة فالواو علی اصله وفی المغرب عن الازهری الکتم بنت فیه حمرة ومنه حدیث ابی بکرؓ کان یخضب بالحناء والکتم وقال الجزری قد حرب الحناء والکتم جمیعًا فلم یسود بل یغیر صفرة الحناء وحمرتها الی الخضرة .

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنا اور کتم سے خضاب فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: کتم ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملا کر مائل بسیاہی ہو جاتا ہے، ملا علی قاری کہتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ، الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ خالص سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے۔

---

(۲) حدثنا اسحٰق بن منصور ویحیٰی بن مُوسٰی قالا حدثنا عبدالرّزاق عن معمر عن ثابت عن انس قَالَ مَا عَدَدْتُ فِیْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلِحْیَتِہٖ اِلَّا اَرْبَعَ عَشْرَۃَ شَعْرَۃً[1] بَیْضَاءَ.

حل لغات: عَدَدْتُّ مص عَدًّا، عَدَّۃً، تَعْدَادًا (ن) شمار کرنا، گننا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں چودہ سے زائد سفید بال نہیں گنے۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بہت ہی کم تھے لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے اس روایت سے چودہ معلوم ہوتے ہیں بعض روایات سے سترہ، اٹھارہ اور بعض سے تقریباً بیس معلوم ہوتے ہیں یہ کچھ ایسا اختلاف نہیں، مختلف زمانوں پر بھی محمول ہو سکتی ہیں اور گننے کے فرق پر بھی حمل کی جا سکتی ہیں۔

---

(۳) حدثنا محمّد بن المثنٰی حدثنا ابو داؤد انبأنا شعبۃ عنْ سمَاك بن حرب قَالَ سمعتُ جابر بن سمرۃ یُسئلُ عنْ شیْب رَسُوْل اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

---

[1] بفتح الحزئین للترکیب والشین ساکنۃ قال الحنفی ھذا لا ینافی ما صدر عنہ فی صدر الکتاب لیس فی راسہ ولحیتہ عشرون شعرۃ بیضاء لان ھذا السلب عام، قال المناوی ولا ینافی حدیث ابن عمر الاتی انما کان شیبہ نحوا من عشرین لان الاربع عشرۃ نحوًا من العشرین لکونھا اکثر من نصفھا نعم روی البیھقی عن انس نفسہ ماکان فی راسہ ولحیتہ الاسبع عشرۃ او ثمان عشرۃ شعرۃ بیضاء وجمع باختلاف الازمان وبان الاول اخبار عن عدہ والثانی اخبار عن الواقع.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ اِذَا دَهَنَ[1] رَأْسَهُ لَمْ يُرَ مِنْهُ شَيْبٌ فَاِذَا لَمْ يَدَّهِنْ رُءِيَ مِنْهُ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی تعالیٰ عنہ سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیل کا استعمال فرماتے تھے تو وہ محسوس نہیں ہوتے تھے ورنہ کچھ سفیدی کہیں کہیں محسوس ہوتی تھی۔

تشریح: تیل کے استعمال کے وقت میں چونکہ سب بال چمکنے لگتے تھے اس لئے بالوں کی سفیدی تیل کی چمک میں مخلوط ہو جاتی تھی یا اس وجہ سے کہ تیل کی وجہ سے بال جم جاتے تھے تو سفید بال اپنی قلت کی وجہ سے مستور ہو جاتے تھے اور جب تیل لگا ہوا نہیں ہوتا تھا تو وہ منتشر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو جاتے تھے۔

④ حدثنا محمّد بن عمر بن الوليد الكندى[3] الكوفى انبأنا يحيىٰ بن ادم عن شريك عن عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ اِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْواً مِنْ عِشْرِيْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ.

حل لغات: نَحْوًا (ج) اَنْحَاءُ ، نَحْوٌ بمعنی مقدار، تعداد، قریباً، طرف، جہت، طریقہ۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

[1] دهن قال المناوى عن القسطلانى كذا وقع فى اصل سماعنا من الثلاثى المجرد وكذا قوله لم يدهن وفى بعض النسخ ادهن من الافتعال وعلى التقديرين يكون راسه مفعولاً لكن فى المغرب دهن راسه اذا طلاه بالدهن وادهن من غير ذكر المفعول وادهن شاربه خطأ اهـ واطال الكلام فيه القارى فى جمع الوسائل .

[2] قال القارى والمناوى وغيرهما لم ير منه لالتباس بياضه بلمعان الشعر من الدهن والا وجه عندى ما قال الطيبى انه عند الادهان كان يجمع شعره ويضم بعضه الى بعض وكانت الشعرات البيض من قلتها لا تبين فاذا شعث راسه ظهرت .

[3] الكندى بكسر الكاف نسبة لكندة محلة بالكوفة لا القبيلة كما توهم قاله البيجورى تبعاً للمناوى قلت قال السمعانى فى الانساب نسبة الى كندة قبيلة مشهورة باليمن وعد منها رجالا ليس هذا منه وقال القارى منسوب الى كندة قبيلة من قبائل العرب ومحلة بالكوفة .

کے سفید بال تقریباً بیس تھے۔

تشریح: یہ پہلے گزر چکا کہ یہ روایت اوروں کے کچھ خلاف نہیں۔

---

⑤ حدثنا ابو کریب محمّد بن العَلاء حدثنا معاویَة بن هشام عن شیبَان عن ابی اسحٰق عن عکرَمة عن ابن عبَّاسؓ قَالَ قَالَ ابوبَکرٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ[1] قَالَ شَیَّبَتْنِیْ[2] هُوْدٌ وَالوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ.

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے (اس کی کیا وجہ حالانکہ آپ کا اعتدال اس کا مقتضی تھا کہ آپ جوان ہی رہتے، یا آپ کی عمر شریف کا مقتضٰے یہ تھا کہ آپ اس وقت تک جوان رہتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورۂ **ھود، سورۂ واقعة، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون، سورۂ اذا الشمس کوِّرت**، ان سورتوں نے بوڑھا بنادیا۔

تشریح: ان سورتوں کی قید نہیں ان کے علاوہ سورۂ الحاقہ، سورۂ القارعۃ، سورۂ غاشیہ وغیرہ کا بھی ذکر آیا ہے، مقصود وہ سب سورتیں ہیں جن میں وحشت اثر امور کا ذکر ہے جیسے قیامت جہنم، صورشقی لوگوں کا انجام وغیرہ وغیرہ، اسی لئے ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امور میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہوجاتے تو ہنسنا بہت کم کردیتے اور اکثر اوقات روتے رہا کرتے حتی کہ

---

[1] بکسر الشین المعجمة وسکون الموحدة وتاء الخطاب ای ظهر فیك اثار الشیب من الثقل وضعف البدن قبل اوانه وهو لا ینافی ما سبق من نفی الشیب لان القصد به نفی احتیاجه الی الخضاب.

[2] شیبتنی النسبة مجازیة لکونها سببا من باب انبت الربیع البقل والمعنی ما فی هذه السور من احوال القیٰمة واهوالها قال التوربشتی یرید ان اهتمامی بما فی هذه السور من اهوال یوم القیٰمة والمثلات النوازل بالامم السابقة اخذ منی ما اخذه حتی شبت قبل اوان المشیب قال المناوی زاد الطبرانی فی روایة والحاقة وزاد ابن مردویة فی اخری وهل اتاك حدیث الغاشیة زاد ابن سعید فی اخری والقارعة وسال سأل وفی اخری واقتربت الساعة.

بیبیوں کے پاس جانا بھی چھوڑ دیتے، (او کما قال) شرح سنۃ میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی انہوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا کیا بات ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں ایک آیت ہے واستقم کما امرت یعنی دین پر ایسے مستقیم رہو جیسا کہ حکم ہے اور ظاہر ہے کہ حکم کے موافق پوری استقامت بہت ہی مشکل امر ہے اس لئے صوفیاء نے لکھا ہے کہ استقامت ہزار کرامتوں سے افضل ہے۔

⑥ حدثنا سفیٰن بن وکیع حدثنا محمّد بن بشر عن علی بن صَالح عنْ ابی اسحٰق عن ابیٔ جُحَیْفَۃَ قال قَالُوْا یا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَرٰک قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ وَاَخَوَاتُھَا.

ترجمہ: ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ پر کچھ ضعف وغیرہ اثر بڑھاپے کا محسوس ہونے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود جیسی صورتوں نے ضعیف کر دیا۔

تشریح: ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے تشریف لا رہے تھے اور داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مسجد میں تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکرؓ نے یہ منظر دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں کس قدر جلدی آپؐ پر بڑھاپا آ گیا اور یہ کہہ کر رونے لگے اور آنسو جاری ہو رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ ہود جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا، زمخشری کہتے ہیں میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص شام کے وقت بالکل سیاہ بال جوان تھا ایک ہی رات میں بالکل سفید ہو گیا، لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رات قیامت کا منظر دیکھا ہے کہ لوگ

ل ابی جحیفۃ بضم جیم ثم حاء مہملۃ مصغرًا ھو وھب السوائ صحابی جلیل یحبہ علیؓ وجعلہ علی بیت المال وسماہ وھب الخیر.

زنجیروں سے کھینچ کر جہنم میں ڈالے جارہے ہیں اس کی دہشت مجھ پر کچھ ایسی غالب ہوئی کہ اس نے ایک ہی رات میں مجھے اس حالت پر پہنچادیا، اللہ اکبر۔

⑦ حدثنا علی بن حجر قَالَ انبأنا شعیبُ بن صَفوان عن عبدالملك بن عمیر عن ایادٌ[۱] بن لقیط العجلی عن ابی رمثة التیمی تیم الرّبَابِ[۲] قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِیَ ابْنٌ[۳] لِیْ قَالَ فَاُرِیْتُهٗ[۴] فَقُلْتُ لَمَّا رَاَیْتُهٗ هٰذا نَبِیُّ اللّٰهِ وَعَلَیْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَهٗ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّیْبُ وَشَیْبُهٗ اَحْمَرُ.

حل لغات: اُرِیْتُ (افعال) مص اِرَاءَةً دکھانا، راہنمائی کرنا، راستہ بتلانا، اسی سے یہاں پر مجہول استعمال کیا گیا ہے جس کا ترجمہ ہوگا ''مجھ کو دکھلا دیا گیا اور بتلا دیا گیا'' اَخْضَرَانِ صیغۂ صفت برائے تثنیہ مذکر، سرسبز، ہرا (س) سبز ہونا، ہرا ہونا۔

---

۱ ایاد بکسر الهمزة وتخفیف المثناة التحتیة ثم دال مهملة ولقیط بفتح اللام وکسر القاف کبدیع واخرجه المصنف فی جامعه بروایة عبید اللّٰه عن ایاد وقال غریب لا نعرفه الا من حدیث عبید اللّٰه.

۲ تیم الرباب منصوب بتقدیر اعنی وقال القاری مجرور فی اصل سماعنا واحترز به عن تیم قریش، قبیلة من بکر والرباب بکسر الراء وتخفیف الموحدتین وضبطه الحافظ فی شرح البخاری بفتح الراء وهم خمس قبائل ذبة وثور وعکل وتیم وعدی غمسوا ایدیهم فی رب وهو ثفل السمن وتحالفوا علیها فصاروا یدًا واحدة.

۳ اضطربت روایات ابی رمثة فی ان اتیانه عند النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان مع ابنه کما فی روایة الشمائل او مع ابیه کما فی روایات ابی داؤد اذ روی عنه قال انطلقت مع ابی نحو النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فاذا هو ذو وفرة بها ردع حناء وعلیه بردان اخضران وفی روایة قال له ابی لرنی هذا الذی بظهرك فانی رجل طبیب وفی اخری قال له صلی اللّٰه علیه وسلم من هذا قال ابنی قال لا یجنی علیك ولا تجنی علیه وبکلا السیاقین اخرجه احمد بطرق عدیدة فی بعضها ان الکلام فی الطب والولد کله کان مع والد ابی رمثة وفی اخری انه کان مع ابی رمثة بنفسه اخرجه القاری فی جمع الوسائل بالتعدد اذ قال والظاهر المغائرة هیما بان روایة الترمذی تکون عن الاب وروایة ابی داؤد والنسائی عن الابن وحینئذ لا تنافی بینهما اهـ، ویؤید ذلك ان فی بعض الروایات اتیانه بمکة وفی اخری بالمدینة لکن یا باه اتحاد الفاظ الروایتین فتامل.

۴ فاریته بالبناء للمجهول ای ارانی وعرفنی بعض الحاضرین رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ویحتمل ان یکون بالبناء للفاعل ای ارأیت ابنی صلی اللّٰه علیه وسلم والاول اوجه.

ترجمہ: ابورمثہ التیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، لوگوں نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا (کہ یہ تشریف فرما ہیں غالباً یہ پہلے سے پہچانتے نہ ہونگے) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو مجھے معاً یہ کہنا پڑا کہ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی بھی سبز تھی اور چادر بھی سبز) اور آپ کے چند بالوں پر بڑھاپے کے آثار غالب ہو گئے تھے لیکن وہ بال سرخ تھے۔

تشریح: چہرۂ انور پر جو آثار ہیبت و وقار اور انوار نبوت تھے ان کو دیکھ کر بے اختیار آدمی کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں بلاشبہ آپ جھوٹے نہیں ہو سکتے وغیرہ وغیرہ متعدد حضرات صحابہؓ سے اس قسم کے الفاظ ابتدائی نظر میں حدیث کی کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں، حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرخ بالوں کا بھی ذکر ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں، بعض خضاب کے قائل ہیں وہ اس سرخی کو خضاب پر محمول فرماتے ہیں اور بعض لوگ قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ بال جب سفید ہوتا ہے تو اکثر مرتبہ اول سرخ ہوتا ہے یہ سرخی اصل تھی خضاب کی نہیں تھی، خضاب کا بیان مستقل دوسرے باب میں آنے والا ہے۔

---

(۸) حدثنا احمد بن منیع حدثنا سریج بن النعمان حدثنا حمّاد بن سَلمة عن سماك بن حرب قَالَ قِيْلَ لجابر بن سَمرَةَ امَا كَانَ فِيْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ قَالَ لَمْ يَكُنْ فِيْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ اِلَّا شَعَرَاتٌ فِيْ مَفْرِقِ رَأْسِهٖ اِذَا ادَّهَنَ وَارَاهُنَّ الدُّهْنُ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال تھے؟ انہوں نے کہا کہ صرف چند بال مانگ پر تھے جو تیل

لگانے کی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

تشریح: یہ روایت بظاہر اس روایت کے کچھ خلاف ہے جو حضرت انسؓ سے شروع باب میں گزری ہے لیکن کوئی ایسا اشکال نہیں اس لئے کہ وہ دو چار بال مانگ میں تھے جو بالوں میں مستور ہو جاتے تھے اور تیل نہ لگنے کے وقت ظاہر ہوتے تھے، اس لئے اگر کسی روایت میں ان کا ذکر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

باب ما جاء فی خضابؔ رسُول اللّٰہ صَلی اللّٰہ علیہ وسلم

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب فرمانے کا ذکر

تشریح: اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں امام ترمذیؒ نے ان میں سے چار حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائی ہیں، ان ہی روایاتِ مختلفہ کی بناء پر علماء میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب فرمایا یا نہیں، اکثر حضرات کے نزدیک امام ترمذیؒ کا میلان خضاب نہ کرنے کی طرف ہے، حنفیہ بھی اسی طرف مائل ہیں چنانچہ درمختار میں اس کی تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب نہ کرنا زیادہ صحیح ہے اور علامہ شامیؒ نے اس کی یہی وجہ بتلائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی اور سر مبارک میں بخاری وغیرہ کی روایت کے موافق سترہ بال سفید تھے اور بیجوری شافعیؒ شارح شمائل اس کے قائل ہوئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی خضاب فرمایا اور اکثر نہیں کیا۔

مسئلہ: علماء حنفیہ کے نزدیک خضاب مستحب ہے لیکن مشہور قول کے موافق سیاہ خضاب مکروہ ہے اور علماء شافعیہ کے نزدیک خضاب سنت ہے مگر سیاہ خضاب حرام ہے۔

---

(۱) حدثنا احمد بن منیع حدثنا ھشیم حدثنا عبدالملك بن عمیر عن ایاد بن لقیط قَالَ اخبرنی ابورمثة قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

ؔ الخضاب مصدر بمعنی التلوین کما فی عامة الشروح وزعم ابن حجر انه بعید واستقرب قول القاموس الخضاب ککتاب ما یخضب به ای یلون به ولیس کما زعم اذ المبوب به انما هو بیان تلوین شعره لا بیان عین ما یلونه لانه لیس فیه الا حدیث واحد ومعظم ما فی الباب الاول .

وَسَلَّمَ مع ابنٍ لِیْ فَقَالَ ابْنُكَ هٰذَا فَقُلْتُ نَعَمْ اِشْهَدُ۱ بِهٖ قَالَ لَایَجْنِیْ عَلَیْكَ وَلَا تَجْنِیْ عَلَیْهِ قَالَ وَرَاَیْتُ الشَّیْبَ اَحْمَرَ۲ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی هٰذَا اَحْسَنُ۳ شَیْءٍ رُوِیَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ وَاَفْسَرُ لِاَنَّ الرِّوَایَاتِ الصَّحِیْحَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْلُغِ۴ الشَّیْبَ وَاَبُوْ رِمْثَةَ اسْمُهٗ رِفَاعَةُ بْنُ یَثْرِبِیٍّ۵ التَّیْمِیُّ.

حل لغات: اِشْهَدُ صیغۂ امر (س) مص شَهَادَةً گواہی دینا (افعال) گواہ بنانا۔ یَجْنِیْ (ض) مص جِنَایَةً گناہ کرنا، نافرمانی کرنا، جرم کرنا۔

ترجمہ: ابورمثہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

۱ قال میرك یروی بصیغة الامر من الثلاثی المجرد ای کن شاهدًا علی اعترافی بانه ابنی وفی بعض النسخ بصیغة المتکلم من المجرد ایضا ای اعترف بذلك قال القاری فقول الحنفی روی علی صیغة المضارع وعلی صیغة الامر ایضًا بناء علی زعمه او علی وهمه من عدم الفرق بین الروایة والنسخة والعجب انه قدم النسخة علی الروایة قلت وعامة من ضبطه من شراح الحدیث بصیغة الامر

۲ وفی روایة الحاکم وشیبه احمر مخضوب بالحناء .

۳ احسن الخ کثیرًا ما یقول المص فی جامعه هذا اصح شیئ فی الباب ولا یلزم من هذه العبارة کما قاله النووی فی الاذکار صحة الحدیث فانهم یقولون هذا اصح ما فی الباب وان کان ضعیفا ومراد هم انه لرجح ما ورد فی الباب .

۴ ای لم یصله ولم یظهر البیاض فی شعره کثیرًا بحیث یحتاج الی الخضاب فینبغی ان یفسر شیبه بالحمرة قال میرك واشار المصنف بهذا الکلام الی ان الروایات المصرحة بالخضاب فی طریق ابی رمثه لم تصح عنده او هی مؤولة قال ابن حجر کذا قیل ولیس بظاهر لان الترمذی قائل بالخضاب بدلیل سیاقه لاحادیثه الاتیة ولان هذا لو کان مراده لم یسق هذا الحدیث فی هذا الباب اصلاً بل کان یقتصر علی سیاقه فی الباب الاول لان کونه احمر لایضره لان مراده حمرته الزائیة التی هی مقدمة الشیب فذکره له بتمامه فی البابین یدل علی ان له مناسبة بکل منهما وهی ان فیها اثبات الشیب وهو المناسب للباب السابق وانه کان احمر بالخضاب وهو المناسب لهذا الباب واما الروایات الصحیحة انه علیه السلام لم یشب فمعناها لم یکثر شیبه مع انه کان یستره بالحمرة فی بعض الاحیان . قال القاری هو کلام حسن لکن فیه انه لا دلالة علی ان الترمذی قائل بالخضاب لا مکان ترجیح عدم عنده بل هو ظاهر من قوله هذا . قلت ویؤید ابن حجر ان الترمذی ذکر ابا رمثة فی جامعه فی من روی فی باب الخضاب .وهو نص روایة الحاکم المتقدمة قریبًا الا ان تعلیله بالروایات الصحیحة یدل علی انه لم یترجح عنده خضابه صلی اللہ علیه وسلم

۵ ابن یثربی قال القاری نسبة الی یثرب وهو من اسماء الجاهلیة للمدینة والتیمی نسبة الی قبیلة تیم واختلف فیه فقیل هکذا وقیل التمیمی بمیمین کما فی التهذیب وغیره ، واختلف فی اسمه ایضا علی أقوال .

اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تیرا یہ بیٹا ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے آپ اس کے گواہ رہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی جنایت کا بدلہ تجھ پر نہیں، اور تیری جنایت کا بدلہ اس پر نہیں، (تشریح میں اس کی وضاحت آئے گی) ابورمثہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض بالوں کو سرخ دیکھا، امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

تشریح: زمانہ جاہلیت کا دستور تھا کہ بیٹا باپ کے جرم میں ماخوذ ہو جاتا تھا، ابورمثہ نے اسی قاعدہ کی بنا پر یہ عرض کیا تھا کہ اگر کبھی اس امر کی ضرورت پیش آوے تو آپ اس کے گواہ رہیں کہ واقعی یہ میرا بیٹا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کی اس رسم کا رد فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اسلام کا یہ قاعدہ نہیں کہ کوئی کرے اور کوئی بھرے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کا ذمہ دار نہیں۔

(۲) حدثنا سُفیٰن بن وکیع قَالَ اخبرنا ابی عن شریك عن عثمانؔ بن موهب قال سُئِلَ اَبُوْهُرَيْرَةَ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ. قَالَ اَبُوْ عِيْسٰىؔ وَرَوٰى اَبُوْ عَوَانَةَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عُثْمَانَ بن عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ فَقَالَ عَنْ امّ سَلَمَةَ.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا انہوں نے کہا کہ ہاں کیا۔

(۳) حدثنا ابو اسمٰعیل بن هارون قَالَ انبأنا النضر بن زرارة عن ابی جنابؔ

ؔ عثمان منسوب الی جده لانه عثمان بن عبد اللّٰه بن موهب بكسر الهاء او بفتحها قولان للعلماء ورجح شراح الشمائل فتحها .

ؔ قال ابو عيسٰى الخ يعنى ان ابا عوانه جعل الحديث من مسانيد ام سلمة بدل ابى هريرة والغرض بيان الاختلاف بين شريك وابى عوانة تلميذى عثمان وحقق القارى ان ما وقع فيه من شريك وهم والصواب رواية ابى عوانة يعنى كونها من مسانيد ام سلمة فتامل .

ؔ ابو جناب بجيم مفتوحة فنون كسحاب هو يحيٰى بن ابى حية الكلبى كذا فى الشروح وكتب الرجال فما فى النسخ من غيره غلط .

عن اياد بن لقيط عن الجهذمة[1] امرأة بشير بن الخصاصية[2] قالت انا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من بيته ينفض رأسه وقد اغتسل وبرأسه ردغ او قال[3] ردغ من حناء شك في هذا الشيخ[4].

حل لغات: يَنْفُضُ (ن) جھاڑنا، گرانا۔ اِغْتَسَلَ (افتعال) غسل کرنا اور (ض) سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ رَدْغٌ جسم میں خوشبو کا اثر، زعفران۔ رَدْغٌ اصلاً گارے اور کیچڑ کو کہتے ہیں، لیکن یہاں "حنّاء" کے ساتھ مذکور ہونے کی بناء پر اس کا ترجمہ "مہندی کا اثر" کیا جائیگا۔

ترجمہ: جہذمہ جو بشیر بن خصاصیہ کی بیوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمارکھا تھا اس لئے سر مبارک کو جھاڑ رہے تھے اور آپؐ کے سر مبارک پر حنا کا اثر تھا۔

④ حدثنا عبدالله بن عبدالرحمٰن انبأنا عمرو بن عاصم حدثنا حمّاد بن سلمة انبأنا حميد عن انس قال رأيت شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم مخضوبا[5] قال حمّاد واخبرني عبدالله بن محمّد بن عقيل قال رأيت شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم عند انس بن مالك مخضوبا.

---

[1] بفتح الجيم وسكون الهاء وفتح الذال المعجمة بعدها ميم امرأة بشير بفتح اوله كبديع ـ ق وقال المناوي جهذمة صحابية غير النبي صلى الله عليه وسلم اسمها فسماها ليلى وبشير سماه به النبي صلى الله عليه وسلم تغييرًا لاسمه زحما.

[2] الخصاصية بفتح المعجمة وبصادين مهملتين وتخفيف التحتية والتشديد لحن كذا نقل عن صاحب القاموس ردًا على ابن الاثير وتعقبه شراح الشمائل بان اللحن اذا كان الخصاصية مصدرًا اما اذا كان الخصاصة بمعنى الفقر والياء للنسبة فلا مانع لكنهم جزموا بان الرواية بالتخفيف.

[3] او قال الخ يعني شك شيخي ابراهيم في هذا اللفظ في انه اسمعه من شيخه بالعين المهملة او بالغين المعجمة لكن قال القسطلاني اتفق المحققون على ان الردغ بالمعجمة غلط في هذا الموضع لاطباق اهل اللغة على انه بالمهملة لطخ من زعفران قال الحافظ هو بمهملة السبغ وبمعجمة الطين الكثير وقال السيوطيؒ ضبطوه في كتب اللغة بهملات.

[4] اى شيخ المصنف وفي نسخة الشك هو لابراهيم بن هارون.

[5] مخضوبًا قال القاري قد مر في الاحاديث الصحيحة عن انس انه صلى الله عليه وسلم لم يخضب فلعله اراد بالنفي اكثر احواله وبالاثبات ان صح عنه الاقل ويجوز احدهما على الحقيقة والاخر على المجاز.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب میں مختلف روایتیں ہیں جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے لیکن اس روایت میں ایک خاص اشکال ہے وہ یہ کہ اس سے پہلے باب کی سب سے پہلی حدیث میں خود حضرت انسؓ سے خضاب کی نفی مذکور ہو چکی ہے لیکن دونوں روایتیں اگر صحیح مان لی جائیں تو مختلف اوقات پر محمول ہو سکتی ہیں۔

باب ما جاء فی کُحلِ[1] رسُول اللّٰہ صَلی اللّٰہ علیہ وسلّم

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ کا بیان

تشریح: سرمہ آنکھ میں ڈالنا مستحب ہے آدمی کو چاہئے کہ ثواب کی نیت سے سرمہ ڈالے کہ اس میں آنکھ کو فائدہ پہنچنے کے علاوہ اتباع کا ثواب بھی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا محمّد بن حمید الرازیؒ[2] انبأنا ابو داؤد الطیالسی عن عباد بن منصور عن عکرمة عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اکْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّہٗ یَجْلُوا لْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ[3] وَزَعَمَ[4] اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ لَہٗ مُکْحُلَۃٌ[5] یَکْتَحِلُ مِنْھَا کُلَّ

---

[1] الکحل بالضم کل ما یوضع فی العین للاستشفاء وبالفتح جعل الکحل فی العین قال القسطلانی المسموع من الرواۃ الضم وان کان للفتح وجہ بحسب المعنی۔ [2] الرازی نسبة الی الری مدینة کبیرة مشہورة من بلاد الدیلم وزادوا الزای فی النسب الیہا۔ [3] الشعر بفتح العین للازدواج وھو الروایة۔ [4] ای ابن عباس کما یفہم من روایة ابن ماجة ویصرح بہ الروایات الآتیة وقیل محمد بن حمید والزعم قد یطلق علی القول المحقق وان کان اکثر ما یستعمل فیما یشک فیہ فان کان الضمیر لابن عباس فالمراد بہ القول المحقق وان کان لمحمد علی ماجوزہ بعضہم فالزعم علی معناہ المتبادر فاشارة الی ضعفہ باسقاط الوسائط بینہ وبین النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لکن فیہ انہ لو کان القائل ابن عباس لقیل وان النبی ﷺ ولم یکن لذکر زعم فائدة الا ان یقال انہ اتی لطول الفصل کما یقع اعادة قال فی کثیر من العبارات وایماء الی ان الاول مرفوع والثانی موقوف والاول قولی والثانی فعلی واما قول العصام الاوجہ نسبة الزعم الی ابن حمید ویؤیدہ نسبة ھذا القول فی الحدیث الثانی الی یزید بن ھارون فغیر صحیح لان المراد بقول المصنف فی الحدیث الاتی قال یزید فی حدیثہ ای حدیثہ الذی یرویہ عن ابن عباس لا انہ فی حدیث نفسہ والمقصود المغایرة اللفظیة من الرواۃ قالہ القاری وحزم البیجوری ایضا ان فاعل زعم ابن عباس وقال المناوی زعم ای محمد بن حمید کما ھو المتبادر من لفظ الزعم اذ اکثر اطلاقہ علی مایشک وتطرق الشک ھھنا من حیث انہ لم یسندہ والضمیر لابن عباس کما افہمتہ روایة ابن ماجة فالمراد بالزعم مجرد القول۔ [5] مکحلة بضم الاول والثالث وکان القیاس الکسر اذ ھو اسم آلة فھو من النوادر۔

لَيْلَةٍ ثَلٰثَةً فِيْ هٰذِهٖ وَثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ.

حل لغات: اِكْتَحِلُوْا (افتعال) آنکھوں میں سرمہ لگانا، (ن، ف، تفعل) سے بھی اسی معنی میں ہے، اسی سے مُكْحَلَةٌ (سرمہ دانی) مِكْحَلٌ ، مِكْحَالٌ (سرمہ کی سلائی) آتا ہے۔ اَلْاِثْمِدُ (بکسر الہمزۃ وفتحہا) یہ ایک قسم کے پتھر کا نام ہے جس سے سرمہ تیار کیا جاتا ہے، اس پتھر کو ''کیمیائے اثمیوان'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ يَجْلُوْ (ن) مص جَلْوًا ، جَلَاءً واضح کرنا، ظاہر کرنا، روشن کرنا۔ اَلْبَصَرُ (ج) اَبْصَار دیکھنے کی قوت، آنکھ (س، ک، افعال) دیکھنا، واضح ہونا۔ يُنْبِتُ (افعال) اُگانا، (ن) اُگنا، بڑھنا۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو اس لئے کہ وہ آنکھ کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے تین تین سلائی ہر رات آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے۔

تشریح: اثمد ایک خاص قسم کے سرمہ کا نام ہے جو سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے بلاد مشرقیہ میں پیدا ہوتا ہے، بعض اکابر اس سے اصفہانی سرمہ مراد لیتے ہیں اور بعض نے تو تیا بتلایا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تندرست آنکھوں والے اور وہ لوگ ہیں جن کو موافق آجائے ورنہ مریض آنکھ اس سے زیادہ دکھنے لگتی ہے۔ سرمہ کا سوتے وقت ڈالنا زیادہ مفید ہے کہ آنکھ میں دیر تک باقی بھی رہتا ہے اور مسامات میں سرایت بھی اس وقت زیادہ کرتا ہے، سلائی کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں بعض روایات میں دونوں آنکھوں میں تین تین وارد ہوئی ہیں جیسا کہ ابھی گذرا ہے، اور بعض روایات میں دائیں آنکھ میں تین بائیں میں دو وارد ہوئی ہیں، یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں کہ بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے تھے اور بعض مرتبہ ایسا۔

حافظ ابن حجر ملا علی قاری وغیرہ حضرات نے پہلی صورت کو راجح فرمایا ہے چنانچہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متعدد احادیث میں یہی صورت نقل کی گئی ہے جیسا آئندہ رویات میں آرہا ہے۔

(۲) حدثنا عبداللّٰه بن الصباحؔ الهاشمی البصری اخبرنا عبید اللّٰه بن موسٰی اخبرنا اسرائیل بن یونس عن عباد بن منصور حؔ وحدثنا علی بن حجر حدثنا یزید بن هٰرُوْنَ انبأنا عبّاد بن منصور عنْ عِکرمة عن ابن عباس قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ یَّنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلٰثاً فِیْ کُلِّ عَیْنٍ وقال یزیدؔ بن هٰرون فِیْ حدیثه انَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَتْ لَهٗ مُکْحُلَةٌ یَکْتَحِلُ مِنْهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلٰثاً فِیْ کُلِّ عَیْنٍ.

حل لغات: یَنَامُ (س) مص نَوْمًا ، نِیَامًا سونا، اونگھنا۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین سلائی اثمد کے سرمہ کی ڈالا کرتے تھے، اور ایک روایت میں ابن عباسؓ ہی سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے سونے کے وقت تین تین سلائی آنکھ میں ڈالا کرتے تھے۔

(۳) حدثنا احمد بن منیع انبأنا محمّد بن یزید عن محمّد بن اسحٰق عن محمد بن المنکدر عنْ جابر قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالْاِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ فَاِنَّهٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعَرَ.

لہ بفتح الصاد المهملة وتشدید الموحدة .

ؔ ح هذه علامة التحویل من سند الی سند آخر فانهم یکتبون عند الانتقال من سند الی آخر لفظ ح روما للاختصار وهی فی کتب المتاخرین اکثر من کتب المتقدمین ثم هی مختصرة من التحویل او من الحائل او من صح او من الحدیث اقوال للعماء وایضا هل ینطق بها مفردة ثم یمر فی قرائته او ینطق بلفظ مارمز بها له او لا ینطق بها اصلاً ثلثة اقوال لاهل الاصول والجمهور علی الاول وملتقی السندین ههنا عباد بن منصور .

ؔ وقال یزید الخ لیس بمعلق ولا مرسل کما توهم بل هذا بیان اختلاف الرواة فی روایة ابن عباس فهو موصول بالاسناد السابق وقد اخرج المؤلف فی الجامع طریق یزید بن هارون عن علی بن حجر بالاسناد المذکور وبهذا تبین بطلان قول عصام فیما سبق من الکلام قاله القاری .

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اُگاتا ہے۔

---

④ حدثنا قتيبة بن سعيد قَالَ اخبرنا بشربن المفضل عن عبدالله بن عثمان بن خُثَيم[1] عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَيْرَ اَكْحَالِكُمْ الْاِثْمِدُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ.

حل لغات: اَكْحَال كُحْلٌ کی جمع ہے، سرمہ۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے سب سرموں سے سرمہ اثمد بہترین سرمہ ہے آنکھ کو بھی روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اُگاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث کے راویوں میں بشر بن مفضل کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ ان کا معمول چار سو رکعات نفل روزانہ پڑھنے کا تھا، اور ایک دن افطار اور ایک دن روزہ یہ دائمی معمول تھا۔

---

⑤ حدثنا ابراهيم بن المستمرّ[2] البصرى حدثنا ابوعاصم عن عثمان بن عبدالملك عن سالم عن ابن عمر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور اقدس ﷺ سے یہی نقل کیا کہ اثمد ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو بھی روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے۔

تشریح: ان سب روایتوں میں اثمد کی ترغیب ہے لیکن ان سے وہی آنکھیں مراد ہیں جن کو موافق آجائے ورنہ بعض عوارض کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ سرمہ موافق

---

[1] خثيم بخاء معجمة فمثلثة مصغرًا كذا ضبطه المناوى والبيحورى فما فى النسخ خيثم غلط وكذا سعيد بن جبير بجيم مضمومة فموحدة مفتوحة وسكون ياء كما فى المغنى.

[2] بصيغة اسم الفاعل من الاستمرار.

نہیں آتا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، علماء نے ان ارشادات اور معمولات کی وجہ سے لکھا ہے کہ سرمہ ڈالنا سنت ہے اور خاص اثمد کا سرمہ افضل ہے لہٰذا اگر اثمد کے علاوہ کوئی اور سرمہ ڈالے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی البتہ فضیلت اس کے لئے ہے۔

باب ما جاء فی لباس رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کا ذکر

تشریح: اس باب میں مصنفؒ نے سولہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، لباس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ آدمی کا لباس کوئی واجب ہوتا ہے کوئی مستحب کوئی حرام کوئی مکروہ اور کوئی مباح، آدمی کو لباس کے وقت اہتمام سے مندوبات کی طرف رغبت اور مکروہات سے اجتناب ہونا چاہئے، واجب وہ مقدار لباس ہے جس سے ستر عورت کیا جائے، اور مندوب وہ ہے جس کے پہننے کی شریعت میں ترغیب آئی ہو جیسے عمدہ کپڑا عید بقرہ عید کے لئے اور سفید کپڑا جمعہ کے لئے، مکروہ وہ ہے جس کے نہ پہننے کی ترغیب آئی ہو جیسے غنی کے لئے ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہننا، حرام وہ ہے جس کے پہننے کی ممانعت آئی ہے جیسے مرد کے لئے ریشمی کپڑا بلا عذر پہننا۔

(۱) حدثنا محمّد بن حمید الرازی انبانا الفضل بن موسٰی وابوتمیلۃ[1] وزید بن حباب[2] عن عبد المؤمن[3] بن خالد عن عبداللّٰہ بن بریدۃ عن ام سلمۃ قالت کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصُ[4].

---

[1] ابوتمیلۃ بالمثناۃ الفوقانیۃ مصغرًا ووھم من قال بالمثلثۃ ھو یحیٰی بن واضح الانصاری اخرج حدیثہ الستۃ.

[2] حباب بمھملۃ وموحدتین بینھما الف کتراب ابوالحسین العکلی الخراسانی.

[3] عبد المؤمن یعنی ابن الفضل وابا تمیلۃ وزیدًا کلھم یروون عن عبد المؤمن لیس لہ عند المصنف الا ھذا الحدیث.

[4] القمیص المشھور فی الروایۃ ان لفظ احب اسم لکان فیکون مرفوعًا والقمیص خبرہ فیکون منصوبًا وروی عکسہ ایضا قال البیجوری القمیص اسم لما یلبس من المخیط الذی لہ کمان وجیب یلبس تحت الثیاب ولا یکون من صوف کذا فی القاموس ماخوذ من التقمص بمعنی التقلب لتقلب الانسان فیہ وقیل باسم الجلدۃ التی ھی غلاف القلب فان اسمھا القمیص.

حل لغات: اَحَبُّ اسم تفضیل (ن،افعال) اور افعال سے فصیح ہے، پسند کرنا، محبت کرنا، چاہنا۔ اَلثِّیَابُ ثَوْبٌ کی جمع ہے، دوسری جمع اَثْوَاب ہے، بمعنی کپڑا۔ اَلْقَمِیْصُ (مذکر، مونث) (ج) اَقْمِصَة ، قُمُصٌ ، قُمْصَان کرتا، قمیص (تفعل) مص تَقَمُّصًا کرتا پہننا۔

---

(۲) حدثنا علیؒ[1] بن حُجر حدثنا الفضل بن موسٰی عن عبدالمؤمن بن خالد عن عبداللّٰه بن بریدة عن ام سلمة قالت کَانَ اَحَبُّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِیْصَ.

ترجمہ: (۲،۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کو زیادہ پسند فرمانے کی وجوہ علماء نے مختلف تحریر فرمائی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اس سے بدن اچھی طرح ڈھانکا جاتا ہے بخلاف لنگی وغیرہ کے، اس لئے وہ پسند تھا، بعض کہتے ہیں کہ کم قیمت ہونے اور بدن پر بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف چادر وغیرہ کے، بعض کی رائے ہے کہ اس سے تکبر نہیں پیدا ہوتا برخلاف بعض اور کپڑوں کے، بندۂ ناچیز کے نزدیک اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ کرتہ میں ستر عورت بھی اچھی طرح سے ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہو جاتی ہے برخلاف اور کپڑوں کے کہ ان سے یا تجمل میں کمی رہے گی جیسے لنگی یا ستر عورت میں جیسے چادر، اس باب کی آٹھویں حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے اس کے ساتھ تطبیق اسی جگہ ذکر کی جائے گی۔

---

(۳) حدثنا زیادؒ[2] بن ایوب البغدادی حدثنا ابوتمیلة عن عبدالمؤمن بن

---

[1] علی بن حجر الخ لم یختلف متن الروایة فی هذه الاحادیث الثلثة وانما کررها لاختلاف السند من مبدءه وفی الطریق الثالث زیادة لفظ یلبسه .

[2] زیاد بکسر زای فمثناة تحتیة کعماد والبغدادی نسبة الی البلد المشهور وهو مدنیة السلام قیل فی وجه تسمیته ان بغ اسم لصنم لاهل المشرق وداد بمعنی العطیة ای عطیة صنم بغ ولذاکره ذاك الاسم بعض العلماء .

خالد عن عبدالله بن بريدة عن امّه[1] عن ام سلمة قالت كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْقَمِيْصَ. قال ابوعيسىٰ[2] هٰكذا قال زياد بن ايوب فى حديثه عن عبدالله بن بريدة عن امّه عن ام سَلمة وهٰكذا روى غير واحد عن ابى تميلة مثل رواية زياد بن ايوب و ابوتميلة[3] يزيد في هذا الحديث عن امه وهو اصح.

ترجمہ: وہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بعض لوگوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہننے کے لئے سب کپڑوں میں سے کرتہ زیادہ پسند تھا۔

تشریح: ملا علی قاری نے سیوطی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا جو زیادہ لمبا بھی نہ تھا اور اس کی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی،

---

[1] قال الزين العراقى يحتاج الحال الى معرفتها ولم ار من ترجمها ، قال المناوى وهكذا سكت عن حالها غير واحد من شراح الشمائل ولم يذكرها الحافظ فى المبهمات ولا الكنى وذكر فى مشائخ ابن بريدة اباه دون امه .

[2] قال ابو عيسىٰ الخ غرض المصنف بهذا الكلام ان عبد المومن روى عنه الفضل بن موسىٰ وزيد بن حباب فقالا عن عبد الله بن بريدة عن ام سلمة ولم يذكرا واسطة ام بريدة وروى عنه ابو تميلة ايضا لكن اختلف عليه فى اسناده فروى عنه ابن حميد بدون ذكر الواسطة وروى عنه زيادبن ايوب بواسطة الام وتابع زيادًا على هذه الزيادة غير واحد فالراجح وجود الواسطة فى هذه الرواية وحكى المصنف فى جامعه عن البخارى ان حديث ابن بريدة عن امه عن ام سلمة اصح كما سياتى.

[3] قال البيجورى الذى قرره العصام ان قوله وهو اصح مفعول يزيد فقوله عن امه ليس مفعول يزيد وانما اتى به تعيينًا لمحل الزيادة والمعنى على هذا ان ابا تميلة يزيد فى هذا الحديث لفظ وهو اصح ومحل هذه الزيادة بعد قوله عن امه وقرره بعضهم ان المزيد هو قوله عن امه وجعل قوله وهو اصح من كلام الترمذى والمعنى على هذا ان ابا تميلة يزيد فى هذا الاسناد لفظ عن امه وهذا الاسناد الذى فيه زيادة عن امه اصح من الاسناد الذى فيه اسقاطها وهذا التقرير هو المتبادر لكن اورد عليه ان قوله وابوتميلة يزيد الخ معلوم مما سبق فهو زيادة لا فائدة فيها واعتذر عنه بانه تاكيد لما سبق، قلت واختار القارى والمناوى ايضا ماقرره العصام والظاهر عندى الثانى وما اوردوا عليه من انه تكرار لا فائدة فيه غير صحيح لانه لم يعرف مما سبق ان الزيادة من ابى تميلة او من الرواة عنه ولذا قال المصنف فى الجامع وروى بعضهم هذا الحديث عن ابى تميلة عن عبد المومن عن عبدالله بن بريدة عن امه عن ام سلمة وسمعت محمد بن اسمٰعيل قال حديث ابن بريدة عن امه عن ام سلمة اصح وانما يذكر فيه ابوتميلة عن امه ، فهذا قوله انما يذكر ابوتميلة مثل قوله ابو تميلة يزيد لا فرق بينهما .

بیجوری نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ایک ہی کرتہ تھا، اور حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول صبح کے کھانے میں سے شام کیلئے بچا کر رکھنے کا نہ تھا نہ شام کے کھانے میں سے صبح کیلئے بچانے کا تھا اور کوئی کپڑا کرتہ یا چادر یا لنگی یا جوتہ دو عدد نہ تھے، مناوی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا نہ اس کی آستین لمبی ہوتی تھیں، دوسری حدیث میں حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے۔

(۴) حدثنا عبداللّٰہ بن محمّد بن الحجاج حدثنا معاذ بن ہشام حدثنی ابی عن بدیلؔ العقیلی عن شہر بن حوشب عن اسماء بنت یزید قالت کَانَ کُمُّ قَمِیْصِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الرُّسْغِؔ.

حل لغات: کُمٌّ (ج) اَکْمَامٌ، کَمَمَۃٌ آستین (س) پوشیدہ ہونا (ن) پوشیدہ کرنا۔ اَلرُّسْغ (بسکون السین وضمہا) (ج) اَرْسَاغ، اَرْسُغ گٹا، پہنچا۔

ترجمہ: اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔

تشریح: یہ روایت بظاہر اس روایت کے خلاف ہے جس میں آستین کا پہنچے سے نیچا ہونا وارد ہوا ہے، علماء نے ان دونوں روایتوں کو چند طریق سے جمع کیا ہے، اولاً یہ کہ تعداد اوقات پر حمل کی جائیں کہ کبھی ایسی ہوتی تھیں اور کبھی اس طرح، دوم یہ کہ آستین جس وقت میں سکڑی ہوتی تھی تو پہنچے تک اور جس وقت کہ سیدھی ہوتی تھی تو پہنچے سے نیچے تک بھی ہو جاتی تھی، بعض لوگوں نے دونوں روایتوں کو تخمینہ پر حمل فرمایا ہے

ؔ بدیل بدال مہملۃ مصغرا ھو ابن میسرۃ کما فی نسخۃ والعقیلی مصغرًا نسبۃ الی عقیل بن کعب بن عامر.

ؔ الرسغ بضم الراء وسکون السین او الصاد لغتان ثم غین معجمۃ وھو مفصل ما بین الکف والساعد والحکمۃ فیہ انہ ان جاوز الید منع لابسہ سرعۃ الحرکۃ والبطش وان قصر عن الرسغ تاذی الساعد بالحر والبرد.

اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں، مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بذل المجہود میں تحریر فرمایا ہے کہ پہنچے تک کی روایات افضلیت پر محمول ہیں اور زیادہ کی روایت بیان جواز پر، علامہ جزریؒ نے لکھا ہے کہ کرتہ کی آستین میں سنت یہ ہے کہ پہنچے تک ہو اور کرتہ کے علاوہ چوغہ وغیرہ میں نیچے تک لیکن انگلیوں سے متجاوز نہ ہو۔

⑤ حدثنا ابوعمار الحسين بن حريث حدثنا ابونعيم حدثنا زهير عن عروة بن عبدالله بن قشير[1] عن معاوية بن قرة عن ابيه قال اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ[2] لَنُبَايِعَهٗ[3] وَاِنَّ قَمِيْصَهٗ لَمُطْلَقٌ اَوْ[4] قَالَ زِرُّ قَمِيْصِهٖ مُطْلَقٌ قَالَ فَاَدْخَلْتُ يَدِيْ فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهٖ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ.

حل لغات: رَهْطٌ (بفتح الهاء وسکونہا) (ج) اَرْهُطٌ ، اَرْهَاط بمعنی قبیلہ، قوم، جماعت، تین سے دس افراد تک کی جماعت جس میں کوئی عورت نہ ہو صرف مرد ہی مرد ہوں۔ نُبَايِعُ (مفاعلت) مص مُبَايَعَةٌ باہم معاہدہ کرنا، اسی سے ''بیعت'' (عہد وپیمان) آتا ہے۔ مُطْلَقٌ اسم مفعول کھلا ہوا (افعال) چھوڑ دینا، کھول دینا (ن) چھوڑ دینا، طلاق دیدینا، قید نکاح سے آزاد کردینا۔ اَدْخَلْتُ (افعال) داخل کرنا، اندر ڈالنا۔ يَدٌ (ج) اَيْدِيْ ہاتھ اور مجازاً قبضہ وقدرت بھی مراد لیتے ہیں۔ مَسِسْتُ (س،ن) مص مَسًّا ، مَسِيْسًا چھونا، لگنا۔

ترجمہ: قرۃ بن ایاسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] قشير بقاف وشين معجمة مصغرًا وكذلك الحسين ، وحريث ونعيم وزهير كلهم مصغرون وقرة بضم القاف وتشديد الراء .

[2] بضم ميم وفتح زائ وسكون تحتية قبيلة معروفة من مضر (قارى) مسماة باسم احدى جدتهم والجار والمجرور صفة لرهط .

[3] اى على الاسلام وهو متعلق بقوله اتيت .

[4] قال الحنفى الشك من معوية او ممن دونه وتعقبه العصام فقال الشك من معوية وممن قال منه او ممن دونه فقد ارتاب وتبعه ابن حجر وردهما ميرك بقوله الشك من شيخ الترمذى وحققه القارى لروايات منها ما اخرجه ابن سعد وابن ماجه عن ابى نعيم بهذا السند بغير شك .

خدمت میں قبیلۂ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کیلئے حاضر ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوا تھا میں نے آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر تبرکاً مہر نبوت کو چھوا۔

تشریح: ان کی حاضری جس وقت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان کھلا ہوا تھا اسی حالت میں ان کو زیارت ہوئی، محبت کا لازمہ ہے کہ محبوب کی ہر ادا دل میں گھپ جائے، عروہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ کو اور ان کے بیٹے کو کبھی بھی گریبان کی گھنڈی لگائے نہیں دیکھا، گرمی ہو یا سردی ہمیشہ ان کی گھنڈیاں کھلی رہتی تھیں ان حضرات کے اسی عشق کی بدولت آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ادا امت کے پاس محفوظ ہے۔ **جزاهم الله عنا وعن سائر الامة احسن الجزاء.**

---

⑥ **حدثنا عبد بن حُمَيْد حدثنا محمّد بن الفضل حدثنا حمّاد بن سلمة عن حبيب بن الشهيد عن الحسن عن انس بن مَالك اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَهُوَ مُتَّكِئٌ[1] عَلٰى اسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ[2] قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ مُحَمَّد بْنُ الْفَضْلِ سَالَنِىْ يَحْيٰى بْنُ مُعِيْنٍ عَنْ هٰذا الْحَدِيْثِ اَوَّلَ مَا جَلَسَ اِلَىَّ فَقُلْتُ حدثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ لَوْ كَانَّ[3] مِنْ كِتَابِكَ فَقُمْتُ لِاُخْرِجَ كِتَابِىْ فَقَبَضَ عَلٰى ثَوْبِىْ ثُمَّ قَالَ اَمْلِهٖ[4] عَلَىَّ فَاِنِّىْ اَخَافُ اَنْ لَا اَلْقَاكَ قَالَ فَاَمْلَيْتُهٗ**

---

[1] متكئ اسم فاعل من الاتكاء وفي نسخة متوكئ من التوكأ وكلاهما بمعنى واحد وهو الاعتماد قاله القاري واختلف في اسناد هذا الحديث كما ياتي في باب اتكائه صلى الله عليه وسلم

[2] قطري بكسر القاف وسكون الطاء بعدها راء ثم ياء النسب نسبة الى القِطر بالكسر وهو نوع من البرود اليمنية يتخذ من قطن وفيه حمرة واعلام مع خشونة او نوع من حلل حياد يحمل من بلد بالبحرين اسمها قطر بفتحتين فكسر القاف وسكنت الطاء على خلاف القياس وقال الحافظ ابن حجر ثياب من غليظ القطن ونحوه .

[3] ان كان للشرط فجوابه محذوف اى لكان احسن لما فيه من زيادة التثبت وان كان للتمنى فلا يحتاج الى الجواب .

[4] امله بلام مشددة مفتوحة مع كسر الميم من الاملال وهو بمعنى الاملاء او بسكون الميم وكسر اللام المخففة من الاملاء يقال امللت الكتاب وامليته اذا القيته على الكاتب ليكتب والمعنى حدثني بالاملاء اولا قبل ان تجيئ بالكتاب وفيه كمال التحريض على تحصيل العلم .

عَلَيْهِ ثُمَّ اَخْرَجْتُ كِتَابِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ.

حل لغات: يَتَّكِئُ (افتعال) مص اِتِّكَاءً تکیہ لگانا، ٹیک لگانا، بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا۔ تَوَشَّحَ (تفعل، افتعال) کپڑا پہننا، کپڑا بغل کے نیچے سے نکال کر کاندھے پر ڈالنا، جس طریقے سے حالت احرام میں ڈالا جاتا ہے۔ صَلّٰى (تفعیل) مص تَصْلِيَةً ، صَلَاةً دعاء کرنا، نماز پڑھنا، صلّٰی بہ نماز پڑھانا۔ سَأَلَ (ف) پوچھنا، سوال کرنا، دست سوال دراز کرنا۔ جَلَسَ (ض) مص جَلْسَةً ، جُلُوْسًا ، بیٹھنا۔ كِتَابٌ (ج) كُتُبٌ رسالہ، خط، صحیفہ، کتاب۔ قُمْتُ مص قِيَامًا (ن) کھڑا ہونا، قیام کرنا۔ اُخْرِجُ (افعال) نکالنا، باہر کرنا، خارج کرنا۔ قَبَضَ (ض) کسی چیز کو ہاتھ سے پکڑنا، پنجے سے پکڑنا، دامن سمیٹنا۔ اَمْلِ (افعال) مص اِمْلَاءً بول کر لکھانا، املاء کرانا، یہاں صیغۂ امر استعمال کیا گیا ہے ''لکھوایئے'' اسی سے ''اَمالِی'' (املاء کئے ہوئے اقوال) آتا ہے۔ اَخَافُ مص خَوْفًا (س) دراصل خَوِفَ يَخْوَفُ تھا، ڈرنا، اندیشہ کرنا۔ اَلْقَا فعل مضارع واحد متکلم (س) مص لِقَاءً، لِقَايَةً ملنا، ملاقات کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ پر سہارا لگائے ہوئے مکان سے تشریف لائے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یمنی منقش کپڑا تھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لپٹے ہوئے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر تشریف لاکر صحابہؓ کو نماز پڑھائی۔

تشریح: یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا ہے، چنانچہ دار قطنی نے اس کی تصریح کی ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ پر سہارا لگا رکھا تھا اور غالب یہ ہے کہ مرض الوفات کا قصہ ہے کہ اس قسم کے واقعات اس میں پیش آئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی چیز پر ٹیک لگانے کے باب میں بھی یہ حدیث آئے گی، اس حدیث کی سند کے متعلق ایک عجیب قصہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے جس سے حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث کے ساتھ شدت

اشتیاق اوران کی نگاہ میں دنیا کی بے ثباتی معلوم ہوتی ہے، محمد بن الفضل کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین (جوعلم حدیث کے بڑے جلیل القدر امام ہیں حتی کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ انہوں نے دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں) نے بیٹھتے ہی اس حدیث کو مجھ سے دریافت کیا میں نے سنانا شروع کیا تو وہ فرمانے لگے کہ کاش اپنی کتاب سے سناتے تا کہ زیادہ قابل اطمینان ہوتی، محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں کتاب لینے کے لئے اندر جانے لگا تو یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہ نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور یہ کہنے لگے کہ پہلے مجھے حفظ ہی لکھاتے جاؤ موت حیات کا کچھ اعتبار نہیں ممکن ہے کہ میں پھر مل سکوں نہ مل سکوں کتاب دیکھ کر دوبارہ سنا دینا، محمد بن فضل کہتے ہیں کہ اول میں نے حفظ سنائی اور پھر کتاب لاکر دوبارہ دیکھ کر سنائی، اللہ اکبران کو طرفین کی حیات کا اس قدر بھی اطمینان نہیں تھا کہ اندر سے کتاب لانے تک زیست کا یقین ہو اور حدیث کا شغف کہ اس کے فوت ہوجانے کا بعید خطرہ بھی گوارا نہ ہوا۔

---

⑦ **حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبداللّٰہ بن المبارك عن سعید بن ایاس الحریری عن ابی نضرۃ[1] عن ابی سعید الخدری قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ[2] ثَوْباً سَمَّاہُ بِاسْمِہٖ عِمَامَۃً اَوْقَمِیْصاً اَوْ رِدَاءً ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ[3] اَسْاَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَاصُنِعَ لَہٗ.**

---

[1] ابی نضرۃ بنون مفتوحۃ وضاد معجمۃ ساکنۃ وتقدم فی باب الخاتم فارجع الیہ .

[2] استجد ای لبس ثوبا جدیدًا وقولہ سماہ باسمہ زاد فی بعض النسخ عمامۃ او قمیصًا او ردائً او غیرھا ای یقول ھذہ عمامۃ مثلا وتعقب بان کلامہ علیہ السلام تصان عن الخلو عن الفائدۃ وھذہ لا فائدۃ فیہ واجیب بان القصد اظھار النعمۃ او یقول کسانی اللّٰہ ھذا القمیص مثلاً قلت والا وجہ عندی ما قال المظھر انہ بیان لضمیر کسوتنیہ ای یقول فی القمیص مثلاً اللھم لک الحمد کما کسوتنی ھذا القمیص وکذا فی غیر القمیص من العمامۃ وغیرہ ویؤیدہ لفظ جمع الفوائد اذا استجد ثوبا قال اللّٰھم لک الحمد انت کسوتنی ھذا ویسمیہ باسمہ اما قمیصًا واما عمامۃ الحدیث لکن فیہ انہ روی الحدیث عن ابی داؤد والترمذی ولفظھما فی اصلیھا مثل الشمائل فتامل .

[3] کما کسوتنیہ الکاف للتعلیل ای لک الحمد علی کسوتک لی ایاہ او للتشبیہ فی الاختصاص ای الحمد مختص بک کاختصاص الکسوۃ .

حل لغات: اِسْتَجَدَ (افتعال) نیا ہونا، نیا کپڑا پہننا (افعال وتفعیل) سے بھی اسی معنی میں ہے۔ سَمَّا (تفعیل) مص تَسْمِیَۃً نام رکھنا، متعین کرنا، نشان لگانا۔ اِسْمٌ (ج) اَسْمَاءُ ، اَسَامٍ ، اَسَامِیْ نام، علامت، نشان۔ عِمَامَۃٌ (ج) عَمَائِم ، عِمَامٌ دستار، پگڑی۔ اَلْحَمْدُ مص (س) تعریف کرنا، حمد کرنا، خوبی بیان کرنا، اچھائی بیان کرنا۔ کَسَوْتَ (ن) مص کَسْوًا کپڑا پہنانا (س) مص کَسًا کپڑا پہننا۔ خَیِّرٌ اسم تفضیل "اَخْیَرُ" کا مخفف ہے (ج) اَخْیار، خِیَار، خُیُوْرٌ بمعنی بھلائی، خوبی، نیکی، اچھائی (ض) مص خَیْرًا صاحب خیر ہونا۔ صُنِعَ فعل ماضی مجہول (ف) بنانا، کرنا، اسی سے صنعت استعمال ہوتا ہے۔ اَعُوْذُ (ن) مص عَوْذًا ، عِیَاذًا ، مَعَاذًا پناہ لینا، پناہ چاہنا۔ شَرٌّ (ج) شُرُوْر برائی، یہ ہر قسم کی برائی کے لئے اسم جامع ہے (ن، ض، س) شریر ہونا، شرارت کرنا۔

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کپڑا پہنتے تو اظہار مسرت کے طور پر اس کا نام لیتے مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا ایسے ہی عمامہ چادر وغیرہ، پھر یہ دعا پڑھتے **اللّٰھم لك الحمد كما كسوتنيه اسألك خيره وخيرما صنع لهٗ واعوذبك من شره وشرما صنع لهٗ**، (ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں اور اس کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے یا اللہ تجھ ہی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب نہ ہو ضائع نہ ہو) اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھ ہی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا، کپڑے کی بھلائی برائی تو ظاہر ہے اور ''جس چیز کے لئے بنایا گیا'' کا مطلب یہ ہے کہ گرمی سردی اور زینت وغیرہ ''جس غرض کے لئے پہنا گیا'' اس کی بھلائی یہ ہے کہ اللہ کی رضا میں استعمال ہو عبادت پر معین ہو اور اس کی برائی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال ہو عجب وتکبر وغیرہ پیدا کرے۔

(۸) حدثنا[1] هشام بن يونس الكوفي انبأنا القاسم بن مالك المزني عن الجريري عن ابي نضرة عن ابي سعيد الخدري عن النَّبي صَلَّى اللّٰهُ عليه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نحوهُ. حدثنا محمّد بن بشار انبأنا معاذ بن هشام حدثني ابي عن قتادة عن انس بن مالك قال كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ[2] الْحِبَرَةَ[3].

حل لغات: اَلْحِبَرَةُ (ج) حَبَرَات ، حِبَرَات ، حِبَرٌ یہ ایک قسم کی یمنی چادر کا نام ہے۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی منقش چادر کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ تھی۔

تشریح: یہ حدیث بظاہر باب کی پہلی حدیث کے مخالف ہے جس میں کرتہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ہونا بیان کیا گیا ہے، علماء نے اس کی مختلف توجیہیں فرمائی ہیں سب سے زیادہ سہل تو یہ ہے کہ ان میں کچھ منافات ہی نہیں وہ بھی زیادہ پسند تھا اور یہ بھی یا یہ کہا جائے کہ پہننے کے کپڑوں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں چادر، بعض لوگوں نے ثبوت کے لحاظ سے اس حدیث کو زیادہ قوی بتایا ہے، بعض لوگوں نے اس پہلی حدیث کو اقسام لباس پر حمل کیا ہے کہ کپڑوں کی سب قسموں میں کرتہ زیادہ پسند تھا اور اس حدیث کو اَلوان پر یعنی رنگ کے لحاظ سے منقش چادر کا رنگ پسند تھا، بعض نے کہا ہے کہ یہ چادریں سبز رنگ کی ہوتی تھیں، اور مقصود یہ ہے کہ رنگ کے اعتبار سے

---

[1] هكذا ذكر المصنف هذا السند بعد الاول في الجامع ايضا والظاهر عندي ان غرضه تقوية الاتصال فان ابا داؤد ذكر عدة من ارسله .

[2] الضمير لاحب الثياب وفي نسخ يلبسها فالضمير الى الثياب والجملة حال على ما قاله المناوي وصفة لاحب او الثياب على ما قاله القاري .

[3] الحبرة بالنصب خبر كان واحب بالرفع اسمها على ما صحح في اكثر نسخ الشمائل ويجوز عكسه وهو الذي ذكره الزمخشري في تصحيح المصابيح والحبرة كعنبة برد يماني من قطن مخبر اي مزين ولا يعارض ما تقدم من كون القميص احب الثياب لما اشتهر في مثله من ان المراد انه من جملة احب الثياب او هما باعتبار الوقتين مثلاً كان القميص احب حين يكون ، عند نشأته والحبرة حين يكون بين اصحابه .

سبز رنگ پسند تھا کہ جنتی لباس سبز رنگ ہوگا۔

⑨ حدثنا محمود بن غيلان انبانا عبدالرزاق انبانا سفين[1] عن عون بن ابی جحيفة[2] عن ابيه قَالَ رَءَيْتُ[3] النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَاَنِّي اَنْظُرُ اِلٰى بَرِيْقِ سَاقَيْهِ قَالَ سُفْيٰنُ اَرَاهَا[4] حِبَرَةً .

حل لغات: اَنْظُرُ فعل مضارع واحد متکلم (ن) (الیٰ کے صلے کے ساتھ) دیکھنا (فاء کے صلے کے ساتھ) غور کرنا، سوچنا۔ بَرِيْق (ن) مص بَرْقًا ، بُرُوْقًا ، بَرِيْقًا روشن ہونا، ظاہر ہونا، چمکنا، اس جگہ بَرِيْق کا ترجمہ حاصل مصدر کا ہوگا یعنی چمک، روشنی۔ سَاقٌ (مؤنث) (ج) سُوْق ، سِيْقَان ، اَسْوَاق پنڈلی۔

ترجمہ: ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے، سفیانؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔

تشریح: یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایت میں بالتصریح موجود ہے، سفیان اس روایت کی مراد میں منقش جوڑا اس لئے بتلاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے علماء کا اس میں اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں، سب سے پہلے باب میں بھی گذر چکا ہے کہ اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کی جاسکتی ہے، حضرت قطب

---

[1] ای الثوری لما فی نسخة وقیل ابن عیینة .ق م

[2] ابی جحیفة بضم الجیم وفتح حاء مهملة وسکون یاء وبفاء هو وهب الخیر تقدم فی باب الشیب .

[3] وهذه الرؤیة وقعت له فی بطحاء مکة فی حجة الوداع کما صرح به فی روایة البخاری .

[4] علی صیغة المضارع المجهول یعنی اظن الحمراء حبره قاله القاری واحتاج الی هذا التاویل لورود النهی عن لبس الحمراء واختلاف العلماء فی ذلك علی اقاویل کثیرة ذکر منها الحافظ فی الفتح والقاری فی جمع الوسائل سبعة مسالك للعلماء واختلف اقوال الحنفیة ایضًا فی ذلك وفی الدر المختار للشرنبلالی فیه رسالة نقل فیها ثمانیة اقوال منها انه مستحب .

ارشاد مولانا گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں بکثرت یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لئے فتویٰ کی رو سے جائز ہے تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے کہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔

(۱۰) حدثنا علی بن خشرمؔ حدثنا عیسٰی بن یونس عن اسرائیل عن ابی اسحٰق عن البراء بن عازب قَالَ مَا رَءَیْتُ اَحَداً مِّنَ النَّاسِ اَحْسَنَ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ کَانَتْ جُمَّتُهٗ لَتَضْرِبُ قَرِیْبًا مِنْ مَنْکِبَیْهِ.

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹھے حضور ﷺ کے مونڈھوں کے قریب تک آرہے تھے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے باب میں گزر چکی ہے یہاں سرخ جوڑے کی وجہ سے مکرر ذکر کی گئی۔

(۱۱) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرَّحمٰن بن مَهْدی انبانا عبیداللّٰه بن ایاد عن ابیه عن ابی رمثةؓ قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ بُرْدَانِ اَخْضَرَانِ.

حل لغات: بُرْدَان ، بُرْدَة کا تثنیہ ہے (ج) بُرُوْدٌ ، اَبْرُدٌ ، اَبْرَادٌ دھاری دار کپڑا، منقش چادر، یمنی منقش چادر بُرْدَان اَخْضَرَان (دو سبز یمنی منقش چادریں)

---

۱ خشرم کجعفر بخاء وشین معجمتین منصرف علی ما فی القاموس وضبط فی نسخة بفتح المیم علی عدم الصرف ولعل علته الاخری العجمة قاله القاری .

۲ قال القاری بیان للواقع لا للتقیید ، قلت ویؤیده ما تقدم من سیاقه فی باب حلقه صلی اللّٰه علیه وسلم بلفظ علیه حلة حمراء ما رأیت شیئًا قط احسن منه .

۳ تقدم الحدیث فی باب شیبه صلی اللّٰه علیه وسلم وفی باب خضابه صلی اللّٰه علیه وسلم واعاده ههنا لمناسبة الثیاب وقال المصنف فی الجامع هذا حدیث غریب لا نعرفه الا من حدیث عبید اللّٰه .ق

۴ قال عصام ای ذو خطوط خضر واعترض علیه ابن حجر بانه اخراج اللفظ عن ظاهره واجیب بان البرد عند اهل اللغة ثوب مخطط فتعقیبه بالخضرة یدل علی انه مخطط بها ولو کان اخضر بحت لم یکن برد .

ترجمہ: ابورمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے بھی دو جگہ گزر چکی ہے لباس کی وجہ سے اس باب میں مختصر طور پر ذکر کی گئی۔

---

(۱۲) حدثنا عبد بن حميد حدثنا عفان بن مسلم قَالَ انبانا عبدالله بن حسّان العنبری عن جدتيه[۱] دحيبة[۲] وعلية عن قيلة بنت مخرمة قَالَتْ رَءَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ اَسْمَالٌ[۳] مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْ نَفَضَتَاهُ[۴] وَفِي الحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ[۵].

حل لغات: اَسْمَال ، سَمَلٌ کی جمع ہے پرانا کپڑا، بوسیدہ کپڑا (افعال) کپڑے کا پرانا اور بوسیدہ ہونا۔ مُلَيَّتَيْنِ ، مُلَاءَةٌ کا تثنیہ ہے، بمعنی چادر، لنگی۔

---

۱ قال القاری احدهما من قبل الاب والثانية من قبل الام وقيلة جدة ابيهما ام امه وكانت ربتهما

۲ دحيبة بالضم على المشهور وقيل بالفتح وعلية كذا فی النسخ والصواب بفله صفية كما حققه الشراح وهما بنتا علية وبالصواب اخرجه المص فی جامعه ونصه عن عبد الله بن حسان انه حدثته جدتاه صفية بنت علية ودحيته بنت علية حدثتاه عن قيلة بنت مخرمة وكانتا ربيبتيها وقيلة جدة ابيهما ام امه انها قالت قدمنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث وهكذا بالصواب اخرجه ابوداؤد ولفظه عن عبد الله بن حسان حدثتنی جدتای صفية ودحيبة ابنتا علية الخ .

۳ جمع سمل محركة كاسباب جمع سبب والسمل الثوب الخلق والمراد بالجمع مافوق الواحد فيصدق بالاثنين وهو المتعين ههنا لاضافته الى المليتين وقيل وصفه بالجمع باعتبار اجزاء الثوب بل قال المزنی لوادت كانتا تقطعتا حتى صارتا قطعا فلا اشكال فی الجمع والاضافة بيانة كحرد قطيفة والملية بتشديد الياء تصغير الملاءة بالضم والمد لكن بعد حذف الالف والايقال مليئة والملاءة الازار وقيل الريطة اى الملحفة وفی القاموس هی كل ثوب لم يضم بعضه الى بعض بخيط بل كله نسج واحد .

۴ اى الاسمال وفی نسخة نفضتا اى نفضت المليتان لون الزعفران ولم يبق منه اثر وحذف المفعول شائع ويجوز ان يكون من قولهم نفض الثوب نفضا اى ذهب بعض لونه من الصفرة والحمرة فلا يحتاج الى حذف المفعول .

۵ قصة طويله اخرجها الطبرانی بسند لا باس به مختصرا واخرجها ايضا الطبرانی من طريق حفص بن عمر فی معجمه الكبير بطولها قريب من ورقتين قاله القاری قلت وذكرها الحافظ فی الاصابة فی ترجمة قيلة .

ترجمہ: قیلۃ بنت مخرمہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں، لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے۔

تشریح: زعفران کے رنگے ہوئے کپڑوں کی حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے اس لئے اس حدیث میں اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس زعفران کا اثر باقی نہیں رہا تھا تا کہ ان احادیث سے اختلاف واقع نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرانی دو چادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا اسی وجہ سے صوفیا نے شکستگی کی حالت کو اختیار فرمایا کہ یہ تواضع کی طرف لے جانے والی ہے اور تکبر سے دور کرنے والی ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو تو پھر شکستگی کی حالت محمود نہیں چہ جائے کہ بجائے اس نفع کے اور مضرت حاصل ہو جیسا کہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے کہ بسا اوقات اس اظہار شکستگی کو اظہار کمال کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور زبان حال سے سوال ہوتا ہے، حضرت ابوالحسن شاذلی قدس سرہ کا جو اکابر صوفیا میں ہیں قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ لباس میں تھے کسی شکستہ حال نے ان پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ میری یہ ہیئت حق تعالیٰ شانہ کا حمد و شکر ظاہر کر رہی ہے اور تیری یہ حالت صورت سوال بن رہی ہے تو اپنی زبان حال سے لوگوں سے سوال کر رہا ہے، الغرض بہ نیت تواضع لباس فاخرہ نہ پہننا افضل ہے بشرطیکہ کسی اور مضرت کی طرف نہ پہنچ جائے، اس کے بالمقابل اگر کوئی دینی مصلحت مقتضی ہو مثلاً کسی ہدیہ دینے والے مخلص کی دلداری مقصود ہو یا اور کسی قسم کی دینی منفعت اس پر مرتب ہوتی ہو تو عمدہ لباس پہننا بھی افضل اور مندوب ہو جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹنیوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا، البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا کا نہایت معمولی ہوتا تھا، اسی وجہ سے اکثر مشائخ تصوف کا یہی معمول رہا ہے، البتہ حضرات نقشبندیہ اور شاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہے اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی جیسا کہ حضرت ابوالحسن شاذلیؒ نے فرمایا، نفس

مَنَاخِل مَنْخَلٌ کی جمع ہے، چھلنی (جس سے آٹا چھانا جاتا ہے) (ن) آٹا چھاننا۔ عَهْدٌ (ج) عُهُوْد زمانہ، عہد، وقت۔ تَصْنَعُوْنَ (ف) کرنا، بنانا، تیار کرنا۔ نَنْفُخُ (ن) مص نَفْخًا پھونک مارنا۔ يَطِيْرُ مص طَيْرًا (ض) اُڑنا۔ نَعْجِنُ (ن، ض، افتعال) آٹا گوندھنا۔

ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے انہوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا، پھر سائل نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں، انہوں نے فرمایا نہیں تھیں، سائل نے پوچھا کہ پھر جَو کی روٹی کو کیسے پکاتے تھے (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے ہیں) سہلؓ نے فرمایا کہ اس کے آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اُڑ جاتے تھے باقی گوندھ لیتے تھے۔

تشریح: اللّٰهُ الصمد، آج کل گیہوں کی روٹی بھی بغیر چھنے کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے حالانکہ بغیر چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم بھی ہوتی ہے اور میدہ کی روٹی نہایت ثقیل، لیکن پھر بھی تنعم کے زور میں بہت سے گھرانوں میں یہ فضول رواج جاری ہو گیا ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو اسلام میں آئی ہے وہ چھلنیوں کا رواج ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ وہ بدعت ہے جو شرعاً سنت کے مقابل شمار کی جاتی ہے بلکہ جدید رواج کے اعتبار سے بدعت کہہ دیا ہے ورنہ اس کے جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

⑤ حدثنا محمّد بن بشار حدثنا معاذ بن هشام قَالَ حَدَّثنی ابی عن یونس عن قتادَة عن انس بن مَالك قَالَ مَا اَكَلَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ[1] وَلَا فِیْ سُكُرُّجَةٍ[2] وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قال فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ

[1] خوان قال القاری المشهور فیه کسر المعجمة ویجوز ضمها وهو المائدة ما لم یکن علیه طعام ویطلق فی المتعارف علی ماله ارجل ویکون مرتفعا عن الارض واستعماله من صنیع المترفین فلا یفتقروا الی خفض الراس عند الاکل فالاکل علیه بدعة انتهی قلت بل فیه تشبه بالنصاری ایضا

[2] سکرجة بضم السین المهملة والکاف والراء المشددة المهملة وقیل الصواب فتح رائه اناء صغیر یو کل فیه الشئ القلیل.

مص حَیَاۃً زندہ رہنا۔ کَفِّنُوْا (تفعیل) مص تکْفِیْن کفن دینا، مردے کو کپڑے پہنانا۔ مَوْتٰی ، مَیِّتٌ کی جمع ہے اور دوسری جمع اَمْوَات ہے، مردہ، بے جان، بے حس (ن) مص مَوْتًا مرنا، بے جان ہونا، بے حس و بے عقل ہونا۔ خِیَار ، خَیِّرٌ کی جمع ہے دیگر جمعیں اَخْیَار ، خُیُوْر اچھا، بہتر، بھلا، نیک۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے، سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہئے اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہئے۔

تشریح: اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید لباس پہننے کا ذکر نہیں، اس لئے اس کو شمائل میں ذکر کرنا مخفی ہے لیکن یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب فرمائی تو خود پہننا بھی نکل آیا، چنانچہ بخاری وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید لباس زیب تن فرمانا بالتصریح ثابت ہے۔

---

(۱۴) **حدثنا محمد بن بشار انبانا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سُفْیٰن عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن ابی شبیب عن سمرة بن جندب قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا الْبَيَاضَ[1] فَاِنَّهَا اَطْهَرُ[2] وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتٰكُمْ.**

حل لغات: اَطْهَر صیغۂ اسم تفضیل (ک) مص طُهْرًا ، طَهَارَةً صاف ہونا، پاک ہونا، ظاہر ہونا۔ اَطْيَبُ اسم تفضیل (ج) اَطَايِبْ (ض) مص طِيْبًا اچھا ہونا، پاکیزہ ہونا۔

ترجمہ: سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] البياض اى الثياب البيض بولغ فيها فكانها نفس البياض او البسوا ذا البياض على حذف المضاف .

[2] لان الثوب المصبوغ اذا وقعت عليه نجاسة لا يظهر عليها مثل ظهورها اذا وقعت على ثوب ابيض وقال الطيبى لان البيض اكثر تاثرا من الثياب الملونة فيكون اكثر غسلا فيكون اكثر طهارة .ق

حریزٌ[1] بن عثمان عن سلیم بن عَامر قَالَ سمعتُ ابا امامة الباهلی یقولُ مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيْرِ.

حل لغات: يَفْضُل (ن،س) زائد ہونا، باقی رہنا، بچ جانا۔

ترجمہ: ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جَو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔

تشریح: یعنی جَو کی روٹی اگر کبھی پکتی تھی تو وہ مقدار میں اتنی ہوتی ہی نہیں تھی کہ بچتی اس لئے کہ پیٹ بھرنے کو بھی کافی نہیں ہوتی تھی اور اس پر حضور اقدس ﷺ کے مہمانوں کی کثرت اور اہل صفہ تو مستقل طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے ہی۔

(۳) حدثنا عبداللّٰه بن معاوية الجمحیّ[2] حدثنا ثابت بن يزيد عن هلال بن خبّابٌ[3] عنْ عِكرمَة عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمتتَابِعَةَ يَجِدُ طَاوِيًا[4] هُوَ وَاَهْلُهٗ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً[5] وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ.

حل لغات: يَبِيْتُ (ض) رات گذارنا، رات بسر کرنا، رات کاٹنا۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

---

[1] بفتح حاء مهملة وكسر راء وتحتية ساكنة آخره زاى كان ثبتا ناصبيا وغلط من قال له رؤية قاله المناوى.

[2] الجمحى بضم الجيم وفتح الميم نسبة لجمح جبل لبنى نمير قاله المناوى عن القاموس وقال فى الانساب للسمعانى نسبة الى بنى جمح قال صاحب المغنى هو جمح بن عمر.

[3] بفتح الخاء المعجمة وتشديد الموحدة الاولى، ق والحديث اخرجه المصنف فى جامعه بهذا السند وقال حسن صحيح.

[4] اى خالى البطن جائعا قال ميرك طوى بالكسر يطوى اذا جاع وطوى بالفتح يطوى اذا جوع نفسه قصدًا.

[5] عشاء بالفتح هو طعام العشاء بالكسر وهو آخر النهار والمعنى لا يجدون ماياكلونه فى الليل قال المناوى قال الشارح فيه عدم الاثم فى عدم اطعام الجائع حيث رضى اغنياء الصحابة بكونهم جائعين وهو زمن استغفر الله لقائله وكيف يظن عاقل بمكان الصحب وماكانوا عليه من بذلهم النفوس دونه صلى الله عليه وسلم انه يبلغهم ذلك وسكتوا عنه بل كان صلى الله عليه وسلم لشرف نفسه يبالغ فى ستر ذلك عنهم.

عن ابیهِ عن الشعبیؒ[1] عن عروة بن المغیرة بن شعبة عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً[2] رُوْمِیَّةً[3] ضَیِّقَةَ الْکُمَّیْنِ.

حل لغات: جُبَّةٌ چوغہ جُبَّہ قمیص جُبَّة رُوْمِیَّةٌ ''ملک روم کا بنا ہوا چوغہ'' ضَیِّقَةٌ ، ضَیِّقٌ کا مؤنث ہے، تنگ، چھوٹا (ض) تنگ ہونا، چھوٹا ہونا، کسا ہوا ہونا۔

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

تشریح: یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے علماء نے ایسی ہی احادیث سے استنباط فرمایا ہے کہ کفار کی بنائی ہوئی چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں جب تک کہ کسی خارجی طریقے سے ان کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو، اس لئے کہ روم میں اس وقت تک لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے بنے ہوئے کپڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمائے ہیں۔

☆☆☆

---

[1] الشعبی هو نسبة لشعب کفلس بطن من همدان بسکون المیم هو عامر بن شراحیل والشعبی بالضم هو معاویة بن حفص والشعبی بالکسر هو عبد اللّٰه بن مظفر وکلهم محدثون فتمیز

[2] جبة بضم الجیم وتشدید الموحدة قیل هی ثوبان بینهما قطن وقد یقال لما لا حشو له اذا کانت ظهارته من من صوف . ق م

[3] هکذا فی روایة المصنف فی الجامع وفی ابی داؤد جبة من صوف من جباب الروم لکن وقع فی اکثر روایات الصحیحین جبة شامیة ولا منافات بینهما فان الشام حینئذ داخل تحت حکم قیصر ملك الروم فکانهما واحد من حیث الملك ویمکن ان یکون نسبة هیئتهما المعتاد لبسها الی احدهما ونسبة خیاطتها الی الاخری قاله القاری .

حل لغات: مُقْعٍ اسم فاعل (افعال) اکڑوں بیٹھنا۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نوش فرما رہے تھے اور اس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔

تشریح: یعنی کمر کو دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک رکھا تھا، کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لیکن اس جگہ پر چونکہ ضعف کے عذر سے تھا اس لئے نہ اس روایت پر ان احادیث کے خلاف کا اشکال ہوسکتا ہے جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلا عذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ثابت ہوسکتا ہے۔

باب مَا جَاء فِي صِفَةِ خُبْزِ[1] رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا ذکر

تشریح: یعنی کس قسم کی روٹی کھانے کا آپ کا معمول تھا، اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا محمد بن المثنى ومحمّد بن بشار قَالاَ حدثنا محمّد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابى اسحٰق قال سمعتُ عبدالرّحمٰن بن يزيد يحدث عن الاسود بن يزيد عن عَائشة رضى اللّٰه عنها انّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ[2] صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ[3] رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

---

[1] بالضم اسم لما يوكل وبالفتح مصدر بمعنى اصطناعه والمراد الاول وقال ابن حجر زعم ان فى الترجمة حذفا اى خبز آل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ليطابق الحديث باطل لان ما ياكله آله هو خبزه ويكون منسوبًا اليه على انه صلى اللّٰه عليه وسلم داخل فيهم.

[2] يعنى عياله الذين كانوا فى مؤنته وليس المراد بهم من حرمت عليهم الصدقة قال ميرك ويحتمل ان لفظ الآل مقحم ويؤيده ان الصنف اخرجه فى آخر الباب من طريق شعبة بلفظ ما شبع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فيحصل المطابقة بينه وبين الترجمة، قال المناوى وما ياكله عياله يسمى خبزه فالخبز مطابق للترجمة.

[3] اشارة الى استمرار تلك الحالة طول مدة اقامته بالمدينة وهى عشر سنين.

(۱) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن محمد بن سيرين قال كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ[۱] مِنْ كَتَانٍ فَتَمَخَّطَ فِيْ اَحَدِهِمَا فَقَالَ بَخٍ بَخٍ[۲] يَتَمَخَّط ابو هريرة فى الكتّان لقد[۳] رَاَيْتُنِیْ وَاِنِّیْ لَاَخِرُّ[۴] فيما بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِیْءُ الْجَائِیْ فَيَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰى عُنُقِیْ يَرٰى اَنَّ بِیْ جُنُوْنًا وَمَا بِیْ جُنُوْنٌ اِلَّا الْجُوْعُ.

حل لغات: مُمَشَّقَان ، مُمَشَّق کا تثنیہ ہے، بمعنی رنگین، رنگی ہوئی چیز (تفعیل) رنگین ہونا۔ كَتَّان سوتی کپڑا، سن، سن کا ریشہ جس سے کپڑا بنا جاتا ہے۔ يَتَمَخَّطُ (تفعل، افتعال، تفعیل) ناک صاف کرنا، ناک کی ریزش صاف کرنا، رینٹھ صاف کرنا، ناک کی ریزش اور رینٹھ کو "مُخاط" کہا جاتا ہے۔ بَخٍ بَخٍ واہ واہ، شاباش بَخْبَخَ الْبَعِيْرُ (فعللۃ) اونٹ کا بلبلانا۔ اَخِرُّ فعل مضارع واحد متکلم (ن،ض) مص خَرًّا ، خَرِيْرًا گرنا، پڑنا، جیسا کہ قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (اور سب کے سب یوسفؑ کے آگے سجدے میں گر گئے) مِنْبَر (ج) مَنَابِر بلند جگہ، جہاں سے واعظ یا خطیب لوگوں کو خطاب کرتا ہے۔ مَغْشِيًّا صفت مفعولی، بے ہوش (س) مص غَشْيًا، غَشًا بے ہوشی طاری ہونا۔ يَجِیْءُ (ض) آنا، اسم فاعل "جَاءٍ" آتا ہے (ب کے صلے کے ساتھ، لانا) يَضَعُ (ف) مص وَضْعًا رکھنا، وضع کرنا۔ عُنُق (ج) اَعْنَاق گردن۔ جُنُوْن مص (ن) دیوانہ ہونا، حاصل مصدر "دیوانگی" ہے۔ اَلْجُوْعُ بھوک (ن) مص جَوْعًا ،

---

[۱] ممشقان بتشديد الشين المعجمة المفتوحة اى مصبوغان بالمشق بالكسر وهو الطين الاحمر وقيل المغرة قاله القارى وقال المناوى وفى المصباح امشقت الثوب امشاقا صبغته بالمشق فالمفعول على بابه وقالوا ثوب ممشق بالتشديد والفتح ولم يذكروا فعله .

[۲] بخ بخ بسكون آخره فيهما وقيل بكسره غير منون فيهما وفيه لغات اخر كلمة تقال عند الرضاء بالشئ والفرح تفخيم الامر وتعظيمه وقد تستعمل للانكار كما ههنا .

[۳] اللام فى جواب قسم مقدر اى والله لقد قاله القارى .

[۴] بصيغة المتكلم من المفرد من حد ضرب مشتق من الخرور اى اسقط على الارض .

بن اسحٰق یعنی الحَضرمیؒ حدثنا شعبةُ عنْ سُفیٰن الثوری عن علی بن الاقمر عن ابی جحیفة قال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَلَا اٰکِلُ مُتَّکِئًا. حدثنا محمّد بن بشارٌ حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیٰن عن علی بن الاقمر نحوهٗ.

ترجمہ: ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

تشریح: یہ حدیث ایک باب میں پہلے گزر چکی ہے۔

④ حدثنا هرونؒ بن اسحٰق الهمدانی حدثنا عبدة بن سُلیمان عن هشام بن عروة عن ابن لکعب بن مَالك عن ابیه قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ بِاَصَابِعِهِ الثَّلٰثِ وَیَلْعَقُهُنَّ.

ترجمہ: کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔

تشریح: بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے اس کے بعد شہادت کی انگلی اس کے بعد انگوٹھا یہی تین انگلیاں تھیں جن سے کھانا تناول فرمانے کا معمول میرے آقا کا تھا، اس ترتیب میں بھی علماء نے متعدد مصالح بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ انگلیاں چاٹنے کا دَور اس طرح دائیں کو چلتا ہے کہ شہادت کی انگلی درمیانی انگلی کے دائیں جانب واقع ہوگی، دوسرے یہ کہ بیچ کی انگلی لمبی ہونے کی وجہ سے زیادہ ملوث ہوتی ہے اس لئے بھی اس سے ابتدا مناسب ہے، خطابی لکھتے ہیں

لہ نسبة الی حضرموت قبیلة بالیمن ویعقوب هذا احد القراء العشرة المعروفة.

سے قال البیحوری تبعا للمناوی فی الفرق بین هذه الروایة وروایة الحسین الصدائی المتقدمة ان الحدیث مرسل فی هذا الاسناد وقال القاری ظاهره انه موقوف علیه ویحتمل رفعه، ولیت شعری کیف حکموا علیه بالارسال او الوقف وقد تقدم بهذا السند مرفوعًا متصلاً فی باب تکاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وانما کرره ههنا لاختلاف ترجمة الباب فتامل.

سے هذا هو الحدیث الذی اشار الیه المصنف ان غیر ابن بشار رواه یلعق اصابعه الثلث ولم یظهر لی وجه فی الفصل بالاحنبی بین روایتی ابن کعب وکان حقه ان یذکر معه ومثل هذا ینسب الی النساخ وللتوجیه مساغ.

قَالَ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ[1] وَلَا لَحْمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ[2] قَالَ مَالِكٌ سَاَلْتُ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ[3] مَا الضَّفَفُ فَقَالَ اَنْ يَّتَنَاوَلَ[4] مَعَ النَّاسِ.

حل لغات: شَبِعَ (س) سیر ہونا، پیٹ بھرا ہوا ہونا۔ خُبْزٌ روٹی (ض، افتعال) روٹی بنانا، روٹی پکانا، لَحْمٌ (ج) لِحَام ، لُحُوْم گوشت۔ ضَفَفٌ اس لفظ کے دس معنی آتے ہیں مگر یہاں اس کے معنی ہیں ''لوگوں کی بھیڑ'' قلت خوراک کے ساتھ کھانے والوں کی کثرت۔ يَتَنَاوَل (تفاعل) کھانا تناول کرنا، کھانا کھانا۔

ترجمہ: مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیری فرمائی مگر حالت ضفف پر، مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ایک بدوی سے ضفف کے معنی پوچھے تو اس نے لوگوں کے ساتھ کھانے کے معنی بتائے۔

تشریح: ضفف کے معنی خفی تھے چنانچہ اب بھی اہل لغت اس میں مختلف ہیں اسی وجہ سے مالک بن دینار نے ایک بدوی سے دریافت کیا ہے اجتماعی حالت میں

---

[1] بفتح القاف وتشديد الطاء المهملة اى اصلا وفى زمن من الزمان وهل المراد انه ما شبع من احدهما كما افهمه توسط قط بينهما معا كما ياتى فى الباب الطويل عن انس ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يجتمع عنده غداء ولا عشاء من خبز ولحم الاعلى ضفف محل تردد .ب ق

[2] قوله ضفف هو بفتح الضاد المعجمة والفائين اولاهما مفتوحة وفى الفائق روى خفف وشظف والثلثة فى معنى ضيق المعيشة وقلتها يعنى لم يشبع صلى الله عليه وسلم الا والحال خلاف الخصب والرخاء وقيل معناه كثرة الايدى واجتماع الآكلين كما فسر فى الحديث قال البيجورى تبعًا للمناوى اى الا اذا نزل به الضيوف فيشبع حينئذ بحيث ياكل ثلثى بطنه لضرورة الا يناس والمحابرة هذا هو المتعين فى فهم هذا المقام وما ذكره بعض الشراح من ان المعنى لم يشبع فى بيته بل مع الناس فى الولائم والعقائق فهو هفوة لا يليق ذلك بجنابه صلى الله عليه وسلم اذ لو قيل فى حق الواحد منا ذلك لم يرتضه فما بالك بذلك الجناب الا فخم والملاذ الاعظم .

[3] لانهم اعرف باللغات .ق ب

[4] قال القارى بضم اوله وفى نسخة بفتحه ومعنى الخبر على هذا انه صلى الله عليه وسلم لم يشبع منهما اذا اكل وحده ولكن شبع منهما اذا كان ياكل مع الناس ثم قيل معناه انه ياكل مع اهل بيته او مع الاضياف او فى الضيافات والولائم والعقائق .

باب مَا جَاء فی صفة اکلِ رَسُوْل اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس ﷺ کے کھانا تناول فرمانے کا طریقہ

تشریح: یعنی کھانا تناول فرمانے کے بعض آداب کا بیان، اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی عن سُفیٰن عن سعدؔ بن ابراهیم عن ابنؔ لکعب بن مَالك عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْعَقُ اَصَابِعَهٗ ثَلٰثاً قال ابوعیسٰیؔ وروی غیر محمد بن بشار هٰذا الحدیث قال کَانَ یَلْعَقُ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ.

حل لغات: یَلْعَقُ مص لعْقًا (س) چاٹنا، چوسنا لَعْقُ الْاَصَابع انگلیاں چاٹنا۔

ترجمہ: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔

---

۱ الاکل بفتح الهمزة ادخال جامد من الفم الی البطن والشراب ادخال المائع وقیل الاکل ادخال شیئ من الفم الی البطن بقصد الاغتذاء والاول اولی.

۲ سعد بن ابراهیم هو الصواب فما فی بعض النسخ سعید بن ابراهیم سهو من الکاتب قاله القاری قلت ولیس فی الرواة احد اسمه سعید بن ابراهیم فهو سعد بن ابراهیم بن عبد الرحمٰن ابن عوف الزهری.

۳ ابن لکعب اختلف فی اسمه فقیل عبد اللّٰه وقیل عبد الرحمٰن قال القاری جاء فی روایة بالشك بینهما قال میرك والصواب عبد اللّٰه قلت وجزم شیخنا فی البذل بانه عبد الرحمٰن وروایة الشك اخرجها مسلم بطریقین قال النووی لا یضر الشك فی الراوی اذا کان بین الثقتین فان ابنی کعب هٰذان ثقتان، قلت واخرجها مسلم بطرق عن عبد الرحمٰن.

۴ قال ابو عیسٰی الخ لعل غرض المصنف بیان ان لفظ یلعق اصابعه الثلث محفوظ دون اصابعه ثلثا ولذا ایده بروایة انس الاتیة وسیاتی روایة غیر ابن بشار قریبًا قال القاری الظاهر ما قاله میرك من ان التقدیر ثلثًا من الاصابع لیوافق روایة اصابعه الثلث ومن جعله قیدا لیلعق وزعم ان معناه کل واحدة من اصابعه ثلث مرات فقد ابعد من المرام فانه لم یات التصریح فی روایة انه صلی اللّٰه علیه وسلم لعق اصابعه ثلث مرات ووقع التصریح بلعق اصابعه الثلث فی کثیر من الطرق، انتهی.

باب مَا جَاء فی خُفّ[1] رَسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کے بیان میں

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قسم کے موزے استعمال فرمائے ہیں موزے کے آداب میں سے دایاں موزہ پہلے پہننا ہے، نیز موزہ کا پہننے سے قبل جھاڑ لینا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معجزات میں طبرانی نے ایک روایت موزہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا قصد فرمارہے تھے کہ ایک کوا آکر دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اوپر لے جا کر اس کو پھینک دیا، اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کیا اور آداب موزہ سے ایک قانون فرمادیا کہ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے، امام ترمذیؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا هناد بن السَرِيّ حدثنا وكيع عن دلهم بن صالح عن حجير[2] بن عبدالله عن ابن بريدة[3] عن ابيه اَنَّ النَّجَاشِيَّ[4] اَهْدٰى لِلنَّبِيِّ[5] صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] الخف معروف وجمعه خفاف ككتاب وخف البعير جمعه اخفاف كقفل واقفال .م

[2] حجير بضم حاء مهملة ففتح جيم فسكون ياء آخره راء له هذا الحديث الواحد اخرجه ابوداؤد والترمذي وابن ماجة قاله القاري .

[3] ابن بريدة هو عبد الله وفي بعض النسخ ابى بريدة قال القسطلاني هو غلط فاحش قال القاري وقد يوجه بانه كنيته ، قلت لكن اهل الرجال ذكر واكنيته ابا سهل .

[4] النجاشي كسر اوله افصح من فتح وتشديد الياء افصح من تخفيفها وتشديد الجيم خطأ قاله البيجوري تبعاً للمناوي وقال القاري تشديد الجيم خطأ وهو بفتح النون وتكسر وقول ابن حجر كسر النون افصح غير صحيح لقب لملوك الحبشة كالتبع لليمن وكسرى للفرس وقيصر للروم وهرقل للشام وفرعون لمصر القاب جاهلية واسم هذا الملك اصحمه وقد ارسل صلى الله عليه وسلم اليه عمرو بن امية الضمري يدعوه الى الاسلام فاسلم ومات سنة تسع من الهجرة عند الاكثر على ما صرح به العسقلاني قاله القاري وفي البذل قبل فتحه مكة وصلى عليه النبي صلى الله عليه وسلم بالمدينة كما هو المشهور في كتب الحديث .

[5] وفي نسخة الى النبي صلى الله عليه وسلم واستعمال اهدى باللام والى شائع .

ہوں نہ اس کو قسم دیتا ہوں لیکن یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیسے ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ ایک سائل ایک دن آپؐ کے پاس آیا تھا تو آپؐ نے مجھ سے فرمادیا تھا کہ اس کو تین درم دے دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ اس کے تین درم ادا کردو، اس کے بعد ایک اور صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا کہ میرے ذمہ تین درم بیت المال کے ہیں میں نے خیانت سے لے لئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیوں خیانت کی تھی عرض کیا میں اس وقت بہت محتاج تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ ان سے وصول کرلو اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعا کرالے (کہ اب روانگی کا وقت ہے) ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹا ہوں منافق ہوں بہت سونے کا مریض ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی یا اللہ اس کو سچائی عطا فرما ایمان (کامل) نصیب فرما اور (زیادتی) نیند کی مرض سے صحت بخش دے، اس کے بعد ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو نہ کیا ہو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمرؓ چپ رہو دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا اللہ اس کو سچائی اور (کامل) ایمان نصیب فرما اور اس کے احوال کو بہتر فرمادے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع سے کوئی بات کہی جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے جدھر بھی وہ جائیں ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک اور صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بزدل ہوں سونے کا مریض ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعاء فرمائی، حضرت فضلؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر نہ تھا، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذَكِيٌّ هُمَا اَمْ لَا قال ابوعيسٰى هٰذا هو ابو اسحٰق الشيْبَانِيُّ[1] واسْمُهٗ سُليمان.

حل لغات: تَخَرَّقَا فعل ماضی تثنیہ مذکر غائب (تفعل) پھاڑنا (انفعال) پھٹنا، چاک ہونا (ض) پھاڑنا، قرآن میں ہے اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ۔ ذَكِيٌّ صیغۂ صفت (ج) اَذْكِيَاء ذبح شدہ، مذبوحہ، ذبح کردہ (ن) مص ذَكًا ، ذَكَاةً ذبح کرنا (جانور کو حلال کرنا)

ترجمہ: مغیرۃ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کئے تھے ایک دوسری روایت میں موزوں کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا بھی ذکر ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا، یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمایا کہ کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے۔

تشریح: اس اخیر لفظ سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح اور غیر مذبوح کی کھال دونوں استعمال کرنی جائز ہیں بعض ائمہ کا اس میں اختلاف ہے جس کی بحث کتب فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔

باب مَا جَاء فی نعلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّمَ

باب حضور اقدس ﷺ کے نعلین (جوتہ) شریف کے ذکر میں

تشریح: اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتہ کی ہیئت اور اس کے پہننے کا اور نکالنے کا طریقہ ذکر فرمایا ہے، نعل شریف کا نقشہ اور اس کے برکات وفضائل

---

[1] الشيبانی بمعجمة وتحتية وموحدة نسبة الى شيبان قبيلة معروفة فی بكر بن وائل وهو شيبان بن جميل بن ثعلبه قاله السمعانی والغرض ان ابا اسحاق هذا ليس بسبيعی كما يوهمه كون اسرائيل الراوی من ولده .

[2] النعل قد يجئ مصدرًا قد يجئ اسما وهو محتمل للمعنيين ههنا والثانی هو الاظهر قاله القاری

رباح عن الفضل بن عباس قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرْضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ وَعَلٰی رَأْسِهٖ عِصَابَةٌ[1] صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ یا فَضْلُ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ رَأْسِیْ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ عَلٰی مَنْكِبِیْ ثُمَّ قَالَ وَدَخَلَ فِی الْمَسْجِدِ وَفِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ[2]۔

حل لغات: عِصَابَة (ج) عَصَائب پٹی، عمامہ۔ صَفْرَاءُ اَصْفَر کا مؤنث ہے (ج) صُفْرٌ زرد رنگ کی چیز اِصْفَرٌ (افعلال) زرد رنگ کا ہونا، پیلا ہونا (تفعیل) زرد کرنا۔ سَلَّمْتُ مص تَسْلِیْم (تفعیل) سلام کرنا۔ اُشْدُدْ فعل امر حاضر (ن) مضبوط کرنا، قوی کرنا۔

ترجمہ: فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ کے مرض الوفات کی حالت میں حاضر ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر اس وقت زرد پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے فضل اس پٹی سے میرے سر کو خوب زور سے باندھ دو پس میں نے تعمیل ارشاد کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور میرے مونڈھے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسجد کو تشریف لے گئے، اس حدیث میں مفصل قصہ ہے۔

---

[1] بکسر العین المهملة ای خرقة او عمامة قال القاری لکن قوله الاتی اشدد بها راسی یؤید الاول بل یعینه قال المناوی وهو غیر مرضی اذ العمامة یشدبها الراس کما لا یخفی ، قلت ویوید الاول ما فی المواهب بروایة الدارمی عن ابی سعید قال خرج علینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ونحن فی المسجد وهو معصوب الراس بخرقة الحدیث قال الزرقانی ای من احل الصداع .

[2] ذکرها فی مجمع الزوائد عن الفضل بن عباس قال جاء نی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فخرجت الیه فوجدته موعوکًا قد عصب راسه قال خذ بیدی یا فضل فاخذت بیده حتی انتهی الی المنبر الحدیث رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط وابو یعلی بنحوه وقال فی آخره فقام رجل فقال یا رسول اللّٰه انی حبان الحدیث وفی اسناد ابی یعلی عطاء بن مسلم وثقه ابن حبان وغیره وضعفه جماعة وبقیة رجال ابی یعلی ثقات وفی اسناد الطبرانی من لم اعرفهم انتهی ما فی مجمع الزوائد .

حل لغات: مُثَنّٰی دوہرا، تہ کیا ہوا۔ شِرَاكٌ (ج) اَشْرُكٌ شُرُكٌ جوتے کا تسمہ جو قدم کی پشت پر پڑا رہتا ہے (تفعیل) شَرَّكَ تَشْرِيْكٌ جوتے میں تسمہ لگانا۔

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف کے تسمہ دوہرے تھے۔

تشریح: یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسمہ تھے یعنی ہر تسمہ دوہرا تھا، اس حدیث کی سند میں ایک راوی خالد حذاء ہیں حذاء کے معنی موچی کے ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ یہ صاحب خود موچی نہیں تھے لیکن نشست برخاست اور تعلقات موچیوں سے تھے اس لئے ان کا لقب خالد موچی پڑ گیا تھا کہ اسی سے پہچانے جاتے تھے جس قسم کے آدمیوں سے تعلقات ہوتے ہیں ان کے ظاہری اور باطنی اثرات رنگ لائے بغیر نہیں رہتے۔

(۳) حدثنا احمد بن منيع ويعقوب بن ابراهيم حدثنا ابو احمد الزبيري[1] حدثنا عيسى بن طهمان قال اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ[2] لَهُمَا قِبَالَانِ قَالَ فَحَدَّثَنِيْ ثَابِتٌ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُمَا كَانَا نَعْلَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حل لغات: جَرْدَاوَيْن صفت ہے، جَرْدَاءُ مؤنث کا تثنیہ ہے اَجْرَدُ واحد مذکر (ج) جُرْدٌ بالوں سے خالی (بے بال کے) جوتے (س) خالی ہونا، ننگا ہونا۔

ترجمہ: عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھلائے ان پر بال نہیں تھے مجھ سے اس کے بعد ثابت نے یہ بتایا کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف تھے۔

تشریح: اکثر چمڑے کو بغیر بال اتارے بھی عرب میں جوتہ بنالیا جاتا تھا اس لئے راوی نے بالوں کا ذکر فرمایا۔

---

[1] الزبيري نسبة لجده زبير بالزاى مصغرًا واسمه محمد بن عبد الله بن الزبير.

[2] جرداوين الجرداء مونث اجرد وهى التى لا شعر عليها استعير من ارض جرد لا نبات فيها وقيل معناه خلقين.

⑤ حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن سمَاك بن حرب عن جابر بن سمرة قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا علٰی وِسَادَةٍ. قال ابوعیسٰی[1] لَمْ یذکر وکیع علٰی یسَارہ ھٰکذا روی غیر واحد عن اسرائیل نحو روایة وکیع ولا نعلم احدًا روی فیه عَلٰی یسَارہٖ الامَاروی اسحٰق بن منصور عن اسرائیل.

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔

تشریح: یہ وہی حدیث ہے جو باب کے شروع میں گذر چکی، مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر کلام کرنا مقصود تھا اس لئے مکرر ذکر فرمایا۔

باب مَا جَاء فی اتکاءٍ[2] رَسُوْل اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس ﷺ کا تکیہ کے علاوہ کسی اور چیز پر ٹیک لگانے کا ذکر

تشریح: تکیہ کا ذکر پہلے باب میں گذر چکا ہے، اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمیوں پر بیماری کی حالت میں سہارا اور ٹیک لگانا بھی ثابت ہے بظاہر اسی لئے مصنف نے اب باب کو مستقل ذکر کیا، اس باب میں دو روایتیں ہیں۔

① حَدَّثنا عبدالله بن عبدالرحمٰن حدثنا عمرو بن عَاصم حدثنا

---

[1] قال ابو عیسٰی الخ غرض المص ان زیادة لفظ علی یساره غریب تفرد به اسحاق بن منصور المتقدم روایته فی اول الباب وکذا تکلم المصنف علی هذه الزیادة فی جامعه.

[2] اتکاء قال بعض الشراح ان الغرض من الباب السابق بیان تکئته علیه السلام وفی هذا بیان الاتکاء المصدر فالفرق بینهما بالمعنی المصدری وبیان ما اتکئ علیه ولذا قالوا لبعض الروایات المتقدمة فی الترجمة السابقة الاولی ذکره فی الباب الآتی والا وجه عندی فی بیان الفرق فی الترجمتین ان فی الاولی کان ذکر الوسادة المعروفة اعم من بیانها وبیان الاتکاء علیها وفی هذه الترجمة بیان الاستناد علی غیر الوسادة من الانسان وغیره بل یظهر من ملاحظة الروایات ان الغرض ههنا الاتکاء علی الانسان خاصة فکر امة الانسان یوهم عدم جواز الاتکاء علیه ولذا افرد هذا الباب فتامل ثم رأیت القاری وغیره مالوا الی قریب من ذاك التوجیه فللّٰه الحمد والمنة.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتہ پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے میں ایسے ہی جوتے کو پسند کرتا ہوں۔

تشریح: منشا سوال کا یہ تھا کہ عرب میں اس وقت تنعم وتمدن ایسا نہ تھا اس لئے بالوں سمیت چمڑے کا جوتہ عام طور سے بنالیا جاتا تھا، اسی لئے بخاری شریف کی مفصل حدیث میں ہے کہ عبید نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں چند چیزیں آپ کے معمولات میں ایسی دیکھتا ہوں جو دوسرے صحابہؓ کے معمولات میں نہیں دیکھتا، منجملہ ان کے یہ بھی ذکر کیا کہ آپ صاف شدہ چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ اتباع کے شدت اہتمام میں اس کا لحاظ فرماتے تھے، دوسرے حضرات عام دستور کے موافق ویسے ہی چمڑے کا بنا لیتے تھے، حدیث بالا میں اس وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے جوتے میں چونکہ پنجہ نہیں ہوتا نیچے چمڑی اوپر تسمہ اس لئے جوتہ پہنے ہوئے بھی وضو ہو سکتی ہے اور بے تکلف پاؤں دھل سکتا ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تعلیم وجواز کے واسطے ایسا بھی کر لیتے تھے، بعض علماء نے اس میں وضو کا مطلب یہ بتایا ہے کہ وضو کے بعد فوراً نعلین شریف پہن لیتے تھے پاؤں کے خشک ہونے کا انتظار نہ فرماتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فوراً پاؤں میں جوتہ پہننے سے وضو میں کوئی نقص نہیں آتا۔

⑤ **حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن ابی ذئب عن صَالح مولی التؤمةؔ عن ابی هريرة قال كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ.**

ترجمہ: ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔

⑥ **حدثنا احمد بن منيع حدثنا ابواحمد حدثنا سفيٰن عن السّدیؔ**

ؔ التوأمة كالدحرجة بفتح مثناة وسكون واو وفتح همزة هي امرأة لها صحبة سميت بذلك لانها كانت مع اخت في بطن.

ؔ السدى بمهملة مضمومة فمهملة مشددة مكسورة نسبة الى السدة وهو باب الدار نسب اليها اسمٰعيل بن عبد الرحمٰن لبيعه المقانع بباب مسجد الكوفة وهو السدى الكبير وحفيده السدى الصغير والمراد ههنا الكبير.

کو گنوایا ہے اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا خواہ اس کی ذات میں کسی کو شریک کرے یا عبادت میں یا اس سے استعانت حاصل کرنے میں یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں یا پیدا کرنے میں یا پکارنے میں یا کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے اس کی طرف امور سونپنے میں یعنی جیسے اللہ جل شانہٗ کے سب کام سپرد ہیں اسی طرح اور کو بھی جانے، نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کئے ہیں۔

گناہ پر اصرار کی نیت رکھنا، نشہ کی چیز پینا، اپنے محرموں سے نکاح کرنا، جوا کھیلنا، کفار سے دوستی کرنا باوجود قدرت کے جہاد نہ کرنا، مردار گوشت کھانا، نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا، قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو برا کہنا یا ان کا انکار کرنا، صحابہ کرام کو برا کہنا، بیوی اور خاوند میں لڑائی ڈلوانا، اسراف کرنا، کسی کے سامنے ننگا ہونا (یعنی بیوی کے علاوہ) بخل کرنا، پیشاب اور منی سے پاک نہ کرنا یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا، تقدیر کو جھٹلانا، تکبر کی وجہ سے پائچہ ٹخنوں سے نیچے کرنا، نوحہ کرنا، برا طریقہ ایجاد کرنا، محسن کی ناشکری کرنا، کسی مسلمان کو کافر کہنا، حائضہ سے صحبت کرنا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا، جانور سے بدفعلی کرنا، امرد کو شہوت سے دیکھنا، کسی کے گھر میں جھانکنا، عالموں اور حافظوں کی حقارت کرنا، اگر ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں تو ان کے درمیان مساوات نہ کرنا، امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ وغیرہ بتائے ہیں، ان کبائر میں بھی درجات ہیں اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کے بڑے گناہ فرمایا گیا ہے، اور مختلف احادیث میں موقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ و استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا معاف ہو جاتا ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا چاہے اس کے بعد کسی دوسرے وقت وہ پھر سرزد ہی ہو جائے اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہئے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔

حل لغات: یَمْشِیَنَّ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب بانون تاکید ثقیلہ (ض) چلنا۔ یُحْفِ مص اِحْفَاءً (افعال) جوتا اتار دینا، برہنہ پا کر دینا (س) برہنہ پا ہونا۔

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتی پہن کر کوئی نہ چلے یا دونوں پہن کر چلے یا دونوں نکال دے۔

تشریح: اس حدیث کو شمائل میں ذکر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ ایک جوتہ پہننے کی نہیں تھی اس لئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو منع فرما رہے ہیں تو خود ایسا کام کیوں کرتے، بظاہر اس حدیث میں ممانعت سے مقصود عادۃً ایسا کرنا ہے لہٰذا اگر کسی عارض کی وجہ سے تھوڑی بہت دیر ایسے چلے مثلاً جوتہ ٹوٹ جائے یا کوئی اور عارض پیش آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس حدیث کے ذیل میں علماء نے ایک موزہ اور ایک آستین پہننے کو بھی داخل فرمایا ہے، غرض معتاد طریقہ پر ہر چیز کو پہننا چاہئے، تکلف اور بے تمیزی سے احتراز چاہئے۔

---

⑧ حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالك عن ابی الزنیر عن جابر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّاْكُلَ یَعْنِیْ[ك] الرَّجُلَ بِشِمَالِهٖ اَوْ یَمْشِیَ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتہ پہنے۔

تشریح: جمہور علماء کے نزدیک یہ ارشادات استحبابی ہیں یعنی حرام نہیں ہیں، لیکن بعض اصحاب ظاہر نے ناجائز بتایا ہے۔

---

⑨ حدثنا قتیبة عن مالك ح وحدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن

ك یعنی زاد لفظ یعنی ابوالزبیر او من دونه لنسیان الفاظ الشیخ والرجل لیس باحتراز عن المرأة بل المراد الشخص بطریق العموم.

دینا یا جھوٹی بات کرنا، راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کون سی بات فرمائی تھی، اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے، اور جھوٹ کا ذکر فرماتے وقت اہتمام کی وجہ سے بیٹھ گئے اور بار بار فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکوت فرمائیں بار بار ارشاد نہ فرمائیں۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار ارشاد فرمانے پر سکوت کی تمنا تو اس عشق و محبت کی وجہ سے ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار فرمانے پر تعب ہوگا اور ہم لوگوں کے لئے ایک بار فرمانا بھی کافی ہے اور ممکن ہے اس خوف سے ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضی اور غصہ کے آثار ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس خطرے سے ہو..... کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ ایسا ارشاد فرمائیں کہ جو امت کے لئے باعثِ خسران بن جائے، جن لوگوں کو کسی دینی یا دنیاوی دربار کی حاضری میسر ہوتی ہے وہ اس حالت سے خوب واقف ہوتے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار ارشاد فرمانا شدتِ اہتمام کی وجہ سے تھا کہ جھوٹ کی وجہ سے آدمی زنا، قتل وغیرہ بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کے منہ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان سے دور رہتا ہے۔ (اعتدال) اس حدیث شریف میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے، شریعت میں گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ کہلاتے ہیں جو وضو نماز روزہ حج وغیرہ سے معاف ہوتے رہتے ہیں، دوسرے کبیرہ گناہ یعنی بڑے سخت گناہ کہلاتے ہیں جن کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتے البتہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی کی رعایت فرما کر اپنے فضل

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کنگھی کرنے میں اور جوتہ پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتی الوسع دائیں سے ابتدا فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: ان تین کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے، اور حتی الوسع سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت بائیں کے ابتدا کی لاحق ہو تو مضائقہ نہیں۔

(۱۱) حدثنا محمّد بن مرزوق ابوعبداللّٰه حدثنا عبدالرحمٰن بن قيس ابومعاوية انبأنا هشامٌ[1] عن محمّد عن ابى هُرَيْرة قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَاَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ترجمہ: ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جوتہ میں بھی دوہرا تسمہ تھا، ایک تسمہ کی ابتدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔

تشریح: غالباً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی لئے اس کو اختیار فرمایا کہ دو تسموں کا ہونا ضروری نہ خیال کرلیا جائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ذِكْرِ[2] خَاتَمِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] قال العصام المسمى بهشام فى اسانيد الشمائل خمسة قال المناوى هذا هشام ابن حسان وهو الراوى عن ابن سيرين .

[2] ذكر زاد لفظ ذكر للتنبيه على تميز هذه الترجمة من الترجمة المتقدمة فان المراد فى الاولى هى البضعة الناشزة عند الكتف والمراد هناك الطابع الذى يختم به الكتب وفى لفظ الخاتم خمس لغات وقيل عشر والافصح كسر التاء ، قال الزين العراقى لم ينقل كيف كانت صفة خاتمه الشريف هل كان مربعا اور مثلثا او مدورًا وعمل الناس فى ذلك مختلف وفى كتاب اخلاق النبوة انه لا يدرى كيف هو قالوا والخاتم حلقة ذات فص من غيرها فان لم يكن لها فص فهى فتخة قاله البيجورى واختلف فى حكم الخاتم كما بسط فى المطولات وفى الدر المختار ترك التختم لغير السلطان والقاضى وذى حاجة اليه كمتول افضل قال ابن عابدين اشار الى ان التختم سنة لمن يحتاج اليه كما فى الاختيار .

حل لغات: تُكَأَةٌ (فُعَلَة کے وزن پر) ٹیک لگانے کی چیز جیسے تکیہ وغیرہ، لاٹھی بھی اسی کے مفہوم میں داخل ہے، یہاں اس سے مراد ''تکیہ'' ہے (س) مص تَكْأً (افعال) مص اِيْكَاءً (افتعال) مص اِتِّكَاءً ٹیک لگانا، تکیہ لگانا، سہارا لینا۔

تشریح: مصنفؒ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا عباس بن محمّد الدوریؒ[۱] البغدادی حدثنا اسحٰق بن منصور عن اسرئیل عنْ سماك بن حرب عن جَابر بن سمَرة قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ متَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهٖ[۲].

حل لغات: مُتَّكِئًا اسم فاعل (افتعال) تکیہ لگانا، سہارا لگانا۔ وِسَادَةٌ (ج) وَسَائِدُ وسَادات تکیہ (تفعل) تکیہ لگانا، سر کے نیچے تکیہ رکھنا۔

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔

تشریح: تکیہ دائیں اور بائیں دونوں جانب میں جائز ہے حدیث میں بائیں جانب کا لفظ کسی تخصیص کی وجہ سے نہیں اتفاقی امر ہے، لیکن قواعد محدثین کے لحاظ سے بائیں کا لفظ یہاں مشہور روایات میں نہیں ہے اس لئے امام ترمذیؒ نے باب کے ختم پر اس لفظ پر کلام کیا ہے۔

---

(۲) حدثنا حمید بن مسعدة حدثنا بشر بن المفضل حدثنا الجریریؒ[۳] عن عبدالرحمٰن بن ابی بکرة عن ابیہؓ[۴] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[۱] الدوری بضم المهملة قال شراح الشمائل محلة ببغداد وقرية من قراها وقال صاحب المغنی قرية بعراق .

[۲] ای حال کونها موضوعة علی جانبه الایسر وهو بیان الواقع لا للتقیید فیجوز الاتکاء علی وسادة یمینا ویسارًا وسیصرح المصنف بان زیادة علی یساره انفرد بها اسحٰق قال القاری والمناوی لکنه مع ذٰلك محتج به .

[۳] الجریری بضم الجیم وفتح الراء الاولی فتحتیة ساکنة هو سعید بن ایاس الجریری .

[۴] ابیه هو ابو بکرة نفیع ابن الحارث صحابی مشهور .

کے پاس ارسال کرنے شروع فرمائے تو سنہ چھ یا سنہ سات ہجری میں مہر بنوائی اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں کہ انگوٹھی کا حکم کیا ہے بعض علماء نے مطلقاً سنت فرمایا ہے، بعض علماء نے غیر سلطان اور قاضی کے لئے مکروہ بتلایا ہے علماء حنفیہ (کثر اللّٰہ تعالٰی جمعھم وشکر سعیھم) کی تحقیق شامی کے قول کے موافق یہ ہے کہ بادشاہ قاضی متولی وغیرہ غرض جن کو مہر کی ضرورت پڑتی ہو ان کیلئے تو سنت ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے جائز تو ہے لیکن ترک کرنا افضل ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی وقت بنوائی جب سلاطین کو خطوط لکھنے کیلئے اس کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ حدیث ۶ میں آرہا ابوداؤد شریف وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بادشاہ کے علاوہ کو انگوٹھی پہننے کی ممانعت بھی آئی ہے مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اکثر صحابہؓ سے پہننا بھی ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت بھی دوسری احادیث میں آئی ہے اس لئے اس ممانعت کو اسی خلاف اولیٰ پر حمل کیا ہے۔

(۴) حدثنا قتیبة حدثنا ابوعوانة عن ابی بشر عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَکَانَ یَخْتِمُ بِہٖ وَلَا یَلْبَسُہٗ[۱] قَالَ ابو عیسٰی ابوبشر اسمه جعفر بن ابی وَحْشِیَّةَ[۲].

حل لغات: اِتَّخَذَ مص اِتِّخَاذًا (افتعال) بنانا، تیار کرنا۔ فِضَّةٌ چاندی (ن) ملانا، چونکہ چاندی میں دوسری معدنیات بھی ملی ہوتی ہیں، اس وجہ سے چاندی کو فضة کہتے ہیں۔ یَخْتِمُ (ض) ختم کرنا، مہر لگانا، بند کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مہر فرماتے تھے پہنتے نہیں تھے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی کو پہننا روایات متعددہ سے

---

[۱] ای استمرارًا ودوامًا فلا ینافی ما سیاتی فی آخر الباب عن ابن عمرؓ بنفسه انه کان فی یده .

[۲] ھکذا بالھاء فی آخره فی النسخة الاحدیة وھکذا فی التھذیب وغیره وفی نسخ الشروح وحشی

علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔

تشریح: مسلم شریف کی روایت میں اس طرح لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، علماء نے دونوں کے درمیان میں مختلف طریقوں سے جمع فرمایا ہے، واضح توجیہ یہ ہے کہ اس طرح لیٹنے کی دو صورتیں ہیں جو دونوں حدیثوں کا علحدہ علحدہ مصداق ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں پاؤں پھیلا کر ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ لے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ صورت اس حدیث کا مصداق ہے جو شمائل میں ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اس پر رکھے یہ مسلم شریف کی روایت کا مصداق ہے، اس صورت میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں عام طور سے لنگی باندھنے کا دستور تھا لنگی باندھ کر اس طرح لیٹنے سے ستر کھل جانے کا احتمال قوی ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، اس جگہ یہ بھی اشکال کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ہیئت نشست سے کوئی خاص تعلق نہیں، علماء نے اس کی مختلف وجوہ بتلائی ہیں سہل یہ ہے کہ باب میں بیٹھنے سے عام مراد لیا جائے بیٹھنے اور لیٹنے کو، اگر چہ لیٹنے کی بعض روایات سونے کے بیان میں آئیں گی، یہ بھی ممکن ہے جو ابن حجر نے لکھی ہے کہ جب اس قسم کا لیٹنا (باوجودیکہ روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے) مسجد میں جائز ہے تو بیٹھنا ہر قسم سے جائز ہوا۔

(۴) حدثنا سلمة بن شبيبٌ[۱] انبانا عبدالله بن ابراهيم المدنى حدثنا اسحٰق بن محمّد الانصارى عن ربيحٌ[۲] بن عبدالرّحمٰن بن ابى سَعِيْدٍ عن ابيه عنْ جَدِّهٖ ابى سَعِيْدِ الخدرى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِى الْمَسْجِدِ اِحْتَبٰى[۳] بِيَدَيْهِ صلوات الله عليه .

---

[۱] شبيب بفتح المعجمة وكسر الموحدة الاولى كطبيب .

[۲] ربيح براء مهملة فموحدة فحاء مهملة مصغر ربح .

[۳] احتبى لا يخالف ماورد من النهى عن الاحتباء يوم الجمعة والامام يخطب لان النهى لخطب النوم والافضاء الى انتقاض الوضوء او على احداث الاحتباء كما مال اليه الطحاوى فهذا محمول على غير انتظار الصلوة بل محمول على بعض الاوقات لما فى ابى داؤد برواية جابر انه كان اذا صلى الفجر جلس متربعًا وكذا فيه روايات اخرى فهذا كله محمول على اختلاف الاوقات والتوسع .

[۴] هكذا فى بعض النسخ كما قاله القارى وفى بعضها صلوات الله وسلامه عليه .

قرینہ بتاتے ہیں چنانچہ بیہقی وغیرہ کی یہی رائے ہے ان کے نزدیک تو کوئی اشکال ہی نہیں، لیکن جو حضرات ایک انگوٹھی کے قائل ہیں وہ ان دونوں میں اس طرح جمع فرماتے ہیں کہ حبشی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حبشی رنگ یا حبشی طریقہ کا تھا یا اس کا بنانے والا حبشی تھا۔ بندہ کے نزدیک تعدد پر حمل اقرب ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف انگوٹھیاں ہونا متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ ایک انگوٹھی حضور ﷺ نے خود بنوائی پھر ہدیہ میں خدام نے پیش کیں جیسا کہ جمع الوسائل کی مختلف روایات سے مضمون ثابت ہوتا ہے۔

④ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا معاذ بن هشام حدّثنی ابی عن قتادة عن انس بن مَالك قالَ لَمَّا اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلَى الْعَجَمِ قِيْلَ لَهٗ اِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُوْنَ اِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ[1] خَاتَمًا كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِیْ كَفِّهٖ.

حل لغات: اَلْعَجَم غیر عرب، عرب کے علاوہ لوگ (ک) زبان میں لکنت ہونا۔ يَقْبَلُوْنَ (س) مص قَبُوْلاً (بفتح القاف وضمہا) قبول کرنا، لینا۔ اِصْطَنَعَ (افتعال) بنوانا، آرڈر دینا، تیار کرانا (ف) بنانا، تیار کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بلا مہر والے خط کو قبول نہیں کرتے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی گویا اب میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔

تشریح: اس اخیر کے جملہ سے اس قصہ کے خوب یاد ہونے کی طرف اشارہ ہے اور سفیدی سے اس کے چاندی کی ہونے پر اشارہ ہے۔

⑤ حدثنا محمّد بن يحيٰى حدثنا محمّد بن عبد اللّٰه الانصاری حدثنی ابی عن ثمامة عن انس بن مالك قال كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى

[1] فاصطنع من باب قولهم بنى الامير المدينة والصانع كان يعلى بن امية .

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

حل لغات: اَلْمَسْجِدُ (ج) مَسَاجِدُ ظرف مکان ہے سجدہ کرنے کی جگہ، شرعاً وہ جگہ جہاں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے (ن) سجدہ کرنا، زمین پر ماتھا ٹیکنا۔ اَلْقُرْفُصَاءُ یہ بیٹھنے کی ایک حالت ہے جس کو ''اُکڑوں بیٹھنا'' کہا جاتا ہے (سرین کے بل بیٹھ کر دونوں رانوں کو پیٹ سے ملانا اور دونوں ہاتھوں کا پنڈلیوں کے اوپر حلقہ بنا کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھنا) (بعشرۃ) مص قَرْفَصَةً اکڑوں بیٹھنا۔ اَلْجِلْسَةُ بیٹھنے کی حالت وہیئت (ض) بیٹھنا۔ اَلْمُتَخَشِّعُ اسم فاعل (تفعل، ف) عاجزی کرنا، فروتنی کرنا، خشوع اختیار کرنا۔ اُرْعِدْتُ فعل مضارع متکلم مجہول (افعال) لرزا دینا، کپکپا دینا، اور مجہول کی صورت میں اس کا ترجمہ ہوگا ''کپکپی طاری ہونا، لرز جانا، کانپنا''۔ اَلْفَرَقُ مص (س) گھبرانا، خائف ہونا، مرعوب ہونا اور حاصل مصدر کا ترجمہ ہوگا ''گھبراہٹ''۔

ترجمہ: قیلہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد (میں کچھ ایسی عاجزانہ صورت) میں گوٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔

تشریح: قرفصاء کی تصویر میں علماء نے اختلاف کیا ہے، مشہور قول یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے، اسی کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں، رعب کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ یہ حالت فکر ورنج کی تھی، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر کسی معمولی بات سے ہو نہیں سکتا تھا، اس لئے ان کو یہ خوف ہوا کہ مبادا اُمت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا فکر زیادہ رہتا تھا، یہ بظاہر وہی حدیث ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارہویں نمبر پر تھوڑی سی گزر چکی ہے وہاں بھی اس کی طرف تھوڑا سا اشارہ کر دیا تھا اس حدیث میں کچھ حصہ اور بھی ہے جس کو مصنفؒ نے مختصر کر دیا ہے وہ یہ کہ قیلہؓ کی یہ دہشت

ك اى من الخوف والفزع الناشى من علاه صلى الله عليه وسلم من عظم المهابة والجلالة او من توهم نزول عذاب على الامة او من غضب منه عليهم او للتاسى به لانه اذا كان مع كمال قربه من ربه غشيه من جلاله ما يصيره كذلك فغيره يجب ان يرعد فرقا قاله المناوى .

حل لغات: کِسْرٰی ملک فارس کے بادشاہ کا لقب، وہاں کے ہر بادشاہ کو اسی لقب سے پکارا جاتا تھا۔ قَیْصَر ملک روم کے بادشاہ کا لقب، جو بھی وہاں بادشاہ ہوتا اس کو قیصر ہی کہا جاتا تھا۔ اَلنَّجَاشِیْ یہ ملک حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا۔ صَاغَ (ن) مص صِیْغَةً، صِیَاغَةً ڈھالنا، پگھلانا (مراد بنانا) حَلْقَة (ج) حَلَقَات، حَلَق دائرہ، ہر گول چیز، حلقہ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا قصد فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ بدون مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اس میں محمد رسول اللہ منقوش تھا۔

تشریح: کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے اور قیصر ملک روم کے اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا، کسریٰ نے آپ کا والا نامہ مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر بد دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے فرمادے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، شاہِ روم کے پاس دحیہ کلبی کے ہاتھ گرامی نامہ اقدس ارسال ہوا، وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا، نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ خط بھیجا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، یہ وہ نجاشی نہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الجنازۃ پڑھی یہ اور نجاشی ہیں، ان کے اسلام کا حال جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے معلوم نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ جات تو متعدد ہیں جو کتب سیر و حدیث میں مفصل مذکور ہیں، گرامی نامہ جات کو بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں جمع بھی کر دیا ہے، حدیث بالا میں تین والا نامجات کا ذکر ہے جن کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے

بابُ ما جَاء فی تقنعِ رسُول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع کا ذکر

تشریح: قناع وہ کپڑا کہلاتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک پر عمامہ سے نیچے رکھ لیتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو، اس کے علاوہ اور بھی چند منافع علماء نے تحریر فرمائے ہیں، اس باب میں ایک ہی حدیث ذکر کی گئی۔

(۱) حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا وکیع حدثنا الربیعُ[۲] بن صبیح عن یزید بْن ابان عن انس بن مَالك قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الْقِنَاعَ کَانَّ ثَوْبَہٗ ثَوْبُ زیّاتٍ.

حل لغات: اَلْقِنَاعُ (ج) اَقْنَاع ، اَقْنِعَۃٌ دوپٹہ، اوڑھنی، اس کا فعل باب

---

[۱] التقنع معروف وھو تغطیۃ الراس بطرف العمامۃ او برداء اعم من ان یکون فوق العمامۃ او تحتھا لروایۃ البخاری فی الھجرۃ انہٗ اتی بیت ابی بکر متقنعا بثوبہ والظاھر انہ کان متغشیا بہ فوق العمامۃ مستخفیا من اھل مکۃ والمراد بہ ھھنا ھو القاء القناع علی الراس وھو بکسر القاف خرقۃ تلقی علی الراس بعد تدھینہ لئلا یصل اثر الدھن الی القلنسوۃ والعمامۃ ثم جعلہ بابا مع ان حدیثہ سبق فی باب الترجل لعلہ للتنبیہ علیہ خاصۃ لاھتمامہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایاہ قالہ القاری وقال المناوی کثر کلام الناس فی الطیلسان والحاصل انہ قسمان محنك وھو ثوب طویل عریض قریب من الرداء مربع یجعل فوق العمامۃ ثم یدار طرفہ من تحت الحَنَك[۱] الی ان یحیط بالرقبۃ جمیعھا ثم یلقی طرفاہ علی المنکبین ومقور وھو ماعدا ذلك فیشمل المدور والمثلث والمربع والمسدول وھو ما یرخی طرفاہ من غیر ضمھما او احدھما والاولی مندوب اتفاقا ویتاکد لصلوۃ وحضور جمعۃ وعید ومجمع والثانی مکروہ بانواعہ لانہ شعار اھل الذمۃ ووقع فی اکثر الاحادیث التعبیر بالتطیلس بالتقنع وعن الطیلسان بالقناع ومن ثم قال الحافظ ابن حجر فی مجیئ المصطفٰی لبیت الصدّیق متقنعا ای مطیلسا راسہ ھذا اصل لبس الطیلسان فما علی الراس مع التحنیك الطیلسان ویسمی رداء مجازًا وما علی الاکتاف ھو الرداء الحقیقی ویسمٰی طیلسانا مجازًا .

[۲] الربیع بن صبیح بالتکبیر فیھما وھذا الحدیث مکرر تقدم بھذا السند بعینہ وبھذا المتن بشیئ من الزیادۃ فی باب الترجل وحکموا علی الحدیث بالنکارۃ .

[۳] قال القاری ای اعلی ثوبہ او قناعہ الذی یستر بہ وقال المناوی کان طوق قمیصہ طوق قمیص بائع الزیت فانہ وان القی القناع علی راسہ یصل منہ شئ الی عالی ثوبہ ، قلت والظاھر ان المراد من ثوبہ ھذا ھو القناع وحکاہ المناوی فی شرح باب الترجل عن شارح .

---

[۱] حَنَك ج أحْنَاك = تالو، کھوڑی، ٹھوڑی کا جبڑا

ہے قیصر کے نام تھا جو روم کا بادشاہ تھا، اس کا نام مورخین کے نزدیک ہرقل ہے، یہ والا نامہ حضرت دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ بھیجا گیا، مسلمان تو قیصر بھی نہیں ہوا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کو نہایت اعزاز و اکرام سے رکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان دونوں واقعات کا علم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے کر لئے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی، اس والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمّد عبد اللّٰہ ورسولہ الیٰ ھر قل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتك اللّٰہ اجرك مرتین فان تولیت فان علیك اثم الیریسین ویا اھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الّا اللّٰہ ولا نشرك بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون. (بخاری اعلام السائلین) (یا اہل الکتاب سے اخیر تک قرآن پاک کا مضمون ہے جو سورۂ آل عمران کے چھٹے رکوع میں ہے)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا (اور سردار ہے) سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آ تا کہ سلامتی رہے اور حق تعالیٰ شانہٗ دوہرا اجر تجھ کو عطا فرمائے (کہ اہل کتاب کیلئے دوہرا اجر ہے جیسا کہ کلام پاک میں بھی سورہ حدید کے ختم پر اس کا ذکر ہے) اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے (جیسا کہ احبار اور رہبان کو بنایا جاتا تھا) اگر اس کے بعد بھی

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوىٰ لَهُ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ[1].

حل لغات: اَلشَّمْسُ (ج) شُمُوْسٌ آفتاب، سورج (ن،ض،س) دھوپ والا ہونا۔ تَجْرِیْ (ض) مص جَرَیَان جاری ہونا، بہنا، جریان شمس کا مطلب "روشنی"۔ اَسْرَعُ (افعال) جلدی چلنا۔ مِشْیَةٌ چال، رفتار (ض، تفعیل، تفعل) چلنا۔ اَلْاَرْضُ (ج) اَرْضُوْنَ، اُرُوْض، آرَاض، اَرَاضِی زمین، جائیداد۔ تُطْوٰی فعل مضارع مجہول (ض) مص طَیًّا لپیٹنا، سمیٹنا۔ نُجْهِدُ (افعال) تھکانا، مشقت میں ڈالنا، مشقت اٹھانا (ف) کوشش کرنا۔ اَنْفُسٌ، نَفْسٌ کی جمع ہے دوسری جمع نُفُوْس ہے، بمعنی جان، روح۔ مُكْتَرِث اسم فاعل (افتعال) اہم سمجھنا، پرواہ کرنا، غیر مُکتَرِث لاپرواہ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا چمک اور روشنی گویا کہ آفتاب آپؐ ہی کے چہرۂ مبارک میں چمک رہا ہے، میں نے آپؐ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا زمین گویا لپٹی جاتی تھی کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں، ہم لوگ آپؐ کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپؐ گویا اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔

تشریح: یعنی آپؐ کی معمولی رفتار کے ساتھ بھی ہم لوگ اہتمام سے ساتھ رہ سکتے تھے، اللّٰهم اغفر لكاتبه ولمن سعٰى فيه.

(۲) حدّثنا علی بن حجر وغیر[2] واحد قالوا حدثنا عیسٰی بن یونس عن عمر بن عبداللّٰه مولٰی غفرة[3] حدثنی ابراهیم بن محمّد منْ ولد علی بن

---

[1] مكترث الاكتراث المبالاة والمعنى انه عليه السلام غير مسرع بحيث تلحقه مشقة.

[2] غير واحد منهم احمد بن عبدة ومحمد بن الحسين كما تقدم ذكرهما في اول الكتاب وهذا الحديث جزء منه فرقه المصنف في الموضعين لمناسبة الترجمة.

[3] غفرة بضم المعجمة فسكون فاء تقدم في اول الكتاب.

جس وقت یہ والا نامہ سفر کی حالت میں قیصر کے پاس پہنچا تھا وہ اس وقت اپنی مذہبی ضرورت کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی گیا ہوا تھا، اس نے تحقیق حالات کے لئے اس قافلہ کے سرداروں کو بھی طلب کیا تھا، جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے یہ اس زمانہ کا قصہ ہے جب عمرہ حدیبیہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور اہل مکہ کے درمیان چند سال کے لئے ایک عہد نامہ اور صلح نامہ تیار ہوا تھا کہ آپس میں لڑائی نہ کی جائے، ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے ہیں کہ اس صلح کے زمانہ میں ملک شام میں گیا ہوا تھا کہ اس اثناء میں ہرقل کے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ بھی گیا جس کو دحیہ کلبی لے کر گئے ہرقل کے پاس جب وہ گرامی نامہ پہنچا تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی شخص اس کا واقف ہے جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے، ان لوگوں نے کہا کہ ہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں، اس پر ہماری طلبی ہوئی، چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ اس کے پاس گیا اس نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعوے دار ہے تم میں سب سے زیادہ قریب رشتہ داری کس کی ہے، میں نے کہا کہ میں سب میں زیادہ قریب ہوں، اس نے مجھے قریب بلایا اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے یہ کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں تم سب غور سے سنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اس کو ظاہر کر دینا، ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور سخت ترین دشمن تھے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا مگر خوف بدنامی نے سچ بولنے پر مجبور کیا اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعہ سے مجھ سے حسب ذیل سوالات کئے۔

- یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟
- ہم میں بڑے عالی نسب ہیں۔
- ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے؟

وَسَلَّمَ.

حل لغات: يَأْتَزِرُ (افتعال، تفعل) لنگی باندھنا، تہبند باندھنا۔ اِزْرَةٌ تہبند باندھنے کی ہیئت کہا جاتا ہے لِكُلِّ قَوْمٍ اِزْرَةٌ ہر قوم کے تہبند باندھنے کی ایک مخصوص ہیئت ہوتی ہے۔

ترجمہ: سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میری آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔

④ حدثنا قتيبة حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحٰق عن مُسْلِم بن نذير[1] عن حذيفة بن اليمان قال اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ[2] سَاقِیْ اَوْ سَاقِهٖ فِی الْكَعْبَيْنِ. فقال هذا موضع الازار فان أبيت فاسفل فان أبيت فلا حقّ[3] للازار في الكعبين.

حل لغات: اَخَذَ (ن) پکڑنا، لینا۔ عَضَلَة (ج) عَضَلَات ، عَضَلٌ پٹھا، پنڈلی کا گوشت، گوشت کا مجموعہ (س) بہت سخت گوشت والا ہونا۔ اَلْكَعْبَيْن ، كَعْبٌ کا تثنیہ ہے (ج) كِعَاب ، كُعُوْبٌ ٹخنہ، ہڈیوں کا جوڑ، ہر اُبھری ہوئی چیز۔ مَوْضَع ظرف مکان (ج) مَوَاضِع رکھنے کی جگہ (ف) رکھنا۔ اَبَيْتَ فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر حاضر (ف) انکار کرنا، نہ ماننا۔ اَسْفَلَ (ج) اَسَافِل بہت زیادہ نیچا،

---

[1] نذير بنون وذال آخره راء مصغرًا وقيل مكبرا وفي نسخة يزيد بفتح تحتية وكسر زاى آخره دال مهملة ففي التقريب مسلم بن نذير بنون مصغرا ويقال ابن يزيد كوفي .

[2] بعضلة كطلحة او محركة كل عصب له لحم بكثرة والمراد ههنا اللحم المجتمع اسفل من الركبة من موخر الساق ولفظ او ساقه كذا بالشك عند المصنف وابن ماجة والظاهر انه شك من دون حذيفة كيف وهو صاحب القصة مع ان البيهقي اخرجه بدون الشك بلفظ ساقي والمعنى على الشك انه صلى الله عليه وسلم اخذ بعضلة ساق حذيفة او بعضلة ساق نفسه الشريفة .

[3] هذا يقتضي انه يحرم ان يبلغ به الى الكعبين ولذا قال الحنفي يجب ان لا يصل الى الكعبين، قال القاري هو غير صحيح لرواية البخاري ما اسفل من الكعبين من الازار في النار .

میں سوال کیا تم نے عالی نسب بتایا انبیاءؑ اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے تم نے کہا نہیں، مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانہ سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں، میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفاء ہیں یا کمزور لوگ، تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں، ہمیشہ سے انبیاءؑ کا اتباع کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں (کہ شرفاء کو اپنی نخوت دوسروں کی اطاعت سے روکتی ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعوی سے قبل تم دروغ گوئی کا الزام ان پر لگاتے تھے یا نہیں تم نے انکار کیا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو (مگر جو شخص لوگوں کے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا جھوٹ بول سکتا ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے تم نے اس سے انکار کیا، ایمان کی یہی خاصیت ہے جب کہ اس کی بشاشت دلوں میں گھس جائے، میں نے پوچھا تھا کہ وہ لوگ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں، تم نے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں، ایمان کا خاصہ یہی ہے حتی کہ دین کی تکمیل ہو جائے، میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب، انبیاءؑ کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا لیکن بہتر انجام انہیں کے لئے ہوتا ہے، میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا یہی انبیاءؑ کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے، میں نے پوچھا تھا کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تم نے اس سے انکار کیا، میں نے خیال کیا تھا کہ اگر کسی نے ان سے قبل یہ دعویٰ کیا ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ یہ اسی قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے، اس کے بعد ہرقل نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نماز پڑھنے کا، صدقہ کرنے کا، صلہ رحمی کا، عفت و پاک دامانی کا حکم کرتے ہیں، ہرقل نے کہا اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تم نے بیان کئے تو وہ بے شبہ نبی ہیں، مجھے تو یہ یقین تھا کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہوں گے اگر مجھے یقین

سُلیم قالَ سَمِعْتُ عَمَّتِی[1] تُحَدِّثُ عن عَمِّهَا[2] قَالَ بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ بِالْمَدِیْنَةِ اِذَا اِنْسَانٌ خَلْفِیْ یَقُوْلُ اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَاِنَّهٗ اَتْقٰی[3] وَاَبْقٰی فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هِیَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ[4] قَالَ اَمَالَكَ فِیَّ اُسْوَةٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اِزَارُهٗ اِلٰی نِصْفِ سَاقَیْهِ.

حل لغات: تُحَدِّثُ (تفعیل) مص تَحْدِیْث، نقل کرنا، بیان کرنا، حکایت بیان کرنا، حدیث بیان کرنا۔ اِرْفَعْ فعل امر حاضر (ف) اٹھانا، بلند کرنا، اونچا کرنا، اوپر کرنا۔ اَتْقٰی اسم تفضیل (افتعال) بچنا، پرہیز کرنا، اس کی اصل "اِوْتِقَاءٌ" تھی، واؤ کو "ت" سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر دیا گیا۔ اَبْقٰی اسم تفضیل (س) ثابت رہنا، باقی رہنا، ہمیشہ رہنا۔ بُرْدَةٌ (ج) بُرَدٌ کملی، کالی چادر، کمبل۔ اِلْتَفَتُّ (افتعال) توجہ کرنا، متوجہ ہونا، التفات کرنا۔ مَلْحَاءُ (ج) مَلْحَاوَات سفید وسیاہ رنگ کی چادر (س) مص مَلَحًا نیل گوں ہونا، ملیح ہونا، مذکر اَمْلَحُ (ج) مُلْحٌ. اُسْوَةٌ اُسیً، اِسیً (بضم الہمزۃ وکسرہا) نمونہ، ماڈل، وہ چیز جس سے تسلی حاصل ہو، سَاقٌ (ج) اَسْوَاق، سِیْقَان پنڈلی (گھٹنے اور قدم کے درمیان کا حصہ)

ترجمہ: عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جارہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سنا کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے

---

[1] عمتی اسمها رهم بضم الراء وسكون الهاء بنت الاسود بن خالد كذا فی التقريب وقيل بنت الاسود بن حنظلة.

[2] عمها ای عم عمة اشعث ابن سليم اسمه عبيد بن خالد المحاربی سكن الكوفة واما ما قال العصام ان الاصح ما فی بعض النسخ عم ابيها ای عم ابن الحنظلة فغير صحيح مع انه ليس موجودًا فی النسخ نعم ذكر ميرك شاه انه وقع فی كتاب تهذيب الكمال عن عم ابيه فالضمير المجرور الی الاشعث ولا يخفی ان عم عمة الشخص عم ابيه قاله القاری قلت واياما كان فالمراد به عبيد بن خالد المحاربی.

[3] ای اقرب الی سلوك التقوی او اوفق للتقوی للبعد عن الكبر والخيلاء او للتنزه عن القاذورات ويويد الاخر ما فی بعض النسخ انقی بالنون ای انظف وقوله ابقی ای اكثر بقاء.

[4] ملحاء بفتح الميم والحاء المهملة وسكون اللام المراد بردة سوداء فيها خطوط بيض يلبسها الاعراب ليست من الثياب الفاخرة وكانه اراد ان هذا ثوب مهنة لا ثوب زينة فلا خيلاء فيه.

بادشاہ نجاشی کے نام، تم صلح پسند ہو میں اس اللہ کی تعریف تمہارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے (یا بندے اس کے ظلم سے محفوظ ہیں) امن دینے والا ہے نگہبان ہے (کہ بندوں کی آفات سے حفاظت فرماتا ہے) اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے روح اور اس کے وہ کلمہ تھے جس کو اللہ جل شانہٗ نے پاک وصاف کنواری مریمؑ کی طرف بھیجا تھا پس وہ حاملہ بن گئیں، حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈال دی جیسا کہ حضرت آدمؑ کو (بغیر باپ کے) اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا، میں تمہیں اسی وحدہ لاشریک لہٗ کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف تم کو اور تمہارے سارے لشکروں کو بلاتا ہوں، میں حق بات تم تک پہنچا چکا ہوں اور نصیحت کر چکا تم میری نصیحت قبول کرلو اور سلام (یا سلامتی) اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے، محدثین کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے، اس والا نامہ پر انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلمان ہوئے، بہر حال انہوں نے اس والا نامہ کے جواب میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے ایمان کا اقرار کیا اور اس کا اقرار کیا کہ آپؐ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ لکھا وہ حرف بحرف صحیح ہے اور اپنے لڑکے کے ہاتھ ساٹھ نفر کی ایک جمعیت کے ساتھ اپنا عریضہ خدمت اقدسؐ میں بھیجا مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں غرق ہوگئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمت اقدسؐ میں نہ پہنچ سکا، خود ان نجاشی کا وصال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی (غائبانہ نماز کا مسئلہ ایک فقہی بحث ہے جس کی جگہ یہ نہیں ہے بہت سی وجوہ سے حنفیہ کے نزدیک ان کی خصوصیت تھی) ان کے بعد ان کی جگہ دوسرا نجاشی ہوا، اس کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والا نامہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول لنگی باندھنے کا اور چادر اوڑھنے کا اکثر تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ لانبی اور اڑھائی ہاتھ چوڑی اور ایک قول کے موافق چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی بتائی جاتی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی لکھتے ہیں اس باب میں مصنفؒ نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابرَاهیم حَدثنا ایوب عن حمید بن هلال عن أبی بُردَةَ[1] قَالَ اَخْرَجَتْ الینا عَائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کِسَاءً مُلَبَّدًا[2] وَاِزَارًا غَلِیْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَیْنِ.

حل لغات: کِسَاءٌ (ج) اَکْسِیَة بڑی چادر، کمبل، کپڑا، اور لباس کے لئے "کِسْوَةٌ" آتا ہے۔ مُلَبَّدًا اسم مفعول پیوند لگا ہوا (تفعل) مص تَلْبُدًا (ن، افعال) پیوند لگانا، جوڑنا۔ اِزَار (ج) آزِرَةٌ، اُزُرٌ چادر، تہبند، لنگی، ہر وہ کپڑا جو بدن کو چھپائے۔ غَلِیْظًا صیغہ صفت (ن، ض) سخت ہونا، موٹا ہونا، گاڑھا ہونا، غلیظ ہونا۔ قُبِضَ فعل ماضی مجہول قَبَضَ رُوْحُهٗ (ض) مرنا، اور فعل معروف کی صورت میں مارنا، وفات دینا۔ رُوْحٌ (ج) اَرْوَاحٌ جان، نفس، روح۔ هٰذَیْنِ،

---

[1] ابوبردة کذا فی النسخ بالموحدة والراء فما فی بعض النسخ من لفظ ابی هریرة غلط نعم یوجد فی بعض النسخ بعد ابی بردة لفظ عن ابیه وهو ابو موسٰی الاشعری ولیس فی اکثر النسخ المکتوبة والمطبوعة الا انه جزم به المناوی فی اصله والصواب حذفه لان ابا بردة وان ثبت روایة عن ابیه وعائشةؓ کلیهما لکن هذا الحدیث اخرجه المصنف فی جامعه بهذا السند بعینه وابوداؤد فی اللباس والبخاری فیه وفی الجهاد والخطیب فی المشکوة وغیرهم ولیس عند احدهم لفظ عن ابیه وابو بردة هذا جد ابی الحسن الاشعری الامام المعروف فی الکلام.

[2] بتشدید الموحدة المفتوحة ای مرقعا یقال لبدت الثوب اذا رقعته وقیل التلبید جعل بعضه ملتزقا ببعض کانه زال وطأته ولینه لتراکم بعضه علی بعض قاله القاری وقال المناوی اصله الذی یجعل فی راسه لزوقا من نحو صمغ لتلبید شعره والمراد ههنا ماتخن وسطه حتی صار کاللبد وقیل المراد المرقع.

وہ یہی نجاشی ہیں چنانچہ بعض روایات میں نجاشی کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی ہے کہ وہ نجاشی نہیں ہیں جن کے جنازہ کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، اور یہی صحیح ہے اگر چہ بعض محدثین نے صرف پہلے ہی نجاشی کے خط کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دوسرے کا۔

⑦ حدثنا اسحٰق بن منصور انبأنا سعید بن عَامر و الحجاجُ[1] بن منهَال عن همامٌ[2] عن ابن جریجٌ[3] عن الزهري عن انس بن مالك اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ[4] خَاتَمَهُ.

حل لغات: اَلْخَلَاءُ خلوت گاہ، کھلی ہوئی فضا، بیت الخلاء (ن) جگہ کا خالی ہونا۔ نَزَعَ (ف) مص نَزْعًا نکالنا، باہر کرنا، خارج کرنا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لے جاتے۔

تشریح: چونکہ اس میں اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کا اسم شریف لکھا ہوا تھا اس لئے حضور اقدس ﷺ وہ پہنے ہوئے استنجے نہ جاتے تھے، اسی بناء پر علماء نے اس انگوٹھی کو بھی پہنے ہوئے پاخانہ جانے کو مکروہ لکھا ہے جس میں کوئی متبرک نام یا عبارت ہو۔

⑧ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبدالله بن نمیر حدثنا عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ

---

[1] بفتح حاء مهملة وتشديد الحيم الاولى ومنهال بكسر الميم فسكون نون .

[2] همام بتشديد الميم الاولى ابن يحيى بن دينار اتفق الشيخان على الاحتجاج به ووثقه غير واحد كما حكاه القارى وقال الحافظ فى التقريب ثقة ربما وهم وبسط القارى فى نصوص من ضعف الحديث وصححه ومن تكلم عليه ابو داؤد فقال هذا الحديث منكر والوهم فيه من همام ولم يروه الا همام وقال الترمذى فى جامعه حسن صحيح غريب وقال الحاكم فى مستدركه صحيح على شرط الشيخين وصححه ابن حبان قاله القارى قلت ولمشائخ الحديث فى الكلام على هذا الحديث تقارير بسيطة لايسعها هذا المختصر وبسطه شيئًا حضرة الشيخ فى بذل المجهود لحل ابى داؤد فارجع اليه .

[3] بجيمين مصغرًا هو عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج .

[4] قال القارى لاشتماله على لفظ الله فاستصحابه فى الخلاء مكروه وقيل حرام .

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ[1] دَسْمَاءُ.

حل لغات: دَسْمَاءُ صفت مؤنث (ج) دُسْمٌ ٹیالا، چکنا (دونوں معنی کئے گئے ہیں) (س) مص دَسَمًا دُسُوْمَةً ٹیالا ہونا، چکنا ہونا، چربی والا ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپؐ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یا چکنی پٹی تھی۔

تشریح: یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا ہے اور آخری وعظ ہے کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ منبر پر تشریف لے گئے نہ کوئی خطبہ پڑھا اس میں انصار کی مراعات کا خاص طور سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا، ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور یہ ارشاد بھی فرمایا کہ جو تم میں سے کسی چیز کا بھی امیر بنایا جائے وہ ان کی خاص طور سے رعایت کرے، اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے پٹی کا باندھنا بھی موجب ہے اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تیل کی زیادہ مالش ہوتی تھی جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے، اس لئے اس پٹی کا چکنا ہونا بھی قرینہ قیاس ہے اور سیاہ عمامہ تو ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا بُعد نہیں، حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ تھی ہی، غرض علماء اس کے مطلب میں دونوں طرف گئے ہیں کہ بعض علماء نے سیاہ عمامہ کا ترجمہ فرمایا ہے اور بعض نے چکنی پٹی کا اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظ بھی دونوں کو محتمل ہے اور قول بھی دونوں کے موافق ہے، اس حدیث کے ایک راوی ابن الغسیل ہیں جو حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی اولاد ہیں، حضرت حنظلہ کا لقب غسیل الملائکہ پڑ گیا تھا جس کا ترجمہ فرشتوں کا غسل دیا ہوا ہے، ان کا عجیب واقعہ گزرا ہے کہ جس وقت اُحد کی لڑائی کے لئے کوچ ہوا ہے اور روانگی کا اعلان ہوا تو یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے، اس حالت میں

---

[1] عصابة وفي رواية عمامة والعصابة هي العمامة كما في القاموس والدسماء بفتح الدال المهملة هي السوداء كما في نسخة وقيل الدسماء الملطخة بالدسم لانه صلى الله عليه وسلم كان يكثر دهن شعره فاصابتها الدسومة من الشعر.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتی تھی پہننا اس کو لازم نہیں، چنانچہ آئندہ باب میں آرہا ہے کہ حضرت معیقیب کے پاس رہتی تھی۔

بَابُ مَا جَاء فی انّ النّبیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يَتَخَتَّمُ فِیْ يمينهٖ

باب، اس بیان میں کہ حضور اقدس ﷺ انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

تشریح: پہلے باب میں مصنفؒ نے انگوٹھی کی کیفیت بتلائی تھی، اور اس باب میں اس کے پہننے کی کیفیت بتلانا مقصود ہے، اس باب میں مصنفؒ نے نو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

---

(۱) حدثنا محمّد بن سهلٍ[۲] بن عسْكر البغدادیّ[۳] وعبدالله بن عبدالرّحمٰن قالا اخبرنا يحيٰى بن حسّانٍ[۴] حدثنا سليمان بن بلال عن شريك بن عبدالله بن ابی نمرٍ[۵] عن ابراهيم بن عبد الله بن حنينٍ[۶] عن ابيه عن عَلی

---

[۱] باب ما جاء الخ اختلف النسخ فی ذکر هذه الترجمة ففی النسخ الموجودة عندنا هکذا بلفظ کان یختم فی یمینه وهکذا فی عامة الشروح من المناوی والبیجوری وغیرهما ولم یختر القاری لفظ فی یمینه فی الترجمة ولفظها باب ما جاء فی تختم رسول الله صلی الله علیه وسلم وکذا فی النسخة المکتوبة القلمیة وهو الاوجه عندی لئلا یتکلف فی توجیه الروایة التی فیها ذکر الیساروا ما علی النسخة الموجودة فقد قال میرك فیه اشعار بان المصنف کان یرجح روایات تختمه فی یمینه علی الروایات الدالة فی التختم علی الیسار فلذا لم یخرج فی الباب حدیثا فیه التصریح بکونه صلی الله علیه وسلم تختم فی یساره ، قلت وهو کذلك فانه ذکره من حدیث انس فقط وتکلم علیه وقال لا یصح واما اثر الحسنین رضی الله عنهما فهو موقوف وحل الروایات المرفوعة فی الباب فی التختم فی الیمین .

[۲] سهل بفتح المهملة وسکون الهاء فما فی بعض النسخ بلفظ التصغیر غلط لیس فی الرواة احمد اسمه محمد بن سهل .

[۳] البغدادی بالعجمة والمهملة فی الدال الثانی علی ما فی النسخ قاله القاری .

[۴] یصرف ولا یصرف علی انه فعال او فعلان .

[۵] بفتح النون وکسر المیم آخره راء مهملة .

[۶] بضم الحاء المهملة ونونین مصغرًا .

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ[1] وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ[2] سَوْدَاءُ.

حل لغات: خَطَبَ (ن) مص خُطْبَةً ، خَطْبًا وعظ کہنا، تقریر کرنا، لیکچر دینا

ترجمہ: عمرو بن حریثؓ ہی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

تشریح: مشہور قول کے موافق یہ خطبہ فتح مکہ کا خطبہ ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جس کا ذکر پہلی حدیثوں میں حضرت جابرؓ کی روایت سے گذر چکا ہے، لیکن بعض لوگوں نے اس وجہ سے کہ اس قصہ میں بعض جگہ منبر کا لفظ آیا ہے اور فتح مکہ کا وہ خطبہ منبر پر نہیں تھا، اس لئے مدینہ منورہ کا کوئی اور خطبہ جمعہ کا مراد لیا ہے بعض حدیثوں میں اس قصہ میں جمعہ کا لفظ بھی موجود ہے، ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں میرک شاہ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال کا ہے۔ واللہ اعلم

(۴) حدثنا هرون بن اسحٰق الهَمْدانی حدثنا یحیٰی بن محمّد المدینی[3] عنْ عبدالعزیز محمّد عن عبید اللّٰه بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ[4] عِمَامَتَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ[5] قَالَ

---

[1] قال القاری ای علی المنبر کما فی روایة مسلم وبهذا یندفع ما قال بعضهم من ان لبس السواد کان فی فتح مکة فقط لان خطبته صلی اللّٰه علیه وسلم بمکة لم یکن علی المنبر بل کان علی باب الکعبة ولذا ذکره صاحب المصابیح فی باب خطبة الجمعة ، قلت ولفظ المشکوة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم خطب وعلیه عمامة سوداء قد ارخی طرفیها بین کتفیه یوم الجمعة رواه مسلم ، قلت لکن للامام مسلما اخرجه فی باب دخول مکة بغیر احرام ولفظه کانی انظر الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی المنبر وعلیه عمامة سوداء الحدیث لیس فیه لفظ الجمعة .

[2] قال المناوی وفی نسخة عصابة قلت ولعل ذلك الباعث لمیرك شاه اذ قال هذه الخطبة وقعت فی مرض النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الذی توفی فیه ، هکذا حکی عنه القاری فی المرقاة .

[3] هکذا فی الشروح وکذا علی حواشی الهندیة بطریق النسخة وفی متونها المدنی قال القاری والمناوی وغیرهما نسبة الی مدینة السلام علی الاصح زاد المناوی احتراز عن یحیٰی بن محمد المدنی وهو اثنان آخران ، قلت وبلفظ المدینی ذکره المصنف فی الجامع بهذا الاسناد .

[4] قال القاری ای ارخی طرفها الذی یسمی العلاقة وقال المناوی هل المراد یسدل الطرف الاسفل حتی یکون عذبة او یسدل الطرف الاعلی کل محتمل .

[5] قال میرك قد ثبت فی السیر بروایات صحیحة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یرخی علاقته احیانا بین کتفیه واحیانا یلبس العمامة من غیر علاقة .

اختلاف نہیں ہے اور فساق کے ساتھ تشبہ سے بھی احتراز ضروری ہے۔

(۲) حدثنا محمدٌ بن یحییٰ حدثنا احمد بن صَالح حدثنا عبداللّٰه بن وهب عنْ سلیمان بن بلَال عن شریك بن عبد اللّٰه بن ابی نمر نحوهٗ.

(۳) حدثنا احمد بن منیع حدثنا یزید بن هٰرُوْنَ عن حماد بن سلمة قَالَ رَأَیْتُ ابْنَ اَبِیْ رَافِعٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَأَیْتُ عَبداللّٰهِ بنَ جَعْفَرٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ.

ترجمہ: حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی رافع کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

(۴) حدثنا یحییٰ بنؒ موسیٰ انبانا عبداللّٰه بن نمیر انبانا ابراهیمؒ بن

---

۱ هذا طریق آخر لحدیث شریك المتقدم والظاهر عندی ان الغرض منه تقویة الاتصال فان الحدیث روی عن شریك مسندًا ومرسلاً فان ابا داؤد اخرجه من طریق احمد بن صالح عن ابن وهب بهذا السند متصلاً ثم قال وقال شریك اخبرنی ابو سلمة بن عبد الرحمٰن ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم كان یتختم فی یمینه وهذا مرسل وهكذا بالطریقین مسندًا ومرسلاً اخرجه النسائی فی سننه.

۲ هكذا عند المصنف فی الجامع والنسائی فی سننه بالكنیة قال المناوی وتبعه البیحوری انه عبد الرحمٰن وكذا حكی اسمه فی الحواشی عن العصام وهو الصواب فما فی جمع الوسائل اسمه عبد اللّٰه بن ابی رافع وهمٌ.

۳ یحییٰ بن موسیٰ كذا فی المكتوبة وهكذا فی الشروح الثلثة وهو الصواب فما فی النسخ الهندیة موسیٰ بن یحییٰ غلط لیس فی رواة الصحاح احد اسمه موسیٰ بن یحییٰ فتامل.

۴ قال العصام لم احد ترجمته وقال القاری لم اطلع علی ترجمته قال المناوی هو قصور اذ هو ابراهیم بن الفضل بن سلیمان المخزومی، قلت رقم علیه الحافظ للترمذی وابن ماجه وذكر فی شیوخه عبد اللّٰه بن محمد بن عقیل وفی تلامذته ابن نمیر فهو المتعین.

حدیث کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے، علامہ جزری کہتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی، البتہ امام نووی سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا مناوی کے قول کے موافق اور ساتھ ہاتھ کا ملا علی کے قول کے موافق، ایک بڑا بارہ ہاتھ کا، صاحب مدخل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار سات ہی ہاتھ بتائی ہے دوسرا نہیں بتایا، عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ (فتح الباری) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے (عینی) ایک حدیث میں آیا ہے عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے (عینی) اس باب میں مصنفؒ نے پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

① حدثنا محمّد بن بَشار حَدثنا عبدالرحمٰن بن مَهْدِی عَنْ حمّاد بن سَلمة ح وحدثنا محمود بن غیلانَ حَدَّثنا وکیع عن حمّاد بن سَلمة عن ابی الزبیر عن جَابر قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَکَّةَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

تشریح: یہ حدیث بظاہر گذشتہ باب کی روایات کے خلاف ہے جن میں

لہ قال الزین العراقی اختلفت الفاظ حدیث جابر فی المکان والزمان الذی لبس فیه العمامة السوداء فالمشهور انه یوم الفتح وفی روایة البیهقی فی الشعب یوم ثنیة الحنظل وذلك یوم الحدیبیة ویجاب بان هذا لیس باضطراب وانه لبس یوم الحدیبیة والفتح معا الا ان الاسناد واحد فلیتامل.

۲ یخالف ما تقدم فی الباب السابق من المغفر قال المناوی وفی القاموس ان العمامة بالکسر المغفر والبیضة وما یلف علی الراس، فلا حاجة الی الجواب عن ذلك.

حل لغات: یَتَخَتَّمُ مص تَخَتُّمًا (تفعل) انگوٹھی پہننا۔ اَخَالُ مضارع متکلم، یہاں اَخَالُ میں ہمزہ کا فتحہ وکسرہ دونوں درست ہیں مگر کسرہ زیادہ فصیح ہے اگرچہ خلاف قیاس ہے (س) مص خَیْلاً ، خَالاً ، خِیْلَۃً ، مَخَالَۃً خیال کرنا، گمان کرنا۔

ترجمہ: صلت بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور مجھے جہاں تک خیال ہے یہ کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔

تشریح: امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو مختصر نقل کیا ہے ابوداؤد شریف میں ذرا تفصیل سے ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے صلت کو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی (کن انگلی جس کو چھنگلا انگلی بھی کہتے ہیں) میں پہنے دیکھا میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو ایسے ہی پہنے دیکھا اور اس کے نگین کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا اور جہاں تک خیال ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذکر کرتے تھے آپؐ بھی اسی طرح پہنتے تھے، اس حدیث میں دو مضمون ہیں ایک یہ کہ نگین کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا، بذل المجہود میں مرقات الصعود سے نقل کیا ہے کہ نگین کا ہاتھ کے اندر کے حصہ یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ صحیح ہے اور اکثر روایات میں وارد ہے، چنانچہ شمائل میں بھی آئندہ روایت میں آرہا ہے، علامہ مناویؒ نے لکھا ہے کہ یہی افضل ہے کہ اس میں نگین کی حفاظت بھی ہے اور عجب وتکبر سے حفاظت بھی ہے، دوسرا مضمون یہ ہے کہ انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا امام نوویؒ نے اس کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ انگوٹھی اسی انگلی میں ہونا چاہئے اور نگین مَردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہئے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ ان کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔

---

(۶) حدثنا محمد بن ابی عمر حدثنا سفیٰن عن ایوب بن موسیٰ عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّۃٍ

اس سے متعلق نہیں اس لئے اختصاراً ترک کر دیا گیا لیکن ایسے موقع پر اس لئے تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ اگر علم دوست حضرات یا طلبہ میں سے کوئی دیکھے تو وہ اس تنبیہ کے بعد مراجعت مشائخ سے تحقیق کر لے اسی طرح اس حدیث سے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کا بیان دوسری حدیث میں آرہا ہے۔

(۲) حَدَّثنا عیسٰی بن احمد حدثنا عبد اللّٰه بن وهب حدثنی مالك بن انس عن ابن شهاب عن انس بن مالك اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ قَالَ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ[۱] فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ[۲] بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ[۳] قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَبَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا[۴].

حل لغات: مُحْرِمًا اسم فاعل (افعال) مص اِحْرَامًا حرام کرنا، احرام باندھنا محرم پر احرام کی وجہ سے بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں مثلاً سلے ہوئے کپڑے پہننا، شکار کرنا، جماع وغیرہ کرنا اسی بناء پر احرام باندھنے والے کو ''محرم'' کہتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک

---

[۱] رجل قال الحافظ لم اقف علی تسمیته وزعم الفاکهی فی شرح العمدة انه نضلة بن عبید ابو بردة الاسلمی قاله المناوی قال الحافظ وکانه لما رجح عنده انه هو الذی قتله أی انه هو الذی جاء مخبرا بقصته ثم بسط الاختلاف فی قاتله وجزم به العینی اذ قال هو ابو برزة الاسلمی بفتح الموحدة وسکون الراء وفتح الزائی اسمه نضلة بن عبید وجزم به الکرمانی والفاکهی ، وهذا یخالف ما تقدم فی الحدیث السابق عن المناوی .

[۲] قال عصام وتبعه المناوی انه تعلق بها متمسکًا بقوله تعالی فمن دخله کان آمنا وتعقبه القاری بان التمسك غیر صحیح فانه لم یکن مومنا وانما تعلق بما هو من عادة الجاهلیة انهم کانوا یعظمون من تمسك بذیلها فی کل حریمة .

[۳] واختلف فیمن قتله علی اقوال بسطها الحافظ فی الفتح .

[۴] لم یکن محرما اختلف العلماء فی جواز دخول مکة بغیر احرام والصحیح من قولی الشافعی المشهور عندهم جوازه مطلقا وعن الائمة الثلثة علی المشهور عندهم وجوب الاحرام قال ابن عبد البر اکثر الصحابة والتابعین علی الوجوب واجاب الطحاوی عن دخوله علیه الصلوة والسلام بانه من خصائصه لقوله علیه السلام وانها لم تحل لی الاساعة . قاری مختصراً

اللہ عنہ کے دور میں رہا اور ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی صورت تھی اسی دوران میں ایک مرتبہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو انگوٹھی دے رہے تھے یا حضرت عثمانؓ سے لے رہے تھے کہ اس حالت میں انگوٹھی گری اور کنوئیں میں جا پڑی، اس میں روایات مختلف ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گری یا حضرت معیقیبؓ کے پاس سے، علماء نے یہی صورت جمع کی تجویز فرمائی ہے جو اوپر لکھی گئی، اس صورت میں دونوں روایتیں صحیح ہیں اس لئے کہ جب درمیان میں گری تو اس کی نسبت ہر ایک کی طرف صحیح ہے۔

⑦ حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا حاتم بن اسمٰعيل عن جعفر بن محمّد عن ابيه قَالَ كَانَ الْحَسَنُ[1] وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰه عنهما يَتَخَتَّمَانِ فِيْ يَسَارِهِمَا.

ترجمہ: امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث امام ترمذی رضی اللہ عنہ کے باب کی سرخی کے خلاف ہوگئی اس لئے کہ باب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا منعقد فرمایا تھا، اس کی توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ مقصود اس قسم کی روایات سے جب کہ اس باب میں بہت سی روایات اس کے خلاف ہیں اشارہ اس کے ضعف کی طرف ہے، بندہ ناچیز کے نزدیک باب میں داہنے ہاتھ کی قید بیان افضلیت کے لئے ہے اور اس نوع کی روایات بیان جواز کے واسطے ہیں، بعض اکابر نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ترجمہ میں حسبِ عادت محدثین کلمہ (ام فی

---

[1] كان الحسن لعل غرض المص بايراد هذا الاثر على خلاف ترجمته اشارة الى شذوذه او الى ان هذا موقوف والروايات المرفوعة كلها مصرحة باللبس فى اليمين قاله الشراح قلت لكن يشكل عليه تصحيح المصنف هذا الحديث فى جامعه فالا وجه عندى فى غرض المصنف ان هذا الحديث روى موقوفًا بفعلهما ومرفوعًا بلفظ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر وعمر وعلى والحسن والحسين يتختمون باليسار اخرجه البيهقى فى الادب وابوالشيخ فى الاخلاق فغرض المصنف بذكر هذا الموقوف ترجيحه على المرفوع والله اعلم وهذا كله على تقييد الترجمة باليمين واما على اطلاقه فلا حاجة له كما تقدم ثم هذا الاثر منقطع لان محمد الباقر لم يدرك الحسن والحسينؓ قاله القارى وتبعه المناوى قيل مرسل باعتبار الحسنؓ ويمكن الاتصال باعتبار الحسينؓ، فتامل.

بابُ ما جَاء فی صفة مِغْفَرِ رسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خود کا ذکر

تشریح: خود لوہے کی بنی ہوئی ٹوپی ہوتی ہے، جو لڑائی کے وقت سر کی حفاظت کے لئے اوڑھی جاتی ہے، مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا قتيبة بن سَعِيْد حَدثنا مَالك بن انس عن ابن شهاب عن انس بن مَالك اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وعَلَيْهِ مِغْفَرٌ فَقِيْلَ لَهُ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.

حل لغات: مِغْفَر (ج) مَغَافِر خود (جس کو فوجی ٹوپی کے نیچے پہنتا ہے) غَفَرَ (ض) سے مشتق ہے بمعنی چھپانا، خود کو مغفر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ سر کو ڈھانپ لیتی ہے۔ مُتَعَلِّقٌ اسم مفعول لٹکا ہوا، چمٹا ہوا (تفعل) مص تَعَلُّقًا لٹکنا، چمٹنا۔ اَسْتَار، سِتْرٌ کی جمع ہے دوسری جمع سُتُور ہے بمعنی پردہ۔ اُقْتُلُوْا فعل امر حاضر ہے (ن) مارنا، قتل کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

---

۱ بکسر المیم وفتح الفاء یلبس تحت البیضة ویطلق علی البیضة ایضا کذا فی المغرب وقیل هی حلقة تنسج من الدرع علی قدر الراس وفی المحکم هو ما یجعل من فضل درع الحدید علی الراس کالقلنسوة وقیل هو رفرف البیضة .

۲ قال الحافظ ذکر ابن بطال انه انکر علی مالك قوله وعلیه المغفر وانه تفرد به والمحفوظ انه دخل وعلیه عمامة سوداء ثم اجاب عن دعوی التفرد بانه وجد فی کتاب حدیث الزهری تصنیف النسائی هذا الحدیث من روایة الاوزاعی عن الزهری مثل ما رواه مالك وعن الحدیث الاخر بانه دخل وعل راسه المغفر وکانت العمامة فوقه وذکر الحافظ ان بضعة عشر نفسًا رووه عن الزهری غیر مالك وبین مخارجها .

۳ قال المناوی یعنی قال له سعید بن حریث ، قلت وهذا یخالف ماياتی فی الحدیث الاتی .

۴ ابن خطل بمعجمة فمهملة مفتوحتین کان اسمه عبد العزی وکنی بجده فاسلم فسمی عبد الله وکتب الوحی ثم ارتد والعیاذ بالله وقتل مسلما واتخذ جاریتین تغنیان بهجائه علیه الصلوة والسلام فاهدردمه .

کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

تشریح: امام ترمذیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہاتھ کی تعیین نہیں ہے یہ محدثین کی غایت احتیاط ہے کہ وہ حدیث کے ہر ہر ٹکڑے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ کونسی حدیث میں کونسا مضمون صحیح ہے اور کون سا ایسا ہے جو اس حدیث میں صحیح نہیں ہے، دوسری حدیثوں میں اگر چہ صحیح طور پر ثابت ہو یہی وہ چیز ہے جس کی بدولت حدیث شریف کا فن آج تک نہایت پختگی اور نورانیت و چمک کے ساتھ دنیا میں پھیلا ہوا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا روایاتِ متعددہ سے ثابت ہے، داہنے ہاتھ کی روایات اس باب میں گزر چکی ہیں اور بائیں ہاتھ کی روایات بھی ابوداؤد و مسلم وغیرہ میں موجود ہیں، چنانچہ نوویؒ نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح بتایا ہے لیکن محدثین کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود متن حدیث کے صحیح ہونے کے اگر کسی خاص طریقہ سے قواعد محدثین کے موافق صحیح نہیں ہوتی تو اس خاص طریقہ پر کلام فرماتے ہیں اس لئے امام ترمذیؒ نے کلام کیا ہے۔

---

⑨ حدثنا محمّد بن عبيد المحاربيؒ[1] - عبدالعزيز بن ابى حَازم عن موسٰى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قَالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ[2] فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِيْ يَمِيْنِهٖ فَاتَّخَذَ النَّاسُ

---

[1] المحاربی بضم اوله وبمهملة وكسر راء وموحدة نسبة لبنی محارب قبيلة من العرب ومحمد بن عبيد هذا بدون الاضافة الى اسم الحلالة .

[2] قال الزين العراقی نقلاً عن البيهقی فی الادب وهذا الخاتم هو الذی كان فصه حبشيًا قال ابن حجر هذا هو الناسخ لحله مع قوله صلى الله عليه وسلم فی الاحاديث الصحيحة وقد اخذ ذهبًا فی يد وحريرًا فی يد وقال هذان حرامان علی ذكور امتی حل لاناثها والائمة الاربعة علی تحريمه المنهی عنه فی الصحيحين وغيرهما قال القاری جمهور السلف والخلف علی حرمة التختيم بخاتم الذهب للرجال دون النساء والاعتبار بالحلقة عند الحنفية فلا باس بمسمار الذهب علی الخاتم خلافا للشافعية قال المناوی فتحريمه مجمع عليه الآن فی حق الرجال كما افاده العراقی تبعًا للنووی حيث قال اجمعوا علی تحريمه للرجال الا ما حكی عن ابن حزم انه اباحه وعن بعضهم انه مكروه لا حرام وهذان باطلان وقائلهما محجوج بالاحاديث التی ذكرها مسلم مع اجماع من قبله علی تحريمه ، قال الزين العراقی لا يصح نقل الاجماع فقد لبسه جمع من الصحب والتابعين قال القاری فقول عياض ان الناس مجمعون علی تحريمه غير سديد الا ان يقال اراد بالناس الجمهور او يقال انقرض قرن من قال بكراهته التنزيه واستقر الاجماع بعد علی التحريم .

صَخَرَات چٹان، ٹھوس بڑا پتھر۔ اَقْعَدَ فعل ماضی (افعال) بٹھانا (ن) بیٹھنا۔ صَعِدَ (س) مص صُعُوْدًا ، صَعَدًا چڑھنا، اوپر کو جانا، بلندی کی طرف جانا۔ اِستَوٰی برابر ہونا، درست ہوکر بیٹھنا، نشست درست کرنا، یہ باب افتعال سے آتا ہے۔ اَوْجَبَ مص اِیْجَاب (افعال) لازم کرنا، واجب کرنا، یہاں اس کا مفعول "الجنّة" محذوف ہے۔

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر اُحد کی لڑائی میں دو زرہ تھیں (ایک ذات الفضول دوسری فضہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر (وہ اونچی تھی اور دو زرہوں کا وزن نیز غزوۂ اُحد میں ہو تکلیفیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھیں کہ جن کی وجہ سے چہرہ مبارک خون آلودہ ہوگیا تھا غرض ان وجوہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چٹان پر چڑھ نہ سکے، اس لئے حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعہ سے اس چٹان پر چڑھے، زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہؓ نے (جنت کو یا میری شفاعت کو) واجب کرلیا۔

تشریح: جنگِ اُحد میں لڑائی کی حالت نہایت خطرناک تھی حتی کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا واہمہ بعض لوگوں کو ہوگیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس اونچی جگہ اس لئے تشریف لے گئے تھے تاکہ سب صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مطمئن ہوجائیں، اور بعض اکابر نے لکھا ہے کہ کفار کے دیکھنے کے لئے چڑھے تھے، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن کمال شجاعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا، حتی کہ صحابہؓ جب غزوۂ اُحد کا ذکر فرماتے تو کہتے تھے کہ یہ دن تمام کا تمام طلحہؓ کا ہے، حضرت طلحہؓ نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا رکھا تھا اسی سے زائد زخم ان کے بدن پر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا، حتی کہ ان کا ہاتھ بھی شل ہوگیا تھا۔

(۲) حدثنا احمد بن ابی عمر حَدثنا سُفیٰن بْن عُیَیْنة عنْ یزید بن

لہ هكذا فی ابن ماجة برواية هشام بن عمار ثنا سفيان بن عيينة عن يزيد بن خصيفة الخ واخرجه ابوداؤد بالشك ولفظه حدثنا مسدد نا سفيان قال حسبت انی سمعت يزيد بن خصيفة الخ

کہ اول تبلیغی خطوط سلاطین کے پاس ارسال کئے جائیں اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو منافع دین اور دنیوی کے مالک ہیں ہی، ورنہ پھر وہ اور تلوار، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند تلواریں رہیں ان کے خاص خاص نام تھے، سب سے پہلی تلوار ماثور تھی جو وراثت میں آپؐ نے اپنے والد سے پائی تھی، ایک کا نام قضیب اور ایک کا قلعی ایک کا تبار، ایک کا ذوالفقار وغیرہ وغیرہ تھا، امام ترمذیؒ نے اس باب میں چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا وهب عن جَرِيْر انبانا ابى عن قتادة عن انس قال كَانَ[1] قبيعةُ[2] سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ

حل لغات: قَبِيْعَة تلوار وغیرہ کے کنارے پر چڑھا ہوا لوہا یا چاندی، اس کو ٹوپی بھی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

تشریح: علامہ بیجوریؒ نے لکھا ہے کہ یہ ذوالفقار کا ذکر ہے فتح مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہی تلوار تھی۔

(۲) حَدَّثنا محمّد بن بشار حَدثنا معاذ بن هشام حَدَّثنى ابى عن قتادة عن سعيْد بن ابى الحَسَنِ[3] قَالَ كَانَ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] هكذا بصيغة التذكير فى النسخ الهندية والمصرية من الشمائل وفى الشروح بلفظ كانت بصيغة التانيث وهكذا فى رواية ابى داؤد والترمذى وغيرهما من حديث جرير.

[2] قبيعة بفتح القاف وكسر الموحدة ما على راس مقبض السيف من فضة او حديدة على ما قاله الجوهرى وقيل غير ذلك.

[3] سعيد بن ابى الحسن هو اخو الحسن البصرى تابعى فالحديث مرسل واخرجه المصنف فى جامعه من طريق جرير بهذا السند المذكور فى الشمائل ثم قال هذا حديث حسن غريب وهكذا روى عن همام عن قتادة عن انس وقد روى بعضهم عن قتادة عن سعيد بن ابى الحسن قال كانت قبيعة سيف رسول الله صلى الله عليه وسلم من فضة، وظاهره ان المصنف مال الى ترجيح المسند اذ ذكر له متابعة لكن بعضهم رجحوا المرسل كما بسطه الشيخ فى البذل.

علامہ تورپشتی فرماتے ہے کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس کی سند قابل اعتماد نہیں ہے، البتہ چاندی کی ٹوپی وغیرہ جیسا کہ پہلی روایتوں میں آیا ہے جائز ہے، کہتے ہیں کہ چونکہ سونا ناجائز تھا اس لئے روای نے صرف چاندی کی تحقیق کی کہ کس جگہ تھی سونے کو دریافت بھی نہیں کیا کہ کہاں تھا۔ (اللّٰھم اغفر لکاتبہ ولمن سعٰی فیہ)

④ حدثنا محمّد بن شجاع البغدادی حدثنا ابوعبَیْدة الحدَّاد عن عثمان بن سعد عن ابن سیرین قَالَ صَنَعْتُ سَیْفِیْ عَلٰی سَیْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَزَعَمَ سَمُرَةُ اَنَّهٗ صُنِعَ سَیْفُهٗ عَلٰی سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ[1] حَنَفِیًّا. حدثنا عقبةُ بنُ[2] مکرم البصری حدثنا محمد بکر عن عثمان بن سَعدٍ بهٰذا الاسناد نحوه

حل لغات: زَعَمَ (ن،ف) کہنا، دعویٰ کرنا، اس کا استعمال اکثر خلاف واقعہ اور مشکوک بات کا دعویٰ کرنے میں ہوتا ہے۔ حَنَفِیًّا جو قبیلہ بنو حنیفہ کی طرف منسوب ہو اس کو حنفی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: ابن سیرین کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرہؓ کی تلوار کے موافق بنوائی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے، اور وہ قبیلۂ بنو حنیفہ کی تلواروں کے طریق پر تھی۔

تشریح: بنو حنیفہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور ہے یہ سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ویسی ہی تلوار بناتے رہے۔

بابُ ما جَاء فیْ[3] صفةِ درعِ رَسُول اللّٰه صَلَّی اللّٰه عَلَیْه وَسَلَّمَ

---

[1] وکان حنفیا مقولة ابن سیرین علی الارسال او مقولة سمرة هذا اذا لرجع الضمیر الی سیفه صلی اللّٰه علیه وسلم ویحتمل ان یکون المراد به سیف سمرة فیکون من کلام ابن سیرین لا غیر.

[2] عقبه بضم فسکون ومکرم ببناء المجهول من الاکرام قاله القاری قال المناوی ووهم من جعله ببناء الفاعل.

[3] صفة درع بحذف المضاف ای صفة لبسه لیوافق حدیثی الباب وهو بدال المهملة مکسورة فراء ساکنة جنة من حدید تصنع حلقا حلقا تلبس للحرب.

علامہ تورپشتی فرماتے ہے کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اس کی سند قابل اعتماد نہیں ہے، البتہ چاندی کی ٹوپی وغیرہ جیسا کہ پہلی روایتوں میں آیا ہے جائز ہے، کہتے ہیں کہ چونکہ سونا ناجائز تھا اس لئے روای نے صرف چاندی کی تحقیق کی کہ کس جگہ تھی سونے کو دریافت بھی نہیں کیا کہ کہاں تھا۔ (اللّٰھم اغفر لکاتبہ ولمن سعٰی فیہ)

④ حدثنا محمّد بن شجاع البغدادی حدثنا ابوعبَیْدة الحدّاد عن عثمان بن سعد عن ابن سیرین قَالَ صَنَعْتُ سَیْفِیْ عَلٰی سَیْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَزَعَمَ سَمُرَةُ اَنَّهٗ صُنِعَ سَیْفُهٗ عَلٰی سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ[1] حَنَفِیًّا. حدثنا عقبةُ بنُ[2] مکرم البصری حدثنا محمد بکر عن عثمان بن سَعَدٍ بهٰذا الاسناد نحوه

حل لغات: زَعَمَ (ن،ف) کہنا، دعویٰ کرنا، اس کا استعمال اکثر خلاف واقعہ اور مشکوک بات کا دعویٰ کرنے میں ہوتا ہے۔ حَنَفِیًّا جو قبیلہ بنو حنیفہ کی طرف منسوب ہو اس کو حنفی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: ابن سیرین کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرہؓ کی تلوار کے موافق بنوائی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے، اور وہ قبیلۂ بنو حنیفہ کی تلواروں کے طریق پر تھی۔

تشریح: بنو حنیفہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور ہے یہ سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ویسی ہی تلوار بناتے رہے۔

بابُ ما جَاء فیْ[3] صفةِ درعِ رَسُول اللّٰه صَلَّی اللّٰه علَیْه وَسَلَّمَ

---

[1] وکان حنفیا مقولة ابن سیرین علی الارسال او مقولة سمرة هذا اذا ارجع الضمیر الی سیفه صلی اللّٰه علیه وسلم ویحتمل ان یکون المراد به سیف سمرة فیکون من کلام ابن سیرین لا غیر.

[2] عقبه بضم فسکون ومکرم ببناء المجهول من الاکرام قاله القاری قال المناوی ووهم من جعله ببناء الفاعل.

[3] صفة درع بحذف المضاف ای صفة لبسه لیوافق حدیثی الباب وهو بدال المهملة مکسورة فراء ساکنة جنة من حدید تصنع حلقا حلقا تلبس للحرب.

کہ اول تبلیغی خطوط سلاطین کے پاس ارسال کئے جائیں اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو منافع دین اور دنیوی کے مالک ہیں ہی، ورنہ پھر وہ اور تلوار، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند تلواریں رہیں ان کے خاص خاص نام تھے، سب سے پہلی تلوار ماثور تھی جو وراثت میں آپؐ نے اپنے والد سے پائی تھی، ایک کا نام قضیب اور ایک کا قلعی ایک کا تبار، ایک کا ذوالفقار وغیرہ وغیرہ تھا، امام ترمذیؒ نے اس باب میں چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا وهب عن جَرِيْر انبانا ابی عن قتادة عن انس قال كَانَ[1] قبيعةُ[2] سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ

حل لغات: قَبِيْعَة تلوار وغیرہ کے کنارے پر چڑھا ہوا لوہا یا چاندی، اس کو ٹوپی بھی کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

تشریح: علامہ بیجوریؒ نے لکھا ہے کہ یہ ذوالفقار کا ذکر ہے فتح مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہی تلوار تھی۔

(۲) حَدَّثنا محمّد بن بشار حَدثنا معاذ بن هشام حَدَّثنی ابی عن قتادة عن سعيْد بن ابی الحَسَنِ[3] قَالَ كَانَ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] هكذا بصيغة التذكير فی النسخ الهندية والمصرية من الشمائل وفی الشروح بلفظ كانت بصيغة التانيث وهكذا فی رواية ابی داؤد والترمذی وغيرهما من حديث جرير.

[2] قبيعة بفتح القاف وكسر الموحدة ما على راس مقبض السيف من فضة او حديدة على ما قاله الجوهری وقيل غير ذلك.

[3] سعيد بن ابی الحسن هو اخو الحسن البصری تابعی فالحديث مرسل واخرجه المصنف فی جامعه من طريق جرير بهذا السند المذكور فی الشمائل ثم قال هذا حديث حسن غريب وهكذا روی عن همام عن قتادة عن انس وقد روی بعضهم عن قتادة عن سعيد بن ابی الحسن قال كانت قبيعة سيف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من فضة، وظاهره ان المصنف مال الى ترجيح المسند اذ ذكر له متابعة لكن بعضهم رجحوا المرسل كما بسطه الشيخ فی البذل.

صَخَرَات چٹان، ٹھوس بڑا پتھر۔ اَقْعَدَ فعل ماضی (افعال) بٹھانا (ن) بیٹھنا۔ صَعِدَ (س) مص صُعُوْدًا ، صَعَدًا چڑھنا، اوپر کو جانا، بلندی کی طرف جانا۔ اِستَوٰی برابر ہونا، درست ہوکر بیٹھنا، نشست درست کرنا، یہ باب افتعال سے آتا ہے۔ اَوْجَبَ مص اِیْجَاب (افعال) لازم کرنا، واجب کرنا، یہاں اس کا مفعول "الجنّة" محذوف ہے۔

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر اُحد کی لڑائی میں دو زرہ تھیں (ایک ذات الفضول دوسری فضہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ فرمایا مگر (وہ اونچی تھی اور دو زرہوں کا وزن نیز غزوۂ اُحد میں ہو تکلیفیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھیں کہ جن کی وجہ سے چہرہ مبارک خون آلودہ ہوگیا تھا غرض ان وجوہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس چٹان پر چڑھ نہ سکے، اس لئے حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعہ سے اس چٹان پر چڑھے، زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہؓ نے (جنت کو یا میری شفاعت کو) واجب کرلیا۔

تشریح: جنگِ اُحد میں لڑائی کی حالت نہایت خطرناک تھی حتی کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا واہمہ بعض لوگوں کو ہوگیا تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس اونچی جگہ اس لئے تشریف لے گئے تھے تاکہ سب صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مطمئن ہوجائیں، اور بعض اکابر نے لکھا ہے کہ کفار کے دیکھنے کے لئے چڑھے تھے، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن کمال شجاعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا تھا، حتی کہ صحابہؓ جب غزوۂ اُحد کا ذکر فرماتے تو کہتے تھے کہ یہ دن تمام کا تمام طلحہؓ کا ہے، حضرت طلحہؓ نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا رکھا تھا اسی سے زائد زخم ان کے بدن پر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا، حتی کہ ان کا ہاتھ بھی شل ہوگیا تھا۔

(۲) حدثنا احمد بن ابی عمر حَدثنا سُفیٰن بْن عُیَیْنة عنْ یزید بن

لہ هکذا فی ابن ماجة بروایة هشام بن عمار ثنا سفیان بن عیینة عن یزید بن خصیفة الخ واخرجه ابوداؤد بالشك ولفظه حدثنا مسدد نا سفیان قال حسبت انی سمعت یزید بن خصیفة الخ

کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

تشریح: امام ترمذیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی حدیث میں ہاتھ کی تعیین نہیں ہے یہ محدثین کی غایت احتیاط ہے کہ وہ حدیث کے ہر ہر ٹکڑے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ کونسی حدیث میں کونسا مضمون صحیح ہے اور کون سا ایسا ہے جو اس حدیث میں صحیح نہیں ہے، دوسری حدیثوں میں اگر چہ صحیح طور پر ثابت ہو یہی وہ چیز ہے جس کی بدولت حدیث شریف کا فن آج تک نہایت پختگی اور نورانیت و چمک کے ساتھ دنیا میں پھیلا ہوا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا روایاتِ متعددہ سے ثابت ہے، داہنے ہاتھ کی روایات اس باب میں گزر چکی ہیں اور بائیں ہاتھ کی روایات بھی ابوداؤد و مسلم وغیرہ میں موجود ہیں، چنانچہ نوویؒ نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح بتایا ہے لیکن محدثین کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود متن حدیث کے صحیح ہونے کے اگر کسی خاص طریقہ سے قواعد محدثین کے موافق صحیح نہیں ہوتی تو اس خاص طریقہ پر کلام فرماتے ہیں اس لئے امام ترمذیؒ نے کلام کیا ہے۔

---

⑨ حدثنا محمّد بن عبید المحاربیؒ[1] ح عبدالعزیز بن ابی حازم عن موسیٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ[2] فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِيْ يَمِيْنِهٖ فَاتَّخَذَ النَّاسُ

---

[1] المحاربی بضم اوله وبمهملة وكسر راء وموحدة نسبة لبنی محارب قبيلة من العرب ومحمد بن عبيد هذا بدون الاضافة الى اسم الحلالة.

[2] قال الزين العراقی نقلاً عن البيهقی فی الادب وهذا الخاتم هو الذی كان فصه حبشيًا قال ابن حجر هذا هو الناسخ لحله مع قوله صلى الله عليه وسلم فی الاحاديث الصحيحة وقد اخذ ذهبًا فی يد وحريرًا فی يد وقال هذان حرامان علی ذكور امتی حل لاناثها والائمة الاربعة علی تحريمه المنهی عنه فی الصحيحين وغيرهما قال القاری جمهور السلف والخلف علی حرمة التختيم بخاتم الذهب للرجال دون النساء والاعتبار بالحلقة عند الحنفية فلا باس بمسمار الذهب علی الخاتم خلافا للشافعية قال المناوی فتحريمه مجمع عليه الآن فی حق الرجال كما افاده العراقی تبعًا للنووی حيث قال اجمعوا علی تحريمه للرجال الا ما حكی عن ابن حزم انه اباحه وعن بعضهم انه مكروه لا حرام وهذان باطلان وقائلهما محجوج بالاحاديث التی ذكرها مسلم مع اجماع من قبله علی تحريمه، قال الزين العراقی لا يصح نقل الاجماع فقد لبسه جمع من الصحب والتابعين قال القاری فقول عياض ان الناس مجمعون علی تحريمه غير سديد الا ان يقال لراد بالناس الجمهور او يقال انقرض قرن من قال بكراهته التنزيه واستقر الاجماع بعد علی التحريم.

بابُ ما جَاء فی صفة مِغْفَرِ[1] رسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خود کا ذکر

تشریح: خود لوہے کی بنی ہوئی ٹوپی ہوتی ہے، جو لڑائی کے وقت سر کی حفاظت کے لئے اوڑھی جاتی ہے، مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا قتيبة بن سَعِيْد حَدثنا مَالك بن انس عن ابن شهاب عن انس بن مَالك اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وعَلَيْهِ مِغْفَرٌ[2] فَقِيْلَ لَهُ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ[3] مُتَعَلِّقٌ[4] بِاَسْتَارِ الكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.

حل لغات: مِغْفَر (ج) مَغَافِر خود (جس کو فوجی ٹوپی کے نیچے پہنتا ہے) غَفَرَ (ض) سے مشتق ہے بمعنی چھپانا، خود کو مغفر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ سر کو ڈھانپ لیتی ہے۔ مُتَعَلِّقٌ اسم مفعول لٹکا ہوا، چمٹا ہوا (تفعل) مص تَعَلُّقًا لٹکنا، چمٹنا۔ اَسْتَار، سِتْرٌ کی جمع ہے دوسری جمع سُتُور ہے بمعنی پردہ۔ اُقْتُلُوْا فعل امر حاضر ہے (ن) مارنا، قتل کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

---

[1] بكسر الميم وفتح الفاء يلبس تحت البيضة ويطلق على البيضة ايضا كذا فى المغرب وقيل هى حلقة تنسج من الدرع على قدر الراس وفى المحكم هو ما يجعل من فضل درع الحديد على الراس كالقلنسوة وقيل هو رفرف البيضة .

[2] قال الحافظ ذكر ابن بطال انه انكر على مالك قوله وعليه المغفر وانه تفرد به والمحفوظ انه دخل وعليه عمامة سوداء ثم احاب عن دعوى التفرد بانه وجد فى كتاب حديث الزهرى تصنيف النسائى هذا الحديث من رواية الاوزاعى عن الزهرى مثل ما رواه مالك وعن الحديث الاخر بانه دخل وعل راسه المغفر وكانت العمامة فوقه وذكر الحافظ ان بضعة عشر نفسًا رووه عن الزهرى غير مالك وبين مخارجها .

[3] قال المناوى يعنى قال له سعيد بن حريث ، قلت وهذا يخالف مايأتى فى الحديث الاتى .

[4] ابن خطل بمعجمة فمهملة مفتوحتين كان اسمه عبد العزى وكنى بحده فاسلم فسمى عبد الله وكتب الوحى ثم ارتد والعياذ بالله وقتل مسلما واتخذ جاريتين تغنيان بهجائه عليه الصلوة والسلام فاهدردمه .

اللہ عنہ کے دور میں رہا اور ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ حکومت میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی صورت تھی اسی دوران میں ایک مرتبہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو انگوٹھی دے رہے تھے یا حضرت عثمانؓ سے لے رہے تھے کہ اس حالت میں انگوٹھی گری اور کنوئیں میں جا پڑی، اس میں روایات مختلف ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گری یا حضرت معیقیبؓ کے پاس سے، علماء نے یہی صورت جمع کی تجویز فرمائی ہے جو اوپر لکھی گئی، اس صورت میں دونوں روایتیں صحیح ہیں اس لئے کہ جب درمیان میں گری تو اس کی نسبت ہر ایک کی طرف صحیح ہے۔

⑦ حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا حاتم بن اسمٰعيل عن جعفر بن محمّد عن ابيه قَالَ كَانَ الْحَسَنُ[1] وَالْحُسَيْنُ رَضِيَ اللّٰه عنهما يَتَخَتَّمَانِ فِيْ يَسَارِهِمَا.

ترجمہ: امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

تشریح: یہ حدیث امام ترمذی رضی اللہ عنہ کے باب کی سرخی کے خلاف ہوگئی اس لئے کہ باب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا منعقد فرمایا تھا، اس کی توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ مقصود اس قسم کی روایات سے جب کہ اس باب میں بہت سی روایات اس کے خلاف ہیں اشارہ اس کے ضعف کی طرف ہے، بندہ ناچیز کے نزدیک باب میں داہنے ہاتھ کی قید بیان افضلیت کے لئے ہے اور اس نوع کی روایات بیان جواز کے واسطے ہیں، بعض اکابر نے یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ترجمہ میں حسبِ عادت محدثین کلمہ (ام فی

---

[1] كان الحسن لعل غرض المص بايراد هذا الاثر على خلاف ترجمته اشارة الى شذوذه او الى ان هذا موقوف والروايات المرفوعة كلها مصرحة باللبس فى اليمين قاله الشراح قلت لكن يشكل عليه تصحيح المصنف هذا الحديث فى جامعه فالا وجه عندى فى غرض المصنف ان هذا الحديث روى موقوفًا بفعلهما ومرفوعًا بلفظ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر وعمر وعلى والحسن والحسين يتختمون باليسار اخرجه البيهقى فى الادب وابوالشيخ فى الاخلاق فغرض المصنف بذكر هذا الموقوف ترجيحه على المرفوع والله اعلم وهذا كله على تقييد الترجمة باليمين واما على اطلاقه فلا حاجة له كما تقدم ثم هذا الاثر منقطع لان محمد الباقر لم يدرك الحسن والحسينؓ قاله القارى وتبعه المناوى قيل مرسل باعتبار الحسنؓ ويمكن الاتصال باعتبار الحسينؓ، فتامل.

اس سے متعلق نہیں اس لئے اختصاراً ترک کر دیا گیا لیکن ایسے موقع پر اس لئے تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ اگر علم دوست حضرات یا طلبہ میں سے کوئی دیکھے تو وہ اس تنبیہ کے بعد مراجعت مشائخ سے تحقیق کر لے اسی طرح اس حدیث سے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کا بیان دوسری حدیث میں آرہا ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عِيسٰى بن احمد حدثنا عبد اللّٰه بن وهب حدثنى مالك بن انس عن ابن شهاب عن انس بن مالك اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَاْسِهِ الْمِغْفَرُ قَالَ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَبَلَغَنِىْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا۔

حل لغات: مُحْرِمًا اسم فاعل (افعال) مص اِحْرَامًا حرام کرنا، احرام باندھنا محرم پر احرام کی وجہ سے بہت سی چیزیں حرام ہو جاتی ہیں مثلاً سلے ہوئے کپڑے پہننا، شکار کرنا، جماع وغیرہ کرنا اسی بناء پر احرام باندھنے والے کو "محرم" کہتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک

---

۱ رجل قال الحافظ لم اقف على تسميته وزعم الفاكهى فى شرح العمدة انه نضلة بن عبيد ابو بردة الاسلمى قاله المناوى قال الحافظ وكانه لما رجح عنده انه هو الذى قتله أى انه هو الذى جاء مخبرا بقصته ثم بسط الاختلاف فى قاتله وجزم به العينى اذ قال هو ابو برزة الاسلمى بفتح الموحدة وسكون الراء وفتح الزائى اسمه نضلة بن عبيد وجزم به الكرمانى والفاكهى ، وهذا يخالف ما تقدم فى الحديث السابق عن المناوى .

۲ قال عصام وتبعه المناوى انه تعلق بها متمسكًا بقوله تعالى فمن دخله كان آمنا وتعقبه القارى بان التمسك غير صحيح فانه لم يكن مومنا وانما تعلق بما هو من عادة الجاهلية انهم كانوا يعظمون من تمسك بذيلها فى كل جريمة .

۳ واختلف فيمن قتله على اقوال بسطها الحافظ فى الفتح .

۴ لم يكن محرما اختلف العلماء فى جواز دخول مكة بغير احرام والصحيح من قولى الشافعى المشهور عندهم جوازه مطلقا وعن الائمة الثلثة على المشهور عندهم وجوب الاحرام قال ابن عبد البر اكثر الصحابة والتابعين على الوجوب واجاب الطحاوى عن دخوله عليه الصلوة والسلام بانه من خصائصه لقوله عليه السلام وانها لم تحل لى الاساعة . قارى مختصراً

حل لغات: یَتَخَتَّمُ مص تَخَتُّمًا (تفعل) انگوٹھی پہننا۔ اَخَالُ مضارع متکلم، یہاں اَخَالُ میں ہمزہ کا فتحہ وکسرہ دونوں درست ہیں مگر کسرہ زیادہ فصیح ہے اگرچہ خلاف قیاس ہے (س) مص خَیْلاً ، خَالاً ، خِیْلَۃً ، مَخَالَۃً خیال کرنا، گمان کرنا۔

ترجمہ: صلت بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور مجھے جہاں تک خیال ہے یہ کہا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔

تشریح: امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو مختصر نقل کیا ہے ابوداؤد شریف میں ذرا تفصیل سے ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے صلت کو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی (کن انگلی جس کو چھنگلا انگلی بھی کہتے ہیں) میں پہنے دیکھا میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کو ایسے ہی پہنے دیکھا اور اس کے نگین کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا اور جہاں تک خیال ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذکر کرتے تھے آپؐ بھی اسی طرح پہنتے تھے، اس حدیث میں دو مضمون ہیں ایک یہ کہ نگین کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا، بذل المجہود میں مرقات الصعود سے نقل کیا ہے کہ نگین کا ہاتھ کے اندر کے حصہ یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ صحیح ہے اور اکثر روایات میں وارد ہے، چنانچہ شمائل میں بھی آئندہ روایت میں آرہا ہے، علامہ مناویؒ نے لکھا ہے کہ یہی افضل ہے کہ اس میں نگین کی حفاظت بھی ہے اور عجب وتکبر سے حفاظت بھی ہے، دوسرا مضمون یہ ہے کہ انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا امام نوویؒ نے اس کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ انگوٹھی اسی انگلی میں ہونا چاہئے اور نگین مردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہئے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ ان کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔

---

⑥ حدثنا محمد بن ابی عمر حدثنا سفیٰن عن ایوب بن موسیٰ عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّۃٍ

حدیث کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے، علامہ جزری کہتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور سے تلاش کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی، البتہ امام نووی سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا مناوی کے قول کے موافق اور ساتھ ہاتھ کا ملا علی کے قول کے موافق، ایک بڑا بارہ ہاتھ کا، صاحب مدخل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار سات ہی ہاتھ بتائی ہے دوسرا نہیں بتایا، عمامہ کا باندھنا سنت مستمرہ ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔ (فتح الباری) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے (عینی) ایک حدیث میں آیا ہے عمامہ باندھا کرو عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے (عینی) اس باب میں مصنفؒ نے پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا محمّد بن بَشار حَدثنا عبدالرحمٰن بن مَهْدِی عَنْ حمّاد بن سَلمة ح وحدثنا محمود بن غیلانَ حَدَّثنا وکیع عن حمّاد بن سَلمة عن ابی الزبیر عن جَابر قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَکَّةَ یَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے ہیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

تشریح: یہ حدیث بظاہر گذشتہ باب کی روایات کے خلاف ہے جن میں

---

[1] قال الزین العراقی اختلفت الفاظ حدیث جابر فی المکان والزمان الذی لبس فیه العمامة السوداء فالمشهور انه یوم الفتح وفی روایة البیهقی فی الشعب یوم ثنیة الحنظل وذلك یوم الحدیبیة ویجاب بان هذا لیس باضطراب وانه لبس یوم الحدیبیة والفتح معا الا ان الاسناد واحد فلیتامل.

[2] یخالف ما تقدم فی الباب السابق من المغفر قال المناوی وفی القاموس ان العمامة بالکسر المغفر والبیضة وما یلف علی الراس، فلا حاجة الی الجواب عن ذلك.

اختلاف نہیں ہے اور فساق کے ساتھ تشبہ سے بھی احتراز ضروری ہے۔

(۲) حدثنا محمدٌ بن یحییٰ حدثنا احمد بن صَالح حدثنا عبداللّٰه بن وهب عنْ سلیمان بن بلَال عن شریك بن عبد اللّٰه بن ابی نمر نحوهٗ.

(۲) حدثنا احمد بن منیع حدثنا یزید بن هٰرُوْنَ عن حماد بن سلمة قَالَ رَأَیْتُ ابْنَ اَبِیْ رَافِعٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَأَیْتُ عَبداللّٰهِ بنَ جَعْفَرٍ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَخَتَّمُ فِیْ یَمِیْنِهٖ.

ترجمہ: حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی رافع کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

(۳) حدثنا یحییٰ بنؔ موسیٰ انبانا عبداللّٰه بن نمیر انبانا ابراهیمؔ بن

۱؎ هذا طریق آخر لحدیث شریك المتقدم والظاهر عندی ان الغرض منه تقویة الاتصال فان الحدیث روی عن شریك مسندًا ومرسلاً فان ابا داؤد اخرجه من طریق احمد بن صالح عن ابن وهب بهذا السند متصلاً ثم قال وقال شریك اخبرنی ابو سلمة بن عبد الرحمٰن ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم كان یتختم فی یمینه وهذا مرسل وهكذا بالطریقین مسندًا ومرسلاً اخرجه النسائی فی سننه.

۲؎ هكذا عند المصنف فی الجامع والنسائی فی سننه بالكنیة قال المناوی وتبعه البیجوری انه عبد الرحمٰن وكذا حكی اسمه فی الحواشی عن العصام وهو الصواب فما فی جمع الوسائل اسمه عبد اللّٰه بن ابی رافع وهمٌ.

۳؎ یحییٰ بن موسیٰ كذا فی المكتوبة وهكذا فی الشروح الثلثة وهو الصواب فما فی النسخ الهندیة موسیٰ بن یحییٰ غلط لیس فی رواة الصحاح احد اسمه موسیٰ بن یحییٰ فتامل.

۴؎ قال العصام لم اجد ترجمته وقال القاری لم اطلع علی ترجمته قال المناوی هو قصور اذ هو ابراهیم بن الفضل بن سلیمان المخزومی، قلت رقم علیه الحافظ للترمذی وابن ماجه وذكر فی شیوخه عبد اللّٰه بن محمد بن عقیل وفی تلامذته ابن نمیر فهو المتعین.

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ[1] وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ[2] سَوْدَاءُ.

حل لغات: خَطَبَ (ن) مص خُطْبَةً ، خَطْبًا وعظ کہنا، تقریر کرنا، لیکچر دینا

ترجمہ: عمرو بن حریثؓ ہی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

تشریح: مشہور قول کے موافق یہ خطبہ فتح مکہ کا خطبہ ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جس کا ذکر پہلی حدیثوں میں حضرت جابرؓ کی روایت سے گذر چکا ہے، لیکن بعض لوگوں نے اس وجہ سے کہ اس قصہ میں بعض جگہ منبر کا لفظ آیا ہے اور فتح مکہ کا وہ خطبہ منبر پر نہیں تھا، اس لئے مدینہ منورہ کا کوئی اور خطبہ جمعہ کا مراد لیا ہے بعض حدیثوں میں اس قصہ میں جمعہ کا لفظ بھی موجود ہے، ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں میرک شاہ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال کا ہے۔ واللہ اعلم

(۴) حدثنا هرون بن اسحٰق الهَمْدانی حدثنا یحییٰ بن محمَّد المدینی[3] عنْ عبدالعزیز محمَّد عن عبید اللّٰه بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَّ[4] عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ[5] قَالَ

---

[1] قال القاری ای علی المنبر کما فی روایة مسلم وبهذا یندفع ما قال بعضهم من ان لبس السواد کان فی فتح مکة فقط لان خطبته صلی اللّٰه علیه وسلم بمکة لم یکن علی المنبر بل کان علی باب الکعبة ولذا ذکره صاحب المصابیح فی باب خطبة الجمعة ، قلت ولفظ المشکوٰة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم خطب وعلیه عمامة سوداء قد ارخی طرفیها بین کتفیه یوم الجمعة رواه مسلم ، قلت لکن للامام مسلما اخرجه فی باب دخول مکة بغیر احرام ولفظه کانی انظر الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی المنبر وعلیه عمامة سوداء الحدیث لیس فیه لفظ الجمعة .

[2] قال المناوی وفی نسخة عصابة قلت ولعل ذلك الباعث لمیرك شاه اذ قال هذه الخطبة وقعت فی مرض النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الذی توفی فیه ، هکذا حکی عنه القاری فی المرقاة .

[3] هکذا فی الشروح وکذا علی حواشی الهندیة بطریق النسخة وفی متونها المدنی قال القاری والمناوی وغیرهما نسبة الی مدینة السلام علی الاصح زاد المناوی احتراز عن یحییٰ بن محمد المدنی وهو اثنان آخران ، قلت وبلفظ المدینی ذکره المصنف فی الجامع بهذا الاسناد .

[4] قال القاری ای ارخی طرفها الذی یسمی العلاقة وقال المناوی هل المراد یسدل الطرف الاسفل حتی یکون عذبة او یسدل الطرف الاعلی کل محتمل .

[5] قال میرك قد ثبت فی السیر بروایات صحیحة ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یرخی علاقته احیانا بین کتفیه واحیانا یلبس العمامة من غیر علاقة .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتی تھی پہننا اس کو لازم نہیں، چنانچہ آئندہ باب میں آرہا ہے کہ حضرت معیقیب کے پاس رہتی تھی۔

بَابُ[1] مَا جَاء فی انّ النّبیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان يَتَخَتَّمُ فِیْ يمينهٖ

باب، اس بیان میں کہ حضور اقدس ﷺ انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

تشریح: پہلے باب میں مصنفؒ نے انگوٹھی کی کیفیت بتلائی تھی، اور اس باب میں اس کے پہننے کی کیفیت بتلانا مقصود ہے، اس باب میں مصنفؒ نے نو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

---

(۱) حدثنا محمّد بن سهلٍ[2] بن عسْكر البغداديّ[3] وعبدالله بن عبدالرّحمٰن[4] قالا اخبرنا يحيٰى بن حسّانٍ[5] حدثنا سليمان بن بلال عن شريك بن عبدالله بن ابی نمرٍ[6] عن ابراهيم بن عبد الله بن حنينٍ[7] عن ابيه عن عَلی

---

[1] باب ما جاء الخ اختلف النسخ فی ذكر هذه الترجمة ففی النسخ الموجودة عندنا هكذا بلفظ كان يختم فی يمينه وهكذا فی عامة الشروح من المناوی والبيجوری وغيرهما ولم يختر القاری لفظ فی يمينه فی الترجمة ولفظها باب ما جاء فی تختم رسول الله صلی الله عليه وسلم وكذا فی النسخة المكتوبة القلمية وهو الاوجه عندی لئلا يتكلف فی توجيه الرواية التی فيها ذكر اليساروا ما علی النسخة الموجودة فقد قال ميرك فيه اشعار بان المصنف كان يرجح روايات تختمه فی يمينه علی الروايات الدالة فی التختم علی اليسار فلذا لم يخرج فی الباب حديثا فيه التصريح بكونه صلی الله عليه وسلم تختم فی يساره ، قلت وهو كذلك فانه ذكره من حديث انس فقط وتكلم عليه وقال لا يصح واما اثر الحسنين رضی الله عنهما فهو موقوف وجل الروايات المرفوعة فی الباب فی التختم فی اليمين .

[2] سهل بفتح المهملة وسكون الهاء فما فی بعض النسخ بلفظ التصغير غلط ليس فی الرواة احمد اسمه محمد بن سهل .

[3] البغدادی بالعجمة والمهملة فی الدال الثانی علی ما فی النسخ قاله القاری .

[4] يصرف ولا يصرف علی انه فعال او فعلان .

[5] بفتح النون وكسر الميم آخره راء مهملة .

[6] بضم الحاء المهملة ونونين مصغرًا .

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ[1] دَسْمَاءُ.

حل لغات: دَسْمَاءُ صفت مؤنث (ج) دُسْمٌ مٹیالا، چکنا (دونوں معنی کئے گئے ہیں) (س) مص دَسَمًا دُسُوْمَةً مٹیالا ہونا، چکنا ہونا، چربی والا ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور آپؐ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یا چکنی پٹی تھی۔

تشریح: یہ قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا ہے اور آخری وعظ ہے کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ منبر پر تشریف لے گئے نہ کوئی خطبہ پڑھا اس میں انصار کی مراعات کا خاص طور سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا، ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور یہ ارشاد بھی فرمایا کہ جو تم میں سے کسی چیز کا بھی امیر بنایا جائے وہ ان کی خاص طور سے رعایت کرے، اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے پٹی کا باندھنا بھی موجب ہے اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تیل کی زیادہ مالش ہوتی تھی جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے، اس لئے اس پٹی کا چکنا ہونا بھی قرینہ قیاس ہے اور سیاہ عمامہ تو ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا بُعد نہیں، حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ تھی ہی، غرض علماء اس کے مطلب میں دونوں طرف گئے ہیں کہ بعض علماء نے سیاہ عمامہ کا ترجمہ فرمایا ہے اور بعض نے چکنی پٹی کا اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظ بھی دونوں کو محتمل ہے اور قول بھی دونوں کے موافق ہے، اس حدیث کے ایک راوی ابن الغسیل ہیں جو حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کی اولاد ہیں، حضرت حنظلہ کا لقب غسیل الملائکہ پڑ گیا تھا جس کا ترجمہ فرشتوں کا غسل دیا ہوا ہے، ان کا عجیب واقعہ گزرا ہے کہ جس وقت اُحد کی لڑائی کے لئے کوچ ہوا ہے اور روانگی کا اعلان ہوا تو یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے، اس حالت میں

---

[1] عصابة وفی روایة عمامة والعصابة هی العمامة کما فی القاموس والدسماء بفتح الدال المهملة هی السوداء کما فی نسخة وقیل الدسماء الملطخة بالدسم لانه صلی الله علیه وسلم کان یکثر دهن شعره فاصابتها الدسومة من الشعر.

وہ یہی نجاشی ہیں چنانچہ بعض روایات میں نجاشی کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی ہے کہ وہ نجاشی نہیں ہیں جن کے جنازہ کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، اور یہی صحیح ہے اگرچہ بعض محدثین نے صرف پہلے ہی نجاشی کے خط کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دوسرے کا۔

⑦ حدثنا اسحٰق بن منصور انبأنا سعید بن عَامر و الحجاجؒ بن منهَال عن همامؒ عن ابن جریجؒ عن الزهري عن انس بن مالك اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهٗ.

حل لغات: اَلْخَلَاءُ خلوت گاہ، کھلی ہوئی فضا، بیت الخلاء (ن) جگہ کا خالی ہونا۔ نَزَعَ (ف) مص نَزْعًا نکالنا، باہر کرنا، خارج کرنا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لے جاتے۔

تشریح: چونکہ اس میں اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کا اسم شریف لکھا ہوا تھا اس لئے حضور اقدس ﷺ وہ پہنے ہوئے استنجے نہ جاتے تھے، اسی بناء پر علماء نے اس انگوٹھی کو بھی پہنے ہوئے پاخانہ جانے کو مکروہ لکھا ہے جس میں کوئی متبرک نام یا عبارت ہو۔

⑧ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبدالله بن نمیر حدثنا عبید الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قَالَ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

۱ بفتح حاء مهملة وتشديد الجيم الاولى ومنهال بكسر الميم فسكون نون .

۲ همام بتشديد الميم الاولى ابن يحيٰى بن دينار اتفق الشيخان على الاحتجاج به ووثقه غير واحد كما حكاه القارى وقال الحافظ فى التقريب ثقة ربما وهم وبسط القارى فى نصوص من ضعف الحديث وصححه ومن تكلم عليه ابو داؤد فقال هذا الحديث منكر والوهم فيه من همام ولم يروه الا همام وقال الترمذى فى جامعه حسن صحيح غريب وقال الحاكم فى مستدركه صحيح على شرط الشيخين وصححه ابن حبان قاله القارى قلت ولمشائخ الحديث فى الكلام على هذا الحديث تقارير بسيطة لايسعها هذا المختصر وبسطه شيخًا حضرة الشيخ فى بذل المجهود لحل ابى داؤد فارجع اليه .

۳ بحيمين مصغرًا هو عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج .

۴ قال القارى لاشتماله على لفظ الله فاستصحابه فى الخلاء مكروه وقيل حرام .

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول لنگی باندھنے کا اور چادر اوڑھنے کا اکثر تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ لانبی اور اڑھائی ہاتھ چوڑی اور ایک قول کے موافق چھ ہاتھ لمبی اور تین ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی بتائی جاتی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی لکھتے ہیں اس باب میں مصنفؒ نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

① حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابرَاهیم حَدثنا ایوب عن حمید بن هلال عن أبی بُردۃ[1] قَالَ اَخْرَجَتْ الینا عَائشة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کِسَاءً مُلَبَّدًا[2] اَوْاِزَارًا غَلِیظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَیْنِ.

حل لغات: کِسَاءٌ (ج) اَکْسِیَة بڑی چادر، کمبل، کپڑا، اور لباس کے لئے "کِسْوَةٌ" آتا ہے۔ مُلَبَّدًا اسم مفعول پیوند لگا ہوا (تفعل) مص تَلْبُدًا (ن، افعال) پیوند لگانا، جوڑنا۔ اِزَار (ج) آزِرَةٌ ، اُزُرٌ چادر، تہبند، لنگی، ہر وہ کپڑا جو بدن کو چھپائے۔ غَلِیظًا صیغہ صفت (ن، ض) سخت ہونا، موٹا ہونا، گاڑھا ہونا، غلیظ ہونا۔ قُبِضَ فعل ماضی مجہول قَبَضَ رُوْحُهٗ (ض) مرنا، اور فعل معروف کی صورت میں مارنا، وفات دینا۔ رُوْحٌ (ج) اَرْوَاحٌ جان، نفس، روح۔ هٰذَیْنِ ،

---

[1] ابوبردة کذا فی النسخ بالموحدة والراء فما فی بعض النسخ من لفظ ابی هریرة غلط نعم یوجد فی بعض النسخ بعد ابی بردة لفظ عن ابیه وهو ابو موسٰی الاشعری ولیس فی اکثر النسخ المکتوبة والمطبوعة الا انه جزم به المناوی فی اصله والصواب حذفه لان ابا بردة وان ثبت روایة عن ابیه وعائشةؓ کلیهما لکن هذا الحدیث اخرجه المصنف فی جامعه بهذا السند بعینه وابوداؤد فی اللباس والبخاری فیه وفی الجهاد والخطیب فی المشکوة وغیرهم ولیس عند احدهم لفظ عن ابیه وابو بردة هذا جد ابی الحسن الاشعری الامام المعروف فی الکلام .

[2] بتشدید الموحدة المفتوحة ای مرقعا یقال لبدت الثوب اذا رقعته وقیل التلبید جعل بعضه ملتزقا ببعض کانه زال وطأته ولینه لتراکم بعضه علی بعض قاله القاری وقال المناوی اصله الذی یجعل فی راسه لزوقا من نحو صمغ لتلبید شعره والمراد ههنا ماثخن وسطه حتی صار کاللبد وقیل المراد المرقع.

بادشاہ نجاشی کے نام، تم صلح پسند ہو میں اس اللہ کی تعریف تمہارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے (یا بندے اس کے ظلم سے محفوظ ہیں) امن دینے والا ہے نگہبان ہے (کہ بندوں کی آفات سے حفاظت فرماتا ہے) اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے روح اور اس کے وہ کلمہ تھے جس کو اللہ جل شانہٗ نے پاک وصاف کنواری مریمؑ کی طرف بھیجا تھا پس وہ حاملہ بن گئیں، حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈال دی جیسا کہ حضرت آدمؑ کو (بغیر باپ کے) اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا، میں تمہیں اسی وحدہ لاشریک لہٗ کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میرا اتباع کرو اور جو شریعت میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف تم کو اور تمہارے سارے لشکروں کو بلاتا ہوں، میں حق بات تم تک پہنچا چکا ہوں اور نصیحت کر چکا تم میری نصیحت قبول کرلو اور سلام (یا سلامتی) اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے، محدثین کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ یہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے، اس والا نامہ پر انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلمان ہوئے، بہر حال انہوں نے اس والا نامہ کے جواب میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے ایمان کا اقرار کیا اور اس کا اقرار کیا کہ آپؐ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ لکھا وہ حرف بحرف صحیح ہے اور اپنے لڑکے کے ہاتھ ساٹھ نفر کی ایک جمعیت کے ساتھ اپنا عریضہ خدمت اقدسؐ میں بھیجا مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں غرق ہوگئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمت اقدسؐ میں نہ پہنچ سکا، خود ان نجاشی کا وصال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہو گیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی (غائبانہ نماز کا مسئلہ ایک فقہی بحث ہے جس کی جگہ یہ نہیں ہے بہت سی وجوہ سے حنفیہ کے نزدیک ان کی خصوصیت تھی) ان کے بعد ان کی جگہ دوسرا نجاشی ہوا، اس کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والا نامہ

سُلیم قالَ سَمِعْتُ عَمَّتِیْ[1] تُحَدِّثُ عن عَمِّهَا[2] قَالَ بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ بِالْمَدِیْنَةِ اِذَا اِنْسَانٌ خَلْفِیْ یَقُوْلُ اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَاِنَّهٗ اَتْقٰی[3] وَاَبْقٰی فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هِیَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ[4] قَالَ اَمَالَكَ فِیَّ اُسْوَةٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اِزَارُهٗ اِلٰی نِصْفِ سَاقَیْهِ.

حل لغات: تُحَدِّثُ (تفعیل) مص تَحْدِیْث، نقل کرنا، بیان کرنا، حکایت بیان کرنا، حدیث بیان کرنا۔ اِرْفَعْ فعل امر حاضر (ف) اٹھانا، بلند کرنا، اونچا کرنا، اوپر کرنا۔ اَتْقٰی اسم تفضیل (افتعال) بچنا، پرہیز کرنا، اس کی اصل "اِوْتِقَاءٌ" تھی، واؤ کو "ت" سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کردیا گیا۔ اَبْقٰی اسم تفضیل (س) ثابت رہنا، باقی رہنا، ہمیشہ رہنا۔ بُرْدَةٌ (ج) بُرُدٌ کملی، کالی چادر، کمبل۔ اِلْتَفَتُّ (افتعال) توجہ کرنا، متوجہ ہونا، التفات کرنا۔ مَلْحَاءُ (ج) مَلْحَاوَات سفید وسیاہ رنگ کی چادر (س) مص مَلَحًا نیل گوں ہونا، ملیح ہونا، مذکر اَمْلَحُ (ج) مُلْحٌ۔ اُسْوَةٌ اُسًی، اِسًی (بضم الہمزۃ وکسرہا) نمونہ، ماڈل، وہ چیز جس سے تسلی حاصل ہو، سَاقٌ (ج) اَسْوَاق، سِیْقَان پنڈلی (گھٹنے اور قدم کے درمیان کا حصہ)

ترجمہ: عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جارہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سنا کہ لنگی اوپر کو اٹھاؤ کہ اس سے

---

[1] عمتی اسمها رهم بضم الراء وسكون الهاء بنت الاسود بن خالد كذا فی التقريب وقيل بنت الاسود بن حنظلة.

[2] عمها ای عم عمة اشعث ابن سليم اسمه عبيد بن خالد المحاربی سكن الكوفة واما ما قال العصام ان الاصح ما فی بعض النسخ عم ابيها ای عم ابن الحنظلة فغير صحيح مع انه ليس موجودًا فی النسخ نعم ذكر ميرك شاه انه وقع فی كتاب تهذيب الكمال عن عم ابيه فالضمير المجرور الی الاشعث ولا يخفی ان عم عمة الشخص عم ابيه قاله القاری قلت وايا ما كان فالمراد به عبيد بن خالد المحاربی.

[3] ای اقرب الی سلوك التقوی او اوفق للتقوی للبعد عن الكبر والخيلاء او للتنزه عن القاذورات ويويد الاخر ما فی بعض النسخ انقی بالنون ای انظف وقوله ابقی ای اكثر بقاء.

[4] ملحاء بفتح الميم والحاء المهملة وسكون اللام المراد بردة سوداء فيها خطوط بيض يلبسها الاعراب ليست من الثياب الفاخرة وكانه اراد ان هذا ثوب مهنة لا ثوب زينة فلا خيلاء فيه.

میں سوال کیا تم نے عالی نسب بتایا انبیاءؑ اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے تم نے کہا نہیں، مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانہ سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں، میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفاء ہیں یا کمزور لوگ، تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں، ہمیشہ سے انبیاءؑ کا اتباع کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں (کہ شرفاء کو اپنی نخوت دوسروں کی اطاعت سے روکتی ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعوی سے قبل تم دروغ گوئی کا الزام ان پر لگاتے تھے یا نہیں تم نے انکار کیا میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو (مگر جو شخص لوگوں کے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا جھوٹ بول سکتا ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے تم نے اس سے انکار کیا، ایمان کی یہی خاصیت ہے جب کہ اس کی بشاشت دلوں میں گھس جائے، میں نے پوچھا تھا کہ وہ لوگ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں، تم نے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں، ایمان کا خاصہ یہی ہے حتی کہ دین کی تکمیل ہو جائے، میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب، انبیاءؑ کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا لیکن بہتر انجام انہیں کے لئے ہوتا ہے، میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا یہی انبیاءؑ کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے، میں نے پوچھا تھا کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تم نے اس سے انکار کیا، میں نے خیال کیا تھا کہ اگر کسی نے ان سے قبل یہ دعویٰ کیا ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ یہ اسی قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے، اس کے بعد ہرقل نے ان لوگوں سے پوچھا کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نماز پڑھنے کا، صدقہ کرنے کا، صلہ رحمی کا، عفت و پاک دامانی کا حکم کرتے ہیں، ہرقل نے کہا اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تم نے بیان کئے تو وہ بے شبہ نبی ہیں، مجھے تو یہ یقین تھا کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہوں گے اگر مجھے یقین

وَسَلَّمَ.

حل لغات: يَأْتَزِرُ (افتعال، تفعل) لنگی باندھنا، تہبند باندھنا۔ اِزْرَةٌ تہبند باندھنے کی ہیئت کہا جاتا ہے لِكُلِّ قَوْمٍ اِزْرَةٌ ہر قوم کے تہبند باندھنے کی ایک مخصوص ہیئت ہوتی ہے۔

ترجمہ: سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میری آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔

④ حدثنا قتيبة حدثنا ابوالاحوص عن ابی اسحٰق عن مُسْلِم بن نذير[1] عن حذيفة بن اليمان قال اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةٍ[2] سَاقِیْ اَوْ سَاقِهٖ فِی الْكَعْبَيْنِ. فقال هذا موضع الازار فان أبيت فاسفل فان أبيت فلا حقّ[3] للازار في الكعبين.

حل لغات: اَخَذَ (ن) پکڑنا، لینا۔ عَضَلَة (ج) عَضَلَات ، عَضَلٌ پٹھا، پنڈلی کا گوشت، گوشت کا مجموعہ (س) بہت سخت گوشت والا ہونا۔ اَلْكَعْبَيْن ، كَعْبٌ کا تثنیہ ہے (ج) كِعَاب ، كُعُوْبٌ ٹخنہ، ہڈیوں کا جوڑ، ہر اُبھری ہوئی چیز۔ مَوْضَع ظرف مکان (ج) مَوَاضِع رکھنے کی جگہ (ف) رکھنا۔ اَبَيْتَ فعل ماضی، صیغہ واحد مذکر حاضر (ف) انکار کرنا، نہ ماننا۔ اَسْفَلَ (ج) اَسَافِل بہت زیادہ نیچا،

---

[1] نذير بنون وذال آخره راء مصغرًا وقيل مكبرا وفی نسخة يزيد بفتح تحتية وكسر زای آخره دال مهملة ففی التقريب مسلم بن نذير بنون مصغرا ويقال ابن يزيد كوفی .

[2] بعضلة كطلحة او محركة كل عصب له لحم بكثرة والمراد ههنا اللحم المجتمع اسفل من الركبة من موخر الساق ولفظ او ساقه كذا بالشك عند المصنف وابن ماجة والظاهر انه شك من دون حذيفة كيف وهو صاحب القصة مع ان البيهقی اخرجه بدون الشك بلفظ ساقی والمعنى على الشك انه صلى الله عليه وسلم اخذ بعضلة ساق حذيفة او بعضلة ساق نفسه الشريفة .

[3] هذا يقتضی انه يحرم ان يبلغ به الى الكعبين ولذا قال الحنفی يجب ان لا يصل الى الكعبين ، قال القاری هو غير صحيح لرواية البخاری ما اسفل من الكعبين من الازار فی النار .

جس وقت یہ والا نامہ سفر کی حالت میں قیصر کے پاس پہنچا تھا وہ اس وقت اپنی مذہبی ضرورت کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی گیا ہوا تھا، اس نے تحقیق حالات کے لئے اس قافلہ کے سرداروں کو بھی طلب کیا تھا، جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے یہ اس زمانہ کا قصہ ہے جب عمرہ حدیبیہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور اہل مکہ کے درمیان چند سال کے لئے ایک عہد نامہ اور صلح نامہ تیار ہوا تھا کہ آپس میں لڑائی نہ کی جائے، ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے ہیں کہ اس صلح کے زمانہ میں ملک شام میں گیا ہوا تھا کہ اس اثناء میں ہرقل کے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ بھی گیا جس کو دحیہ کلبی لے کر گئے ہرقل کے پاس جب وہ گرامی نامہ پہنچا تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی شخص اس کا واقف ہے جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے، ان لوگوں نے کہا کہ ہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں، اس پر ہماری طلبی ہوئی، چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ اس کے پاس گیا اس نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعوے دار ہے تم میں سب سے زیادہ قریب رشتہ داری کس کی ہے، میں نے کہا کہ میں سب میں زیادہ قریب ہوں، اس نے مجھے قریب بلایا اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے یہ کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں تم سب غور سے سنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اس کو ظاہر کر دینا، ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور سخت ترین دشمن تھے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا مگر خوف بدنامی نے سچ بولنے پر مجبور کیا اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعہ سے مجھ سے حسب ذیل سوالات کئے۔

- یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟
- ہم میں بڑے عالی نسب ہیں۔
- ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے؟

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوٰى لَهٗ إِنَّا لَنَجْهَدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهٗ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ[1].

حل لغات: اَلشَّمْسُ (ج) شُمُوْسٌ آفتاب، سورج (ن،ض،س) دھوپ والا ہونا۔ تَجْرِیْ (ض) مص جَرَیَان جاری ہونا، بہنا، جریان شمس کا مطلب ''روشنی''۔ اَسْرَعُ (افعال) جلدی چلنا۔ مِشْیَةٌ چال، رفتار (ض، تفعیل، تفعل) چلنا۔ اَلْاَرْضُ (ج) اَرْضُوْنَ ، اُرُوْض ، آرَاض ، اَرَاضِی زمین، جائیداد۔ تُطْوٰی فعل مضارع مجہول (ض) مص طَیًّا لپیٹنا، سمیٹنا۔ نُجْهِدُ (افعال) تھکانا، مشقت میں ڈالنا، مشقت اٹھانا (ف) کوشش کرنا۔ اَنْفُسْ ، نَفْسٌ کی جمع ہے دوسری جمع نُفُوْس ہے، بمعنی جان، روح۔ مُکْتَرِث اسم فاعل (افتعال) اہم سمجھنا، پرواہ کرنا، غیر مُکْتَرِث لاپرواہ۔

ترجمہ: ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا چمک اور روشنی گویا کہ آفتاب آپؐ ہی کے چہرۂ مبارک میں چمک رہا ہے، میں نے آپؐ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا زمین گویا لپٹی جاتی تھی کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں، ہم لوگ آپؐ کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپؐ گویا اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے۔

تشریح: یعنی آپؐ کی معمولی رفتار کے ساتھ بھی ہم لوگ اہتمام سے ساتھ رہ سکتے تھے، اللّٰهم اغفر لكاتبه ولمن سعٰى فيه.

(۲) حدّثنا علی بن حجر وغیرٌ[2] واحد قالوا حدثنا عیسٰی بن یونس عن عمر بن عبداللّٰه مولٰی غفرةَ[3] حدثنی ابراهیم بن محمّد منْ ولد علی بن

---

[1] مكترث الاكتراث المبالاة والمعنى انه عليه السلام غير مسرع بحيث تلحقه مشقة.

[2] غير واحد منهم احمد بن عبدة ومحمد بن الحسين كما تقدم ذكرهما في اول الكتاب وهذا الحديث جزء منه فرقه المصنف في الموضعين لمناسبة الترجمة.

[3] غفرة بضم المعجمة فسكون فاء تقدم في اول الكتاب.

ہے قیصر کے نام تھا جو روم کا بادشاہ تھا، اس کا نام مورخین کے نزدیک ہرقل ہے، یہ والا نامہ حضرت دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ بھیجا گیا، مسلمان تو قیصر بھی نہیں ہوا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کو نہایت اعزاز و اکرام سے رکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان دونوں واقعات کا علم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے کر لئے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی، اس والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم من محمّد عبد اللّٰہ ورسولہ الٰی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدٰی اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللّٰہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الیریسین ویا اھل الکتٰب تعالوا الٰی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الّا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون. (بخاری اعلام السائلین) (یا اہل الکتاب سے اخیر تک قرآن پاک کا مضمون ہے جو سورۂ آل عمران کے چھٹے رکوع میں ہے)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا (اور سردار ہے) سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی طرف دعوت دیتا ہوں تو اسلام لے آ تا کہ سلامتی رہے اور حق تعالیٰ شانہٗ دوہرا اجر تجھ کو عطا فرمائے (کہ اہل کتاب کیلئے دوہرا اجر ہے جیسا کہ کلام پاک میں بھی سورہ حدید کے ختم پر اس کا ذکر ہے) اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے (جیسا کہ احبار اور رہبان کو بنایا جاتا تھا) اگر اس کے بعد بھی

بابُ ما جَاء فی تقنعِ رسُول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قناع کا ذکر

تشریح: قناع وہ کپڑا کہلاتا ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک پر عمامہ سے نیچے رکھ لیتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو، اس کے علاوہ اور بھی چند منافع علماء نے تحریر فرمائے ہیں، اس باب میں ایک ہی حدیث ذکر کی گئی۔

(۱) حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا وکیع حدثنا الربیعُ[۲] بن صبیح عن یزید بْن ابان عن انس بن مَالك قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الْقِنَاعَ کَانَّ ثَوْبَہٗ[۳] ثَوْبُ زیَاتٍ.

حل لغات: اَلْقِنَاعُ (ج) اَقْنَاع ، اَقْنِعَۃٌ دوپٹہ، اوڑھنی، اس کا فعل باب

---

۱ التقنع معروف وهو تغطية الراس بطرف العمامة او برداء اعم من ان يكون فوق العمامة او تحتها لرواية البخاری فی الهجرة انهٗ اتی بيت ابی بكر متقنعا بثوبه والظاهر انه كان متغشيا به فوق العمامة مستخفيا من اهل مكة والمراد به ههنا هو القاء القناع على الراس وهو بكسر القاف خرقة تلقى على الراس بعد تدهينه لئلا يصل اثر الدهن الى القلنسوة والعمامة ثم جعله بابا مع ان حديثه سبق فی باب الترجل لعله للتنبيه عليه خاصة لاهتمامه صلى اللّٰه عليه وسلم اياه قاله القاری وقال المناوی كثر كلام الناس فی الطيلسان والحاصل انه قسمان محنك وهو ثوب طويل عريض قريب من الرداء مربع يجعل فوق العمامة ثم يدار طرفه من تحت الحنك الى ان يحيط بالرقبة جميعها ثم يلقى طرفاه على المنكبين ومقور وهو ماعدا ذلك فيشمل المدور والمثلث والمربع والمسدول وهو ما يرخى طرفاه من غير ضمهما او احدهما والاولى مندوب اتفاقا ويتاكد لصلوة وحضور جمعة وعيد ومجمع والثانی مكروه بانواعه لانه شعار اهل الذمة ووقع فی اكثر الاحاديث التعبير بالتطيلس بالتقنع وعن الطيلسان بالقناع ومن ثم قال الحافظ ابن حجر فی مجیئ المصطفی لبيت الصدّيق متقنعا ای مطيلسا راسه هذا اصل لبس الطيلسان فما على الراس مع التحنيك الطيلسان ويسمى رداء مجازًا وما على الاكتاف هو الرداء الحقيقی ويسمّٰی طيلسانا مجازًا .

۲ الربيع بن صبيح بالتكبير فيهما وهذا الحديث مكرر تقدم بهذا السند بعينه وبهذا المتن بشیٔ من الزيادة فی باب الترجل وحكموا على الحديث بالنكارة .

۳ قال القاری ای اعلى ثوبه او قناعه الذی يستر به وقال المناوی كان طوق قميصه طوق قميص بائع الزيت فانه وان القى القناع على راسه يصل منه شیٔ الى عالی ثوبه ، قلت والظاهر ان المراد من ثوبه هذا هو القناع وحكاه المناوی فی شرح باب الترجل عن شارح .

---

۱ حنک ج أحناك = تالو، ٹھوڑی، ٹھوڑی کا جبڑا

حل لغات: کِسْریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب، وہاں کے ہر بادشاہ کو اسی لقب سے پکارا جاتا تھا۔ قَیْصَر ملک روم کے بادشاہ کا لقب، جو بھی وہاں بادشاہ ہوتا اس کو قیصر ہی کہا جاتا تھا۔ اَلنَّجَاشِیْ یہ ملک حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا۔ صَاغَ (ن) مص صِیْغَۃً، صِیَاغَۃً ڈھالنا، پگھلانا (مراد بنانا) حَلْقَۃ (ج) حَلَقَات، حَلَق دائرہ، ہر گول چیز، حلقہ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا قصد فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ لوگ بدون مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اس میں محمد رسول اللہ منقوش تھا۔

تشریح: کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے اور قیصر ملک روم کے اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا، کسریٰ نے آپؐ کا والا نامہ مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر بد دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے فرمادے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، شاہِ روم کے پاس دحیہ کلبی کے ہاتھ گرامی نامہ اقدس ارسال ہوا، وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا، نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ خط بھیجا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے، یہ وہ نجاشی نہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الجنازۃ پڑھی یہ اور نجاشی ہیں، ان کے اسلام کا حال جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے معلوم نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ جات تو متعدد ہیں جو کتب سیر و حدیث میں مفصل مذکور ہیں، گرامی نامہ جات کو بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں جمع بھی کر دیا ہے، حدیث بالا میں تین والا نامجات کا ذکر ہے جن کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

حل لغات: اَلْمَسْجِدُ (ج) مَسَاجِدُ ظرف مکان ہے سجدہ کرنے کی جگہ، شرعاً وہ جگہ جہاں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے (ن) سجدہ کرنا، زمین پر ماتھا ٹیکنا۔ اَلْقُرْفُصَاءُ یہ بیٹھنے کی ایک حالت ہے جس کو ''اُکڑوں بیٹھنا'' کہا جاتا ہے (سرین کے بل بیٹھ کر دونوں رانوں کو پیٹ سے ملانا اور دونوں ہاتھوں کا پنڈلیوں کے اوپر حلقہ بنا کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھنا) (بعشرۃ) مص قَرْفَصَةً اکڑوں بیٹھنا۔ اَلْجِلْسَةُ بیٹھنے کی حالت وہیئت (ض) بیٹھنا۔ اَلْمُتَخَشِّعُ اسم فاعل (تفعل، ف) عاجزی کرنا، فروتنی کرنا، خشوع اختیار کرنا۔ اُرْعِدْتُ فعل مضارع متکلم مجہول (افعال) لرزا دینا، کپکپا دینا، اور مجہول کی صورت میں اس کا ترجمہ ہوگا ''کپکپی طاری ہونا، لرز جانا، کانپنا''۔ اَلْفَرَقُ مص (س) گھبرانا، خائف ہونا، مرعوب ہونا اور حاصل مصدر کا ترجمہ ہوگا ''گھبراہٹ''

ترجمہ: قیلہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد (میں کچھ ایسی عاجزانہ صورت) میں گوٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔

تشریح: قرفصاء کی تصویر میں علماء نے اختلاف کیا ہے، مشہور قول یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے، اسی کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں، رعب کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ یہ حالت فکر ورنج کی تھی، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر کسی معمولی بات سے ہو نہیں سکتا تھا، اس لئے ان کو یہ خوف ہوا کہ مبادا اُمت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا فکر زیادہ رہتا تھا، یہ بظاہر وہی حدیث ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارہویں نمبر پر تھوڑی سی گزر چکی ہے وہاں بھی اس کی طرف تھوڑا سا اشارہ کر دیا تھا اس حدیث میں کچھ حصہ اور بھی ہے جس کو مصنفؒ نے مختصر کر دیا ہے وہ یہ کہ قیلہؓ کی یہ دہشت

لہ ای من الخوف والفزع الناشی من علاہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من عظم المہابۃ والجلالۃ او من توہم نزول عذاب علی الامۃ او من غضب منہ علیہم او للتاسی بہ لانہ اذا کان مع کمال قربہ من ربہ غشیہ من جلالہ ما یصیرہ کذلک فغیرہ یجب ان یرعد فرقا قالہ المناوی.

قرینہ بتاتے ہیں چنانچہ بیہقی وغیرہ کی یہی رائے ہے ان کے نزدیک تو کوئی اشکال ہی نہیں، لیکن جو حضرات ایک انگوٹھی کے قائل ہیں وہ ان دونوں میں اس طرح جمع فرماتے ہیں کہ حبشی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حبشی رنگ یا حبشی طریقہ کا تھا یا اس کا بنانے والا حبشی تھا۔ بندہ کے نزدیک تعدد پر حمل اقرب ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف انگوٹھیاں ہونا متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ ایک انگوٹھی حضور ﷺ نے خود بنوائی پھر ہدیہ میں خدام نے پیش کیں جیسا کہ جمع الوسائل کی مختلف روایات سے مضمون ثابت ہوتا ہے۔

④ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا معاذ بن هشام حدّثنی ابی عن قتادة عن انس بن مَالك قالَ لَمَّا اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلَى الْعَجَمِ قِيْلَ لَهٗ اِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُوْنَ اِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ[1] خَاتَمًا كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِیْ كَفِّهٖ.

حل لغات: اَلْعَجَم غیر عرب، عرب کے علاوہ لوگ (ک) زبان میں لکنت ہونا۔ يَقْبَلُوْنَ (س) مص قَبُوْلًا (بفتح القاف وضمہا) قبول کرنا، لینا۔ اِصْطَنَعَ (افتعال) بنوانا، آرڈر دینا، تیار کرانا (ف) بنانا، تیار کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بلا مہر والے خط کو قبول نہیں کرتے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جس کی سفیدی گویا اب میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔

تشریح: اس اخیر کے جملہ سے اس قصہ کے خوب یاد ہونے کی طرف اشارہ ہے اور سفیدی سے اس کے چاندی کی ہونے پر اشارہ ہے۔

⑤ حدثنا محمّد بن يحيٰى حدثنا محمّد بن عبد اللّٰه الانصاری حدثنی ابی عن ثمامة عن انس بن مالك قال كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ النَّبِيِّ صَلَّى

[1] فاصطنع من باب قولهم بنی الامیر المدینة والصانع کان یعلی بن امیة.

علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔

تشریح: مسلم شریف کی روایت میں اس طرح لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، علماء نے دونوں کے درمیان میں مختلف طریقوں سے جمع فرمایا ہے، واضح توجیہ یہ ہے کہ اس طرح لیٹنے کی دو صورتیں ہیں جو دونوں حدیثوں کا علحدہ علحدہ مصداق ہیں، ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں پاؤں پھیلا کر ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ لے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ صورت اس حدیث کا مصداق ہے جو شمائل میں ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اس پر رکھے یہ مسلم شریف کی روایت کا مصداق ہے، اس صورت میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں عام طور سے لنگی باندھنے کا دستور تھا لنگی باندھ کر اس طرح لیٹنے سے ستر کھل جانے کا احتمال قوی ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، اس جگہ یہ بھی اشکال کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ہیئت نشست سے کوئی خاص تعلق نہیں، علماء نے اس کی مختلف وجوہ بتلائی ہیں سہل یہ ہے کہ باب میں بیٹھنے سے عام مراد لیا جائے بیٹھنے اور لیٹنے کو، اگر چہ لیٹنے کی بعض روایات سونے کے بیان میں آئیں گی، یہ بھی ممکن ہے جو ابن حجر نے لکھی ہے کہ جب اس قسم کا لیٹنا (باوجودیکہ روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے) مسجد میں جائز ہے تو بیٹھنا ہر قسم سے جائز ہوا۔

④ حدثنا سلمة بن شبيبٌ[1] انبانا عبدالله بن ابراهيم المدنى حدثنا اسحٰق بن محمّد الانصارى عن ربيحٌ[2] بن عبدالرّحمٰن بن ابى سَعِيْدٍ عن ابيه عنْ جَدّهٖ ابى سَعِيْدِ الخدرى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِى الْمَسْجِدِ اِحْتَبٰى[3] بِيَدَيْهِ صلوات الله عليه.

---

[1] شبيب بفتح المعجمة وكسر الموحدة الاولى كطبيب.

[2] ربيح براء مهملة فموحدة فحاء مهملة مصغر ربح.

[3] احتبى لا يخالف ماورد من النهى عن الاحتباء يوم الجمعة والامام يخطب لان النهى لحلب النوم والافضاء الى انتقاض الوضوء او على احداث الاحتباء كما مال اليه الطحاوى فهذا محمول على غير انتظار الصلوة بل محمول على بعض الاوقات لما فى ابى داؤد برواية جابر انه كان اذا صلى الفجر جلس متربعًا وكذا فيه روايات اخرى فهذا كله محمول على اختلاف الاوقات والتوسع

[4] هكذا فى بعض النسخ كما قاله القارى وفى بعضها صلوات الله وسلامه عليه.

کے پاس ارسال کرنے شروع فرمائے تو سنہ چھ یا سنہ سات ہجری میں مہر بنوائی اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں کہ انگوٹھی کا حکم کیا ہے بعض علماء نے مطلقاً سنت فرمایا ہے، بعض علماء نے غیر سلطان اور قاضی کے لئے مکروہ بتلایا ہے علماء حنفیہ (کثر اللّٰہ تعالٰی جمعھم وشکر سعیھم) کی تحقیق شامی کے قول کے موافق یہ ہے کہ بادشاہ قاضی متولی وغیرہ غرض جن کو مہر کی ضرورت پڑتی ہو ان کیلئے تو سنت ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے جائز تو ہے لیکن ترک کرنا افضل ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی وقت بنوائی جب سلاطین کو خطوط لکھنے کیلئے اس کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ حدیث ۱؎ میں آرہا ابوداؤد شریف وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بادشاہ کے علاوہ کو انگوٹھی پہننے کی ممانعت بھی آئی ہے مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اکثر صحابہؓ سے پہننا بھی ثابت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت بھی دوسری احادیث میں آئی ہے اس لئے اس ممانعت کو اسی خلاف اولیٰ پر حمل کیا ہے۔

---

(۴) حدثنا قتیبة حدثنا ابوعوانة عن ابی بشر عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَکَانَ یَخْتِمُ بِہٖ وَلَا یَلْبَسُہٗ ۲؎ قَالَ ابو عیسٰی ابوبشر اسمه جعفر بن ابی وَحْشِیَّةَ.

حل لغات: اِتَّخَذَ مص اِتِّخَاذًا (افتعال) بنانا، تیار کرنا۔ فِضَّةٌ چاندی (ن) ملانا، چونکہ چاندی میں دوسری معدنیات بھی ملی ہوتی ہیں، اس وجہ سے چاندی کو فضة کہتے ہیں۔ یَخْتِمُ (ض) ختم کرنا، مہر لگانا، بند کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مہر فرماتے تھے پہنتے نہیں تھے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی کو پہننا روایات متعددہ سے

۱؎ ای استمرارًا ودوامًا فلا ینافی ما سیاتی فی آخر الباب عن ابن عمرؓ بنفسه انه کان فی یده.

۲؎ ھکذا بالھاء فی آخره فی النسخة الاحدیة وھکذا فی التھذیب وغیره وفی نسخ الشروح وحشی

حل لغات: تُكَاءَةٌ (فُعَلَةٌ کے وزن پر) ٹیک لگانے کی چیز جیسے تکیہ وغیرہ، لاٹھی بھی اسی کے مفہوم میں داخل ہے، یہاں اس سے مراد ''تکیہ'' ہے (س) مص تَكْأً (افعال) مص اِيْكَاءً (افتعال) مص اِتِّكَاءً ٹیک لگانا، تکیہ لگانا، سہارا لینا۔

تشریح: مصنفؒ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا عباس بن محمّد الدوریؒ[۱] البغدادی حدثنا اسحٰق بن منصور عن اسرئیل عنْ سماك بن حرب عن جَابر بن سمَرة قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ متَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهٖ[۲].

حل لغات: مُتَّكِئًا اسم فاعل (افتعال) تکیہ لگانا، سہارا لگانا۔ وِسَادَةٌ (ج) وَسَائِدُ وسَادات تکیہ (تفعل) تکیہ لگانا، سر کے نیچے تکیہ رکھنا۔

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔

تشریح: تکیہ دائیں اور بائیں دونوں جانب میں جائز ہے حدیث میں بائیں جانب کا لفظ کسی تخصیص کی وجہ سے نہیں اتفاقی امر ہے، لیکن قواعد محدثین کے لحاظ سے بائیں کا لفظ یہاں مشہور روایات میں نہیں ہے اس لئے امام ترمذیؒ نے باب کے ختم پر اس لفظ پر کلام کیا ہے۔

---

(۲) حدثنا حمید بن مسعدة حدثنا بشر بن المفضل حدثنا الجریریؒ[۳] عن عبدالرحمٰن بن ابی بکرة عن ابیہؒ[۴] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[۱] الدوری بضم المهملة قال شراح الشمائل محلة ببغداد وقرية من قراها وقال صاحب المغنی قرية بعراق .

[۲] ای حال کونها موضوعة علی جانبه الایسر وهو بیان الواقع لا للتقیید فیجوز الاتکاء علی وسادة یمینا ویسارًا وسیصرح المصنف بان زیادة علی یساره انفرد بها اسحٰق قال القاری والمناوی لکنه مع ذٰلك محتج به .

[۳] الجریری بضم الجیم وفتح الراء الاولی فتحتیة ساکنة هو سعید بن ایاس الجریری .

[۴] ابیه هو ابو بکرة نفیع ابن الحارث صحابی مشهور .

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کنگھی کرنے میں اور جوتہ پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتی الوسع دائیں سے ابتدا فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: ان تین کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے، اور حتی الوسع سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت بائیں کے ابتدا کی لاحق ہو تو مضائقہ نہیں۔

---

(۱۱) حدثنا محمّد بن مرزوق ابوعبداللّٰه حدثنا عبدالرحمٰن بن قيس ابومعاوية انبأنا هشامٌ[۱] عن محمّد عن ابى هُرَيْرة قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَاَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ترجمہ: ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جوتہ میں بھی دوہرا تسمہ تھا، ایک تسمہ کی ابتدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے۔

تشریح: غالباً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی لئے اس کو اختیار فرمایا کہ دو تسموں کا ہونا ضروری نہ خیال کرلیا جائے۔

بَابُ مَا جَاء فِي ذكرٍ[۲] خَاتم رَسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[۱] قال العصام المسمى بهشام فى اسانيد الشمائل خمسة قال المناوى هذا هشام ابن حسان وهو الراوى عن ابن سيرين .

[۲] ذكر زاد لفظ ذكر للتنبيه على تميز هذه الترجمة من الترجمة المتقدمة فان المراد فى الاولى هى البضعة الناشزة عند الكتف والمراد هناك الطابع الذى يختم به الكتب وفى لفظ الخاتم خمس لغات وقيل عشر والافصح كسر التاء ، قال الزين العراقى لم ينقل كيف كانت صفة خاتمه الشريف هل كان مربعا اور مثلثا او مدورًا وعمل الناس فى ذلك مختلف وفى كتاب اخلاق النبوة انه لا يدرى كيف هو قالوا والخاتم حلقة ذات فص من غيرها فان لم يكن لها فص فهى فتخة قاله البيجورى واختلف فى حكم الخاتم كما بسط فى المطولات وفى الدر المختار ترك التختم لغير السلطان والقاضى وذى حاجة اليه كمتولى افضل قال ابن عابدين اشار الى ان التختم سنة لمن يحتاج اليه كما فى الاختيار .

دینا یا جھوٹی بات کرنا، راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کون سی بات فرمائی تھی، اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے، اور جھوٹ کا ذکر فرماتے وقت اہتمام کی وجہ سے بیٹھ گئے اور بار بار فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکوت فرمائیں بار بار ارشاد نہ فرمائیں۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار ارشاد فرمانے پر سکوت کی تمنا تو اس عشق و محبت کی وجہ سے ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار فرمانے پر تعب ہوگا اور ہم لوگوں کے لئے ایک بار فرمانا بھی کافی ہے اور ممکن ہے اس خوف سے ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضی اور غصہ کے آثار ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس خطرے سے ہو..... کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لفظ ایسا ارشاد فرمائیں کہ جو امت کے لئے باعثِ خسران بن جائے، جن لوگوں کو کسی دینی یا دنیاوی دربار کی حاضری میسر ہوتی ہے وہ اس حالت سے خوب واقف ہوتے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار ارشاد فرمانا شدتِ اہتمام کی وجہ سے تھا کہ جھوٹ کی وجہ سے آدمی زنا، قتل وغیرہ بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کے منہ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان سے دور رہتا ہے۔ (اعتدال) اس حدیث شریف میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے، شریعت میں گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ کہلاتے ہیں جو وضو نماز روزہ حج وغیرہ سے معاف ہوتے رہتے ہیں، دوسرے کبیرہ گناہ یعنی بڑے سخت گناہ کہلاتے ہیں جن کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتے البتہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی کی رعایت فرما کر اپنے فضل

حل لغات: یَمْشِیَنَّ فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب بانون تاکید ثقیلہ (ض) چلنا۔ یُحْفِ مص اِحْفَاءً (افعال) جوتا اتار دینا، برہنہ پا کر دینا (س) برہنہ پا ہونا۔

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتی پہن کر کوئی نہ چلے یا دونوں پہن کر چلے یا دونوں نکال دے۔

تشریح: اس حدیث کو شمائل میں ذکر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ ایک جوتہ پہننے کی نہیں تھی اس لئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو منع فرما رہے ہیں تو خود ایسا کام کیوں کرتے، بظاہر اس حدیث میں ممانعت سے مقصود عادۃً ایسا کرنا ہے لہٰذا اگر کسی عارض کی وجہ سے تھوڑی بہت دیر ایسے چلے مثلاً جوتہ ٹوٹ جائے یا کوئی اور عارض پیش آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس حدیث کے ذیل میں علماء نے ایک موزہ اور ایک آستین پہننے کو بھی داخل فرمایا ہے، غرض معتاد طریقہ پر ہر چیز کو پہننا چاہئے، تکلف اور بے تمیزی سے احتراز چاہئے۔

---

(۸) حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالك عن ابی الزنیر عن جابر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّاْکُلَ یَعْنِیْ[1] الرَّجُلَ بِشِمَالِهٖ اَوْ یَمْشِیَ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتہ پہنے۔

تشریح: جمہور علماء کے نزدیک یہ ارشادات استحبابی ہیں یعنی حرام نہیں ہیں، لیکن بعض اصحاب ظاہر نے ناجائز بتایا ہے۔

---

(۹) حدثنا قتیبة عن مَالك ح وحدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن

---

[1] یعنی زاد لفظ یعنی ابو الزبیر او من دونه لنسیان الفاظ الشیخ والرجل لیس باحتراز عن المرأة بل المراد الشخص بطریق العموم.

کو گنوایا ہے اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا خواہ اس کی ذات میں کسی کو شریک کرے یا عبادت میں یا اس سے استعانت حاصل کرنے میں یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں یا پیدا کرنے میں یا پکارنے میں یا کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے اس کی طرف امور سوپنے میں یعنی جیسے اللہ جل شانہٗ کے سب کام سپرد ہیں اسی طرح اور کو بھی جانے، نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کئے ہیں۔

گناہ پر اصرار کی نیت رکھنا، نشہ کی چیز پینا، اپنے محرموں سے نکاح کرنا، جوا کھیلنا، کفار سے دوستی کرنا باوجود قدرت کے جہاد نہ کرنا، مردار گوشت کھانا، نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا، قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو برا کہنا یا ان کا انکار کرنا، صحابہ کرام کو برا کہنا، بیوی اور خاوند میں لڑائی ڈلوانا، اسراف کرنا، کسی کے سامنے ننگا ہونا (یعنی بیوی کے علاوہ) بخل کرنا، پیشاب اور منی سے پاک نہ کرنا یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا، تقدیر کو جھٹلانا، تکبر کی وجہ سے پائچہ ٹخنوں سے نیچے کرنا، نوحہ کرنا، برا طریقہ ایجاد کرنا، محسن کی ناشکری کرنا، کسی مسلمان کو کافر کہنا، حائضہ سے صحبت کرنا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا، جانور سے بدفعلی کرنا، امرد کو شہوت سے دیکھنا، کسی کے گھر میں جھانکنا، عالموں اور حافظوں کی حقارت کرنا، اگر ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں تو ان کے درمیان مساوات نہ کرنا، امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ وغیرہ بتائے ہیں، ان کبائر میں بھی درجات ہیں اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کے بڑے گناہ فرمایا گیا ہے، اور مختلف احادیث میں موقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ واستغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا معاف ہو جاتا ہے اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا چاہے اس کے بعد کسی دوسرے وقت وہ پھر سرزد ہی ہو جائے اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہئے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتہ پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے میں ایسے ہی جوتے کو پسند کرتا ہوں۔

تشریح: منشا سوال کا یہ تھا کہ عرب میں اس وقت تنعم وتمدن ایسا نہ تھا اس لئے بالوں سمیت چمڑے کا جوتہ عام طور سے بنالیا جاتا تھا، اسی لئے بخاری شریف کی مفصل حدیث میں ہے کہ عبید نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں چند چیزیں آپ کے معمولات میں ایسی دیکھتا ہوں جو دوسرے صحابہؓ کے معمولات میں نہیں دیکھتا، منجملہ ان کے یہ بھی ذکر کیا کہ آپ صاف شدہ چمڑے کا جوتہ پہنتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ اتباع کے شدتِ اہتمام میں اس کا لحاظ فرماتے تھے، دوسرے حضرات عام دستور کے موافق ویسے ہی چمڑے کا بنا لیتے تھے، حدیث بالا میں اس وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے جوتے میں چونکہ پنجہ نہیں ہوتا نیچے چپٹی اوپر تسمہ اس لئے جوتہ پہنے ہوئے بھی وضو ہو سکتی ہے اور بے تکلف پاؤں دھل سکتا ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تعلیم وجواز کے واسطے ایسا بھی کر لیتے تھے، بعض علماء نے اس میں وضو کا مطلب یہ بتایا ہے کہ وضو کے بعد فوراً نعلین شریف پہن لیتے تھے پاؤں کے خشک ہونے کا انتظار نہ فرماتے تھے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فوراً پاؤں میں جوتہ پہننے سے وضو میں کوئی نقص نہیں آتا۔

⑤ **حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن ابن ابی ذئب عن صَالح مولی التؤمةؔ[1] عن ابی هريرة قال كَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ.**

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔

⑥ **حدثنا احمد بن منيع حدثنا ابواحمد حدثنا سفيٰن عن السّدیؔ[2]**

---

[1] التوأمة كالدحرجة بفتح مثناة وسكون واو وفتح همزة هى امرأة لها صحبة سميت بذلك لانها كانت مع اخت فى بطن.

[2] السدى بمهملة مضمومة فمهملة مشددة مكسورة نسبة الى السدة وهو باب الدار نسب اليها اسمٰعيل بن عبد الرحمٰن لبيعه المقانع بباب مسجد الكوفة وهو السدى الكبير وحفيده السدى الصغير والمراد ههنا الكبير.

⑤ حدثنا یوسف بن عیسٰی حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن سماك بن حرب عن جابر بن سمرة قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا علٰی وِسَادَةٍ. قال ابوعیسٰی[1] لَمْ یذکر وکیع علٰی یسَارہ ھٰکذا روی غیر واحد عن اسرائیل نحو روایة وکیع ولا نعلم احدًا روی فیه عَلٰی یسَارِہٖ الامَاروی اسحٰق بن منصور عن اسرائیل.

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔

تشریح: یہ وہی حدیث ہے جو باب کے شروع میں گذر چکی، مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر کلام کرنا مقصود تھا اس لئے مکرر ذکر فرمایا۔

باب مَا جَاء فی اتکاءٍ[2] رَسُوْل اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس ﷺ کا تکیہ کے علاوہ کسی اور چیز پر ٹیک لگانے کا ذکر

تشریح: تکیہ کا ذکر پہلے باب میں گذر چکا ہے، اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمیوں پر بیماری کی حالت میں سہارا اور ٹیک لگانا بھی ثابت ہے بظاہر اسی لئے مصنف نے اب باب کو مستقل ذکر کیا، اس باب میں دو روایتیں ہیں۔

① حَدَّثنا عبداللّٰه بن عبدالرحمٰن حدثنا عمرو بن عَاصم حدثنا

---

[1] قال ابو عیسٰی الخ غرض المص ان زیادة لفظ علی یساره غریب تفرد به اسحاق بن منصور المتقدم روایته فی اول الباب وکذا تکلم المصنف علی هذه الزیادة فی جامعه.

[2] اتکاء قال بعض الشراح ان الغرض من الباب السابق بیان تکئته علیه السلام وفی هذا بیان الاتکاء المصدر فالفرق بینهما بالمعنی المصدری وبیان ما اتکئ علیه ولذا قالوا لبعض الروایات المتقدمة فی الترجمة السابقة الاولی ذکره فی الباب الآتی والا وجه عندی فی بیان الفرق فی الترجمتین ان فی الاولی کان ذکر الوسادة المعروفة اعم من بیانها وبیان الاتکاء علیها وفی هذه الترجمة بیان الاستناد علی غیر الوسادة من الانسان وغیره بل یظهر من ملاحظة الروایات ان الغرض ههنا الاتکاء علی الانسان خاصة فکر امة الانسان یوهم عدم جواز الاتکاء علیه ولذا افرد هذا الباب فتامل ثم رأیت القاری وغیره مالوا الی قریب من ذاك التوجیه فللّٰه الحمد والمنة.

حل لغات: مُثَنّٰی دوہرا، دوہرا، تثنیہ۔ شِرَاكٌ (ج) اَشْرُك شُرُك جوتے کا تسمہ جو قدم کی پشت پر پڑا رہتا ہے (تفعیل) شَرَّكَ تَشْرِيْك جوتے میں تسمہ لگانا۔

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف کے تسمہ دوہرے تھے۔

تشریح: یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسمہ تھے یعنی ہر تسمہ دوہرا تھا، اس حدیث کی سند میں ایک راوی خالد حذاء ہیں حذاء کے معنی موچی کے ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ یہ صاحب خود موچی نہیں تھے لیکن نشست برخاست اور تعلقات موچیوں سے تھے اس لئے ان کا لقب خالد موچی پڑ گیا تھا کہ اسی سے پہچانے جاتے تھے جس قسم کے آدمیوں سے تعلقات ہوتے ہیں ان کے ظاہری اور باطنی اثرات رنگ لائے بغیر نہیں رہتے۔

---

(۳) حدثنا احمد بن منيع ويعقوب بن ابراهيم حدثنا ابو احمد الزبيرى[1] حدثنا عيسى بن طهمان قال اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ[2] لَهُمَا قِبَالَانِ قَالَ فَحَدَّثَنِىْ ثَابِتٌ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهُمَا كَانَا نَعْلَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حل لغات: جَرْدَاوَيْن صفت ہے، جَرْدَاءُ مؤنث کا تثنیہ ہے اَجْرَد واحد مذکر (ج) جُرْدٌ بالوں سے خالی (بے بال کے) جوتے (س) خالی ہونا، ننگا ہونا۔

ترجمہ: عیسیٰ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھلائے ان پر بال نہیں تھے مجھ سے اس کے بعد ثابت نے یہ بتایا کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف تھے۔

تشریح: اکثر چمڑے کو بغیر بال اتارے بھی عرب میں جوتہ بنالیا جاتا تھا اس لئے راوی نے بالوں کا ذکر فرمایا۔

---

[1] الزبيرى نسبة لجده زبير بالزاى مصغرًا واسمه محمد بن عبد الله بن الزبير.

[2] جرداوين الجرداء مونث اجرد وهى التى لا شعر عليها استعير من ارض جرد لا نبات فيها وقيل معناه خلقين.

رباح عن الفضل بن عباس قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرْضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِيْهِ وَعَلٰی رَأْسِهِ عِصَابَةٌ[1] صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ يَا فَضْلُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ رَأْسِیْ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّهُ عَلٰی مَنْكِبِیْ ثُمَّ قَالَ وَدَخَلَ فِی الْمَسْجِدِ وَفِی الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ[2].

حل لغات: عِصَابَة (ج) عَصَائب پٹی، عمامہ۔ صَفْرَاءُ اَصْفَرَ کا مؤنث ہے (ج) صُفْرٌ زرد رنگ کی چیز اِصْفَرَّ (افعلال) زرد رنگ کا ہونا، پیلا ہونا (تفعیل) زرد کرنا۔ سَلَّمْتُ مص تَسْلِيْم (تفعیل) سلام کرنا۔ اُشْدُدْ فعل امر حاضر (ن) مضبوط کرنا، قوی کرنا۔

ترجمہ: فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؐ کے مرض الوفات کی حالت میں حاضر ہوا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر اس وقت زرد پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے فضل اس پٹی سے میرے سر کو خوب زور سے باندھ دو پس میں نے تعمیل ارشاد کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور میرے مونڈھے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسجد کو تشریف لے گئے، اس حدیث میں مفصل قصہ ہے۔

---

[1] بکسر العين المهملة اى خرقة او عمامة قال القارى لكن قوله الاتى اشدد بها راسى يؤيد الاول بل يعينه قال المناوى وهو غير مرضى اذ العمامة يشدبها الراس كما لا يخفى ، قلت ويويد الاول ما فى المواهب برواية الدارمى عن ابى سعيد قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن فى المسجد وهو معصوب الراس بخرقة الحديث قال الزرقانى اى من اجل الصداع .

[2] ذكرها فى مجمع الزوائد عن الفضل بن عباس قال جاء نى رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرجت اليه فوجدته موعوكًا قد عصب راسه قال خذ بيدى يا فضل فاخذت بيده حتى انتهى الى المنبر الحديث رواه الطبرانى فى الكبير والاوسط وابو يعلى بنحوه وقال فى آخره فقام رجل فقال يا رسول الله انى حبان الحديث وفى اسناد ابى يعلى عطاء بن مسلم وثقه ابن حبان وغيره وضعفه جماعة وبقية رجال ابى يعلى ثقات وفى اسناد الطبرانى من لم اعرفهم انتهى ما فى مجمع الزوائد .

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذَكِيٌّ هُمَا اَمْ لَا قال ابوعيسٰى هٰذا هو ابو اسحٰق الشيبانيؒ[1] واسْمُهٗ سُليمان.

حل لغات: تَخَرَّقَا فعل ماضی تثنیہ مذکر غائب (تفعل) پھاڑنا (انفعال) پھٹنا، چاک ہونا (ض) پھاڑنا، قرآن میں ہے اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ۔ ذَكِيٌّ صیغۂ صفت (ج) اَذْكِيَاء ذبح شدہ، مذبوحہ، ذبح کردہ (ن) مص ذَكًا ، ذَكَاةً ذبح کرنا (جانور کو حلال کرنا)

ترجمہ: مغیرۃ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کئے تھے ایک دوسری روایت میں موزوں کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا بھی ذکر ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا، یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمایا کہ کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے۔

تشریح: اس اخیر لفظ سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح اور غیر مذبوح کی کھال دونوں استعمال کرنی جائز ہیں بعض ائمہ کا اس میں اختلاف ہے جس کی بحث کتب فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔

باب مَا جَاء فی نعلِ[2] رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّمَ

باب حضور اقدس ﷺ کے نعلین (جوتہ) شریف کے ذکر میں

تشریح: اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتہ کی ہیئت اور اس کے پہننے کا اور نکالنے کا طریقہ ذکر فرمایا ہے، نعل شریف کا نقشہ اور اس کے برکات وفضائل

---

[1] الشيبانی بمعجمة وتحتية وموحدة نسبة الى شيبان قبيلة معروفة فی بكر بن وائل وهو شيبان بن جميل بن ثعلبه قاله السمعانی والغرض ان ابا اسحاق هذا ليس بسبيعی كما يوهمه كون اسرائيل الراوی من ولده .

[2] النعل قد يجئ مصدرًا قد يجئ اسما وهو محتمل للمعنيين ههنا والثانی هو الاظهر قاله القاری

ہوں نہ اس کو قسم دیتا ہوں لیکن یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیسے ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ ایک سائل ایک دن آپؐ کے پاس آیا تھا تو آپؐ نے مجھ سے فرمادیا تھا کہ اس کو تین درم دے دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ اس کے تین درم ادا کردو، اس کے بعد ایک اور صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا کہ میرے ذمہ تین درم بیت المال کے ہیں میں نے خیانت سے لے لئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیوں خیانت کی تھی عرض کیا میں اس وقت بہت محتاج تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضلؓ سے فرمایا کہ ان سے وصول کرلو اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی کسی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعا کرالے (کہ اب روانگی کا وقت ہے) ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹا ہوں منافق ہوں بہت سونے کا مریض ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی یا اللہ اس کو سچائی عطا فرما ایمان (کامل) نصیب فرما اور (زیادتی) نیند کی مرض سے صحت بخش دے، اس کے بعد ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو نہ کیا ہو، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمرؓ چپ رہو دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا اللہ اس کو سچائی اور (کامل) ایمان نصیب فرما اور اس کے احوال کو بہتر فرمادے، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع سے کوئی بات کہی جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے جدھر بھی وہ جائیں ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک اور صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بزدل ہوں سونے کا مریض ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعاء فرمائی، حضرت فضلؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر کوئی بھی بہادر نہ تھا، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

باب مَا جَاء فی خُفّ[1] رَسُوْل اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کے بیان میں

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قسم کے موزے استعمال فرمائے ہیں موزے کے آداب میں سے دایاں موزہ پہلے پہننا ہے، نیز موزہ کا پہننے سے قبل جھاڑ لینا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معجزات میں طبرانی نے ایک روایت موزہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا قصد فرما رہے تھے کہ ایک کوا آکر دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اوپر لے جا کر اس کو پھینک دیا، اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کیا اور آداب موزہ سے ایک قانون فرما دیا کہ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے، امام ترمذیؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا هناد بن السَرِیّ حدثنا وکیع عن دلهم بن صالح عن حجیر[2] بن عبداللّٰه عن ابن بریدة[3] عن ابیه اَنَّ النَّجَاشِیَّ[4] اَهْدٰی لِلنَّبِیِّ[5] صَلَّی اللّٰهُ

---

[1] الخف معروف وجمعه خفاف ککتاب وخف البعیر جمعه اخفاف کقفل واقفال .م

[2] حجیر بضم حاء مهملة ففتح جیم فسکون یاء آخره راء له هذا الحدیث الواحد اخرجه ابوداؤد والترمذی وابن ماجة قاله القاری .

[3] ابن بریدة هو عبد اللّٰه وفی بعض النسخ ابی بریدة قال القسطلانی هو غلط فاحش قال القاری وقد یوجه بانه کنیته ، قلت لکن اهل الرجال ذکر واکنیته ابا سهل .

[4] النجاشی کسر اوله افصح من فتح وتشدید الیاء افصح من تخفیفها وتشدید الجیم خطأ قاله البیحوری تبعاً للمناوی وقال القاری تشدید الجیم خطأ وهو بفتح النون وتکسر وقول ابن حجر کسر النون افصح غیر صحیح لقب لملوك الحبشة کالتبع للیمن وکسری للفرس وقیصر للروم وهرقل للشام وفرعون لمصر القاب جاهلیة واسم هذا الملك اصحمه وقد ارسل صلی اللّٰه علیه وسلم الیه عمرو بن امیة الضمری یدعوه الی الاسلام فاسلم ومات سنة تسع من الهجرة عند الاکثر علی ما صرح به العسقلانی قاله القاری وفی البذل قبل فتحه مکة وصلی علیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بالمدینة کما هو المشهور فی کتب الحدیث .

[5] وفی نسخة الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم واستعمال اهدی باللام والی شائع .

باب مَا جَاء فی صفة اکلِ رَسُوْل اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس ﷺ کے کھانا تناول فرمانے کا طریقہ

تشریح: یعنی کھانا تناول فرمانے کے بعض آداب کا بیان، اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا محمّد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی عن سُفیٰن عن سعدٍ[۲] بن ابراهیم عن ابنٍ[۳] لکعب بن مَالك عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْعَقُ اَصَابِعَهٗ ثَلٰثاً قال ابوعیسٰی[۴] وروی غیر محمد بن بشار هٰذا الحدیث قال کَانَ یَلْعَقُ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ.

حل لغات: یَلْعَقُ مص لعْقًا (س) چاٹنا، چوسنا لَعْقُ الْاَصَابِع انگلیاں چاٹنا۔

ترجمہ: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔

---

[۱] الاکل بفتح الهمزة ادخال جامد من الفم الی البطن والشراب ادخال المائع وقیل الاکل ادخال شیئ من الفم الی البطن بقصد الاغتذاء والاول اولی.

[۲] سعد بن ابراهیم هو الصواب فما فی بعض النسخ سعید بن ابراهیم سهو من الکاتب قاله القاری قلت ولیس فی الرواة احد اسمه سعید بن ابراهیم فهو سعد بن ابراهیم بن عبد الرحمٰن ابن عوف الزهری.

[۳] ابن لکعب اختلف فی اسمه فقیل عبد اللّٰه وقیل عبد الرحمٰن قال القاری جاء فی روایة بالشك بینهما قال میرك والصواب عبد اللّٰه قلت وجزم شیخنا فی البذل بانه عبد الرحمٰن وروایة الشك اخرجها مسلم بطریقین قال النووی لا یضر الشك فی الراوی اذا کان بین الثقتین فان ابنی کعب هٰذان ثقتان، قلت واخرجها مسلم بطرق عن عبد الرحمٰن.

[۴] قال ابو عیسٰی الخ لعل غرض المصنف بیان ان لفظ یلعق اصابعه الثلث محفوظ دون اصابعه ثلثا ولذا ایده بروایة انس الاتیة وسیاتی روایة غیر ابن بشار قریبًا قال القاری الظاهر ما قاله میرك من ان التقدیر ثلثًا من الاصابع لیوافق روایة اصابعه الثلث ومن جعله قیدا لیلعق وزعم ان معناه کل واحدة من اصابعه ثلث مرات فقد ابعد من المرام فانه لم یات التصریح فی روایة انه صلی اللّٰه علیه وسلم لعق اصابعه ثلث مرات ووقع التصریح بلعق اصابعه الثلث فی کثیر من الطرق، انتهی.

قَالَ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ[۱] وَلَا لَحْمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ[۲] قَالَ مَالِكٌ سَاَلْتُ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ[۳] مَا الضَّفَفُ فَقَالَ اَنْ يَّتَنَاوَلَ[۴] مَعَ النَّاسِ.

حل لغات: شَبِعَ (س) سیر ہونا، پیٹ بھرا ہوا ہونا۔ خُبْزٌ روٹی (ض، افتعال) روٹی بنانا، روٹی پکانا، لَحْمٌ (ج) لِحَام ، لُحُوْم گوشت۔ ضَفَفٌ اس لفظ کے دس معنی آتے ہیں مگر یہاں اس کے معنی ہیں ''لوگوں کی بھیڑ'' قلت خوراک کے ساتھ کھانے والوں کی کثرت۔ يَتَنَاوَل (تفاعل) کھانا تناول کرنا، کھانا کھانا۔

ترجمہ: مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی روٹی سے اور نہ گوشت سے شکم سیری فرمائی مگر حالت ضفف پر، مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے ایک بدوی سے ضفف کے معنی پوچھے تو اس نے لوگوں کے ساتھ کھانے کے معنی بتائے۔

تشریح: ضفف کے معنی خفی تھے چنانچہ اب بھی اہل لغت اس میں مختلف ہیں اسی وجہ سے مالک بن دینار نے ایک بدوی سے دریافت کیا ہے اجتماعی حالت میں

---

[۱] بفتح القاف وتشديد الطاء المهملة اى اصلا وفى زمن من الزمان وهل المراد انه ما شبع من احدهما كما افهمه توسط قط بينهما معا كما ياتى فى الباب الطويل عن انس ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يجتمع عنده غداء ولا عشاء من خبز ولحم الاعلى ضفف محل تردد .ب ق

[۲] قوله ضفف هو بفتح الضاد المعجمة والفائين اولاهما مفتوحة وفى الفائق روى خفف وشظف والثلثة فى معنى ضيق المعيشة وقلتها يعنى لم يشبع صلى الله عليه وسلم الا والحال خلاف الخصب والرخاء وقيل معناه كثرة الايدى واجتماع الآكلين كما فسر فى الحديث قال البيجورى تبعًا للمناوى اى الا اذا نزل به الضيوف فيشبع حينئذ بحيث ياكل ثلثى بطنه لضرورة الا يناس والمجابرة هذا هو المتعين فى فهم هذا المقام وما ذكره بعض الشراح من ان المعنى لم يشبع في بيته بل مع الناس فى الولائم والعقائق فهو هفوة لا يليق ذلك بحنابه صلى الله عليه وسلم اذ لو قيل فى حق الواحد منا ذلك لم يرتضه فما بالك بذلك الجناب الا فخم والملاذ الاعظم .

[۳] لانهم اعرف باللغات .ق ب

[۴] قال القارى بضم اوله وفى نسخة بفتحه ومعنى الخبر على هذا انه صلى الله عليه وسلم لم يشبع منهما اذا اكل وحده ولكن شبع منهما اذا كان ياكل مع الناس ثم قيل معناه انه ياكل مع اهل بيته او مع الاضياف او فى الضيافات والولائم والعقائق .

بن اسحٰق یعنی الحَضرمیؒ حدثنا شعبةُ عنْ سُفیٰن الثوری عن علی بن الاقمر عن ابی جحیفة قال قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ امَّا اَنَا فَلَا اٰکِلُ مُتَّکِئًا. حدثنا محمَّد بن بشارؒ حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیٰن عن علی بن الاقمر نحوہٗ.

ترجمہ: ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

تشریح: یہ حدیث ایک باب میں پہلے گزر چکی ہے۔

(۴) حدثنا هٰرونؒ بن اسحٰق الهمدانی حدثنا عبدة بن سُلیمان عن هشام بن عروة عن ابن لکعب بن مَالك عن ابیه قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ بِاَصَابِعِہِ الثَّلٰثِ وَیَلْعَقُهُنَّ.

ترجمہ: کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔

تشریح: بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے اس کے بعد شہادت کی انگلی اس کے بعد انگوٹھا یہی تین انگلیاں تھیں جن سے کھانا تناول فرمانے کا معمول میرے آقا کا تھا، اس ترتیب میں بھی علماء نے متعدد مصالح بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ انگلیاں چاٹنے کا دَور اس طرح دائیں کو چلتا ہے کہ شہادت کی انگلی درمیانی انگلی کے دائیں جانب واقع ہوگی، دوسرے یہ کہ بیچ کی انگلی لمبی ہونے کی وجہ سے زیادہ ملوث ہوتی ہے اس لئے بھی اس سے ابتدا مناسب ہے، خطابی لکھتے ہیں

۱؎ نسبة الی حضرموت قبیلة بالیمن ویعقوب هذا احد القراء العشرة المعروفة.

۲؎ قال البیجوری تبعا للمناوی فی الفرق بین هذه الروایة وروایة الحسین الصدائی المتقدمة ان الحدیث مرسل فی هذا الاسناد وقال القاری ظاهره انه موقوف علیه ویحتمل رفعه، ولیت شعری کیف حکموا علیه بالارسال او الوقف وقد تقدم بهذا السند مرفوعًا متصلاً فی باب تکاة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وانما کرره ههنا لاختلاف ترجمة الباب فتامل.

۳؎ هذا هو الحدیث الذی اشار الیه المصنف ان غیر ابن بشار رواه یلعق اصابعه الثلث ولم یظهر لی وجه فی الفصل بالاحنبی بین روایتی ابن کعب وکان حقه ان یذکر معه ومثل هذا ینسب الی النساخ وللتوجیه مساغ.

(۱) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن محمد بن سيرين قال كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ[۱] مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فِيْ اَحَدِهِمَا فَقَالَ بَخْ بَخْ[۲] يَتَمَخَّط ابو هريرة فى الكتّان لقدْ[۳] رَاَيْتُنِیْ وَاِنِّیْ لَاَخِرُّ[۴] فيما بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِیْءُ الْجَائِیْ فَيَضَعُ رِجْلَهٗ عَلٰى عُنُقِیْ يَرٰى اَنَّ بِیْ جُنُوْنًا وَمَا بِیْ جُنُوْنٌ اِلَّا الْجُوْعُ.

حل لغات: مُمَشَّقَان ، مُمَشَّقٌ کا تثنیہ ہے، بمعنی رنگین، رنگی ہوئی چیز (تفعیل) رنگین ہونا۔ كَتَّان سوتی کپڑا، سن، سن کا ریشہ جس سے کپڑا بنا جاتا ہے۔ يَتَمَخَّطُ (تفعل، افتعال، تفعیل) ناک صاف کرنا، ناک کی ریزش صاف کرنا، رینٹھ صاف کرنا، ناک کی ریزش اور رینٹھ کو "مُخاط" کہا جاتا ہے۔ بَخْ بَخْ واہ واہ، شاباش بَخْبَخَ الْبَعِيْرُ (فعللۃ) اونٹ کا بلبلانا۔ اَخِرُّ فعل مضارع واحد متکلم (ن،ض) مص خَرًّا ، خَرِيْرًا گرنا، پڑنا، جیسا کہ قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (اور سب کے سب یوسفؑ کے آگے سجدے میں گر گئے) مِنبر (ج) مَنَابِر بلند جگہ، جہاں سے واعظ یا خطیب لوگوں کو خطاب کرتا ہے۔ مَغْشِيًّا صفت مفعولی، بے ہوش (س) مص غَشْيًا، غَشًا بے ہوشی طاری ہونا۔ يَجِیْءُ (ض) آنا، اسم فاعل "جَاءٍ" آتا ہے (ب کے صلے کے ساتھ، لانا) يَضَعُ (ف) مص وَضْعًا رکھنا، وضع کرنا۔ عُنُق (ج) اَعْنَاق گردن۔ جُنُوْن مص (ن) دیوانہ ہونا، حاصل مصدر "دیوانگی" ہے۔ اَلْجُوْعُ بھوک (ن) مص جَوْعًا ،

---

[۱] ممشقان بتشديد الشين المعجمة المفتوحة اى مصبوغان بالمشق بالكسر وهو الطين الاحمر وقيل المغرة قاله القارى وقال المناوى وفى المصباح امشقت الثوب امشاقا صبغته بالمشق فالمفعول على بابه وقالوا ثوب ممشق بالتشديد والفتح ولم يذكروا فعله .

[۲] بخ بخ بسكون آخره فيهما وقيل بكسره غير منون فيهما وفيه لغات اخر كلمة تقال عند الرضاء بالشئ والفرح تفخيم الامر وتعظيمه وقد تستعمل للانكار كما ههنا .

[۳] اللام فى جواب قسم مقدر اى واللّٰه لقد قاله القارى .

[۴] بصيغة المتكلم من المفرد من حد ضرب مشتق من الخرور اى اسقط على الارض .

حل لغات: مُقْعٍ اسم فاعل (افعال) اکڑوں بیٹھنا۔

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نوش فرما رہے تھے اور اس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔

تشریح: یعنی کمر کو دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک رکھا تھا، کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لیکن اس جگہ پر چونکہ ضعف کے عذر سے تھا اس لئے نہ اس روایت پر ان احادیث کے خلاف کا اشکال ہوسکتا ہے جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلا عذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ثابت ہوسکتا ہے۔

باب مَا جَاء فی صفة خبزؔ رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا ذکر

تشریح: یعنی کس قسم کی روٹی کھانے کا آپؐ کا معمول تھا، اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن المثنى ومحمّد بن بشار قَالاَ حدثنا محمّد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق قال سمعتُ عبدالرّحمٰن بن یزید یحدث عن الاسود بن یزید عن عَائشة رضی اللّٰه عنها انّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍؔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ؔ۱ بالضم اسم لما یوکل وبالفتح مصدر بمعنی اصطناعه والمراد الاول وقال ابن حجر زعم ان فی الترجمة حذفا ای خبز آل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لیطابق الحدیث باطل لان ما یاکله آله هو خبزه ویکون منسوبًا الیه علی انه صلی اللّٰه علیه وسلم داخل فیهم.

ؔ۲ یعنی عیاله الذین کانوا فی مؤنته ولیس المراد بهم من حرمت علیهم الصدقة قال میرک ویحتمل ان لفظ الآل مقحم ویؤیده ان الصنف اخرجه فی آخر الباب من طریق شعبة بلفظ ما شبع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فیحصل المطابقة بینه وبین الترجمة، قال المناوی وما یاکله عیاله یسمی خبزه فالخبز مطابق للترجمة.

ؔ۳ اشارة الی استمرار تلك الحالة طول مدة اقامته بالمدینة وهی عشر سنین.

عن ابیهِ عن الشعبیؒ[1] عن عروة بن المغیرة بن شعبة عن ابیه اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً[2] رُوْمِیَّةً[3] ضَیِّقَةَ الْکُمَّیْنِ.

حل لغات: جُبَّةٌ چوغہ جُبّہ قمیص جُبَّة رُوْمِیَّةٌ ''ملک روم کا بنا ہوا چوغہ'' ضَیِّقَةٌ ، ضَیِّقٌ کا مؤنث ہے، تنگ، چھوٹا (ض) تنگ ہونا، چھوٹا ہونا، کسا ہوا ہونا۔

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

تشریح: یہ قصہ غزوۂ تبوک کا ہے علماء نے ایسی ہی احادیث سے استنباط فرمایا ہے کہ کفار کی بنائی ہوئی چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں جب تک کہ کسی خارجی طریقے سے ان کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو، اس لئے کہ روم میں اس وقت تک لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے بنے ہوئے کپڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمائے ہیں۔

☆☆☆

---

[1] الشعبی هو نسبة لشعب کفلس بطن من همدان بسکون المیم هو عامر بن شراحیل والشعبی بالضم هو معاویة بن حفص والشعبی بالکسر هو عبد اللّٰه بن مظفر وکلهم محدثون فتمیز

[2] جبة بضم الجیم وتشدید الموحدة قیل هی ثوبان بینهما قطن وقد یقال لما لا حشو له اذا کانت ظهارته من من صوف . ق م

[3] هکذا فی روایة المصنف فی الجامع وفی ابی داؤد جبة من صوف من جباب الروم لکن وقع فی اکثر روایات الصحیحین جبة شامیة ولا منافات بینهما فان الشام حینئذ داخل تحت حکم قیصر ملك الروم فکانهما واحد من حیث الملك ویمکن ان یکون نسبة هیئتهما المعتاد لبسها الی احدهما ونسبة خیاطتها الی الاخری قاله القاری .

حريزٌ[1] بن عثمان عن سليم بن عَامر قَالَ سمعتُ ابا امامة الباهلي يقولُ مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيْرِ.

حل لغات: يَفْضُل (ن،س) زائد ہونا، باقی رہنا، بچ جانا۔

ترجمہ: ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جَو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔

تشریح: یعنی جَو کی روٹی اگر کبھی پکتی تھی تو وہ مقدار میں اتنی ہوتی ہی نہیں تھی کہ بچتی اس لئے کہ پیٹ بھرنے کو بھی کافی نہیں ہوتی تھی اور اس پر حضور اقدس ﷺ کے مہمانوں کی کثرت اور اہل صفہ تو مستقل طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے ہی۔

(۳) حدثنا عبداللّٰه بن معاوية الجمحيّ[2] حدثنا ثابت بن يزيد عن هلال بن خبّابٍ[3] عنْ عِكرمَة عن ابن عباس رضى اللّٰه عنه قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمتتَابِعَةَ يَجِدُ طَاوِيًا[4] هُوَ وَاَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً[5] وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ.

حل لغات: يَبِيْتُ (ض) رات گذارنا، رات بسر کرنا، رات کاٹنا۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

---

[1] بفتح حاء مهملة وكسر راء وتحتية ساكنة آخره زاى كان ثبتا ناصبيا وغلط من قال له رؤية قاله المناوى.

[2] الجمحى بضم الجيم وفتح الميم نسبة لجمح جبل لبنى نمير قاله المناوى عن القاموس وقال فى الانساب للسمعانى نسبة الى بنى جمح قال صاحب المغنى هو جمح بن عمر.

[3] بفتح الخاء المعجمة وتشديد الموحدة الاولى، ق والحديث اخرجه المصنف فى جامعه بهذا السند وقال حسن صحيح.

[4] اى خالى البطن جائعا قال ميرك طوى بالكسر يطوى اذا جاع وطوى بالفتح يطوى اذا جوع نفسه قصدًا.

[5] عشاء بالفتح هو طعام العشاء بالكسر وهو آخر النهار والمعنى لا يجدون مايأكلونه فى الليل قال المناوى قال الشارح فيه عدم الاثم فى عدم اطعام الجائع حيث رضى اغنياء الصحابة بكونهم جائعين وهو زمل استغفر اللّٰه لقائله وكيف يظن عاقل بمكان الصحب وماكانوا عليه من بذلهم النفوس دونه صلى اللّٰه عليه وسلم انه يبلغهم ذلك وسكتوا عنه بل كان صلى اللّٰه عليه وسلم لشرف نفسه يبالغ فى ستر ذلك عنهم.

مص حَیَاۃً زندہ رہنا۔ کَفِّنُوْا (تفعیل) مص تَکْفِیْنٌ کفن دینا، مردے کو کپڑے پہنانا۔ مَوْتٰی ، مَیِّتٌ کی جمع ہے اور دوسری جمع اَمْوَات ہے، مردہ، بے جان، بے حس (ن) مص مَوْتًا مرنا، بے جان ہونا، بے حس و بے عقل ہونا۔ خِیَار ، خَیِّرٌ کی جمع ہے دیگر جمعیں اَخْیَار ، خُیُوْر اچھا، بہتر، بھلا، نیک۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے، سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہئے اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہئے۔

تشریح: اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید لباس پہننے کا ذکر نہیں، اس لئے اس کو شمائل میں ذکر کرنا مخفی ہے لیکن یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب فرمائی تو خود پہننا بھی نکل آیا، چنانچہ بخاری وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید لباس زیب تن فرمانا بالتصریح ثابت ہے۔

---

(۱۴) **حدثنا محمد بن بشار انبانا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سُفْیٰن عن حبیب بن ابی ثابت عن میمون بن ابی شبیب عن سمرة بن جندب قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا الْبَیَاضَ[۱] فَاِنَّهَا اَطْهَرُ[۲] وَاَطْیَبُ وَکَفِّنُوْا فِیْهَا مَوْتٰکُمْ.**

حل لغات: اَطْهَر صیغۂ اسم تفضیل (ک) مص طُهْرًا ، طَهَارَۃً صاف ہونا، پاک ہونا، ظاہر ہونا۔ اَطْیَبُ اسم تفضیل (ج) اَطَایِبْ (ض) مص طِیْبًا اچھا ہونا، پاکیزہ ہونا۔

ترجمہ: سمرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] البیاض ای الثیاب البیض بولغ فیها فکانها نفس البیاض او البسوا ذا البیاض علی حذف المضاف .

[۲] لان الثوب المصبوغ اذا وقعت علیه نجاسة لا یظهر علیها مثل ظهورها اذا وقعت علی ثوب ابیض وقال الطیبی لان البیض اکثر تاثرا من الثیاب الملونة فیکون اکثر غسلا فیکون اکثر طهارة .ق

مَنَاخِل مَنْخَلٌ کی جمع ہے، چھلنی (جس سے آٹا چھانا جاتا ہے) (ن) آٹا چھاننا۔ عَهْدٌ (ج) عُهُوْد زمانہ، عہد، وقت۔ تَصْنَعُوْنَ (ف) کرنا، بنانا، تیار کرنا۔ نَنْفُخُ (ن) مص نَفْخًا پھونک مارنا۔ يَطِيْرُ مص طَيْرًا (ض) اُڑنا۔ نَعْجِنُ (ن، ض، افتعال) آٹا گوندھنا۔

ترجمہ: سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے انہوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا، پھر سائل نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں، انہوں نے فرمایا نہیں تھیں، سائل نے پوچھا کہ پھر جَو کی روٹی کو کیسے پکاتے تھے (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے ہیں) سہلؓ نے فرمایا کہ اس کے آٹے میں پھونک مار لیا کرتے تھے جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اُڑ جاتے تھے باقی گوندھ لیتے تھے۔

تشریح: اللّٰهُ الصمد، آج کل گیہوں کی روٹی بھی بغیر چھنے کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے حالانکہ بغیر چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم بھی ہوتی ہے اور میدہ کی روٹی نہایت ثقیل، لیکن پھر بھی تنعم کے زور میں بہت سے گھرانوں میں یہ فضول رواج جاری ہو گیا ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو اسلام میں آئی ہے وہ چھلنیوں کا رواج ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ وہ بدعت ہے جو شرعاً سنت کے مقابل شمار کی جاتی ہے بلکہ جدید رواج کے اعتبار سے بدعت کہہ دیا ہے ورنہ اس کے جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

⑤ حدثنا محمّد بن بشار حدثنا معاذ بن هشام قَالَ حَدَّثَنِي ابي عن يونس عن قتادَة عن انس بن مَالك قَالَ مَا اَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ[1] وَلَا فِيْ سُكُرُّجَةٍ[2] وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قال فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ

[1] خوان قال القاری المشهور فیه کسر المعجمة ویجوز ضمها وهو المائدة ما لم یکن علیه طعام ویطلق فی المتعارف علی ماله ارجل ویکون مرتفعا عن الارض واستعماله من صنیع المترفین لهذا یفتقروا الی خفض الراس عند الاکل فالاکل علیه بدعة انتهی قلت بل فیه تشبه بالنصاری ایضا

[2] سکرجة بضم السین المهملة والکاف والراء المشددة المهملة وقیل الصواب فتح رائه اناء صغیر یوکل فیه الشیئ القلیل۔

ترجمہ: قیلۃ بنت مخرمہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں، لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے۔

تشریح: زعفران کے رنگے ہوئے کپڑوں کی حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے اس لئے اس حدیث میں اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس زعفران کا اثر باقی نہیں رہا تھا تا کہ ان احادیث سے اختلاف واقع نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پرانی دو چادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا اسی وجہ سے صوفیا نے شکستگی کی حالت کو اختیار فرمایا کہ یہ تواضع کی طرف لے جانے والی ہے اور تکبر سے دور کرنے والی ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو تو پھر شکستگی کی حالت محمود نہیں چہ جائے کہ بجائے اس نفع کے اور مضرت حاصل ہو جیسا کہ اس زمانہ میں ہو رہا ہے کہ بسا اوقات اس اظہار شکستگی کو اظہار کمال کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور زبان حال سے سوال ہوتا ہے، حضرت ابوالحسن شاذلی قدس سرہ کا جو اکابر صوفیا میں ہیں قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ نہایت عمدہ لباس میں تھے کسی شکستہ حال نے ان پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ میری یہ ہیئت حق تعالیٰ شانہ کا حمد و شکر ظاہر کر رہی ہے اور تیری یہ حالت صورت سوال بن رہی ہے تو اپنی زبان حال سے لوگوں سے سوال کر رہا ہے، الغرض بہ نیت تواضع لباس فاخرہ نہ پہننا افضل ہے بشرطیکہ کسی اور مضرت کی طرف نہ پہنچ جائے، اس کے بالمقابل اگر کوئی دینی مصلحت مقتضی ہو مثلاً کسی ہدیہ دینے والے مخلص کی دلداری مقصود ہو یا اور کسی قسم کی دینی منفعت اس پر مرتب ہوتی ہو تو عمدہ لباس پہننا بھی افضل اور مندوب ہو جاتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹنیوں کے بدلہ میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا، البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا کا نہایت معمولی ہوتا تھا، اسی وجہ سے اکثر مشائخ تصوف کا یہی معمول رہا ہے، البتہ حضرات نقشبندیہ اور شاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہے اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی جیسا کہ حضرت ابوالحسن شاذلیؒ نے فرمایا، نفس

لوگ اس میں خاص طور سے لاپرواہیں، فالی اللّٰہ المشتکی.

⑥ حدثنا احمد بن منیع حدثنا عباد بن عباد المهلبیؒ[1] عن مجالدٍ عن الشعبی عن مسْرُوقٍ قال دَخَلْتُ عَلٰی عَائشَةَ فَدَعَتْ لِیْ بِطَعَامٍ وَقَالَتْ مَا اَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَاَشَاءُ[2] اَنْ اَبْکِیَ اِلَّا بَکَیْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ اَذْکُرُ الْحَالَ الَّتِیْ فَارَقَ عَلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْیَا وَاللّٰهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ مَرَّتَیْنِ فِیْ یَوْمٍ وَاحِدٍ.

حل لغات: اَذْکُرُ فعل مضارع واحد متکلم (ن) یاد کرنا، ذکر کرنا، دہرانا۔ فَارَقَ مص مُفَارَقَة (مفاعلت) باہم جدا ہونا، ایک دوسرے سے جدا ہونا۔ مَرَّتَیْن مَرَّةٌ کا تثنیہ ہے (ج) مَرَّاتٌ، مِرَارٌ، مَرٌّ، مُرُوْرٌ بمعنی ایک بار۔

ترجمہ: مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں عائشہؓ کے پاس گیا انہوں نے میرے لئے کھانا منگایا اور یہ فرمانے لگیں کہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے پس رونے لگتی ہوں، مسروقؒ نے پوچھا کہ کیوں رونے کو دل چاہتا ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حالت یاد آجاتی ہے جس پر ہم سے مفارقت فرمائی ہے کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت یا روٹی سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آئی۔

⑦ حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو داؤد قال حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق قال سمعت عبدالرّحمٰن بن یزید یحدثُ عن الاسْوَد بن یزید عن

---

[1] المهلبی بتشدید اللام المفتوحة نسبة الی المهلب بن ابی صفرة احد اجداده.

[2] قال القاری فاشاء ای ارید ان ابکی بان لا ادفع البکاء عن نفسی الا بکیت تحزنا لتلك الشدة التی قاستها الحضرة النبویة وقال المناوی مرادها انه ما یحصل من شبع الا تذکرت عند مشیتی للبکاء فیوجد منی فورا.

[3] ای منهما ولا من احدهما کما یشیر الیه اعادة لا فی قولها ولا لحم وقال القاری تنوینهما للتنکیر قصدًا للعموم ولا زائدة لتاکید النفی واذا لم یشبع منهما فبالاولی ان لا یشبع من غیرهما من الاعلی کما لا یخفی.

عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں کبھی جَو کی روٹی سے بھی دو دن پے در پے پیٹ نہیں بھرا۔

تشریح: یہ وہی حدیث ہے جو شروع باب میں گزر چکی، اتنا فرق ہے کہ وہاں سب گھر والوں کا ذکر تھا یہاں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کا ذکر ہے مال ایک ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے فقر ہی پسند تھا اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر سکیں جو کچھ ہوتا تھا وہ غرباء پر تقسیم ہو جاتا تھا۔

(۸) حدثنا عبداللّٰه بن عبدالرحمن حدثنا عبداللّٰه بن عمرو ابومعمر[1] حدثنا عبدُ[2] الوارث عن سَعِيْد ابن ابی عروبَة عنْ قتادَةَ عن انس قَالَ مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا اَكَلَ خُبْزاً مُرَقَّقاً حَتّٰى مَاتَ.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اخیر تک میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور نہ کبھی چپاتی نوش فرمائی۔

تشریح: یہ حدیث بھی اسی باب کے نمبر ۵ پر گزر چکی ہے روایات حدیث سے یہ بات تو تصریحاً ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کی حالت خود پسند فرمائی تھی اور جب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کسی فرشتے کی زبانی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فقر و فاقہ اور ثروت و ریاست کے درمیان ترجیح پوچھی جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلی ہی قسم کو پسند فرماتے چنانچہ متعدد احادیث اس مضمون کی وارد ہیں لیکن اس

---

[1] ابو معمر عطف بیان لعبد اللّٰه بن عمرو فما وقع فی بعض النسخ بواوین المودی الی انهما راویان وبلفظ قالا بالتثنیة سهو من الکاتب قاله القاری وهو عبد اللّٰه بن عمرو ابن ابی الحجاج المنقری المقعد البصری.

[2] هو عبد الوارث بن سعید بن ذکوان خرج له الجماعة فقصر نظر من قال لم توجد ترجمته قاله المناوی.

میں علماء کے دو قول ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پسند فرمانے کی وجہ سے میسر ہی اتنا ہوتا تھا جس کا اوپر ذکر ہوا، یا باوجود میسر ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تواضعاً تناول نہیں فرماتے تھے اور تقسیم فرمادیتے تھے۔

بابٌ مَا جَاء فی صفة اِدَام رسُول اللّٰهِ صَلّی اللّٰه علیه وسلم

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کا ذکر

تشریح: اس باب میں تیس سے زائد حدیثیں ہیں، بعض نسخوں میں اس باب میں ایک مضمون اور بھی ذکر کیا ہے وہ یہ کہ سالن اور مختلف اشیاء کا ذکر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمّد بن سهل بن عسكر و عبدالله بن عبدالرحمٰن قَالَا حدثنا يحيٰى بن حسّان حَدثنا سليمان بن بلال عن هشام بن عروة عن ابيه عن عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنها اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال نِعْمَ الْاِدَامُ اَلخَلُّ قَالَ عَبْدُ الله بن عبدالرَّحمٰن فِيْ حَدِيْثِهٖ نِعْمَ الْاُدْمُ اَوِ الْاِدَامُ الخَلُّ.

حل لغات: اِدَامٌ (ج) اُدُمٌ ، آدَامٌ سالن (ض) سالن لگانا، اِئْتَدَم (افتعال) سالن سے روٹی کھانا۔ اَلْخَلُّ (ج) خُلُوْلٌ سرکہ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے

---

۱ باب الخ هكذا فی النسخ الموجودة وزيد فی الترجمة فی بعض النسخ وما اكل من الالوان كما حكاه القارى عن بعض النسخ المصححة .

۲ نعم الادام الخ قال فی الدر المختار والادام ما يصطبغ به الخبز اذا اختلط به كخل وزيت الخ فالحديث موافق لمسلك الفقهاء وقال ابن القيم هذا ثناء عليه بحسب الوقت لا لتفضيله على غيره لان سببه ان اهله قدموا له خبزا فقال اما من ادم قالوا ما عندنا الا خل فقال ذلك حبرا لقلوبهم لا تفضيلا له على غيره كذا فی المناوی قلت وفيه انه وقع مدحه فی بعض الروايات بدون هذا السبب ايضًا .

۳ قال عبد الله هذا بيان الفرق فی الفاظ شيخيه محمد وعبد الله بان رواية محمد حازمة ورواية عبد الله بلفظ الشك والمآل واحد .

تشریح: اس لحاظ سے کہ اس میں وقت ومحنت زیادہ نہیں ہوتی اور روٹی بے تکلف کھائی جاتی ہے، ہر وقت میسر آجاتا ہے نیز تکلفات سے بعید ہے، اور دنیوی گزران میں اختصار ہی مقصود ہے، اس کے علاوہ سرکہ میں خصوصی فوائد بھی بہت سے ہیں سمیات کے لئے مفید ہے بلغم اور صفراء کا قاطع ہے، کھانے کے ہضم میں معین ہے، پیٹ کے کیڑوں کا قاتل ہے بھوک اچھی لگاتا ہے، البتہ سرد مزاج ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے لیکن اس لحاظ سے کہ بہترین سالن ہر وقت میسر آسکتا ہے جتنی بھی مدح ہو قرین قیاس ہے، اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے تھے اور یہ فرماتے تھے کیا ہی اچھا سالن ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہیں ہیں یعنی سالن کی احتیاج باقی نہیں رہتی جمع الوسائل میں ان روایات کو ابن ماجہ سے نقل کیا ہے۔

(۴) حدثنا قتيبة حَدّثنا ابو الاحوص عن سماك بن حَرْب قَالَ سمعت النعمان بن بشير يقولُ اَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَاشِئْتُمْ[1] لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ[2] وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ[3] بَطْنَهُ.

حل لغات: شَرَابٌ (ج) اَشْرِبَةٌ پینے کی ہر چیز کو شراب کہا جاتا ہے (س) پینا۔ طَعَامٌ (ج) اَطْعِمَة (جج) اَطْعِمَات خوراک، کھانے کی چیز (س) کھانا کھانا۔ الدَّقَلُ بے کار کھجور، ردی کھجور (افعال) ردّی کھجور والا ہونا۔ يَمْلَأُ (ف) بھرنا، پُر کرنا۔ بَطْنٌ (ج) بُطُون پیٹ۔

---

[1] قال المناوی مابمعنی الذی بدل من طعام وشراب والعائد محذوف ای ماشئتموه ووجهه القاری بتوجیهات قال البیجوری ای الستم منعمین فی طعام وشراب بالمقدار الذی شئتم من السعة والافراط والخطاب للتابعین او للصحابة بعده صلی اللّٰه علیه وسلم.

[2] نبیکم اضافة النبی الیهم الزامالهم وتبکیتا وحثا علی التأسی به فی الاعراض عن الدنیا ولذاتها والافانه صلی اللّٰه علیه وسلم کما انه نبی للمخاطبین نبی للقائل ایضًا وقتل خالد مالك بن نویرة لما قال له کان صاحبکم یقول کذا فقال صاحبنا ولیس بصاحبك فقتله لم یکن لمجرد هذه الکلمة بل لانه بلغه انه ارتد وتاکد ذلك بهذه الکلمة قاله القاری والمناوی.

[3] ما یملأ الخ مفعول یجد وماموصولة ومن الدقل بیان لما تقدم علیه والدقل بفتحتین التمر الردی ویابسه.

ترجمہ: نعمان بن بشیر کہتے ہیں کیا تم لوگ کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں نہیں ہو حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ معمولی قسم کی کھجوروں کی بھی اتنی مقدار نہ ہوتی تھی کہ جس سے شکم سیر ہو سکے۔

تشریح: صحابی کا مقصود ترغیب دینا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور دنیا کی مختصر گیری کی، اور حدیث میں جب شکم سیر کھجوروں کی نفی ہوگئی تو روٹی سالن کا کیا ذکر لہٰذا ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی ظاہر ہوگئی۔

(۳) **حدثنا عبدة بن عَبْد اللّٰه الخزاعی حدثنا معاویَة بن هشام عن سُفیان عن محاربٌ[1] بن دثار عن جابر بن عَبْد اللّٰهِ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ[2] الْإِدَامُ الخَلُّ.**

ترجمہ: حضرت جابرؓ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔

تشریح: ممکن ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو حضرت عائشہؓ اور جابرؓ دونوں حضرات موجود ہوں اور اقرب یہ ہے کہ مختلف اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہو۔

(۴) **حدثنا هناد حدثنا وکیع عن سفیٰن عن ایوب عن ابی قلابَةَ[3] عن زهدمٌ[4] الجرمی قال کُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی فَاُتِیَ بِلَحْمٍ[5] دَجَاجٍ فَتَنَحّٰی رَجُلٌ[6]**

---

[1] بصیغة اسم الفاعل ودثار بکسر الدال المهملة وتخفیف المثلثة .

[2] قال القاری رواه احمد ومسلم والثلثة وهو حدیث مشهور کاد ان یکون متواترًا .

[3] ابی قلابة بکسر قاف وتخفیف اللام وبعد الالف موحدة اسمه عبد اللّٰه بن زید .

[4] بفتح الزای وسکون الهاء وفتح الدال المهملة والجرمی بالجیم المفتوحة والراء الساکنة نسبة لقبیلة جرم کفلس قال المصنف فی الجامع روی هذا الحدیث من غیر وجه عن زهدم ولا نعرفه الا من حدیث زهدم، یعنی مداره علیه .

[5] قال الحنفی مفعول قام مقام فاعله ورده ابن حجر فقال نائب الفاعل ضمیر الی ابی موسٰی وزعم انه بلحم دجاج غلط فاحش وتعقبه القاری فقال فی کونه غلطا فضلاً عن ان یکون فاحشا نظر ظاهر ووافق المناوی ابن حجر .

[6] رجل قیل هو زهدم بنفسه عبره بالغائب وقیل هو رجل آخر ویؤیده الروایة الاتیة وسیاتی مفصلا .

مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَالَكَ قَالَ اِنِّیْ رَأَیْتُهَا تَأْكُلُ شَیْئًا فَحَلَفْتُ اَنْ لَا اٰكُلَهَا قَالَ اُدْنُ فَاِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ.

حل لغات: اُتِیَ فعل ماضی مجہول (ض) آنا، اور بِ کے صلے کے ساتھ لانا۔ لَحْمٌ (ج) لِحَامٌ ، لُحُوْمٌ گوشت (س،ک) موٹا ہونا، گوشت کا خواہش مند ہونا۔ دَجَاجٌ (بتثلیث الدال) مرغ، مرغی۔ تَنَحّٰی (تفعل) جدا ہونا، ہٹنا (ن، تفعیل) جدا کرنا، الگ کرنا، ہٹانا۔ حَلَفْتُ (ض) قسم کھانا۔ اُدْنُ فعل امر حاضر (ن،افعال) قریب ہونا، نزدیک ہونا۔

ترجمہ: زہدم کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس کھانے میں مرغی کا گوشت آیا، مجمع میں سے ایک آدمی پیچھے ہٹ گیا، ابوموسیٰؓ نے اس ہٹنے کی وجہ دریافت کی اس نے عرض کیا کہ میں نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا تھا اس لئے میں نے مرغی نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے، حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ آؤ اور بے تکلف کھاؤ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نوش فرماتے دیکھا ہے اگر ناجائز یا ناپسند ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تناول فرماتے

تشریح: مقصود یہ ہے کہ مباح شرعی کی تحریم نہیں کرنی چاہئے اس لئے اپنی قسم کو توڑ دو اور کفارہ دو، مرغی جمہور ائمہ کے نزدیک جائز ہے البتہ جلالہ کو (جلالہ وہ مرغی ہے جو گندگی کھاتی ہو) علماء نے مکروہ فرمایا ہے، مرغی حار رطب ہوتی ہے، سریع الہضم ہے (اخلاط اچھے پیدا کرتی ہے) دماغ اور جملہ اعضائے رئیسہ کو قوت دیتی ہے، آواز بھی صاف کرتی ہے اور رنگ بھی خوشنما پیدا کرتی ہے، عقل کو بھی قوت دیتی ہے۔

⑤ حدثنا الفضل بن سهل الاعرج البغدادی حدثنا ابراهیم بن عبدالرحمٰن بن مَهْدی عن ابراهیم بن عمر بن سَفِیْنَةَ عن ابیه عن جده قَالَ اَكَلْتُ مع رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰی[۲].

[۱] استفهام متضمن للانكار اى اى باعث لك على ما فعلت من التنحى .

[۲] الحبارى الفها للتانيث يقع على الذكر والانثى والواحد والجمع طائر طويل العنق فى منقاره بعض طول رمادى اللون شديد الطيران يضرب به المثل فيقال اطلب من الحبارى وهو اكثر الطيور حيلة فى تحصيل الرزق ولذا خصها فى حديث انس ان الحبارى ليموت هزلا بذنب ابن آدم يعنى انه تعالىٰ يحبس القطر وانما خصها بالذكر لانها ابعد الطير نجعة ولحمه حار يابس يطبع الانهضام نافع لاهل الرياضة والتعب قال القارى واهل مصر يسمون الحبارى الحرج ويضرب به المثل فى الحمق وقيل يوجد فى بطنه حجر اذا علق على شخص لم يحتلم مادام هذا عليه ، وكذا قال الدميرى .

حل لغات: حُبَارٰی (ج) حُبَارَیَات یہ ایک پرندے کا نام ہے لیکن اس کی تعیین میں اختلاف ہے، بعض نے ''سرخاب'' بعض نے ''بٹیر'' اور بعض نے ''چرز'' پرندہ کا ترجمہ کیا ہے۔

ترجمہ: سفینہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبارٰی کا گوشت کھایا ہے۔

تشریح: حبارٰی ایک پرندہ ہے اس کے ترجمہ میں علماء مختلف ہوئے ہیں بعض نے تعذری کیا ہے بعض نے بٹیر اور بعض نے سرخاب اور بعض مترجمین نے چکا چکوئی کیا ہے، محیط اعظم میں لکھا ہے کہ حبارٰی کو فارسی میں ہوبرہ اور شوات اور شوال کہتے ہیں، ترکی میں تو عذری اور ہندی میں چرز کو کہتے ہیں، جنگلی پرندہ ہے جس کا رنگ خاکی اور گردن بڑی اور پاؤں لمبے اور چونچ میں تھوڑی سی لمبائی ہوتی ہے، بہت تیز اڑتا ہے اس کو جرج بھی کہتے ہیں، یونانی لوگ اس کو غلوفس کہتے ہیں، جثہ میں کونج اور مرغابی کے درمیان ہوتا ہے، صاحب لغات الصراح نے بھی حبارٰی کا ترجمہ شوات لکھا ہے اور مظاہر حق میں تعذری لکھا ہے، حبارٰی کا ترجمہ اور حضرات نے بھی تعذری لکھا ہے اس لئے یہی صحیح ہے صاحب غیاث نے تعذری اور چرز لکھا ہے، صاحب بحر الجواہر نے بھی تعذری اور چرز لکھا ہے، نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو سرخاب بھی کہتے ہیں لیکن صاحب محیط نے سرخاب جس کو چکوہ بھی کہتے ہیں دوسرا پرندہ لکھا ہے اور صاحب نفائس نے چکوا اور سرخاب کی عربی نحام لکھا ہے اس لئے اقرب یہی ہے کہ سرخاب دوسرا جانور ہے، سفینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ کا لقب تھا ان کو سفینہ اس لئے کہتے تھے کہ کشتی کی طرح سے سفر میں بہت سا سامان اپنے اوپر لاد لیتے تھے۔

---

(۶) حدثنا علی بن حجر حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ایوبؒ عن

ؒ اختلف فی ھذا الحدیث علی ایوب فروی عنه عن القاسم کما ھھنا وتقدم قریبًا عنه عن ابی قلابة وقد اخرج البخاری فی فرض الخمس بروایة حماد بن زید عن ایوب عنھما .

القاسم التميمیؒ عن زهدم الجرمی قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ فَقُدِّمَ طَعَامُهٗ وَقُدِّمَ فِی طَعَامِهٖ لَحْمُ دَجَاجٍ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِی تَیْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ كَاَنَّهٗ مَوْلًی قَالَ فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهٗ ابُوْمُوْسٰی ادْنُ فَاِنِّیْ قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلّی اللّٰه عليه وسلم اَكَلَ مِنْهُ قَالَ اِنِّیْ رَاَيْتُهٗ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ اَنْ لَا اَطْعَمَهٗ اَبَدًا.

حل لغات: قَذِرْتُ (ن،س) گندا سمجھنا، مکروہ جاننا، بُرا خیال کرنا، پرہیز کرنا۔

ترجمہ: زہدم کہتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت بھی تھا، مجمع میں ایک آدمی قبیلۂ بنو تیم اللہ کا بھی تھا، جو سرخ رنگ تھا بظاہر آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا، اس نے یکسوئی اختیار کی، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے متوجہ ہونے کو کہا اور آنحضرت ﷺ کے مرغی تناول فرمانے کا ذکر کیا، اس نے عذر کیا کہ میں نے اس کو کچھ ایسی ہی چیز کھاتے دیکھا جس کی وجہ سے مجھے اس سے کراہت آتی ہے اس لئے میں نے اس کے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔

---

۱ التميمی بميمين بينهما ياء هو الصواب وصححه فی هامش المكتوبة وما قال مولانا عصام وتبعه العلامة المناوی من تصويب لفظ التيمی اذ قال وفی بعض النسخ التيمی وهو الظاهر لان ايوب من رواة القاسم بن محمد التيمی احد الفقهاء السبعة ، ليس الصواب بل القاسم هذا هو قاسم بن عاصم التيمی ويقال الكلينی بنون بعد التحتية حزم به القاری وبه جزم الحافظ فی الفتح والعينی فی شرح البخاری وما قال المناوی ان ايوب هذا من رواة القاسم بن محمد فلا دليل فيه على انه ليس من رواة قاسم بن عاصم كيف وقد عده فی تلامذته ايضا اصحاب الرجال فتامل .

۲ ببناء المجهول من التقديم ای قدمه بعض خدمه .

۳ تيم اللّٰه ای عبد اللّٰه من قولهم تيمه الحب ای ذلله وعبده وهو تيم اللّٰه بن ثعلبة حی من بنی بكر قيل هذا دليل على ان الممتنع غير زهدم فان زهدم جرمی وهذا تيمی ولا مانع من انهما امتنعا معاً لكن الحافظ ابن حجر بسط الكلام ههنا ورجح كونهما واحدا وجوز انتساب زهدم اليهما معًا قال المناوی والقاری فی جمع الوسائل لم يصب من زعم ان المبهم ههنا هو زهدم بنفسه وعبر عن نفسه برجل قلت لكن الحافظ فی الفتح ذكر روايات عديدة فيها التصريح بان صاحب الحلف والقصة هو زهدم بنفسه فارجع اليه لو شئت التفصيل واليه مال العينی فی شرحه .

۴ قال الخ يخالف الرواية السابقة فی ان قوله هناك متاخر لقول ابی موسٰی انی رأيته عليه السلام الخ والجمع ممكن بتعدد قوله ادن بل هو متعين لانه قال له حين تنحى ادن ولما تعلل بما تعلل قال له ادن فانی الخ قاله القاری.

تشریح: یہ وہی حدیث ہے جو پہلے مذکور ہوئی، اختلاف سند سے صورۃً قصہ میں کچھ اختلاف معلوم ہوتا ہے، شمائل میں دونوں حدیثیں مختصر ذکر کی گئیں، بخاری شریف میں یہ لمبا قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کھاؤ اور قسم کا کفارہ ادا کرو کہ حلال چیز سے نہ کھانے کی قسم کے کیا معنی۔

⑦ حدثنا محمود بن غيلانَ[1] حدثنا ابواحمد الزبيرى وابونعيم قَالاَ حدثنا سفيٰن عن عبدالله بن عيسىٰ عن رَجلٍ من اهْل الشَّام يقالُ له عطاء عنْ ابى اسيدٍ[2] قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.

ترجمہ: ابواسید کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو اور مالش میں بھی، اس لئے کہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔

تشریح: اس درخت پر مبارک کا اطلاق کلام اللہ شریف کی اس آیت میں آیا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ، الآیۃ اور بابرکت ہونے کی وجہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اکثر شام میں پیدا ہوتا ہے اور وہ زمین اس لئے بابرکت ہے کہ اس میں ستر نبی مبعوث ہوئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ برکت کا اطلاق اس لئے ہے کہ اس میں منافع بہت ہیں، چنانچہ ابونعیم نے نقل کیا ہے کہ اس میں ستر بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے ایک جذام بھی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی ہر چیز میں منافع ہیں، اس کا تیل جلانے کے کام میں آتا ہے، کھانے کے کام میں آتا ہے، دباغت کے کام میں آتا ہے، ایندھن جلانے کے کام میں لایا جاتا ہے حتی

---

[1] رحل الخ هو عطاء الشامى الراوى حديث الادهان قال البخارى لم يقم حديثه وذكره العقيلى فى الضعفاء وذكره ابن حبان فى الثقات .

[2] ابى اسيد هذا بفتح الهمزة وكسر السين ولايصح ما قيل فيه بضم الهمزة مصغرًا ليس له الا هذا الحديث الواحد وهو غير ابى اسيد الساعدى الصحابى المشهور وقال المصنف فى جامعه بعد هذا الحديث هذا حديث غريب من هذا الوجه انما نعرفه من حديث عبد الله بن عيسىٰ .

کہ اس کی راکھ ریشم دھونے کے لئے خاص طور سے مفید ہے کہتے ہیں کہ اس کے درخت کی عمر بہت ہوتی ہے چالیس سال کے بعد تو پھل لاتا ہے اور ایک ہزار برس کی عمر اکثر ہوتی ہے، اس کے منافع طب کی کتب میں بکثرت ذکر کئے گئے ہیں۔

(۸) حدثنا یحیٰی بن موسٰی حدثنا عبدالرّزاق حدثنا معمرٌ[1] عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر ابن الخطاب رَضِیَ اللّٰهُ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُوْا الزَّیْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَکَةٍ قال ابو عیسٰی وکان عبد الرّزاق یَضْطَرِبُ فی هٰذا الحدیث فربمّا[2] اسندهٗ وربّمَا اَرْسَلَهٗ حدثنا السنجیّ[3] وهو ابوداؤد سلیمان بن مَعْبد المروزی السنجی وهو حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن زید بن اسلم عَنْ ابیه عن النبی صلَّی اللّٰهُ عَلیه وسلم نحوه وَلَمْ یذکر فیه عن عمر.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں استعمال کرو اس لئے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔

تشریح: ان روایات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے تو خود استعمال فرمانا ظاہر ہے۔

---

[1] بفتح المیمین بینهما عین مهملة ساکنة.

[2] فربما الخ غرض المصنف بیان الاضطراب فی هذا الحدیث فی وصله وارساله فروی اولاً موصولاً بروایة یحیٰی عن عبد الرزاق ثم ذکر بعده بطریق السنجی عن عبد الرزاق مرسلا وقال فی جامعه هذا حدیث لا نعرفه الا من حدیث عبد الرزاق عن معمر وکان عبدالرزاق یضطرب فی روایة هذا الحدیث فربما ذکر فیه عن عمر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وربما رواه علی الشك فقال احسبه عن عمر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وربما قال عن زید بن اسلم عن ابیه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مرسلاً.

[3] السنجی بکسر السین المهملة وسکون النون نسبة الی سنج قریة من قری مرو ومعبد بفتح المیم وسکون العین المهملة وفتح الموحدة.

⑨ حدثنا محمّد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر و عبد الرحمٰن بن مهدی قالا حدثنا شعبة عن قتادة عن انس بن مالك قال كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ[1] فَاُتِيَ بِطَعَامٍ اَوْ دُعِيَ[2] لَهٗ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُهٗ فَاَضَعُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا اَعْلَمُ اَنَّهٗ يُحِبُّهٗ[3].

حل لغات: يُعْجِبُ (افعال، س) پسند کرنا، خوش ہونا۔ اَلدُّبَّاءُ ، دُبَّاءَةٌ کی جمع ہے بمعنی لوکی، کدو۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو مرغوب تھا، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا آیا، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعوت میں تشریف لے گئے (راوی کو شک ہے کہ یہ قصہ کس موقع کا ہے) جس میں کدو تھا، چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ مرغوب ہے اس لئے اس کے قتلے ڈھونڈ کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیتا تھا۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ اگر برتن میں مختلف چیزیں ہوں تو اپنے علاوہ دوسری جانب سے بھی کسی مرغوب چیز کے اٹھا لینے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ ساتھی کو کراہت نہ آئے، ڈھونڈ کر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شوربا زیادہ رکھنے کا معمول تھا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی فرمائی ہے کہ شوربا زیادہ رکھا کرو کہ پڑوسی بھی منتفع ہو سکے۔

⑩ حدثنا قتيبة بن سَعِيْد حدثنا حفص بن غياثٌ[4] عن اسمٰعيل بن ابی

---

[1] الدباء بضم الدال وتشديد الموحدة وبالمد على الاشهر وحكى القصر ايضا وانكر وقيل خاص بالمستدير منه . قارى

[2] شك من الراوى انس او من دونه والضمير للطعام اى دعى رسول الله عليه وسلم .

[3] قيل كان سبب محبته صلى الله عليه وسلم له ما فيه من افادة زيادة العقل والرطوبة المعتدلة وماكان يلحظه من السر الذى او دعه الله فيه اذا خصه بالانبات على يونس عليه السلام حتى ترى فى ظله فكان له كالام الحاضنة لولدها .

[4] غياث بمعجمة مكسورة فتحتية ثم مثلثة . مناوى

خالد عن حكيمٌ[1] بن جابر عن ابيه قال دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءً يُقَطِّعُ[2] فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ نُكَثِّرُ[3] بِهٖ طَعَامَنَا، قَالَ ابو عيسىٰ[3] وجابر هٰذا هو جَابر بن طَارق ويقالُ[4] ابن ابى طَارق وهو رَجل مِنْ اصْحَاب رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يعرفُ[5] لَهٗ الّا هذا الحديث الواحد وابو خَالد اسْمهٗ سَعد.

حل لغات: يُقَطِّعُ (تفعیل، ف) کاٹنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا، پارہ پارہ کرنا۔ نُكَثِّرُ (تفعیل) زیادہ کرنا، بڑھانا۔

ترجمہ: جابر بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جارہے تھے، میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا بنے گا، فرمایا کہ اس سے سالن میں اضافہ کیا جائے گا۔

تشریح: کدو کے فوائد بھی علماء حدیث نے بہت سے لکھے ہیں اور طب کی کتابوں میں بھی بہت سے منافع لکھے ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ عقل کو تیز کرتا ہے دماغ کو قوت دیتا ہے۔

(۱۱) حدثنا قتيبة بن سَعِيْد عن مَالك بن انس عن اسحٰق بن عبداللّٰه بن ابى طلحة انه سمع انس بن مَالك يقول اِنَّ خَيَّاطًا[6] دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

---

[1] بفتح حاء مهملة وكسر كاف قليل الحديث .

[2] من التقطيع وهو جعل الشئ قطعة قطعة وباب التفعيل للتكثير . ق

[3] قال ابو عيسى لما كان جابر بن عبد اللّٰه هو المشهور من الصحابة والمطلق يصرف الى المشهور نبه المصنف على ان هذا رجل آخر صحابى غير ذاك المشهور .

[4] ويقال الخ هو جابر بن طارق بن ابى طارق فقد ينسب الى ابيه وقد ينسب الى جده فيقال جابر بن ابى طارق كذا فى الاصابة قاله المناوى .

[5] لا يعرف ببناء المجهول على الغائب وببناء المعلوم على المتكلم روايتان قلت وفيه ان الحافظ ذكر له حديثا آخر فى الاصابة .

[6] خياطًا قال العسقلانى لم اقف على تسميته لكن فى رواية انه مولى المصطفى صلى اللّٰه عليه وسلم قاله القارى والمناوى قلت ولفظ البخارى برواية ثمامة عن انس ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اتى مولى له خياطًا الحديث .

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ فَقَالَ اَنَسٌ فَذَهَبْتُ[1] مع رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزاً مِنْ شَعِيْرٍ ومَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وقَدِيْدٌ قَالَ اَنَسٌ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَيْ[2] الْقَصْعَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمَئِذٍ.

حل لغات: خَيَّاط کپڑے سینے والا شخص، درزی (ض) کپڑے سینا۔ قَرَّبَ (تفعیل) قریب کرنا، نزدیک کرنا، قریب لاکر پیش کرنا۔ مَرَقًا شوربا (ن،ض، تفعیل، افعال) شوربا زیادہ کرنا، بڑھانا۔ قَدِيْدٌ کاٹا ہوا اور سکھایا ہوا گوشت (ن) جڑ سے کاٹنا۔ يَتَتَبَّعُ (تفعل) تلاش کرنا، ڈھونڈنا، جستجو کرنا۔ حَوَالَيْ حَوْلٰى کی جمع ہے بمعنی اطراف واکناف، اِرد گرد۔ اَلْقَصْعَةُ (ج) قِصَعٌ، قِصَاعٌ، قَصْعَات، پیالہ، کاسہ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرتبہ دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جَو کی روٹی اور کدو گوشت کا شوربا پیش کیا، میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالہ کے سب جانبوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرمارہے تھے، اس وقت سے مجھے بھی کدو مرغوب ہوگیا۔

تشریح: حضرت انسؓ کی خود بھی دعوت ہوگی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خادمیت میں چلے گئے ہوں گے اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ داعی کو گراں نہ ہو، حضرت انسؓ کا یہ ارشاد کہ مجھے اس وقت سے کدو سے رغبت ہوگئی اس محبت کا ثمرہ ہے جو ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور محبت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پسند ہو اس کی ہر بات دل میں جگہ کرنے والی

---

[1] قال القاری یعنی بطلب مخصوص او تبعاً له لکونه خادما له صلی اللّٰه علیه وسلم . اهـ

[2] حوالی بفتح اللام وسکون التحتیة مفرد مثنی الصورة بمعنی الحوانب قاله المناوی فهو مفرد لفظاً ومثنی صورة وجمع معنی قال القاری حوالی بفتح اللام وسکون الیاء وانما کسر ههنا لالتقاء الساکنین . اهـ

ہو، جس درجہ کی محبت ہوگی اسی مرتبہ میں محبوب کے اثرات کے ساتھ شغف ہوگا، لیکن اللہ کی شان ہے کہ آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے دعوے داروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صورت بنانا بھی پسند نہیں۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

---

(۱۲) حدثنا احمد بن ابراهيم الدَّورقي وسلم بن شبيب ومحمود بن غيلان قالوا حدثنا ابو سَامة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عَائشة قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ.

حل لغات: اَلْحَلْوَاءُ (ج) حَلَاوٰی بمعنی حلوہ، میٹھا میوہ (ن،س،ک) میٹھا ہونا۔ اَلْعَسَلُ (ج) اَعْسَال ، عُسْلٌ شہد (ن،ض،تفعیل) شہد کھلانا، کھانے میں شہد ملانا، شہد کا توشہ دینا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو میٹھا اور شہد پسند تھا۔

تشریح: بظاہر حدیث میں حلوے سے مراد ہر میٹھی ہے لیکن بعض لوگوں نے اس سے متعارف حلوا مراد لیا ہے جو مٹھائی اور گھی وغیرہ سے بنایا جاتا ہے، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حلوا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنوا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا، یہ حلوا آٹے اور شہد اور گھی سے بنایا گیا تھا، شکر کا اس زمانہ میں کچھ دستور نہ تھا اس لئے میٹھی چیز عموماً شہد یا کھجور سے بنائی جاتی تھی۔

---

(۱۳) حدثنا الحَسَن بن مُحمَّد الزعفرانيّ[۲] حدثنا حجاج بن محمَّد قَالَ قال ابن جريج اخبرني محمَّد بن يوسف ان عطاء بن يسار اخبره انّ ام سَلمة اخبرتهُ انّها قَرَّبَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا

---

[۱] بالمد ويجوز قصره جمعه الحلاوى قيل هو كل شئ فيه حلاوة فقوله العسل تخصيص بعد تعميم وقيل المراد بها المجيع وهو تمر يعجن باللبن وقيل ما صنع من الطعام بحلو وقد يطلق على الفاكهة وقال الخطابى تختص بما دخلته الصنعة .

[۲] بفتح الفاء منسوب الى قرية يقال لها الزعفرانية . ق

مَشْوِيًّا فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَمَا تَوَضَّأَ.

حل لغات: جَنْبًا (ج) اَجْنَاب ، جُنُوْب پہلو، جانب، پڑوس۔ مَشْوِيًّا بمعنی بھنا ہوا (ض،انفعال) گوشت بھوننا (افعال، تفعیل) بھنا ہوا گوشت کھلانا۔ مَشْوِيٌّ ہی کے معنی میں "شِواءٌ" بھی آتا ہے، جیسا کہ آنیوالی حدیث شریف میں ہے

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور پھر بلا وضو کئے نماز پڑھی۔

تشریح: بعض روایات سے آگ سے پکی ہوئی چیز کا ناقضِ وضو ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب بعض علماء متقدمین کا ہے لیکن خلفائے اربعہ اور ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو احادیث وجوب وضو پر دلالت کرتی ہیں وہ منسوخ ہیں یا مؤول ہیں، حضرت ام سلمہؓ کی یہ حدیث بھی جمہور کی تائید کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نئی وضو کئے بغیر نماز پڑھی۔

(۱۴) حدثنا قتيبة حدثنا ابن لهيعة عن سليمان بن زياد عن عبدالله بن الحارث قال اَكَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِوَاءً[1] فِي الْمَسْجِدِ.

ترجمہ: عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔

تشریح: اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کھانا پینا جائز ہے، بشرطیکہ ریزہ وغیرہ سے مسجد خراب نہ ہو ورنہ مکروہ ہوگا، اور ممکن ہے کہ یہ حالتِ اعتکاف کا ذکر ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہر سال اعتکاف کرنے کا تھا اور اس صورت میں مسجد میں کھانا پینا ظاہر ہے۔

---

[1] شواء بكسر اوله ممدودًا اى مشويا والمراد مع الخبز كما فى رواية قاله القارى .

(۱۵) حدثنا محمود بن غيلان انبانا وكيع حدثنا مسعر عن ابى صخرة[۱] جامع بن شداد عن المغيرة بن عبدالله عن المغيرة بن شعبة قال ضِفْتُ[۲] مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأُتِيَ بِجَنْبٍ مَشْوِيٍّ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَةَ[۳] فَجَعَلَ يَحُزُّ[۴] فَحَزَّلِيْ[۵] بِهَا مِنْهُ قَالَ فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ[۶] بالصَّلٰوةِ فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ مَالَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ[۷] قَالَ وَكَانَ شَارِبُهُ[۸] قَدْ وَفٰى فَقَالَ لَهُ

۱ ابو صخرة بفتح صاد مهملة وسكون خاء معجمة بعدها راء مهملة قيل وفى بعض الاصول ابو ضمرة بمعجمة وميم قلت وبالمهملة كناه اهل الرجال .

۲ ضفت الخ معناه نزلت انا ورسول الله صلى الله عليه وسلم ضيفين على انسان ولفظ ابى داؤد وضفت النبى صلى الله عليه وسلم وفى النهاية ضفت الرجل اذا نزلت به فى ضيافة واضفته اذا انزلته وفى القاموس ضفته اضيفه نزلت عليه ضيفا فظاهر لفظ ابى داؤد ان المغيرة كان ضيفا له عليه السلام قال القارى الظاهر ان لفظ مع فى رواية الترمذى مقحمة وقال الشيخ فى البذل تحت رواية ابى داؤد بلفظ ضفت النبى صلى الله عليه وسلم اى نزلت عليه ضيفًا لانه لم يكن من اهل المدينة ولا ياوى الى اهل ولا مال اهـ قلت ويمكن الجمع بينهما عندى بان المغيرة كان ضيفه صلى الله عليه وسلم كما هو نص لفظ ابى داؤد وكان النبى صلى الله عليه وسلم مع ضيوفه مدعوا عند احد قال القارى وقد وقعت هذه الضيافة فى بيت ضباعة بنت الزبير بن عبد المطلب ابنة عم النبى صلى الله عليه وسلم كذا افاده القاضى اسمٰعيل وقال العسقلانى يحتمل انها كانت فى بيت ميمونة واما ما قاله بعضهم من ان المراد جعلته ضيفا لى حال كونى معه فغير صحيح لما يأباه معنى ضفت لغة . اهـ

۳ بفتح الشين المعجمة وسكون الفاء هى السكين العريض الذى امتهن بالعمل قال المناوى هى السكين العريض العظيم جمعه شفار ككلب وكلاب وشفرات كسجدة وسجدات .

۴ بتشديد الزائى من الحز بحاء مهملة القطع قال فى المصباح وغيره الحزة القطعة من اللحم تقطع طولا .

۵ هذا وامثاله دليل لجواز التثويب وهو الاعلام للصلوة بعد الاذان قال صاحب الهداية التثويب فى الفجر حى على الصلوة حى على الفلاح مرتين بين الاذان والاقامة حسن لانه وقت نوم وغفلة وكره فى سائر الصلوات وهذا التثويب احدثه علماء الكوفة بعد عهد الصحابة لتغير الاحوال وخصوا الفجر به لما ذكرنا والمتاخرون استحسنوه فى الصلوات كلها لظهور التوانى فى الامور الدينية ، كذا فى الاوجز وفيه ايضًا عدة روايات فى الباب تدل على جوازه .

۶ اى لصقتا بالتراب من شدة الفقر هذا اصله قال الزمخشرى الاصل فما جاء من كلامهم من هذا نحوه كقاتلك الله واخزاك الله للتعجب المشعر بانه ذلك الفعل بالغ من الندرة والغرابة المبلغ الذى يحق لسامعه ان ينافسه حتى يدعو عليه تضجرًا وتحسرًا ثم كثر حتى استعمل فى كل موضع استعجاب اوزجر او تنبيه اهـ قال المناوى فيحتمل انه كره تاذيه مع بقاء الوقت لايذائه الضيف وكسر خاطره وقال القارى كانه صلى الله عليه وسلم كره ايذانه بالصلوة وهو مشتغل بالعشاء والحال ان الوقت متسع . اهـ

۷ الضمير الى المغيرة جزم به القارى وقال المناوى وتبعه البيجورى اى شارب بلال وقال القارى يحتمل ان يكون الضمير لرسول الله صلى الله عليه وسلم ومعنى قوله اقصه لك اى لاحلك تتبرك به قلت والاول المتعين لما فى رواية لابى داؤد وكان شاربى وفى فقصه لى على سواك .

اَقُصُّهُ لَكَ عَلٰى سِوَاكٍ اَوْقُصُّهُ عَلٰى سِوَاكٍ.

حل لغات: ضِفْتُ (ض) مہمان ہونا (تفعیل) مہمان بنانا۔ اَلشَّفْرَةُ (ج) شَفْر، شِفَارٌ بڑی چھری، چوڑی چھری (تفعیل) جڑ سے اکھاڑنا۔ حَزَّ (ن، تفعیل، افتعال) کاٹنا، چھانٹنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ يُؤْذِنُ (افعال) باخبر کرنا، بتلانا، جتلانا (تفعیل) اذان دینا (س) اجازت دینا۔ وَفٰى (ض) طویل ہونا، بڑھنا، زیادہ ہونا اور اس کے معنی ''پورا کرنا'' بھی آتے ہیں۔ اَقُصُّ (ن، تفعیل) کاٹنا، ٹکڑے کرنا۔ سِوَاكٌ (ج) سُوُكٌ دانت صاف کرنے کی لکڑی (مسواک) (ن) رگڑنا، مسواک کرنا (تفعل، افتعال) مسواک کرنا۔

ترجمہ: مغیرۃ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا، کھانے میں ایک پہلو بھنا ہوا لایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاقو لے کر اس میں سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے، اسی دوران میں حضرت بلالؓ نے آکر نماز کی تیاری کی اطلاع دی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاک آلودہ ہوں اس کے دونوں ہاتھ، کیا ہوا اس کو کہ ایسے موقع پر خبر کی، اور پھر چھری رکھ کر نماز کے لئے تشریف لے گئے، مغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری بات میرے ساتھ یہ پیش آئی کہ میری مونچھ بہت بڑھ رہی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاؤ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دوں، یا یہ فرمایا کہ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دو، کسی راوی کو الفاظ میں شک ہے کہ کیا لفظ فرمائے۔

تشریح: اس حدیث میں چند مضمون قابل تنبیہ ہیں اول یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا، اس کے مطلب میں علماء کے دو قول ہیں اور روایات مختلفہ سے دونوں کی تائید ہوتی ہے ایک یہ کہ ساتھ کا لفظ زائد ہے اور مقصود یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میزبانی کے مد میں پہلو کا گوشت بھنوایا اور کاٹ کاٹ کر کھلایا۔ جامع ترمذی شریف کی روایت اس مضمون کے کچھ زیادہ مناسب ہے اور ابوداؤد کی روایت تو گویا اس مضمون میں صریح ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا، دوسرے یہ کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں کسی تیسرے شخص کے مہمان ہوئے، ساتھ کا لفظ روایات میں اس کی تائید کرتا ہے، اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کاٹ کر کھلانا تالیف قلوب کے لئے تھا، تیسرا مطلب بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا مہمان کیا، مگر یہ صحیح نہیں، بندہ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مع مہمانوں کے کسی جگہ دعوت تھی جیسا کہ عام دستور ہے کہ اکابر کی دعوت بمع خدام و مہمانان ہوتی ہے اس صورت میں ابوداؤد اور ترمذی دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ اصل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے اور حضور کی اس وقت مع مہمانوں کے دعوت کی وجہ سے یہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں دوسرے کے مہمان تھے، دوسرا مضمون چاقو سے کاٹنے کے متعلق ابوداؤد شریف اور بیہقی کی روایات میں چاقو سے کاٹنے کی ممانعت بھی آئی ہے، علماء حدیث نے ان دونوں حدیثوں کے درمیان مختلف طریقوں سے جمع اور تطبیق فرمائی ہے، سہل یہ ہے کہ وہ ممانعت چاقو سے کھانے کی ہے، اور یہ واقعہ چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے کا ہے، اگر گوشت اچھی طرح نہ گلا ہو تو چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور ضابطہ کی بات یہ ہے کہ جس چیز میں اجازت اور ممانعت دونوں پائی جاتی ہوں اور وجوہ ترجیح میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو قاعدہ کے موافق ممانعت کو ترجیح ہوا کرتی ہے، یہ ضابطہ مستقل ہے (۲) بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے اس کے لفظ یہ ہیں کہ چاقو سے گوشت نہ کاٹا کرو یہ عجمیوں (یعنی کفار کا) طریقہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت اس طریق میں ہے جس میں کفار سے تشبہ ہوتا ہو، مطلقاً چاقو سے کاٹنے کی ممانعت نہیں ہے اور کفار کے ساتھ تشبہ سے بچنے کی تاکید تو سیکڑوں احادیث میں ہے، تیسری بات حضرت بلالؓ کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے یہ الفاظ تنبیہ سے ہے ایسے الفاظ کے معنی مقصود نہیں ہوتے ملامت اور تنبیہ مقصود ہوتی ہے ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ ڈانٹنے کے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں، اگرچہ اس جگہ پر بعض علما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہونے کی وجہ سے اس کے نفیس نفیس معنی بھی بتلائے ہیں، لیکن ظاہر صرف تنبیہ ہے، اور تنبیہ اس امر پر تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہمان کی وجہ سے اس کے اہتمام میں مشغول تھے

تو اس کے درمیان میں اطلاع نہ کرنی چاہئے تھی بلکہ فراغت کا انتظار مناسب تھا جب کہ نماز کے وقت میں گنجائش بھی تھی، چوتھی بات لبوں کے کاٹنے کے متعلق ظاہر یہی مطلب ہے جو ترجمہ میں لکھا گیا کہ مغیرہؓ کی لبیں بڑھی ہوئی تھیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھے کے بجائے مسواک رکھ کر کاٹنے کے متعلق ارشاد فرمایا، بعض شراح حدیث اس طرف گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی لبیں مراد ہیں لیکن ابوداؤد شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ میری لبیں بڑھی ہوئی تھیں جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ دیا، متعدد احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مختلف الفاظ سے وارد ہوا ہے جس میں ڈاڑھی کے بڑھانے کا حکم ہے اور مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرنے کی تاکید ہے اسی وجہ سے ایک جماعت علمائے سلف کی اس طرف گئی ہے کہ مونچھوں کا منڈانا سنت ہے، لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ مونڈنے کے قریب ہو جائے۔

(۴۱) حدثنا واصل بن عبد الاعلٰی حدثنا محمد بن فضیل عن ابی[1] حیان التیمی عن ابی زرعۃ[2] عن ابی هریرة قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَکَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ[3] مِنْهَا.

حل لغات: رُفِعَ فعل ماضی مجہول (ف) اٹھانا، یہاں مراد "لے جانا" ہے۔ اَلذِّرَاعُ (ج) اَذْرُعٌ ، ذُرْعَان بازو، بونگ۔ نَهَسَ (ف) اگلے دانتوں سے نوچنا، کاٹ کر کھانا۔

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے گوشت آیا اس میں سے دست (یعنی بونگ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دست یعنی بونگ کا گوشت پسند بھی تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا (یعنی چھری وغیرہ

---

[1] ابی حیان بمهملة وتحتية مشددة هو یحیٰی بن سعید الکوفی منسوب الی تیم الرباب کذا فی الشروح والنسخ وقال القاری وفی نسخة صحیحة التمیمی بمیمین . اهـ

[2] زرعة بضم الزای المعجمة وسکون الراء المهملة اختلف فی اسمه علی اقوال .

[3] فنهس الخ انما فعله صلی اللّٰه علیه وسلم لانه اهنأ وامرأ ولانه ینبیء عن ترك التکبر والتکلف .

سے نہیں کاٹا)

تشریح: دانتوں سے کاٹ کر کھانے کی ترغیب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے، چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو کہ اس سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے اور بدن کو زیادہ موافق پڑتا ہے۔

(۱۷) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا ابو داؤد عن زهير يعنيؔ[1] ابن محمد عن ابی اسحٰق عَنْ سعدٌ[2] بن عياض عن ابن مسعود قال كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ وَسُمَّ[3] فِی الذِّرَاعِ وَكَانَ يُرٰى[4] اَنَّ الْيَهُوْدَ سَمُّوْهُ.

حل لغات: سُمَّ فعل ماضی مجہول ''زہر ملا دیا گیا'' (ن) مص سَمًّا زہر دینا، زہر ملانا، سُمٌّ (بتثلیث السین) زہر۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ذراع یعنی دست کا گوشت مرغوب تھا اور اسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا، گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر دیا تھا۔

---

[1] یعنی ابن محمد زاد لفظ یعنی رعایةً للفظ الشیخ لئلا یحمل علی ان لفظ ابن محمد ایضا زادہ شیخہ وبینہ لئلا یلتبس بزهیر بن حرب وغیرہ .

[2] سعد وفی نسخة سعید قاله القاری قلت وهو غلط لیس فی الرواة احد اسمه سعید بن عیاض وسعد هذا الراوی لحدیث الشاة معدود عندهم وانما قال فیه سعید بن منصور سعید بن عیاض وهو وهم .

[3] ببناء المجهول وکان ذاك فی فتح خیبر فجعل فیه سم قاتل لوقته فاکل منه لقمة فاخبره جبرئیل او الذراع علی الخلاف المعروف ویمکن الجمع بان الذراع اخبرته اولا ثم نزل روح القدس بتصدیقها قاله المناوی .

[4] یُری بضم الیاء من الاراءة ای یظن ابن مسعودؓ وانما نسبه الی الیهود لاتفاقهم ومشورتهم والا فکانت المباشرة لذلك زینب بنت الحارث امراة سلام بن مشکم الیهودی وقد احضرها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال ما حملك علی ذلك فقالت قلت ان کان نبیا لا یضره السم والا استرحنا فعفا عنها ولم یعاقبها قال الزهری وغیره فاسلمت فلما مات بشر بن البراء وکان اکل معه منها دفعها لورثته فقتلوها قودًا وبه جمع القرطبی وغیره قاله المناوی قلت والقود مختلف فیه بین الائمة کما بسط فی البذل وماقالت ان کان نبیا لم یضره المراد المضرة الخاصة وهی القتل کما حققه الحافظ فی الفتح فلا ینافیه المضرة الواقعة .

تشریح: فتح خیبر میں ایک یہودی عورت کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ کو دست کا گوشت یعنی بونگ مرغوب ہے تو ایک بکری کا گوشت بھونا اور اس میں بہت زیادہ زہر ملا دیا، اور دست میں خصوصیت سے بہت زیادہ زہر قاتل بھر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور سامنے پیش کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ منہ میں رکھا لیکن نگلنے کی نوبت نہیں آئی تھی یا کچھ نگل بھی لیا تھا کہ اس کو تھوک دیا، اور ارشاد فرمایا کہ اس گوشت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس میں زہر ہے، لیکن کچھ نہ کچھ اثر پہنچ گیا تھا، چنانچہ اس کا سمی اثر کبھی زور کرتا تھا اور آخر میں یہی سمی اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت عود کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا سبب بنا، اس حدیث میں گوشت کے خود اطلاع دینے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اطلاع دینے کا ذکر ہے، اس میں کوئی تعارض نہیں کہ اول گوشت نے معجزہ کے طور پر خود کہا ہو کہ مجھ میں زہر ہے، اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے اس کی تصدیق فرمائی ہو، اس اطلاع کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ترک فرمادیا اور ساتھیوں کو بھی کھانے سے منع فرمادیا، اس کے بعد اس عورت کو بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ اس میں زہر ملایا ہے، اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نے زہر ملایا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے انتقام نہیں لیا اس لئے اس عورت کو اس وقت معاف فرمادیا گیا، لیکن بشر بن براء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس زہر سے شہید ہوئے اس لئے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شہادت پر اس عورت کو قصاصاً یا تعزیراً قتل فرمایا، اس کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص لیا، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں لیا، اور دونوں صحیح ہیں جیسا کہ اصل واقعہ سے معلوم ہو گیا، ایسی صورت میں شرعاً قصاص واجب ہوتا ہے یا دیت وغیرہ، یہ فقہی مسئلہ ہے جو ائمہ میں مختلف ہے اور علمی بحث ہے اس لئے ترک کر دی گئی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا کہ گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر ملایا تھا، یہ ان کے خیال کی بناء پر ہے بظاہر ان کو محقق نہیں ہوا، ورنہ اصل واقعہ محقق ہو چکا اور یہود نے خود اقرار کیا کہ ہم نے ایسا کیا ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں مفصل مذکور ہے۔

(۱۸) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا مسلم بن ابراهيم حدثنا ابانؔ بن يزيد عن قتادة عن شهر بن حوشب عن ابی عبيدؔ قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِدْراً وَكَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِيْ الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِيْ الذِّرَاعَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ سَكَتَّ لَنَا وَلَتَنِيْ الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ.

حل لغات: طَبَخْتُ (ف) کھانا پکانا، کھانا تیار کرنا۔ قِدْرٌ (ج) قُدُوْر بمعنی ہانڈی، اس کی تصغیر قُدَيْر وقُدَيْرَة آتی ہے (ض) قَدَرَ اللَّحْمَ ہانڈی میں گوشت پکانا۔ نَاوَلْتُ (مفاعلت) پیش کرنا، دینا، ہاتھ بڑھا کر دینا، صیغۂ امر نَاوِلْ (دیجئے) آتا ہے (تفاعل) لینا۔ سَكَتَ (ن) چپ رہنا، خاموش رہنا۔ دَعَوْتُ (ن) مص دُعَاءً پکارنا، مانگنا، طلب کرنا، دعا کرنا۔

ترجمہ: ابوعبیدہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کیلئے ہانڈی پکائی چونکہ آقائے نامدارؐ کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا اس لئے میں نے ایک بونگ پیش کی، پھر حضور ﷺ نے دوسری طلب فرمائی، میں نے دوسری پیش کی، پھر حضور ﷺ نے اور طلب فرمائی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تو چپ رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا اس دیگچی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔

تشریح: حضور اقدس ﷺ کا یہ معجزہ تھا، مسند احمد میں اس روایت کے ہم معنی ابورافع سے منقول ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ دونوں کے ساتھ پیش آیا، اس میں کچھ استعجاب نہیں، اس قسم کے واقعات حضور ﷺ کے سوانح حیات میں بکثرت ملتے ہیں چند

ؔ ابان بفتح الهمزة وتخفيف الباء الموحدة ابن يزيد العطار .

ؔ ابی عبيد كذا فی اكثر النسخ الموجودة عندی وفی نسخة بالتا وقال زين الحفاظ كذا وقع فی سماعنا من كتاب الشمائل بزيادة تاء التانيث وكذا ذكره المصنف فی جامعه والمعروف انه بلا تاء وهو مولى النبی صلى الله عليه وسلم ليس له الا هذا الحديث الواحد قاله المناوی قلت وهكذا فی النسخ التی عندنا من المكتوبة والمطبوعة بدون الهاء وكذا فی كتب الرجال فزيادة الهاء ليس بذاك وماقاله المناوی كذا ذكره المصنف فی جامعه المراد انه ذكره فيمن فی الباب .

واقعات قاضی عیاضؒ نے شفا میں ذکر کئے ہیں، حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کی اور حضرت ابوبکرؓ کی دعوت کی اور اتنا کھانا تیار کیا کہ جو دو آدمیوں کو کافی ہو جائے، حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ شرفاء انصار میں سے تیس آدمیوں کو بلا لاؤ، وہ بلا کر لے آئے اور ان کے کھانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اب ساٹھ آدمیوں کو بلا کر لاؤ، اور ان کے فارغ ہونے کے بعد اوروں کو بلایا، غرض ایک سو اسی نفر کو یہ کھانا کافی ہو گیا، حضرت سمرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس کہیں سے ایک پیالہ میں گوشت آیا اور صبح سے لے کر رات تک مجمع آتا رہا اور اس میں سے کھاتا رہا، حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی میں چند کھجوریں دس دانوں سے کچھ زیادہ تھیں، حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چند کھجوریں اس تھیلی میں ہیں، حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس تھیلی میں سے تھوڑی سی نکالیں اور ان کو پھیلایا اور دعا پڑھی اور فرمایا کہ دس دس نفر کو بلاتے رہو اور کھلاتے رہو، اس طرح پورے لشکر کو کافی ہو گئیں اور جو بچیں وہ حضرت ابوہریرہؓ کو واپس کر دی گئیں اور ارشاد فرمایا کہ اس تھیلی میں سے نکال کر کھاتے رہنا اس کو الٹ کر خالی نہ کرنا، چنانچہ یہ اس میں سے نکال نکال کر کھاتے رہتے تھے، ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں، حضرات شیخین کے زمانہ خلافت میں، حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں نکال کر کھائی اور متفرق اوقات میں اس میں سے نکال کر صدقہ بھی کرتا رہتا تھا جس کی مقدار کئی من ہو گئی ہو گی، لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے حادثہ کے وقت وہ کسی نے مجھ سے زبردستی چھین لی اور مجھ سے جاتی رہی، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ایک ولیمہ میں میری والدہ نے ملیدہ تیار کیا اور ایک پیالہ میں میرے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پیالہ کو رکھ دو اور فلاں فلاں شخص کو بلا لاؤ اور جو تمہیں ملے اس کو بھی بلا لینا میں ان لوگوں کو بلا کر لایا اور جو ملتا رہا اس کو بھی بھیجتا رہا حتی کہ تمام مکان اور اہل صفہ کے رہنے کی جگہ سب آدمیوں سے پُر ہو گئی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھتے رہیں اور کھاتے رہیں، جب سب شکم سیر ہو گئے تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اس پیالہ کو اٹھا لو، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں

نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتداء میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا جس وقت میں نے اس کو اٹھایا اس وقت زیادہ پُر تھا، غرض اس قسم کے بہت سے واقعات حضور ﷺ کے ساتھ پیش آئے ہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعات بڑے مجمعوں میں پیش آئے ہیں ایسے واقعات کو خلاف واقعہ نقل کرنا بہت زیادہ دشوار ہے اور جو لوگ ان واقعات میں شریک تھے وہ خلاف واقعہ نقل پر سکوت نہیں کر سکتے تھے، حدیث بالا میں حضرت ابوعبیدؓ کے اس کہنے پر کہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں آئندہ کا سلسلہ بند ہو جانا، ملا علی قاریؒ کے نزدیک اس بناء پر ہے کہ معجزات کرامات اور اس قسم کے خوارق کا پیش آنا فناء تامہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس جواب کی وجہ سے حضور ﷺ کی وہ توجہ تام جو پہلے سے تھی باقی نہ رہی اور توجہ کے انقطاع کی وجہ سے یہ چیزیں منقطع ہو گئیں، علامہ مناویؒ کہتے ہیں کہ حقیقت میں ایک انعام الٰہی تھا اگر یہ انقیاد تام کے ساتھ حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرتے رہتے تو وہ باقی رہتا، لیکن ان کی طرف سے اعتراض کی صورت پیدا ہوئی جو موقع کے مناسب نہ تھی اس لئے وہ اکرام تام بھی منقطع ہو گیا۔ اللّٰھم اغفر لکاتبه ولوالديه ولمن سعٰی فيه.

(۱۹) حدثنا الحَسَن بْن محمَّد الزعفراني حدثنا يحيٰى بن عباد عن فليح[1] بن سليمان قال حدثني رَجُلٌ من عباد يقال لهٗ عبدالوهاب بن يحيٰى بن عباد عن عبدالله بن الزبير عن عَائشة قالت مَا كَانَ[2] الذِّرَاعُ اَحَبُّ اللَّحْمِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهٗ كَانَ لَايَجِدُ اللَّحْمَ اِلَّا غِبًّا وَكَانَ يَعْجَلُ اِلَيْهَا لَاَنَّهَا[3] اَعْجَلُهَا نُضْجًا.

---

[1] ولفظ المصنف في الجامع ثنا فليح بن سليمان عن عبد الوهاب بن يحيٰى من ولد عباد بن عبد الله بن الزبير.

[2] ما كان الخ قال زين الحفاظ كذا وقع في اصل سماعنا من الشمائل بالنفي ووقع في سماعنا من الجامع بالاثبات وليس بحيد اذا الاستدراك بعد ذلك لا يناسب فهو اما سقط لفظ ما من بعض الرواة واصلحه بعض المتجاسرين ليناسب بقية الاحاديث في كون الذراع كانت تعجبه مع انه لا منافاة بينهما قلت لكن النسخ التي بايدينا من الجامع فيها ايضًا بلفظ النفي.

[3] قيل هذا بحسب ما فهمتهٗ والذي دلت عليه الاخبار الصحيحة انه كان يحبه محبة غريزية طبيعية وكانها ارادت تنزيه مقامه الشريف عن ان يكون له ميل الى شئ من الملاذ وفيه ايهام قصور الفهم الى هذه الصديقة العالمة وقيل لا منافاة لهذا الحديث ببقية احاديث الباب اذ يجوز ان تعجبه وليست باحب اليه.

حل لغات: یَعْجَلُ (س) جلدی کرنا، اسی سے اسم تفضیل "اَعْجَل" (بہت زیادہ جلد باز) آیا ہے۔ نَضْجًا (س،افعال) پھل یا گوشت کا پک کر تیار ہونا، پکنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بونگ کا گوشت کچھ لذت کی وجہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند نہ تھا بلکہ گوشت چونکہ گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کو پسند فرماتے تھے تاکہ جلدی سے فارغ ہوکر اپنے مشاغل عَلیہ میں مصروف ہوں۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست کو پسند فرمانا روایاتِ متعددہ سے معلوم ہوتا ہے لیکن وجوہ رغبت ممکن ہے کئی ہوں منجملہ ان کے یہ بھی ہو جو حضرت عائشہؓ نے تجویز فرمائی، اور جس رغبت کی نفی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں وہ رغبت بظاہر میلانِ خاطر اور اشتہا کا درجہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں ورنہ صرف پسندیدگی کا بظاہر انکار نہیں ہے۔

---

(۲۰) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو احمد حدثنا مِسْعَرٌ قَالَ سمعت شیخًا مِنْ فهمٍ[1] قال سَمِعْتُ عبدالله بن جعفر یقول سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ[2].

حل لغات: اَطْیَب اسم تفضیل "بہت زیادہ پاکیزہ" (ن) اچھا ہونا، پاکیزہ ہونا۔ اَلظَّهْرُ (ج) اَظْهُر ظُهُوْر ظُهْرَان پیٹھ، پچھلا حصہ (پیٹ کا مقابل)

ترجمہ: عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

---

[1] فهم بفتح الفاء وسكون الهاء كسهم ابوقبيلة واسم هذا الشيخ محمد بن عبد الله بن ابى رافع وقيل اسم ابيه عبد الرحمٰن قال ميرك اكثر مايأتى فى الحديث عن شيخ من فهم غير مسمى قارى وقال البيحورى ماذكره بعض الشراح انه بالقاف والتاء فخطاء صريح وتحريف قبيح .

[2] لحم الظهر وجه المناسبة بالترجمة بان كونه اطيبا يقتضى انه عليه السلام لعله تناوله فى بعض الاحيان ثم لا مخالفة للحديث لما تقدم من روايات الذراع فلا حاجة الى التوجيه بان الرواية ضعيفة لمكان شيخ .

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

تشریح: یہ روایت ان روایات کے خلاف نہیں ہے جو دست کی پسندیدگی کے بارے میں گزری ہیں اس لئے کہ پسندیدگی اور عمدگی مختلف وجوہ سے دونوں میں ہو سکتی ہے مثلاً قوت کے لحاظ سے یا ریشہ نہ ہونے یا چکنا ہونے کی وجہ سے وغیرہ وغیرہ، غرض مختلف لحاظ سے دو چیزیں پسندیدہ اور عمدہ ہو سکتی ہیں۔

(۴۱) حدثنا سفیٰن بن وکیع حدثنا زید بن الحبابؔ عن عبداللّٰہ بن المؤملؔ عن ابن ابی مُلیکۃؔ عن عَائشۃ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ اَلْخَلُّ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔

تشریح: یہ مضمون شروع باب میں متعدد روایات سے گزر چکا ہے۔

(۴۲) حدثنا ابوکریب حدثنا ابوبکر بن عیاش عن ثابت ابی حمزۃؔ الثمالیؔ الشعبی عن ام ھانی قالت دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَیْءٌ فَقُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ یَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِیؔ مَا اَقْفَرَ بَیْتٌ

ؔ۱ الحباب بضم الحاء المهملة وتخفیف الموحدة کغراب وتقدم فی اللباس بلا لام ولابدع فان الاعلام المنقولة عن المصادر یجوز قرنها باللام وعدمه فان الحباب بالضم فی الاصل مصدر بمعنی الحب جعل علما . م

ؔ۲ المؤمل بتشدید المیم المفتوحة وقیل بکسرها قاری .

ؔ۳ ابن ابی ملیکة هو عبد اللّٰه بن عبید اللّٰه بن ابی ملیکة کطلیحة فهو منسوب الی جده .

ؔ۴ ابی حمزة وفی نسخة ابن ابی حمزة قاله القاری قلت والظاهر الاول وهو ثابت بن ابی صفیة الثمالی .

ؔ۵ الثمالی بضم المثلثة وخفة المیم منسوب الی ثمالة لقب عوف ابن اسلم احد احداد ابی حمزة لقب به لانه کان یسقیهم اللبن بثمالته ای رغوته قاله القاری .

ؔ۶ هاتی باثبات الیاء بصیغة امر وما احاد من قال اسم فعل .

ؔ۷ اقفر من القاف والفاء القفار الطعام بلا ادام کذا فی المجمع وقال ایضا فی الفاء مع القاف القفار هو الخبز وحده ، اهـ ، قلت وکذا یوجد النسختان معًا فی الشمائل لکن قال المناوی وهم من جعله بالفاء مع القاف .

مِنْ اُدْمٍ فِيْهِ خلٌّ.

حل لغات: يَابِسٌ اسم فاعل (س) مص يَبْسًا (افتعال) خشک ہونا، سوکھ جانا۔ هَاتِي اسم فاعل مؤنث اور مذکر کے واسطے "هاتِ" آتا ہے بمعنی لاؤ، دو۔ اَقْفَرَ فعل ماضی واحد مذکر (افعال) خالی ہونا۔ بَيْتٌ (ج) بُيُوْت بمعنی گھر۔

ترجمہ: حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن) فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (فتح مکہ میں) میرے پاس تشریف لائے ور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے آؤ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو۔

تشریح: یہ قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں جس کو بیہقی نے تخریج کیا ہے، زیادہ مفصل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امّ ہانیؓ کے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو بھی رکھا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سوکھی روٹی ہے جس کو پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے آپؐ نے فرمایا کہ نہیں لے آؤ وہ لے آئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ٹکڑے کئے اور پانی میں بھگو کر نمک ملایا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کچھ سالن بھی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ سرکہ کے سوا اور کچھ نہیں، آپؐ نے منگایا اور اس پر ڈال کر نوش فرمایا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ امّ ہانیؓ جس گھر میں سرکہ موجود ہو وہ گھر سالن سے خالی نہیں اللہ اکبر کیا سادہ زندگی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی، کاش حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف اور اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہم لوگوں کو بھی اس سادگی کا اتباع نصیب فرماتا حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں کھانا پینا صرف اضطرار اور مجبوری ہی کا درجہ رکھتا تھا ضرورت کے وقت جو میسر ہو، جیسا موجود ہوا نوش فرمالیا کہ کھانا زندگی کی ضرورت سے تھا نہ یہ کہ ہم لوگوں کی طرح سے زندگی کھانے پینے کی ضرورت سے جس سے اصل مقصد پیٹ کا پالنا بن جائے اور دینی مشاغل مدزائد میں شمار ہو جائیں، وہاں مقصد زندگی دین کی اشاعت

اوراس کوسرسبز کرنا تھا اور یہ ضروریات بشریہ مجبوری کے درجہ میں پوری کرلی جاتی تھیں، نیز حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں بے تکلفی ہو تعلقات وسیع ہوں سوال میں بھی مضائقہ نہیں۔(اللّٰھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ ولمن سعٰی فیہ)

(۲۳) حدثنا محمّد بن المثنٰی قَالَ حدثنی محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عمروبن مرّة عن مُرَّة الهمدانی عن ابی موسٰی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَائشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ.

حل لغات: فَضْلٌ مص (س،ک) فضیلت والا ہونا، بزرگ ہونا۔ اَلنِّسَاءُ (ج) نِسْوَةٌ ، نُسْوَةٌ ، نِسْوَانٌ بمعنی عورت، یہ سب الفاظ مَرْأَةٌ کی جمع من غیرلفظہ ہیں۔ الثَّرِیْدُ (ج) ثَرَائِدُ ، ثُرُوْدٌ شوربے میں ڈلی ہوئی روٹی (ن) ثرید بنانا۔ سَائِرٌ کسی چیز کا بقیہ حصہ، مکمل، تمام۔

ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

تشریح: اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر بھی ثابت ہوتی ہے اور ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر بھی نکلتی ہے ثرید شوربے میں بھگوئے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جن میں علاوہ لذت وقوت کے سہولت وسرعتِ

---

[1] ای مطلقاً او نساء زمانها او نساء رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم التی کن فی زمانها قاله القاری وقال المناوی من اطلق النساء ورد علیه خدیجة فانها افضل من عائشة علی الصواب لتصریحه صلی اللّٰه علیه وسلم بانه لم یرزق خیرًا من خدیجة قال القاری فی الحدیث اشارة الی ان الفضائل التی اجتمعت فی عائشة ما توجد فی جمیع النساء من کونها امرأة افضل الانبیاء واحب النساء الیه واعلمهن وانسبهن واحبهن وان کانت لخدیجة وفاطمة وجوه اخر من الفضائل لکن الهیئة الجامعیة فی الفضیلة المشبهة بالثرید لم توجد فی غیرها وبسط القاری الکلام علی روایات التفضیل بین خدیجة وفاطمة ومریم وآسیة فارجع الیه لو شئت التفصیل.

[2] الثرید الخ یعنی کما انه جامع لفوائد شتی من الغذائیة واللذة والقوة حتی قیل انه یعید الشیخ الی صباه کذلك هی تجمع بین فضائل شتی من الفضل والفقه والفصاحة والفطانة وغیرها.

ہضم، جلد تیار ہو جانا وغیرہ وغیرہ منافع ہیں، عرب میں اس کا دستور تھا اور سب کھانوں میں افضل شمار ہوتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت میں بہت سی روایات آئی ہیں اس روایت میں علماء کا اختلاف ہے عورتوں سے مراد سب عورتیں ہیں یا کچھ مستثنیٰ ہیں اسی بناء پر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہؓ کی فضیلت حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی ہے یا نہیں، کسی نے حضرت عائشہؓ کی افضلیت بتائی ہے اور کوئی حضرت فاطمہؓ کی افضلیت کا قائل ہے کوئی حضرت خدیجہؓ کی افضلیت عن الکل کی طرف مائل ہے لیکن بندہ کے نزدیک ان میں سے ہر ایک کسی خاص فضیلت کے لحاظ سے سب سے افضل ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقاہت اور محبوبیت کے ساتھ اس امر میں بھی بڑھی ہوئی ہیں کہ وحی ان کے لباس میں نازل ہو جاتی تھی، حضرت خدیجہؓ پہلی بیوی پہلی مومنہ وغیرہ وغیرہ بہت سے امور کی بناء پر افضل ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ اور جنت کی سردار وغیرہ وغیرہ امور میں سب سے افضل ہیں۔

---

(۴۴) حدثنا علی بن حجر حدثنا اسمٰعیل بن جعفر حدثنا عبداللّٰہ بن عبدالرحمٰن بن معمر الانصاریُّ ابوطوالۃ[1] انّہ سمع انس بن مالك یقولُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔

تشریح: امام ترمذیؒ کا مقصد ان روایات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثرید پسند تھا، چنانچہ مختلف روایات سے اس کے نوش فرمانے کا معمول معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] ابوطوالۃ بضم الطاء المهملة كنيالة قاضي المدينة زمن عمر بن عبد العزيزؒ.

(۳۵) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا عبدالعزيز بن محمد عن سُهَيل ابن ابی صالح عن ابيه عن ابی هريرة اَنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِنْ ثَوْرٍ[1] اَقِطٍ ثُمَّ رَاٰهُ اَكَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

حل لغات: ثَوْرٌ (ج) اَثْوَار، ثِيَارٌ پنیر کا بڑا ٹکڑا۔ اَقِطٌ (بتثليث القاف) پنیر، پنیر کا ٹکڑا۔

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو فرماتے دیکھا اور پھر ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ نوش فرمایا اور وضو نہیں فرمائی۔

تشریح: ابتدائے اسلام میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا ممکن ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پنیر کے ٹکڑے سے جس زمانہ میں وضو فرمایا ہو وہ زمانہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں سے وضو ٹوٹ جانے کا زمانہ ہو یا کسی اور وجہ سے وضو پر وضو کا ارادہ فرمایا ہو یا پہلا وضو کسی اور وجہ سے جاتا رہا ہو، لیکن حضرت ابو ہریرۃؓ کے طرز بیان سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگ کی پکی ہوئی چیزوں سے وضو کرتے تھے اسی لئے پنیر کے نوش فرمانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا بعد میں یہ حکم باقی نہیں رہا اسی لئے بکری کا گوشت نوش فرما کر وضو نہیں کیا۔

(۳۶) حدثنا ابن ابی عمرؒ[2] حدثنا سفيٰن بن عيينة عن وائل بن داؤد عن[3]

---

[1] ثور قيل الثور قطعة من الاقط فالاضافة على سبيل التحريد او بيانية وقيل الثور القطعة مطلقاً. ق

[2] ظاهر السياق ان ابا هريرة اراد ان يبين ان الحكم السابق وهو الوضوء من ثور اقط قد نسخ بفعله صلى الله عليه وسلم باخره من اكله كتف الشاة وعدم توضئه وكانت مسئلة الوضوء مما مست النار خلافية فى السلف ثم اجمع العلماء على انه لا يجب الوضوء منه والظاهر من ايراد هذا الحديث فى هذا الباب ان المصنف اراد ان يبين انه صلى الله عليه وسلم اكل ثور الاقط وكتف الشاة بطريق الاستدام وليس فى لفظ الخبر ما يدل عليه صريحًا الا ان يقال انها من جملة الادام عادة فاعتبر العرف وحمل عليه الحديث . ق

[3] ابن ابی عمر قيل اسمهٗ محمد بن يحيٰى بن ابی عمر فهو منسوب الى جده وقيل ابو عمر كنية ابيه يحيٰى . ق

ابیہ[1] وهو بكر بن وائل عن الزهرى عن انس بن مَالك قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِيْقٍ.

حل لغات: اَوْلَمَ فعل ماضی واحد مذکر (افعال) ولیمہ کرنا، ولیمے کا کھانا کھلانا۔ سَوِيْقٌ (ج) اَسْوِقَةٌ ستو اور اس کے معنی ''شراب'' کے بھی آتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔

تشریح: حضرت صفیہؓ حضرت ہارون علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں، محرم ۷ھ میں جنگ خیبر میں باندی بن کر آئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور سفر ہی میں ان کا ولیمہ ہوا، ولیمہ میں کیا چیز تھی اس میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں، بعض میں حیس جو ایک قسم کا حلوا ہے اس کا ولیمہ وارد ہوا ہے بعض میں پنیر بھی آیا ہے، ظاہر یہ ہے کہ چونکہ سفر کا موقعہ تھا اس لئے ناشتہ وغیرہ میں جو کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خاص مخلصین کے پاس موجود تھا سب ولیمہ میں شریک کر دیا۔

(۲۷) حدثنا الحسين[2] بن محمّد البصرى حدثنا الفضيل[3] بن سليمان حدثنى فَائِدٌ[4] مولى عبيد الله بن على ابن ابى رافعٍ[5] مولىٰ رسول الله صلى اللّٰهُ عليه وسلم قَالَ حَدثنا عبيدالله بن على عن جدّتِهٖ سلمىٰ[6] اَنَّ الحَسَنَ[7]

---

[1] ابيه كذا فى اكثر النسخ وفى بعضها ابنه وهو صواب عندى والمراد به ابنه بكر بن وائل فهو من رواية الاكابر عن الاصاغر ولفظ ابيه تصحيف لان والدوائل وهو داؤد ليس من رواة الصحاح والحديث اخرجه ابوداؤد فى الاطعمة بلفظ ابنه وابن ماجة بلفظ ابيه والعجب من الكل ما وقع فى جامع المصنف بلفظ عن ابنه نوف فلفظ ابنه صحيح لكن ليس فى الرواة احد اسمه نوف .

[2] الحسين بن محمد وفى نسخة سفيان بن محمد قال ميرك وهى غلط لان سفيان بن محمد لم يذكر فى الرواة ، اهـ قلت ولذا لم يذكره الحافظ فى تهذيبه .

[3] الفضيل بضم ففتح فتحتية ساكنة وفى بعض النسخ الفضل قال اصيل الدين كذا فى اكثر النسخ وهو غلط والصواب فضيل مصغرًا قلت ليس فضل بن سليمان احد من الرواة .

[4] بالفاء آخره دال مهملة . م

[5] مولى صفة لقوله ابى رافع يعنى ابو رافع كان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو غلبت عليه كنيته اختلف فى اسمه على اقوال .

[6] سلمى بفتح اوله زوجة ابى رافع وهى كانت قابلة ابراهيم بن المصطفى صلى الله عليهما وسلم

[7] وفى نسخة بدله الحسين مصغرًا . ق م

بن عَلِيٍّ وَابنَ عَبَّاسٍ وابنَ جَعْفَرٍ اَتَوْهَا فَقَالُوْا لَهَا اِصْنَعِیْ لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ[1] رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ[2] اَكْلَهٗ فَقَالَتْ يَابُنَيَّ لَا تَشْتَهِيْهِ[3] الْيَوْمَ قَالَ بَلٰى اُصْنَعِيْهِ لَنَا قَالَ فَقَامَتْ فَاَخَذَتْ شَيْئًا مِنَ الشَّعِيْرِ فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِيْ قِدْرٍ وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالْقَوَابِلَ[4] فَقَرَّبَتْهُ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ هٰذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ اَكْلَهٗ.

حل لغات: يُحْسِنُ (افعال) اچھا کرنا، اچھا سمجھنا (ک) اچھا ہونا، حسین ہونا۔ تَشْتَهِيْ فعل مضارع (افتعال) خواہش کرنا، چاہنا۔ اِصْنَعْ فعل امر حاضر (ف) کرنا، تیار کرنا، بنانا۔ طَحَنَتْ (ف) گیہوں پیسنا، گندم کا آٹا بنانا۔ صَبَّتْ (ن) پانی بہانا، انڈیلنا (ض، انفعال) پانی گرنا۔ دَقَّتْ (ن) باریک کرنا، کوٹنا، پیسنا۔ اَلْفُلْفُلُ، فُلْفُلَةٌ کی جمع ہے بمعنی مرچ (دونوں جگہ فَ کے ضمے اور کسرے کے ساتھ) (فعللۃ) فَلْفَلَ الطعامَ "کھانے میں مرچ ڈالنا" اَلْقَوَابِلُ، قَابِلٌ کی جمع ہے بمعنی مصالحہ (جو کھانے میں ڈالا جاتا ہے)

ترجمہ: سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ امام حسن اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کھانا پسند تھا اور اس کو رغبت سے نوش فرماتے تھے وہ ہمیں پکا

---

[1] بصيغة المعلوم اما من الاعجاب فرسول الله صلى الله عليه وسلم مفعوله والضمير المستتر فيه للموصول او من العجب بفتحتين من باب علم فرسول الله فاعله وضمير الموصول فى الصلة محذوفة اى مما كان يعجبه صلى الله عليه وسلم . ق

[2] من الاحسان وفى نسخة من التحسين واكله بالنصب مفعوله وهو بفتح الهمزة وسكون الكاف مصدر . ق

[3] لا تشتهيه الخ افردت لانها خاطبت اعظمهم اولانهم لاتحاد بغيتهم كانوا كواحد قاله البيجورى والمعنى ان هذا الطعام لاتحبونه اليوم لتغير الحالة من العسر الى اليسر .

[4] بفتح الفوقية وكسر الموحدة ابزار الطعام وهى ادوية حارة يوتى بها من الهند وقيل هو مركب من الكزبرة والزنجبيل والزاويانج والكمون جمع تابل بموحدة مكسورة او مفتوحة . ق

کر کھلاؤ، سلمیٰؓ نے کہا کہ پیارے بچو! اب وہ کھانا پسند نہیں آئے گا (وہ تنگی ہی میں پسند ہوتا ہے) انہوں نے فرمایا کہ نہیں ضرور پسند آئے گا وہ اٹھیں اور تھوڑے جَو لیکر ہانڈی میں ڈالے اور اس پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ مسالا پیس کر ڈالا اور پکا کر رکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند تھا۔

(۲۸) حدثنا محمود بن غیلانؒ حدثنا ابواحمد حدثنا سفیٰن عن الاسود بن قیس عن نبیحؒ العَنزیؒ عن جابر بن عبداللّٰہ قَالَ اَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلَّمَ فی مَنْزِلِنَا فَذَبَحْنَا لَہٗ شَاۃً فَقَالَ کَاَنَّھُمْ عَلِمُوْا اَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ وَفِی الحَدِیْث قِصَّۃٌ.

حل لغات: ذَبَحَ (ف) ذبح کرنا، خون بہانا۔

ترجمہ: جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (دل داری کے لئے اظہار مسرت کے طرز پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو یہ علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب ہے، ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور بھی قصہ ہے جس کو مختصر کر دیا گیا۔

تشریح: کہتے ہیں کہ یہ وہ قصہ ہے جو کتب حدیث میں غزوۂ خندق کے قصہ میں مذکور ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کا بھی ذکر ہے، وہ یہ کہ

---

۱ نبیح بضم النون والموحدة والحاء المهملة مصغرًا وفی نسخة ابن نبیح والمؤید بکتب الرجال هو الاول ولیس عندهم احد یشتهر بابن نبیح .

۲ بفتح العین المهملة والنون وبالزای منسوب الی بنی عنزة قبیلة من ربیع قاله القاری وقال البیحوری عنزة بفتحات حی من ربیعة .

۳ قصة قال القاری قصة جابر فی غزوة الخندق اذ قال انکفأت الی امرأتی فقلت هل عندك شیء فانی رأیت بالنبی علیه السلام جوعًا الحدیث اخرجه صاحب المشکوٰة بروایة المتفق علیه ویشکل علیه ان هذه الروایة تدل علی ان ذبح الشاة بعد اتیانه علیه السلام وروایة المشکوٰة تدل علی عکسه والجمع بینهما ممکن جمعهما القاری بثلثة وجوه وقال المناوی هذا الحدیث یدل علی ذبح الشاة بعد مجیء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم منزلهم وفی حدیث الخندق کان ذبح الشاة قبل المجیء فالظاهر ان هذه القصة غیرها .

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر محسوس کیا گھر میں جا کر پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی ہے، معلوم ہوا کہ ایک بکری کا بچہ ہے اور تھیلی میں تھوڑے سے جَو ہیں، میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور بیوی نے جَو پیس کر آٹا گوندھا گوشت دیگچی میں پکنے کے لئے رکھ کر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے سے عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا موجود ہے آپ اور چند رفقاء آپؐ کے ساتھ تشریف لے چلیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تمام اہل خندق کو جو تقریباً ایک ہزار آدمی تھے، اعلان فرمادیا کہ جابرؓ کہ یہاں دعوت ہے سب چلیں، اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اتنے میں نہ آؤں دیگچی کو چولہے سے نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو آئے اور دیگچی پر دم کیا جس کی وجہ سے اس قدر برکت ہوئی کہ اس دیگچی میں سے برابر سالن نکلتا رہا اور آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں، خدا کی قسم ایک ہزار آدمی کھا کر چلے گئے اور دیگچی میں سالن جوش مارتا رہا اور اس آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

(۲۹) حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیٰن حدثنا عبداللّٰہ بن محمد بن عقیل سمع جابراً قال سفیٰن وحدثنا محمّد بن المنکدرؒ عن جابر قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَہٗ فَدَخَلَ عَلٰی امْرَأَۃٍ مِنَ الانْصَار

ل هكذا رواه المصنف فى الجامع وصرح ابوداؤد بسماع ابن المنكدر عن جابر اذا خرج برواية ابن جريج اخبرنى محمد بن المنكدر قال سمعت جابر بن عبد اللّٰه يقول قربت للنبى صلى اللّٰه عليه وسلم خبزًا ولحمًا الحديث فما فى التلخيص الحبير عن الشافعى ان ابن المنكدر لم يسمعه عن جابر بل بينهما واسطة عبد اللّٰه بن محمد بن عقيل مشكل اللهم الا ان يقال انه حديث آخر وفيه ما فيه

ك هكذا ذكره المصنف فى الجامع والطحاوى والبيهقى وغيرهم وخالفهم ابوداؤد فاخرج برواية ابن جريج عن محمد بن المنكدر عن جابر يقول قربت للنبى صلى اللّٰه عليه وسلم خبزًا ولحمًا الحديث وضبطه بعض شراح ابى داؤد بصيغة المتكلم فان لم يجمع بوجوه التاويل وهى محتملة قريبة فرواية الترمذى اولى لاتفاق غير واحد على هذا السياق وسكتوا عن اسم المرأة والظاهر عندى انها عمرة فقد قال الحافظ فى الاصابة عمرة بنت حزام بفتحتين وقيل بنت حزم بسكون الزاى الانصارية زوج سعد بن الربيع ذكرت فى حديث جابر اخرجه الطبرانى وغيره من طريق يحيى بن ايوب عن محمد بن ثابت البنانى عن محمد بن المنكدر عن جابر عن عمرة بنت حزم انها جعلت للنبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى صورة نخل كبيسة ورثيئة وذبحت له شاة فاكل منها وتوضأ وصلى الظهر ثم قدمت له من لحمها فاكل وصلى العصر ولم يتوضأ . اهـ

فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَاَكَلَ مِنْهَا وَاَتَتْهُ بِقِنَاعٍ[1] مِنْ رُطَبٍ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَصَلّٰى ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ[2] مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَاَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

حل لغات: قِنَاعٌ (ج) اَقْنَاع، اَقْنِعَةٌ کھانا رکھنے کی تھالی (بڑی پلیٹ) کھجور کی چنگیری۔ اِنْصَرَفَ (انفعال) پھر جانا، واپس ہو جانا، لوٹ جانا۔ عُلَالَةٌ ہر چیز کا بقیہ حصہ، یہاں بچا ہوا باسی سالن مراد ہے (ض) کسی چیز کا دوبارہ لینا۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک انصاری عورت کے مکان پر تشریف لے گئے میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا اس کے بعد کھجور کی چنگیری میں کچھ تازہ کھجوریں لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے بھی کچھ تناول فرمایا پھر ظہر کی نماز کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے نماز ادا کی، پھر واپس تشریف لانے پر انہوں نے باسی گوشت سامنے رکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا اور عصر کی نماز کے لئے دوبارہ وضو نہیں کیا اسی پہلی وضو سے نماز ادا فرمائی۔

تشریح: اس حدیث سے بھی آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہ ٹوٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے نیز دن میں دو مرتبہ کھانے کا اثبات بھی اس حدیث سے کیا جاتا ہے لہٰذا جن احادیث میں دو مرتبہ کا انکار گزرا ہے وہ کہنے والے کے اپنے علم کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان میں دو مرتبہ پیٹ بھرنے کا انکار تھا دو مرتبہ کھانے کا انکار نہ تھا کہ تھوڑا سا دوبارہ کھا لیا گیا۔

---

[1] بقناع بكسر القاف الطبق الذى يوكل عليه كذا فى الصحاح وقيده فى القاموس بانه طبق من سعف النخل . ق

[2] بعلالة بضم العين المهملة اى بقية قيل فيه شبع من لحم فى يوم مرتين فما مرعن عائشةؓ من نفى ذلك انما هو باعتبار علمها او باعتبار الغالب لكن دعوى الشبع غير ظاهرة نعم فيه دليل على حل الاكل ثانيا . ق

(۳۰) حدثنا العبّاس بن محمّد الدوری حدثنا یونس بن محمّد حدثنا فُلَیح بن سلیمان عن عثمان بن عبدالرّحمٰن عن یعقوب بن ابی یعقوب عن امّ المنذر[۱] قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٍ[۲] مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهٗ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَلِيٍّ مَهْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَلَسَ عَلِيٌّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ[۳] سِلْقًا وَشَعِيْراً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَاَصِبْ فَإِنَّهٗ اَوْفَقُ[۴] لَكَ.

حل لغات: دَوَالٍ دَالِيَة کی جمع ہے انگور کی بیل، کھجور کے خوشے، تَدَلّٰی (تفعل) پھل کا لٹکنا۔ مُعَلَّقَة اسم مفعول مؤنث (تفعیل) لٹکنا۔ مَهْ اسم فعل بمعنی چھوڑیئے، جانے دیجئے۔ نَاقِهٌ اسم فاعل، کمزور (س،ف) بیماری سے صحت یاب ہونے کے باوجود ضعف کا باقی رہنا، بیماری کے اثرات باقی رہنا۔ سِلْقًا (ج) سِلْقَان، سُلْقَان چقندر (ایک سبزی جس کا عرق خونی رنگ کا ہوتا ہے) اَصِبْ فعل

---

۱ ام المنذر یقال اسمها سلمٰی بنت قیس ویقال هی احدی خالاته صلی اللّٰه علیه وسلم قاله القاری وسماها المناوی سلمة بالهاء لکن اهل الرجال علی الاول وکذا قال الحافظ فی تهذیبه یقال انها احدی خالات النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لکن قال فی الاصابة قال الطبرانی اسمها سلمٰی بنت قیس اخت سلیط بن قیس من بنی مازن بن النجار وعندی انها غیرها الی آخر ما بسط فی الاصابة.

۲ دوال بفتح الدال المهملة وتنوین اللام المکسورة جمع دالیة هی العذق من النخلة یقطع ذا بسر ثم تعلق فاذا رطب یوکل واؤه منقلبة عن الف اذا هو جمع دالیة. قاری

۳ لهم ای لا ضیافی وفی بعض النسخ له فقیل الضمیر لعلیؓ مرتب علی قوله ترك علی ای لما لم یاکل الرطب جعلت له هذا والا وجه ان ضمیر الواحد الیه صلی اللّٰه علیه وسلم لانه الا صل المتبوع والبواقی تبع وهذا مرتب علی ما تقدم من اکل الرطب وغیره.

۴ اوفق قال میرك الظاهر ان صیغة التفضیل ورد هناك لمجرد الموافقة لان تحقق المزیة یتوقف علی وجود الفضل فی الطرف المقابل اللهم الا ان یقال بطریق الا مکان او بحسب الحکمة قاله القاری ثم لا تنافی بین نهیه صلی اللّٰه علیه وسلم علیا وبین روایة ابن ماجة انهٗ عاد رجلا فقال ما تشتهی فقال کعکا وفی روایة خبز بر فقال من عنده خبز بر فلیبعث الی اخیه الحدیث لان المریض اذا اشتدت شهوته لشیٔ فتناول القلیل منه لا یضر فصدق الشهوة تدفع مضرته قاله المناوی وغیره قلت وقد جربت ذلك علی نفسی فوجدته هکذا وهو الا وجه عندی وفیه توجیهات اخر.

امر (افعال) اَصَابَ الشَّیْئَ لینا، اختیار کرنا۔ اَوْفَقُ اسم تفضیل (ض) موافق ہونا، یہاں مراد "مناسب ہونا" ہے۔

ترجمہ: ام منذر کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے، ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے تناول فرمانے لگے، حضرت علیؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ بھی نوش فرمانے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو تم مت کھاؤ وہ رک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرماتے رہے ام منذر کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جَو اور چقندر لے کر پکائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا یہ کھاؤ یہ تمہارے لئے مناسب ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسباب کی رعایت توکل کے منافی نہیں، چنانچہ احیاء العلوم میں اس کو مفصل لکھا ہے اس کے ترجمہ میں جس کا دل چاہے تفصیلات دیکھ لے۔

---

(۳۱) حدثنا محمود بن غیلانَ حدثنا بشر بن السَّری عن سفیٰن عن طلحة بن یحییٰ عن عَائشة بنْت طَلحة عن عَائشة ام المؤمنین رَضِیَ اللّٰهُ عنها قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَأْتِینِیْ فَیَقُوْلُ اَعِنْدَكِ غَدَاءٌ[1] فَاَقُوْلُ لَا فَقَالَتْ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ صَائِمٌ قَالَتْ فَاَتَانَا یَوْمًا فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ اُهْتُدِیَتْ لَنَا هَدِیَّةٌ قَالَ وَمَا هِیَ قُلْتُ حَیْسٌ[2] قَالَ اَمَا اِنِّیْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ[3] اَکَلَ.

---

[1] غداء بفتح الغین المعجمة والدال المهملة والمد هو الطعام الذی یوکل اول النهار قاله القاری

[2] حیس بحاء مهملة مفتوحة وتحتیة ساکنة بعدها سین مهملة هو التمر مع السمن والاقط وقد یجعل عوض الاقط الدقیق او الفتیت ثم یدلك حتی یختلط واصل الحیس الخلط . قاری

[3] ثم اکل فیه جواز الفطر لمن اصبح صائمًا وبه قالت الحنفیة لمن عرض له عذر واوجبوا القضاء ایضا لروایة عائشةؓ عند المصنف فی الجامع وابی داؤد وغیرهما ولفظ ابی داؤد قالت اهدی لی ولحفصة طعام وکنا صائمتین فَأفطرنا فدخل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقلنا له یا رسول اللّٰه انا اهدیت لنا هدیة فاشتهیناها فافطرنا فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا علیکما صوما مکانه یومًا آخر والحدیث سکت علیه ابو داؤد ولفظ الترمذی اقضیًا یومًا آخر مکانه ورجح ارساله والمرسل حجة لاسیما اذا توبع وقد تابعه حدیث الباب لما فیه من زیادة قوله صلی اللّٰه علیه وسلم لکن اصوم یومًا مکانه وصحح عبد الحق هذه الزیادة کما فی هامش النسائی وفی الباب ایضا حدیث ابی سعید الخدری عند الطیالسی کما فی هامش النسائی .

حل لغات: يَاتِي فعل مضارع (ض) آنا، اور بَ کے صلے کے ساتھ "لانا" غَدَاءٌ صبح کا کھانا (ج) اَغْدِيَة یہ "عَشَاء" کا مقابل ہے (س، تفعل) صبح کا کھانا کھانا۔ صَائِمٌ اسم فاعل، روزے دار (ن) مص صَوْمًا روزہ رکھنا (اکل وشرب اور جماع سے رُکنا) اُهْدِيَتْ فعل ماضی مجہول (افتعال) ہدیہ آنا، ہدیہ ملنا، تحفہ ملنا۔ حَيْسٌ کھجور کا مالیدہ (جو کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیا جاتا ہے) (ض) ملانا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاکر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کھانے کو رکھا ہے، جب معلوم ہوتا کہ کچھ نہیں تو فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے، ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ ایک ہدیہ آیا ہوا رکھا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا چیز ہے میں نے عرض کیا کہ کھجور کا ملیدہ ہے آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو روزہ کا ارادہ کر رکھا تھا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا۔

تشریح: اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ نفلی روزہ کی نیت صبح کے وقت بھی آدھے دن تک ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی عمل روزہ کے منافی نہ کیا ہو، چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمانے پر نیت فرمائی یہ مذہب حنفیہ شافعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نفل روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے اس مسئلہ میں یہ حدیث ہمارے موافق ہے، لیکن جب ایک معتبر امام کا خلاف ہے تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ نفلی روزہ کی نیت بھی رات ہی کو کرلی جائے البتہ کوئی عارض پیش آجائے تو دوپہر سے پہلے پہلے دن میں بھی نیت کرنے کا مضائقہ نہیں ہے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نفل روزہ رکھے تو اس کے توڑ دینے کا اختیار ہے یہ مذہب شافعیہ رضی اللہ عنہ کا ہے حنفیہ کے نزدیک قرآن شریف کی آیت وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ (اپنے اعمال کو باطل مت کرو) کی بناء پر روزہ نماز کوئی عمل توڑنا جائز نہیں لیکن اس حدیث سے چونکہ روزہ کا توڑنا معلوم ہوتا ہے

اس لئے دونوں چیزوں پر عمل اس طرح کیا جائے گا کہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری درپیش ہو تو اس کی وجہ سے اس میں گنجائش سمجھنی چاہئے اور بلا ضرورت توڑنا جائز نہیں، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے بھی یہی ظاہر ہے، بعض علماء نے حدیث کے اس جملہ کا کہ روزہ رکھنے کا ارادہ کر رکھا تھا، اس کا مطلب یہ فرمایا ہے کہ پختہ نیت نہیں فرمائی تھی البتہ ارادہ تھا کہ آج روزہ رکھ لوں گا، لیکن بندہ کے نزدیک پہلی توجیہ اچھی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی ضرورت سے نفل روزہ توڑ دینے کی نوبت آئے تو حنفیہ کے نزدیک کسی دوسرے وقت قضا کرنا واجب ہے اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا تھا کہ کسی دوسرے دن قضا کر لو۔

---

(۳۲) حدثنا عبداللّٰہ بن عبدالرّحمٰن حدثنا عمر بن حفص بن غیاث حدثنا ابی عن مُحَمَّد بن ابی یحییٰ الاسلمی عن یزید بن ابی اُمَیَّۃَ الاعور عن یوسفؑ بن عبداللّٰہ بن سَلام عن عبدؑ اللّٰہ بن سلام قَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ کِسْرَۃً مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ فَوَضَعَ عَلَیْھَا تَمْرَۃً ثُمَّ قَالَ ھٰذِہٖ اِدَامُ ھٰذِہٖ فَاَکَلَ.

حل لغات: اَخَذَ مص اَخْذًا لینا، پکڑنا۔ کِسْرَۃٌ (ج) کِسَرٌ، کِسْرَاتٌ کسی چیز کا ٹوٹا ہوا حصہ (تفعل، انفعال) ٹوٹنا (ض) توڑنا۔

ترجمہ: یوسفؑ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک

۱؎ یوسف الخ اجلسنہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی حجرہ وسماہ یوسف روی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثلثۃ احادیث کما قیل ولیس فی بعض النسخ کالقلمیۃ وغیرھا زیادۃ عن عبد اللّٰہ بن سلام فیکون الحدیث من مقولۃ یوسف وھو الاوجہ عندی لان الحدیث اخرجہ ابوداؤد فی سننہ بروایۃ یوسف وکذا الحافظ ذکرہ فی تھذیبہ وفی الاصابۃ فی ترجمۃ یوسف.

۲؎ ھکذا فی النسخ المطبوعۃ الھندیۃ وبعض المصریۃ ولیست ھذہ الزیادۃ فی القلمیۃ ولا اکثر المصریۃ ولا فی نسخ الشروح وذکرھا القاری نسخۃ اذ قال وفی نسخۃ صحیحۃ زیادۃ عن عبد اللّٰہ بن سلام.

۳؎ ادام لا دلیل فیہ للشافعیۃ رحمھم اللّٰہ فی من حلف لا یاکل اداما یحنث بہ لان ھذا من باب المجاز والتشبیہ کما ھو ظاھر لاخفاء فیہ مع ان مبنی الایمان علی التعارف.

مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی کا ٹکڑا لے کر اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے اور نوش فرمایا۔

تشریح: چونکہ کھجور کا سالن کے موقع پر کھانا متعارف نہیں تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمادی کہ اس سے سالن کا کام بھی لیا جا سکتا ہے اور زندگی کے چند ایام کو اس طرح بھی گزارا جا سکتا ہے، اس لئے آدمی کو زندگی کے اوقات کو ایسے مشاغل میں خرچ کرنا جو ابدی اور سرمدی زندگی میں کارآمد ہوں سمجھ کی بات ہے اور تمام اوقات کو محض پیٹ پالنے میں ضائع کر دینا انتہائی ناسمجھی ہے کہ چند ایامِ زندگی بہر حال گزر ہی جائیں گی اور موت ہر تکلیف کا خاتمہ ہے لیکن جس تکلیف کے لئے موت بھی نہیں ہے وہ نہایت اہتمام کے قابل ہے۔

(۳۴) حدثنا عبد اللّٰه بن عبد الرحمٰن حدثنا سعيد بن سليمان عن عباد[1] بن العوام عن حميد عن انس بن مالك انَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ[2] قَالَ عَبْدُاللّٰه يَعْنِي مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ.

حل لغات: ثُفْلٌ تلچھٹ، نیچے کا بچا ہوا کھانا یا سالن وغیرہ، ثافِل بھی اسی معنی میں ہے (ن، تفعیل) تلچھٹ والا ہونا۔ بَقِيَ (س) باقی رہنا، بچ جانا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہانڈی اور پیالہ کا بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔

فائدہ: یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تواضع کی بناء پر تھا کہ اوپر کا کھانا دوسروں کو اول کھلاتے اور ماتقیہ اپنے لئے پسند فرماتے، چنانچہ متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں اس کے شاہد ہیں، بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نیچے کے کھانے میں دھنیت کم ہونے کی وجہ سے ہضم میں سہولت ہوتی ہے۔

[1] عباد بتشديد الموحدة والعوام بتشديد الواو وحميد بالتصغير.

[2] الثفل بضم المثلثة ويكسر في الاصل مايرسب من كل شئ وقد يطلق على ما بقى بعد الطعام والمراد هناك مابقى فى القدر او فى قصعة.

باب مَا جَاء فی صفة وضوءِ رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عند الطعام

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے وقت وضو کا ذکر

تشریح: کھانے کے وقت سے مراد عام ہے کہ کھانے کے بعد ہو یا پہلے، وضو اصطلاحی تو وہی ہے جو نماز کیلئے شرط ہے اور نماز کے اوقات میں کیا جاتا ہے سب اس کو جانتے ہیں، لیکن لغت عرب میں صرف ہاتھ مُنہ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے اور یہ وضو لغوی کے نام سے مشہور ہے اس باب میں دو طرح کی روایات وارد ہوئی ہیں، بعض روایات سے وضو کرنا معلوم ہوتا ہے، یہ دوسرا وضو ہے جو وضو لغوی کہلاتا ہے اور بعض روایات سے وضو نہ کرنا معلوم ہوتا ہے یہ پہلا وضو ہے جو وضو اصطلاحی کہلاتا ہے۔

(۱) حدثنا احمد بن منيع حدثنا اسمٰعيل بن ابراهيم عن ايوب عن ابن ابى مليكة عن ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عنهما اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الخَلَاءِ فَقُرِّبَ اِلَيْهِ الطَّعَامُ فَقَالُوْا لَا نَاْتِيْكَ بِوَضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَى الصَّلٰوةِ.

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ بیت الخلاء سے فراغت پر باہر تشریف لائے تو آپ کی

---

۱ وضوء المراد به الوضوء اللغوی کما یدل علیه قوله عند الطعام ای قبله وبعده کما یدل علیه ما سیاتی فی آخر الباب وقیل المراد الوضوء الشرعی ای ما جاء فی صفة الوضوء وجوبًا وعدمًا وحاصل ما نقل السید میرك ان الحدیثین الاولین یدلان علی ان الوضوء الفرعی لیس بمستحب والحدیث الثالث یدل علی استحبابه فلا بد ان یحمل علی الوضوء اللغوی جمعًا بین الروایات .

۱ لا ناتیك بحذف الهمزة الاستفهامیة وفی نسخة باثباتها .

۲ امرت استدل به علی انه کان یجب الوضوء علیه لکل صلوة متطهرًا وغیر متطهر وعند ابی داؤد انه کان امر بذلك فلما شق علیه امر بالسواك قال القاری المراد بالصلوٰة هی وما فی معناها کسجدة التلاوة ومس المصحف وارادة الطواف وکانه بنی الکلام علی الاعم الاغلب قال میرك شاه ولیس فی الحدیث دلالة علی غسل الیدین فیحتمل انه غسلهما ویحتمل عدم الغسل بیانًا للجواز

خدمت میں کھانا حاضر کیا گیا اور وضو کا پانی لانے کے لئے پوچھا گیا، آپؐ نے فرمایا کہ مجھے وضو کا اسی وقت حکم ہے جب نماز کا ارادہ کروں۔

تشریح: یعنی وضو اصطلاحی کا وجوب نماز ہی کے لئے ہے کھانے کے لئے یا جب استنجاء وغیرہ سے فراغت ہو تو فوراً وضو کرنا ضروری نہیں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے انکار فرمادیا کہ یہ ضروری نہ سمجھ لیا جائے کہ جب استنجے سے فراغت ہو تو وضو کیا جائے۔

---

(۴) حدثنا سعید بن عبدالرحمٰن المخزومی حدثنا سفیٰن بن عیینة عن عمرو بن دینار عن سعید بن الحویرث عن ابن عباس رضی اللّٰہُ عنهما قال خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَاُتِیَ بِطَعَامٍ فَقِیْلَ لَهٗ اَلَا تَوَضَّأُ[1] فَقَالَ اُصَلِّیْ فَاَتَوَضَّأَ[2].

حل لغات: اَلْغَائِط پست زمین، پائخانہ کرنے کی جگہ (ن) گڈھا کھودنا، داخل ہونا (تفعل) پائخانہ کرنا۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ استنجے سے فارغ ہو کر تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، صحابہؓ نے پوچھا کیا وضو نہیں فرمایئے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا اس وقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟

تشریح: پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ کھانے کے لئے وضو کرنا مستحب نہیں ہے البتہ ویسے ہی ہر وقت باوضو رہنا اولیٰ اور بہتر ہے کہ ظاہری طہارت کا اثر باطن پر پڑتا ہے، اس لئے اگر استنجے وغیرہ سے فراغت پر وضو کر لیا جائے تو اولیٰ ہے۔

---

(۵) حدثنا یحییٰ بن موسیٰ حدثنا عبداللّٰہ بن نمیر حدثنا قیس بن

---

[1] بحذف همزة الاستفهام الانكارى وفى نسخة باثباتها انكار لما توهموه من ايجاب الوضوء للاكل اى لا اصلى . ق

[2] فاتوضأ بالنصب لكونه بعد النفى وقصد السببية وبالرفع لعدمها .

الربیع ح وحدثنا قتیبة حَدَّثنا عبدالکریم الجرجانیؒ[1] عن قیس بن الربیع عن ابیؒ[2] هَاشم عن زاذانؒ[3] عن سَلمان قَالَ قَرَأْتُ فِی التَّوْرٰةِ اِنَّ بَرَکَةَ الطَّعَامِ اَلْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَرَأْتُ فِی التَّوْرٰةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرَکَةُ الطَّعَامِ اَلْوُضُوْءُ[4] قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ.

حل لغات: اَلْوُضُوْءُ فعل وضو (ہاتھ پیر اور چہرہ وغیرہ دھونا) "وَضُوْءٌ" آلۂ تطہیر یعنی پانی وغیرہ (تفعل) وضو کرنا۔

ترجمہ: سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے سے فراغت کے بعد وضو (یعنی ہاتھ دھونا) برکت کا سبب ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون عرض کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔

تشریح: ممکن ہے کہ توارت میں ایک ہی وقت کا ذکر ہو، اس صورت میں دوسرے وقت کا اضافہ شریعتِ محمدیہ کی زیادتی ہوگی کہ اس شریعت کے بہت سے احکام پہلی شریعتوں سے زیادہ ہیں، اور ممکن ہے کہ تورات میں بھی دونوں ہوں لیکن چونکہ اس میں تحریف ہوئی ہے اس لئے ایک حکم یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا مسئلہ اس میں غلطی سے نکل گیا ہو، علماء نے لکھا ہے کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونے میں برکت کا

---

[1] الجرجانی بضم الجیم الاولی قاضی جرجان روی عن ابی حنیفةؒ وغیره وروی عنه الشافعی وغیره هرب من القضاء فجاور بمکة . مناوی

[2] ابی هاشم علی وزن فاعل هو ابوهاشم الرمانی مختلف فی اسمه ووقع فی بعض النسخ ابو هشام وهو غلط من الناسخ .

[3] زاذان بزائ معجمة اول الحروف وبذال معجمة بین الالفین آخره نون .

[4] قرأت فی التوراة لا یخالف حدیث نهیه صلی اللّٰه علیه وسلم عمر بن الخطابؓ عن النظر فی التوراة لانه لیس فی حدیث سلمان انه قرأ فی الاسلام مع انه کان یحب موافقة اهل الکتاب فیما لم یؤمر ثم امر بمخالفتهم فلعل هذا الحدیث کان اولاً

[5] الوضوء لعله اشارة الی تحریف ما فی التوراة او ایماء الی ان شریعته زادت الوضوء قبله ایضاً استقبالا للنعمة بالطهارة المشعرة للتعظیم علی ماورد بعثت لاتمم مکارم الاخلاق .

مطلب یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی ہوتی ہے کھانے والوں کا شکم سیر ہو جاتا ہے، اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے برکت کا مفہوم یہ ہے کہ جن فوائد اور مقاصد کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ پورے ہوتے ہیں بدن کا جز بنتا ہے، نشاط پیدا کرتا ہے، عبادات اور عمدہ اخلاق پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔ (اللھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ ولمن سعی فیہ)

☆☆☆

باب مَا جَاء فی قول رسول اللّٰہ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلم قبْلَ الطَّعام وبعد ما یَفْرغ مِنْہُ

ان کلمات کا ذکر جو حضور اقدس ﷺ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد فرمایا کرتے تھے

حل لغات: یَفْرُغُ (ن،س،ف) فارغ ہونا، خالی ہونا کام سے نمٹنا۔

تشریح: یعنی جو دعائیں وغیرہ کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد پڑھنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا ان کا ذکر۔ اس باب میں امام ترمذی نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا ابن لھیعۃ عن یزید بن ابی حبیب عن راشد بن جندل الیافعیؒ[1] عن حَبِیْب بن اوس عن ابی ایوب الانصاری قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقُرِّبَ اِلَیْہِ طَعَامٌ فَلَمْ اَرَ طَعَامًا کَانَ اَعْظَمَ بَرَکَۃً مِنْہُ اَوَّلُ[2] مَا اَکَلْنَا وَلَا اَقَلَّ بَرَکَۃً فِیْ اٰخِرِہٖ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ ھٰذا قَالَ اِنَّا ذَکَرْنَا اسْمَ اللّٰہِ حِیْنَ اَکَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ اَکَلَ وَلَمْ یُسَمِّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَاَکَلَ مَعَہُ الشَّیْطٰنُ.

---

[1] الیافعی نسبۃ الی یافع وھو اسم موضع او قبیلۃ من رعین علی ما فی القاموس . قاری

[2] اول منصوب علی الظرفیۃ ومامصدریۃ ولو ارید المضی بالنسبۃ الی تقریب الطعام لا بالنسبۃ الی زمان التکلم ویحمل علی زمان قبل الخندق فلا یشکل ببرکۃ طعام جابر فی غزوۃ الخندق .

حل لغات: یُسَمِّ (تفعیل) مص تَسْمِیَة اللہ تعالیٰ کا نام لینا، نام رکھنا، صیغۂ امر "سَمِّ" آتا ہے۔

ترجمہ: ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھانا سامنے لایا گیا، میں نے آج جیسا کھانا کہ جو ابتداءً یعنی کھانے کے شروع کے وقت نہایت با برکت معلوم ہوتا ہو اور کھانے کے ختم کے وقت بالکل بے برکت ہو گیا ہو کبھی نہیں دیکھا تھا، اس لئے حیرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شروع میں ہم لوگوں نے بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا اور اخیر میں فلاں شخص نے بدون بسم اللہ پڑھے کھایا اس کے ساتھ شیطان شریک ہو گیا۔

تشریح: شیطان کا کھانا جمہور کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے اور اس میں کوئی محال بھی نہیں ہے کہ شیطان کھاتا پیتا ہو اس حدیث میں صرف بسم اللہ کا ذکر ہے اس وجہ سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر فقط اتنا ہی کلمہ یعنی صرف بسم اللہ پڑھے تب بھی کافی ہے لیکن بہتر اور اولیٰ پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ بسم اللہ کو آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے تا کہ دوسرے ساتھی کو اگر خیال نہ رہے تو یاد آجائے۔

---

(۲) حَدَّثنا یحییٰ بن موسیٰ حدثنا ابو دَاوٗد حدثنا هشام الدستوائیؒ[1] عن بدیل العقیلی عن عبداللّٰهِ بن عبید بن عمیر عن ام کلثوم عن عَائشة رضی اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قال رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَنَسِیَ اَنْ یَّذْکُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وتَعَالٰی عَلٰی طَعَامِهٖ فَلْیَقُلْ[2] بِسْمِ

---

[1] الدستوائی نسبة الی دستواء بلدة من الاهواز نسب الیه لانه کان یبیع الثیاب التی تحلب منها

[2] قال القاری ندبا وقال المناوی ندبًا مؤکدًا اذا تذکر حال الاکل لابعده علی ما علیه بعض الشافعیة لان التسمیة انما شرعت لدفع الشیطان وبالفراغ فاتت لکن رجح البعض خلافه لانها وان شرعت لدفعه فقد شرعت ایضا لیقی ما اکله وفصل البعض بین ما اذا تذکر حال الاشتغال بمصالح الطعام ولو بعد الاکل والعهد قریب وبین ما اذا بعد وانقطعت التسمیة . اھ

اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ.

حل لغات: نَسِيَ (س) مص نِسْيَانٌ بھولنا، فراموش کرنا، یاد نہ رہنا۔ يَذْكُرُ ذکر کرنا، دہرانا، یاد کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ کہہ لے۔

③ حدثنا عبدالله بن الصباح الهاشمي البصري حدثنا عبدالاعلى عن معمر عن هشام بن عروة عن ابيه عن عمر بن ابى سلمة انه دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعنده طعام فقال ادن يابنى فسم الله تعالى وكل بيمينك مما يليك.

ك بالنصب فيهما على الظرفية اى فى اوله وآخره يعنى على جميع اجزاءه فلا يقال ذكرهما يخرج الوسط ويمكن ان يقال المراد بالاول النصف الاول وبالآخر النصف الثانى او على انهما مفعول فعل محذوف اى اكلت اوله وآخره مستعينا به واورد عليه انه فى اول اكله ليس مستعينا به واجيب بانه مستعين حكمًا لان حال المؤمن وشانه انه مستعين به فى جميع احواله وان لم يحر اسم الله على لسانه نسيانا فهو معفو عنه ويدل عليه ان النسيان فى ترك التسمية حال الذبح معفو مع انها شرط لتكيف وهى مستحبة ههنا قاله القارى وقال المناوى ان الشرع جعله انشاءً استعانة بسم الله فى اوله وليس هذا اخبارًا حتى يكذب وبهذا يصير مستعينا فى اوله ويترتب عليه ما يترتب على الاستعانة فى اوله. ١٢

ل بصاد مهملة وتشديد موحدة.

م بنى بصيغة التصغير شفقة وكان ربيب النبى صلى الله عليه وسلم من جهة ام سلمة.

ن الجمهور على ان الاوامر الثلثة للندب وقيل بالوجوب فى غير الاول قلت ولعل الباعث للجمهور فى حملهم الامر بالاكل كل مما يليك على الندب حديث تتبع النبى صلى الله عليه وسلم الدباء حوالى القصعة وهو حديث معروف والباعث فى حملهم الامر بالاكل باليمين على الندب ما اخرجه الطبرانى بسند ضعيف ان عبد الله بن جعفر قال رأيت فى يمين النبى صلى الله عليه وسلم الطعام وفى شماله رطبًا وهو ياكل من ذاهرة ومن ذاهرة واخرج ابونعيم فى كتاب الطب له بسند فيه ضعف عن انس ان النبى صلى الله عليه وسلم كان ياخذ الرطب بيمينه والبطيخ فى يساره فياكل الرطب بالبطيخ ذكرهما القارى فى باب الفاكهة وحمله على تبديل ما فى يديه لئلا يلزم الاكل بالشمال.

ترجمہ: عمرو بن ابی سلمۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا آپ نے فرمایا بیٹا قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔

تشریح: بسم اللہ کہنا بالاتفاق سنت ہے اور دائیں ہاتھ سے کھانا جمہور کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے اس لئے کہ ایک بائیں ہاتھ سے کھانے والے شخص پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تھی تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا، جس کا عبرت انگیز واقعہ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہہ دیا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ آئندہ بھی نہ کھا سکیو، اس کے بعد سے دایاں ہاتھ منہ تک نہیں جا سکتا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک عورت کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تھا تو اس پر بددعا فرمائی اور وہ عورت طاعون میں مری، ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے اس لئے تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی بناء پر دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے، جمہور کے نزدیک گو یہ سنت ہے لیکن ان روایات کی وجہ سے اہتمام ضروری ہے، آج کل لوگ اس سے غافل ہیں، بالخصوص پانی پینے میں تو بائیں ہاتھ سے پانی پینے کی عام وبا پھیل گئی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو اس لئے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے، اسی طرح تیسرا مضمون یعنی اپنی جانب سے کھانا بھی بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی وجہ سے واجب ہے، لیکن جمہور کے نزدیک سنت ہے۔

(۴) حدثنا محمّد بن غیلان حدثنا ابواحمد الزبیری حدثنا سفیٰن الثوری عن ابی هَاشم عنْ اسمٰعیل بن ریاح عن ریاحٌ بن عبیدۃ عن ابی

لہ ریاح بکسر الراء والمثناة التحتية والد اسمٰعیل المذکور وعبیدة بفتح فکسر

سعید الخدری قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ.

حل لغات: اَطْعَمَ مص اِطْعَامٌ (افعال) کھانا کھلانا (س) کھانا کھانا، کھانا تناول کرنا۔ سَقَا (ض) مص سَقْیًا سیراب کرنا، پانی پلانا۔

ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. (تمام تعریف اس ذات پاک کے لئے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

تشریح: کھانے پر حمد تو ظاہر ہے کہ کھانے سے فراغت ہوئی اور آیت لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں عطا میں زیادتی کروں گا) کی بناء پر شکر کا موقعہ ہے ہی، مسلمان ہونے کو اس کے ساتھ اس لئے منضم فرمایا کہ انعامات ظاہریہ کے ساتھ انعامات باطنیہ بھی شامل رہیں یا اس لئے کہ درحقیقت کھانے پینے پر شکر اور حق تعالیٰ شانہٗ کی حمد اسلام ہی کا ثمرہ ہے اس لئے اس کو بھی شامل کیا۔

☆☆☆

⑤ حدثنا محمّد بن بشار حَدّثنا یحیٰی بن سعید حدثنا ثور بن یزید حَدّثنا خالد بن معدان عن ابی امَامَۃ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

لہ صیغۃ الجمع باعتبار شرکۃ الاھل او الاضیاف اوامتہ الضعیفۃ فینبغی التاسی بلھذہ الالفاظ تشریکا للمسلمین.

کہ سقانا لردفہ بہ لانہ من تتمۃ الطعام لانہ لا یخلو عن الشرب فی اثنائہ غالبًا.

کہ ھکذا فی جمیع النسخ الموجودۃ من الھندیۃ والمصریۃ وفی بعض الحواشی بطریق النسخۃ من المسلمین ای الموحدین والمنقادین لجمیع امور الدین قیل لما کان الحمد یستحلب بہ المزید اتی بہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تحریضًا لامتہ علی التاسی بہ وختمہ بقولہ وجعلنا مسلمین للجمع بین الحمد علی النعمۃ الدنیویۃ والاخرویۃ واشارۃ الی ان الاولی ان لا یجرد حمدہ الی دقائق النعم بل ینظر الی جلائلھا ولان الاتیان بحمدہ من نتائج الاسلام ولان المدار علی حسن الخاتمۃ مع مافیہ من الاشارۃ الی الانقیاد فی الاکل والشرب وغیرھما.

وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ[1] مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْراً طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ[2] وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا[3].

حل لغات: حَمْدًا مص (س) حمد بیان کرنا، تعریف کرنا، اچھائی اور خوبی بیان کرنا۔

ترجمہ: ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْراً طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا. (تمام تعریف حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے منحصر ہے ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے ایسی تعریف جو پاک ہے ریا وغیرہ اوصاف رذیلہ سے جو مبارک ہے ایسی حمد جو نہ چھوڑی جاسکتی ہے اور نہ اس سے استغناء کیا جاسکتا ہے اے اللہ (ہمارے شکر کو قبول فرما)

⑥ حدثنا ابوبكر محمّد بن اَبَانٍ حدثنا وكيع عن هشام الدستوائى عن بديل بن مَيْسَرة العقيلى عن عبدالله بن عبيد بن عمير عن ام كلثوم عَنْ عَائشة رضى اللّٰهُ عنها قَالَتْ[4] كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الطَّعَامَ فِيْ سِتَّةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَكَلَهٗ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَمّٰى لَكَفَاكُمْ.

---

[1] المائدة قد فسروها بانها خوان عليه طعام وتقدم رواية انهٗ لم ياكل على خوان قط فقيل اكل عليه بعض الاحيان لبيان الجواز ووجه ايضًا بان المثبت مقدم وبان المائدة تطلق على كل مايوضع عليه الطعام ولا يختص بصفة مخصوصة وقد تطلق المائدة ويراد بها الطعام وبقيته واناء فلا تعارض قاله القارى.

[2] غير مودع الضمير يرجع الى اللّٰه عزوجل او الى الحمد اوالى الطعام الذى يدل عليه السياق. قارى

[3] ربنا روى بالرفع والنصب والجر فالرفع على تقدير هو او انت ربنا اسمع حمدنا ودعائنا او على انه مبتدأ وخبره لفظ غير بالرفع مقدم عليه والنصب على انه منادى حذف حرف النداء والجر على البدلية من اسم الجلالة. قارى

[4] قالت يحتمل ان يكون هذا ووقعة ابى ايوبؓ متحدة ويحتمل التعدد وهو الظاهر وكذا يحتمل ان تكون عائشةؓ رأت ذلك المنزل بعينها قبل نزول الحجاب ويحتمل ان يكون من مراسيل الصحابة. قارى

حل لغات: لُقْمَتَيْن ، لُقْمَة کا تثنیہ (ج) لُقَمٌ کھانے کی ایک خاص مقدار جو یکبارگی لگی جائے (افتعال) نگلنا۔ کَفَا (ض) مص کِفَایَةٌ کافی ہونا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا تناول فرمارہے تھے کہ ایک بدوی آیا اور اس نے دو لقموں میں سب کو نمٹا دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا سب کو کافی ہوجاتا۔

تشریح: یعنی اس کے بسم اللہ نہ پڑھنے سے شیطان کی شرکت ہوئی اور وہ سب کو نمٹا گیا جس سے بے برکتی ہوگئی۔

---

⑦ حَدَّثنا هنادٌ ومحمود بن غيلانَ قَالَا حدثنا ابو أُسَامَةَ عن زكريا بن ابى زائدة عن سعيد بن ابى بردةَ[1] عن انس بن مَالك قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى[2] عَنِ الْعَبْدِ[3] اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ[4] وَيَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا.

حل لغات: يَرْضٰى (س) مص رِضًا راضی ہونا، خوش ہونا۔ اَلْعَبْدُ (ج) عِبَادٌ ، عَبِيْدٌ بندہ، غلام (ن) عبادت کرنا، بندگی کرنا۔ اَكْلَة ایک لقمہ (ج) اَكَلَاتٌ (ن) کھانا کھانا۔ شَرْبَة ایک گھونٹ (س) پینا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ حق تعالیٰ جل جلالہٗ عم نوالہٗ بندہ کی اس بات پر بہت ہی رضا مندی ظاہر فرماتے ہیں کہ ایک لقمہ کھانا کھائے یا ایک گھونٹ پانی پیئے حق تعالیٰ شانہ کا اس پر شکر ادا

---

[1] ابی بردة بضم الموحدة وسكون الراء اسمه عامر .

[2] ليرضى اى يرحمه ويثيبه واللام فى العبد للجنس او الاستغراق . ق

[3] ان ياكل علة ليرضى اى بسبب ان ياكل او وقت ان ياكل او مفعول به ليرضى اى يحب ان ياكل (جمع الوسائل)

[4] بفتح الهمزة اى المرة من الاكل ويروى بالضمة اى اللقمة وهى ابلغ فى بيان اهتمام اداء الحمد لكن الاول اوفق مع قوله الشربة فانه بالفتح لا غير قاله القارى .

کرے۔ اَللّٰھم لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ.

باب مَا جَاء فِی قدحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علَیْہ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ذکر

تشریح: پیالہ سے مراد جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے وہ پیالہ ہے جس سے پانی تناول فرماتے تھے۔

---

① حدثنا الحسینؒ[۲] بن الاسود البغدادی حدثنا عمرو بن محمّد حدثنا عیسٰی بن طھمان عن ثابت قَال اَخْرَجَ اِلَیْنَا اَنَس بن مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِیْظًا مُضَبَّبًا[۳] بِحَدِیْدٍ فَقَالَ یا ثَابِتُ ھٰذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

حل لغات: قَدَحٌ (ج) اَقْدَاحٌ پیالہ، پانی وغیرہ پینے کا برتن۔ خَشَبٌ (ج) خُشُبٌ لکڑی۔ غَلِیْظ صیغۂ صفت ''موٹا، سخت'' (ن، ض) موٹا ہونا، سخت ہونا۔ مُضَبَّبًا اسم مفعول، لوہے کا پترا لگا ہوا (تفعیل) کسی چیز کو جوڑنے کے لئے پترا اور ٹکڑا لگانا۔ حَدِیْدٌ (ج) حَدَائِدُ لوہا، سخت لوہے کو حَدِیْدٌ ذَکَرٌ اور نرم کو حَدِیْدٌ اُنْثٰی کہتے ہیں۔

ترجمہ: ثابتؓ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کے پترے لگ رہے تھے نکال کر دکھلایا اور فرمایا کہ اے ثابتؓ یہ

---

[۱] القدح بفتحتین مایشرب منه وقال ابن الاثیر هو اناء بین انائین لا صغیر ولا کبیر وربما وصف باحدهما جمعه اقداح قال ابن القیم کان للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم اقداح واحد منها یسمی الریال والاخر مغیثا والاخر مضببا بسلسلة من فضة قاله المناوی قلت لکن الاتی فی الحدیث مضبب بحدید وسیاتی قریبًا.

[۲] الحسین بن علی بن الاسود منسوب الی جده وقد ینسب الی ابیه والمشهور الاول.

[۳] مضببًا بالنصب علی انه صفة قدح والمضبب المشدود بالضبات جمع ضبة وهی حدیدته العریضة التی یضبب بها قال المناوی الضبة ما یشعب به الاناء من حدید او غیره قال میرك وقد ثبت فی الصحیح ان قدح النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الذی کان عند انس هو قدح جید عریض طوله اقصر من عرضه وفی الصحیح ایضا انه قد انصدع فسلسل بعضه ببعض الفضة قاله القاری.

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

تشریح: کہتے ہیں کہ حضرت نضر بن انسؓ کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا تھا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بصرہ میں اس پیالہ سے پانی بھی پیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور پیالہ تھا۔

(۲) حدثنا عبدالله بن عبد الرحمٰن حدثنا عمرو بن عَاصم حدثنا حماد بن سَلمة حدثنا حميد وثابت عن انس قال لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ الْمَاءَ وَالنَّبِيْذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ.

حل لغات: اَلنَّبِيْذُ اس مشروب کو کہتے ہیں جو کھجور، کشمش وغیرہ کو پانی میں بھگو کر بغیر پکائے بنایا جاتا ہے۔ اَلْعَسَلُ (ج) اَعْسَال شہد عَسَلٌ مُصَفّٰی اصلی اور خالص شہد۔ اَللَّبَنُ (ج) اَلْبَان دودھ (ن،ض) دودھ پلانا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو اس پیالہ سے پینے کی سب انواع[1] پانی، نبیذ، شہد، دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔

تشریح: نبیذ یہ کہلاتی ہے کہ کھجور، کشمش وغیرہ پانی میں بھگو دی جائے اور جب اس کا اثر اچھی طرح آجائے تو وہ پانی نبیذ کہلاتا ہے مقوی اور مفرح ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شب کو کھجوریں وغیرہ بھگو دی جاتی تھیں اور صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرما لیتے اور کبھی دوسرے دن تک بھی جب تک کہ اس میں سکر (نشہ) کا اندیشہ نہ ہوتا تھا کام میں لایا جاتا تھا۔

بابُ مَا جَاء فی صفة فاكهة رسول الله صَلى اللّٰهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلوں کا ذکر

حل لغات: فَاكِهَةٌ فَاكِهَةٌ کا مؤنث (ج) فَوَاكِهُ پھل (تفعل) پھل پانا

[1] كله اى انواعه كلها وابدل الاربعة المذكورة بدل بعض اهتمامًا بشانها لكونها افضل المشروبات او لكونها اشهر انواعه . م

میوہ وغیرہ کھانا۔

تشریح: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا پھل تناول فرمائے ہیں، اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر کی گئیں۔

(۱) حدثنا اسمٰعیل بن موسی الفزاریؒ[۱] حَدَّثنا ابراهیم بن سعد عنْ ابیْه عن عبدالله بن جعفر قال كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ[۲] بالرُّطَبِ.

حل لغات: اَلْقِثَّاءُ قِثَّائَةٌ کی جمع ہے بمعنی ککڑی۔

ترجمہ: عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

تشریح: ککڑی چونکہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور گرم، اس طرح سے دونوں کی اصلاح ہو کر اعتدال پیدا ہو جاتا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں ان کے مزاج کی رعایت رکھنا مناسب ہے نیز ککڑی پھیکی ہوتی ہے اور کھجور میٹھی جس کی وجہ سے ککڑی میں بھی مٹھاس آجاتا ہے۔

(۲) حدثنا عبدة بن عبدالله الخزاعی البصری حدثنا معاویَة بن هشام عنْ سفیٰن عن هشام بن عروة عن ابیْه عن عَائشة رضی الله عنها اَنَّ النَّبِيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ[۳] بِالرُّطَبِ.

حل لغات: اَلْبِطِّيخُ بِطِّيخَةٌ کی جمع ہے، خربوزہ "خِرْبِزْ" بھی خربوزہ ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے اَلْمَبْطَخَةُ خربوزے کی کھیتی یعنی فالیز۔

---

[۱] الفزاری بفتح الفاء والزای المخففة منسوب الی بنی فزارة قبیلة من غطفان.

[۲] القثاء بکسر القاف ویضم وتشدید المثلثة ممدودا قاله القاری وقال المناوی الکسر اشهر من الضم نوع من الخیار اخف منه.

[۳] البطیخ قال القاری اختلفوا فی المراد منه فقیل هو الاصفر المعبر عنه فی الروایة الاتیة بالخربز وقیل هو الاخضر وهو الاظهر.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجوروں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

تشریح: ترمذی وغیرہ کی روایت میں اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو زائل کر دے گی۔

---

(۳) حدثنا ابراهيمُ بن يعقوب حَدثنا وهب بن جرير حدثنا ابى قَالَ سَمِعْتُ حميد ايقول اوقال حدثني حميدٌ[۱] قال وهبٌ[۲] وكَانَ صديقاً[۳] لَهُ عن انس بن مَالك قال رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخِرْبِزِّ[۴] والرُّطَبِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی

---

۱ او قال حدثني الخ ظاهره اظهار الشك في لفظ الشيخ بانه قال بلفظ سمعت او بلفظ حدثني قال القاري المقصود غاية الاحتياط في عبارة الرواية والا فمرتبة السماع والقول واحدة عند المحدثين في اصطلاحهم.

۲ قال وهب الخ قال القاري معناه كان حميد صديقا لوهب او بالعكس اهـ، والا وجه عندي ان يقال قال وهب وكان جرير صديقًا لحميد كما هو الظاهر ولا يصح ما خلط الشراح في هذا الكلام

۳ صديقا وهو بالتخفيف بمعنى الحبيب الصادق في المصافاة وفي نسخة بكسر الصاد وتشديد الدال بمعنى كثير الصدق لكن لا يلائمه اذا لفظ له الا ان يقال ان المعنى كان حميد مصدقا لوهب قاله القاري قلت وفي مرجعي الضميرين نظر كما تقدم والصواب كان جرير مصدقا لحميد.

۴ قال القاري بكسر الخاء المعجمة وسكون الراء وكسر الموحدة في آخرها زاي هو البطيخ بالفارسية بل ما في النهاية والظاهر انه معرب الخربزة وهي بفتح الخاء والباء في آخرها هاء وهو الاصفر فيحمل على نوع منه لم يتم نضجه فان فيه برودة يعدمها الرطب فاندفع قول من زعم انه الاخضر محتجا بان الاصفر فيه حرارة على ان للاصفر بالنسبة للرطب برودة وقال المناوي والمراد الاصفر والقول بانه الاخضر لان الاصفر فيه حرارة ليس بمناسب لان القصد التعديل او بان الاصفر غير النضيج غيرحار والحار ما تناهى نضجه وقال زين الحفاظ العراقي المراد ههنا الاصفر لا الاخضر كما وهم لان الخربز اسم للاصفر بارض الحجاز اهـ، وحكى شيخي الوالد عن شيخه مولانا الشيخ الگنگوهي في الكوكب الدري ان المراد بالحرارة والبرودة حرارة الحس واللمس لا حرارة المزاج وقال ما احاب بعضهم بانه كانه نيا غير نضيج فيابى عنه انه لا يوكل عادة اهـ قلت وهذا كله على ما هو المشهور عند الاطباء ان طبع الخربز حار وماحكى صاحب المحيط الاعظم عن ابي علي بن سينا ان طبع الخربز بارد فلا حاجة الى الجواب فانه يصح حينئذ بكسر حر هذا ببرد هذا بلا تردد.

اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور کھجورا کٹھے کھاتے ہوئے دیکھا۔

تشریح: بعض علماء نے اس جگہ بھی بجائے خربوزہ کے تربوز کا ترجمہ کیا ہے اور منشاء پہلی روایت کی بناء پر اس کا ٹھنڈا ہونا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں خربوزہ متعارف ہی مراد ہے، اور کھجور سے کھانے کی وجہ بظاہر اس کا پھیکا پن ہے، یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی مصلحت سب جگہ جاری کی جائے، ممکن ہے کہ کسی جگہ کوئی اور مصلحت ہو، اس لئے بندۂ ناچیز کے نزدیک تربوز کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اس کی مصلحت دونوں کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنا ہے کہ تربوز ٹھنڈا ہوتا ہے، اور خربوزہ کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اس کی مصلحت خربوزہ کا پھیکا ہونا ہے کہ بسا اوقات اس کے پھیکے ہونے کی وجہ سے اس میں شکر ڈال کر اس کو کھایا جاتا ہے اسلئے دونوں حدیثوں کو ایک پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

---

④ حَدثنا محمّد بن يحيىٰ حدثنا محمّد بن عبدالعَزيز الرملي حدثنا عبدالله بن يزيد بن الصَّلْتِ عن محمّد بن اسحٰق عن يزيد بن رومَان عن عروة عن عَائشة رضى الله عنها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ الْبِطِّيْخَ بالرُّطَبِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

---

⑤ حدثنا قتيبةُ بن سعيد عن مَالك بن انس ح وحدثنا اسحٰق بن موسىٰ حدثنا معنٌ حدثنا مالك عن سهيل بن ابى صَالح عن ابيه عن ابى هريرة قال كَانَ النَّاسُ اِذَا رَأَوْا اَوَّلَ الثَّمَرِ جَاؤُا بِهٖ اِلَى[1] النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

---

[1] ايثارًا له بذلك على انفسهم وحبًا له وتعظيمًا لجنابه وطلبًا للبركة فيما حدد الله عليهم من نعمه ببركة وجوده ويرونه اولى الناس بما سبق اليهم من رزق ربهم وينبغى ان يكون خلفاءه من العلماء والاولياء كذلك قاله القارى وقال المناوى فيه ان الباكورة يندب الاتيان بها لاكبر القوم علما وعملاً . اهـ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثِمَارِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا[1] وَفِي مُدِّنَا اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنِّي عَبْدُكَ[2] وَنَبِيُّكَ وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَإِنِّي أَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ[3] مَعَهُ قَالَ ثُمَّ يَدْعُوْ أَصْغَرَ وَلِيْدٍ يَرَاهُ[4] فَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے اللّٰھُم بارك لنا فی ثمارنا وبارك لنا فی مدینتنا وبارك لنا فی صَاعنا وفی مدنا اللّٰھُم ان ابراھیم عبدك وخلیلك ونبیّك وانی عبدك ونبیك وانه دعاك لمكة وانّی ادعوكَ للمدینة بمثل ما دعاك به لمكة ومثله مَعهٗ اس کے بعد جس چھوٹے بچہ کو دیکھتے اس کو مرحمت فرما دیتے (ترجمہ دعا) اے اللہ تعالیٰ ہمارے پھلوں میں برکت فرما اور ہمارے شہر میں برکت فرما، اور ہماری اس چیز میں جو صاع اور مد سے ناپی جاتی ہوں (یہ دو پیمانے ہیں مدینہ منورہ میں کھجوریں وغیرہ سب چیزیں ان سے ناپ کر فروخت کی جاتی تھیں) ان

---

[1] المراد به الطعام الذی یکال بالصیعان والامداد فیکون دعاء لهم بالبرکة فی اقواتهم فی عموم اوقاتهم قاله القاری وقال المناوی فی صاعنا ومدنا بحیث یکفی المکیال فیها من لا یکفیهم اضعافه فی غیرها ثم قالا ویحتمل ان تکون البرکة المذکورة فی الحدیث دینیة وهی ما یتعلق بهذه المقادیر من حقوق اللّٰه تعالی فی الزکوة والکفارات .

[2] توسل بعبودیته ونبوته وقدم الاولی لانه لا شرف اعلی منها ولم یقل خلیلك وان کان خلیلا کما ورد فی عدة الاخبار بل خص بمقام المحبة الارفع من مقام الخلة لانه فی مقام التواضع اذ هو اللائق بمقام الدعاء وادبًا مع ابیه الخلیل کذا فی المناوی بتغیر .

[3] ومثله معه یعنی ادعوك ضعفی ما دعاك خلیلك ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام ولا حجة فی الحدیث علی المسئلة الخلافیة فی تحریم المدینة کما تری .

[4] یراه وفی روایة اصغر من یحضرو فی اخری فیدعوا اصغر ولید له فحمل بعضهم الروایتین المتقدمتین علی هذه الروایة ومنهم من اول قوله له ای للمؤمنین ولیس المراد من اهل بیته والظاهر عندی فی الجمع بینها ان ذلك بحسب ما اتفق له من حضور صغیرٍ ودعاء احد من اهل قرابته ووجه ترجیح الصغیر للباکورة شدة حرصهم وکثرة تطلبهم .

میں برکت فرما اے اللہ تعالیٰ واقعی حضرت ابراہیمؑ تیرے بندے اور تیرے دوست اور تیرے نبی تھے اور بے شک میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں (چونکہ موقعہ تواضع کا تھا اس لئے اپنے حبیب ہونے کا ذکر اس جگہ نہیں فرمایا) انہوں نے (جن چیزوں کی) دعا (اپنے آباد کردہ) شہر مکہ مکرمہ کے لئے کی ہے (جس کا بیان آیت "فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ" میں ہے کہ لوگوں کے قلوب مکہ کی طرف مائل فرمادے اور پھلوں کی روزی ان لوگوں کو میسر فرما) وہی دعا اس سے دو چند مقدار میں میں مدینہ منورہ کے لئے کرتا ہوں، راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس چھوٹے بچے کو دیکھتے اس کو بلا کر وہ پھل عنایت فرمادیتے۔

(۶) حَدثنا محمَّد بن حميد الرازى حدثنا ابراهيم بن المختار عن محمَّد بن اسحٰق عن ابى عبيدةؔ بن مُحَمَّد بن عمار بن يَاسر عن الرُّبيعؔ بنت مُعَوذ بن عفراء قالت بَعَثَنِىْ مُعَاذُ بن عَفراءَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَعَلَيْهِ اَجْرٌ مِنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ وَكَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ القِثَّاءَ فَاَتَيْتُهٗ بِهٖ وعِنْدَهٗ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ البَحْرَيْنِ فَمَلَأَ يَدَهٗ مِنْهَا فَاَعْطَانِيْهِ.

حل لغات: اَجْرٍ، جُرْوٌ کی جمع ہے، چھوٹی ککڑیاں۔ زُغْبٌ اَزْغَب کی جمع ہے بمعنی رُواں، معمولی بال (س، تفعیل) چوزے وغیرہ کا رواں نکلنا۔ حِلْيَةٌ (ج) حِلِىٌّ، حُلِىٌّ زیور (س) مص حَلْيًا زیور پہننا۔

---

۱ ابى عبيدة بزيادة التاء فى آخره فما فى بعض النسخ من حذفه تحريف.

۲ الربيع بضم الراء وفتح الموحدة وتشديد التحتانية المكسورة بنت معوذ بتشديد الواو وفتحها على الاشهر وحزم الوقشى انه بالكسر.

۳ اجر بفتح الهمزة وسكون الجيم وراء منون مكسور جمع جر وبكسر الجيم وهو الصغير من كل شئ حتى الحنظل والبطيخ والمراد هناك القثاء كما هو مبين بمن البيانية فى هذه الرواية قاله القارى.

۴ زغب بضم الزاى وسكون الغين المعجمة جمع لزغب من الزغب بالفتح هو صغار الريش اول ما طلع شبه به ما على القثاء من الزغب.

۵ اى من خراج البحرين وهو على لفظ التثنية موضع بين البصرة وعمان. م

ترجمہ: ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفرا نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی مرغوب تھی، میں جس وقت ککڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوئی ہوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے رکھے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔

تشریح: ککڑی کھجور کے ساتھ علاوہ مذکورہ فوائد کے بدن کو فربہ بھی کرتی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ کو خیال ہوا کہ اس کا بدن کچھ فربہ ہو جائے تا کہ اٹھان کچھ اچھا ہو جائے تو مجھے ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ کھلائی، جس سے میرے بدن میں اچھی فربہی آ گئی، ایک ضعیف حدیث میں حضرت عائشہؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی نمک سے نوش فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی مانع نہیں کہ کبھی نمک سے تناول فرماتے ہوں کبھی کھجور کے ساتھ کہ رغبت کسی وقت میٹھے کی ہوتی ہے کسی وقت نمکین کی۔

⑦ حَدَّثَنَا علی بن حجر انبأنا شریك عن عبدالله بن محمّد بن عقیل عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قَالَتْ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ من رُطَبٍ وَاَجْرِ زُغْبٍ فَاَعْطَانِیْ مِلْءَ كَفِّهٖ حُلِیًّا اَوْ قَالَتْ ذَهَبًا.

ترجمہ: ربیع ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق کھجوروں اور چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیوں کی لے کر گئی، تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک ہاتھ بھر کر سونا یا زیور مرحمت فرمایا۔

تشریح: یہ وہی پہلا قصہ ہے اس حدیث میں مختصر کر دیا، سونے اور زیور میں کسی روای کو شک ہوا۔

باب مَا جَاء فی صِفَةِ شراب رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه وسلم

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کی چیزوں کے احوال

تشریح: اس باب میں مصنفؒ نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) حدثنا ابن ابیؒ عمر حدثنا سفیٰن عن معمر عن الزهری عنْ عروة عن عائشة رضی اللّٰه عنها قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحُلْوَ البَارِدَ.

حل لغات: اَلْحُلْوُ میٹھا، لذیذ، خوش گوار (تفعیل) میٹھا ہونا۔ اَلْبَارِدُ اسم فاعل (ن) ٹھنڈا ہونا۔ شَرَابٌ مَشْرُوْبَات کے معنی میں ہے (ہر پی جانے والی چیز) شُرْبٌ پینے کا طریقہ اور انداز۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔

بظاہر تو اس حدیث سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی مراد ہے، چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں بالتصریح وارد ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے شہد کا شربت یا کھجوروں کا نبیذ مراد ہو جیسا کہ پیالہ کے باب میں گزر چکا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں کھانے کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا، جو حاضر ہوتا وہی تناول فرما لیتے لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا، سقیا جو مدینہ طیبہ سے کئی میل پر ہے وہاں سے میٹھا پانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لایا جاتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے الفاظ میں یہ بھی نقل فرمایا کہ اے اللہ اپنی ایسی محبت مجھے عطا فرما جو میرے لئے اپنی جان و مال اور اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ ہو۔

(۲) حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم انبانا علی بن زید عن عمر هو ابن ابی حرملة عن ابن عباس رَضِیَ اللّٰهُ تعالٰی عنهما قال

ابن ابی عمر بضم العین وفتح المیم هو محمد بن یحیی بن ابی عمر العدنی ابو عبد الله الحافظ قد ینسب الی جده.

دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ فَجَاءَتْنَا بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَخَالِدٌ عَلٰى شِمَالِهٖ فَقَالَ لِيْ الشَّرْبَةُ لَكَ فَاِنْ شِئْتَ آثَرْتَ بِهَا خَالِدًا فَقُلْتُ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ عَلٰى سُؤْرِكَ اَحَدًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرَ اللَّبَنِ، قَالَ ابوعيسىٰ هٰكَذَا روى سُفيٰن بن عيينة

---

۱ الشربة لك لانك صاحب اليمين ومن على اليمين اقدم لمجاورته ملك اليمين الحاكم على ملك الشمال ولذا ورد الايمن فالايمن رواه مالك واحمد واصحاب الستة عن انس قال العراقى وهل تقديم الايمن فى الشرب خاصة او يعم كل مطعوم كفاكهة ولحم نقل عن مالك التخصيص وانكره بعضهم قاله المناوى وقال ايضًا فيه ان السنة البداءة فى الشرب ونحوه بمن عن يمين الكبير ولو صغيرًا مفصولاً بالنسبة لمن على يساره وهذا اتفاق لكنه على الاستحباب عند الجمهور وذهب ابن حزم الى وجوبه فقال لا يجوز مناولة غير الايمن الا باذنه فان قيل يعارض هذا الحديث مارواه ابو يعلى باسناد صحيح كان رسول الله عليه وسلم اذا سقى قال ابدؤا بالاكبر او قال بالاكابر قلنا ذلك محمول على ما اذا لم يكن عن يمينه احد بل كانوا امامه اووراءه اهـ قلت وقال الحافظ فى الفتح لحديث ابى يعلى اسناده قوى وجمع بينهما بوجوه .

۲ آثرت بها خالدًا لكونه اشرف منك مراعاةً للاكبر وفى نسبة المشية اليه تطييب لخاطره وتنبيه منبه على ان الايثار اولى له ثم الحديث مستدل الحنفية فى جواز الايثار بالقرب وقالت الشافعية الايثار بالقرب مكروه لما فيه من الاعراض بالقربة وقيد الشامى جوازه بما اذا عارض تلك القربة ما هو افضل منها كاحترام اهل العلم والاشياخ كما فى هذا الحديث ويتفرع على هذا الخلاف مسائل منها مالو سبق احد الى الصف الاول فدخل رجل اكبر منه سنا او اهل علم ينبغى له ان يتاخر ويقدمه تعظيمًا له امراء ثم لا يشكل على الحديث بانه استاذن ابن عباس فيه ولم يستاذن الاعرابى كما جاء فى المتفق عليه من حديث انس ان عمرؓ قال اعط ابا بكر يا رسول الله فاعطى الاعرابى ثم قال الايمن فالايمن لان بين القصتين من الخصائص التى لا تخفى .

۳ اى معشر المسلمين او جماعة الاكلين والظاهر ان ياتى بهذا اللفظ وان كان وحده رعاية للفظ الوارد وملاحظة لعموم الاخوان فانه ورد لايؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه. ق

۴ ثم قال ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس شئ الخ هذا بمنزلة التعليل لما تقدم من دعائه عليه الصلوٰة والسلام فى اللبن بالمزيد وفى غير اللبن باستدعاء الخير منه .

۵ قال ابو عيسى غرض المصنف بيان الكلام على الحديثين المتقدمين وهذا ما يتعلق بالحديث الاول وحاصله ان سفيان بن عيينة جعل هذا الحديث موصولا متصلاً والصواب ارساله فان عبد الله بن المبارك وعبد الرزاق وغير واحد من تلامذة معمر جعلوه عن الزهرى مرسلا وكذلك يونس وغيره واحد من تلامذة الزهرى جعلوه ايضًا مرسلاً فالحق ارساله وقال المصنف فى جامعه بعد تخريج الحديث هكذا رواه غير واحد عن ابن عيينة والصحيح ما روى الزهرى عن النبى صلى الله عليه وسلم مرسلا وهذا اصح من حديث ابن عيينة انتهى ملتقطا .

هذا الحديث عن معمر عن الزهرى عن عروة عن عَائشة رضى الله عنها ورواه عبدالله بن المبارك وعبْد الرزاق وغير واحد عن معمر عن الزهرى عن النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ مرسَلًاولم يذكروا فيه عن عروة عنْ عَائشة وهٰكذاروىٰ يونس وغير وَاحدٍ عن الزّهرى عن النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال ابو عيسٰى وانما اسنده ابن عيينة من بين الناس قال ابو عيسٰىؒ وميمونة بنت الحارث زوج النبى صلى الله عليه وسلم هى خالة خالد بن الوليد وخالة ابن عباس رضى اللّٰهُ تعالٰى عنهم وخَالة يزيد بن الاصم واختلف الناس فى روايَة هذا الحديث عن على بن زيد بن جدعان فروى بعضهم على بن زيد عن عمر ابن ابى حرملة وروى شعبة عن على بن زيد فقال عن عمرو بن حرملة والصحيح عمر ابن ابى حرمَلة.

حل لغات: اٰثَرْتَ مص اِيْثَارٌ (افعال) ترجیح دینا، مقدم رکھنا۔ سُؤْرٌ (ج) اَسْآر باقی ماندہ، جھوٹا پانی (س، افعال) باقی رہنا، بچنا۔ زِدْ فعل امر حاضر، زیادہ کر، اضافہ کر (ض) مص زَيْدًا ، زِيَادَةً زیادہ کرنا، اضافہ کرنا۔ يُجْزِئُ (افعال) کافی ہونا، قائم مقام ہونا، کفایت کرنا۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے (ام المؤمنین حضرت میمونہؓ ان دونوں حضرات کی خالہ تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لے

ل قال ابو عيسٰى الخ هذا بيان للحديث الثانى بين اولاوجه دخولهما عليها بانها كانت محرما لهما وذكر كونها خالة يزيد بن الاصم استطرادًا لتمام الفائدة ثم ذكر الكلام على هذا الحديث بقوله واختلف الناس الخ وحاصله ان تلامذة على بن زيد بن جدعان اختلفوا فى بيان اسم شيخه فروى بعضهم عمر بن ابى حرملة بدون الواو وروى بعضهم عمرو بن حرملة بذكر الواو وحذف لفظ ابى وهو غلط بوجهين والصواب عمر بن ابى حرملة بدون الواو وبذكر لفظ التكنى قال القارى الصحة فى الموضعين كما ذكره البيهقى الاول عمر بلا واو والثانى ابى على الكنية اهـ، قال المصنف فى جامعه وقد روى بعضهم هذا الحديث عن على بن زيد فقال عن عمر بن حرملة وقال بعضهم عمرو بن حرملة ولا يصح اهـ اى لا يصح احد من القولين بل الصواب عمر بن ابى حرملة .

کر آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے تناول فرمایا، میں دائیں جانب تھا اور خالد بن الولید بائیں جانب، مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ اب پینے کا حق تیرا ہے (کہ تو دائیں جانب ہے) اگر تو اپنی خوشی سے چاہے تو خالد کو ترجیح دے دے، میں نے عرض کیا کہ آپ کے جھوٹے پر میں کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ کوئی چیز کھلائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہئے، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْراً مِنْهُ (اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر ہم کو کھلا) اور جب کسی شخص کو حق تعالیٰ شانہ دودھ پلائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہئے (اے اللہ اس میں برکت عطاء فرما اور زیادتی نصیب فرما) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کے بعد اس سے بہتر کی دعا اور دودھ کے بعد میں زیادتی کی دعا اس لئے تعلیم فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کھانے اور پانی دونوں کا کام دیتی ہو۔

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ مرحمت فرمانے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حق اس لئے فرمایا کہ وہ دائیں جانب تشریف فرما تھے اور خالد بائیں جانب اور پیالہ کا دور جیسا کہ متعدد روایات میں آیا داہنی جانب چلنا چاہئے اور خالد کی ترجیح کو اس لئے ارشاد فرمایا کہ وہ عمر میں بڑے تھے، نیز ابن عباسؓ کی تعلیم مقصود تھی کہ حق اگرچہ ان کا ہے مگر خود ان کو یہ چاہئے کہ بڑے کی ترجیح کی رعایت کریں لیکن حضرت ابن عباسؓ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے کی اہمیت اور اس کا شغف غالب ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت عشق کا ثمرہ تھا۔

باب مَا جَاء فی صفة شربؔ رسُول اللّٰه صَلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، ان احادیث کا ذکر جن میں حضور اقدس ﷺ کے پینے کا طرز وارد ہوا ہے

تشریح: اس باب میں مصنفؒ نے دس حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا احمد بن منيع حدثنا هشيم انا عَاصِمُ الاحول ومغيرة عن الشعبي عن ابن عباس اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے چنانچہ دوسری حدیث کے ذیل میں اس کا مفصل ذکر آئے گا، اس بناء پر بعض علماء نے زمزم پینے کو بھی اس ممانعت میں داخل فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوش فرمانے کو ازدحام کے عذر، یا بیان جواز پر حمل فرمایا ہے لیکن علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ زمزم اس نہی میں داخل نہیں اس کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے۔

(۲) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا محمَّد بن جعفر عن حُسَين المعلم

ؔ شرب بتثليث الشين مصدر بمعنى التشرب وهو المراد ههنا لكن الكسر فى معنى النصيب اشهر وقد ياتى بمعنى المشروب ايضًا وليس بمراد هناك لئلا يتكرر مع الترجمة السابقة .

ؔ الظاهر فى حجة الوداع وفى رواية الشيخين قال اتيت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم بدلو من ماء زمزم فشرب وهو قائم وفى رواية ابن ماجة قال عاصم فذكرت ذلك لعكرمة فحلف انه ما كان حينئذ الا راكبا وعند ابى داؤد من وجه آخر عن عكرمة عن ابن عباس ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم طاف على بعيره ثم اناخه فصلى ركعتين فلعل شربه صلى اللّٰه عليه وسلم من زمزم كان حينئذ قبل ان يعود الى بعيره ويخرج الى الصفا وهذا هو الذى يتعين المصير اليه لان عمدة عكرمة فى ذلك انما هو ما ثبت انه صلى اللّٰه عليه وسلم طاف على بعيره وسعى كذلك لكن لابد من تخلل ركعتى الطواف بين ذلك وقد ثبت انه صلاهما على الارض فما المانع من كونه صلى اللّٰه عليه وسلم شرب من زمزم وهو قائم كذا حققه القسطلانى وهو جمع جيد لاغبار عليه وماوقع فى حديث جابر فى سياق حج النبى صلى اللّٰه عليه وسلم من انه استسقى بعد طواف الزيارة عند اتمام المناسك لا ينفى هذا التاويل غاية مافيه يلزم منه كون الشرب من زمزم وقع فى الحج مرتين ولا بعد فيه قاله القارى .

عن عمرو بن شعيب عن ابيه[1] عن جده قال رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا[2] وَقَاعِداً.

ترجمہ: عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ سے اور وہ دادے سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت میں بہت سی روایتیں وارد ہوئی، چنانچہ مسلم شریف میں ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر کوئی شخص پانی نہ پیے اگر بھول کر پی لے تو قے کر دے، علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل میں اور ممانعت میں چند وجہ سے جمع کیا ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ ممانعت بعد میں وارد ہوئی اسلئے یہ ناسخ ہے، بعض علماء اس کا عکس فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینے کی روایتیں ناسخ ہیں ممانعت کیلئے لیکن مشہور قول یہ ہے کہ ممانعت حکم شرعی اور تحریمی نہیں بلکہ آداب کے طریقہ سے ہے، نیز شفقت اور رحمت کے باب سے بھی ہے اس لئے کہ ابن قیم وغیرہ نے کھڑے ہو کر پانی پینے کی چند مضرتیں بتلائی ہیں، الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] عن ابيه عن جده اختلف النقاد كثيرًا فى هذا السند فقيل لا يحتج به لان ضمير جده ان يرجع الى عمرو فالمراد به محمد وهو ليس بصحابى فالحديث مرسل وان لرجع الى شعيب فالمراد به عبد الله بن عمرو بن العاص وهو صحابى مكثر لكن لقاء شعيب عن جده خفى وقيل هو صحيفة ولذا قال ابو داؤد ولما سئل عنه عمرو بن شعيب عندك حجة قال لا ولا نصف حجة وقال على بن المدينى عن يحيى بن سعيد حديثه عندنا واه وقال الآخرون هذا سند محتج به وضمير جده الى شعيب لا غير وسماعه من عبد الله بن عمرو صحيح ثابت صرح بسماعه عنه فى اماكن ووقع فى سنن ابى داؤد والنسائى عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله والسند لا مطعن فيه قال البخارى رأيت احمد بن حنبل وعلى بن المدينى واسحق وعامة اصحابنا يحتجون بحديث عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ما تركه احد من المسلمين انتهى قلت وحقق الاحتجاج به القارى والحلبى من الحنفية.

[2] قال المناوى ولا خلاف ان الاكثر من فعله المستقر المعروف من احواله صلى الله عليه وسلم الشرب قاعدًا ففعل غيره لبيان الجواز فليس تقديم القيام لكثرته كما وهم بل لانه احق بالاهتمام لما فيه من الرد على المنكر واخرج النسائى عن عائشةؓ رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائمًا وقاعدًا ويصلى حافيا ومنتعلا الحديث قال العراقى واسناده جيد قال القارى وما قيل من ان النبى صلى الله عليه وسلم منزه من فعل المكروه فكيف شرب قائما فمردود لانه اذا كان لبيان الجواز فواجب عليه فكيف يكون مكروها. اهـ

کا کھڑے ہوئے نوش فرمانا بیان جواز کے لئے ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ممانعت کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا حرام نہیں البتہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔

(۳) حدثنا علی بن حجر حَدّثنا ابن المبَارك عن عَاصم الاحول عن الشعبی عن ابن عباسؓ قَالَ سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ.

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔

تشریح: باب کی پہلی حدیث میں اس کا ذکر گزر چکا۔

(۴) حدثنا ابو كريب محمّد بن العَلاء ومحمّد بن طريفٌ[۲] الكوفی قَالَا انبأنا ابن الفضيلُ[۳] عن الاعمش عن عبدالملك بن مَيْسَرةَ[۴] عن النزال بن سَبْرة قال اُتِيَ[۵] عَلِيٌّ بِكُوْزٍ مِنْ مَاءٍ وَهُوَ فِي[۶] الرَّحَبَةِ فَاَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَغَسَلَ[۷] يَدَيْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ[۸].

---

۱ قال القاری وقد تقدم فالمراد بتعدد الاسناد قوة الاعتماد وفی سیاق هذا الحدیث اشارة الی تعدد شربه صلی اللّٰه علیه وسلم وایماء الی ان احدهما کان بید ابن عباس . ا

۲ بفتح الطاء وکسر الراء المهملتین .

۳ ابن الفضیل وفی نسخة ابن الفضل قاله القاری قلت والمؤید بکتب الرجال هو الاول فانه محمد بن فضیل بن غزوان .

۴ میسرة بفتح میم وسکون یاء ففتحات والنزال بفتح نون وتشدید زای معجمة وسبرة بفتح سین مهملة وسکون موحدة فراء فتاء تانیث . ق

۵ اتی الخ ولفظ النسائی فی سننه قال رأیت علیًا صلی الظهر ثم قعد لحوائج الناس فلما حضرت العصر اتی بتور من ماء الحدیث .

۶ الرحبة بفتح الراء والحاء المهملتین المکان المتسع قال فی المغرب اما فی حدیث علی فانه کان وسط مسجد الکوفة وکان علیؓ یقعد فیه ویعظ اهـ قلت وقد تقدم من ، وایة النسائی ما یوافقه

۷ قال القاری ای غَسَلَهَا غسلا خفیفا فالمراد الوضوء الشرعی ویؤیده ما وقع فی بعض الروایات الصحیحة انه غسلها ویحتمل انه لم یغسلها فالمراد الوضوء العرفی ویؤیده ترك ذکر الرجلین فی الاصل فیحمل خلاف الروایتین علی تعدد الواقعة فی الرحبة .

۸ قال القاری شربه صلی اللّٰه علیه وسلم قائما یحتمل ان یکون لبیان الجواز وان یکون للاستحباب بخصوص هذا الماء وهو مختار مشائخنا ویؤیده عمل علیؓ بعده صلی اللّٰه علیه وسلم لانه لو کان فعله صلی اللّٰه علیه وسلم لبیان الجواز لکان ترکه افضل . اهـ

حل لغات: کُوْزٌ (ج) اَکْوَاز ، کِوَزَۃٌ ، کِیْزَانٌ بمعنی پیالہ، کوزہ۔ اَلرَّحَبَۃُ (ج) رِحَابٌ ، رَحَبٌ ، رَحَبَاتٌ میدان، کشادہ جگہ، یہاں خاص میدان مراد ہے۔ مَضْمَضَ (بَعْثَرَۃ) مص مَضْمَضَۃ کلی کرنا۔ اِسْتَنْشَقَ مص اِسْتِنْشَاق (استفعال) ناک میں پانی ڈالنا، پانی چڑھانا۔

ترجمہ: نزال بن سبرۃ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کہ وہ مسجد کوفہ کے میدان میں (جوان کا دارالقضاء تھا) تشریف فرما تھے ایک کوزہ پانی لایا گیا، انہوں نے ایک چلو پانی لے کر کلی اور ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے منہ پر اور ہاتھوں پر مسح کیا پھر کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کی وضو ہے جو پہلے سے باوضو ہو، ایسے ہی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا۔

تشریح: یہ حدیث مختصر ہے مفصل مشکوٰۃ شریف میں بہ روایت بخاری منقول ہے اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ منہ ہاتھ وغیرہ پر حقیقتاً مسح کیا ہو، اس صورت میں اس کو وضو کہنا مجاز ہے لغوی معنی کے اعتبار سے اس کو وضو کہہ دیا چنانچہ پاؤں کا ذکر اس میں ہے ہی نہیں یہ قرینہ اسی احتمال کا ہے، دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس حدیث میں ہلکے سے دھونے کو مجازاً مسح سے تعبیر کر دیا اور پاؤں کا ذکر اس قصہ میں بعض روایات میں آتا ہے اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسح کی جگہ بعض روایات میں منہ ہاتھ دھونے کا ذکر ہے اس صورت میں اس حدیث سے تجدید وضو مراد ہے اور یہ توجیہ بندۂ ناچیز کے نزدیک اولیٰ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ہے، کتب فقہ میں اس کے اور آب زمزم کے کھڑے ہو کر پینے کے جواز کی تصریح ہے بلکہ علامہ شامیؒ نے تو وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینے کو بعض بزرگوں سے شفاء امراض کے لئے علاج مجرب نقل کیا ہے اور ملا علی قاریؒ نے شرح شمائل میں اس کا استحباب نقل کیا ہے۔

☆☆☆

⑤ حدثنا قتیبۃ بن سعید ویوسف بن حماد قَالَا حدثنا عبدالوارث بن

سعید عن ابیؔ عصام عن انس بن مالك اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَتَنَفَّسُ فِی الْاِنَاءِؔ ثَلَاثًا اِذَا شَرِبَ وَیَقُوْلُ هُوَ اَمْرَءُؔ وَاَرْوٰی.

حل لغات: یَتَنَفَّسُ (تفعل) سانس لینا۔ اَمْرَءُ اسم تفضیل، بہت مفید، خوش گوار (ف) مفید ہونا (س) خوش گوار ہونا۔ اَرْوٰی اسم تفضیل، بہت زیادہ سیراب کرنے والا (افعال) سیراب کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار ہے اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔

تشریح: پانی ایک سانس میں پینے کی ممانعت بھی آئی ہے علماء نے ایک دفعہ ہی پینے کی بہت سی مضرتیں بھی لکھی ہیں بالخصوص ضعفِ اعصاب کا سبب بتایا ہے نیز معدہ اور جگر کے لئے بھی مضرت کا سبب ہے۔

⑥ حدثنا علی بن خَشْرَمٍؔ حدثنا عیسٰی بن یونس عن رشدین بن کریب عن ابیه عن ابن عباس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَیْنِؔ.

---

۱ ابی عصام بکسر اوله وفی نسخة ابی عاصم وهو ضعیف قاله القاری قلت اختلف الرواة فی ذکر هذا الراوی فذکره الجمهور بلفظ ابی عصام وقال بعضهم ابو عاصم وبسط الکلام علیه الحافظ فی تهذیبه فی ترجمة ابی عصام فما قیل لم توجد ترجمته لیس بوجیه.

۲ فی الاناء فی الصحیحین عن ابی قتادة انه علیه السلام نهی ان یتنفس فی الاناء فالمعنی انه کان یشرب ثلث مرات وفی کل ذلك یبین الاناء عن فیه فیتنفس ثم یعود والمنهی عنه هو التنفس فی الاناء بدون الابانة ویدل علیه قوله هو اهنأ وقال القرطبی اما زعم بعضهم اجراء الحدیث علی ظاهره وانه فعله لبیان الجواز ولکونه لا یستقذر منه شیئ فغیر صحیح بدلیل بقیة الحدیث وهو قوله امرأ. م

۳ هو بالهمز افعل من مرته الطعام مثلثة الراء اذا وافق المعدة قال المناوی مرأ الطعام او الشراب فی جسده اذا لم یثقل علی المعدة وانحدر عنها طیبا بلذة ونفع ومنه قوله تعالیٰ فکلوه هنیئًا مریئًا وقال القاری امرأ ای اسوغ واهضم وقوله اروی ای اکثر ریالانه اقمع للعطش.

۴ خشرم بفتح خاء وسکون شین معجمتین یصرف ولا یصرف. ق

۵ قال المناوی هذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن له شواهد عند المصنف فی جامعه وغیره واحادیث الثلثة اقوی واصح وقال الشارح لاینافی ما سبق لانه فی بعض الاحیان لبیان الجواز او اراد التنفس اثناء الشرب واسقط الثالثة لانها بعد الشرب. اهـ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی نوش فرماتے تو دو دفعہ سانس لیتے تھے۔

تشریح: اس حدیث میں یا تو پانی دو سانس میں پینا مراد ہے اور یہی بظاہر قریب ہے اس لئے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قولی حدیث میں ہے کہ پانی ایک دفعہ ہی میں نہ پیا کرو بلکہ دو یا تین سانس میں پیا کرو، اس صورت میں یہ حدیث بعض اوقات پر محمول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اقل درجہ کے بیان فرمانے کے لئے دو سانس میں بھی پیتے تھے دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حدیث میں پانی کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لینا مراد ہے اور جب پانی کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لیا تو تمام پانی تین سانس میں ہوگیا، اس صورت میں اور روایات سے کچھ تعارض ہی نہیں رہا۔

---

⑦ **حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیٰن عن یزید بن یزید بن جابر عن عبدالرحمٰن بن ابی عمرة عن جَدته کبشةؓ قالت دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِیْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ اِلٰی فِیْھَا فَقَطَعْتُہٗ.**

حل لغات: فِیْ اور فَمٌ (ج) فُوَہٌ ، اَفْوَاہٌ ، اَفْمَام منہ فَوِہَ (س) فراخ دہن ہونا، چوڑے منہ والا ہونا۔ قِرْبَةٌ (ج) قِرَبٌ ، قِرْبَاتٌ ، مشکیزہ، مشک، رَأسُ الْقِرْبَة مشک کا منہ۔

ترجمہ: کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا، میں نے اٹھ کر مشکیزہ کے منہ کو کتر لیا۔

تشریح: امام نوویؒ نے امام ترمذیؒ سے اس کترنے کی دو وجہ نقل کی ہیں ایک تو

لہ کبشة بنت ثابت بن المنذر الانصاریة اخت حسان قاله القاری والبیجوری وحزم المناوی بانها بنت کعب بن مالك الانصاری وجعل الحافظ فی تهذیبه هذه الروایة لکبشة بنت ثابت وروایة ابی قتادة فی الوضوء من سؤر الهرة لکبشة بنت کعب بن مالك الانصاریة زوجة ابنه عبد الله بن ابی قتادة .

تبرکاً کہ اس حصہ کو جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا تھا تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھنے کے لئے کتر لیا، دوسرے یہ کہ جس جگہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا ہے دوسرا کوئی اس کو استعمال نہ کرے یعنی مقصود یہ کہ ادباً اس جگہ کو کتر لیا کہ کسی دوسرے کا منہ اس جگہ لگنا بے ادبی تھی، اس حدیث میں دو گفتگو ہیں ایک کھڑے ہو کر پانی پینے کی وہ پہلے گزر چکی، دوسری یہ کہ بخاری شریف وغیرہ میں حضرت انسؓ سے مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اس لئے اس حدیث کو بیان جواز پر حمل کریں گے یا اس ممانعت کی روایت کو خلاف اولیٰ پر حمل کریں گے، نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پینے کو اس نہی کی وجہ سے ضرورت پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے، ایک حدیث میں ایک قصہ آیا ہے کہ ایک شخص مشکیزہ کو منہ لگا کر پانی پی رہے تھے کہ اس میں سے ایک سانپ نکل آیا، اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پانی پینے کی ممانعت فرما دی، اس حدیث کی بنا پر اس طرح پانی پینے کے واقعات بظاہر ابتدائی ہیں، ایک خصوصی بات اور بھی ہے کہ اس طرح پانی پینے میں منجملہ دوسری وجوہ کے ایک وجہ ممانعت یہ بھی ہے کہ ہر شخص کا منہ ایسا نہیں ہوتا جس کے گھڑے یا مشک وغیرہ کے لگنے سے دوسروں کو گھن نہ آئے لیکن بعض منہ ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کا لعاب بیماروں کی شفا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ لذیذ اور ہر فرحت کی چیز سے زیادہ سرور پیدا کرنے والا ہوتا ہے ؎

عناب لب لعاب دہن شربتِ وصال یہ نسخہ چاہئے تیرے بیمار کے لئے

اس لئے حضور اقدس محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے سے پینے کو دوسروں کے پینے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

⑧ حدثنا محمّد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا عزرةُ[1] بن ثابت الانصاری عن ثمامة بن عبدالله قالَ كَانَ انس بن مالك يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا وَزَعَمَ اَنَّ النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي

[1] عزرة بمهملة مفتوحة فزای ساكنة فراء مفتوحة بعدها هاء وثمامة بضم المثلثة . ق

الاناءِ ثَلٰثًا[1]

ترجمہ: ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی تعالیٰ عنہ پانی تین سانس میں پیتے تھے اور کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(۹) حدثنا عبداللّٰہ بن عبدالرحمٰن حدثنا ابوعاصم عن ابن جُریج عن عبدالکریم عن البراء بن زید ابن ابنۃٍ[2] انس بن مَالك عن انس بن مَالك اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی اُمِّ سُلَیْمٍ وَقِرْبَۃٌ مُعَلَّقَۃٌ فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَۃِ وَھُوَ قَائِمٌ فَقَامَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ اِلٰی رَأسِ الْقِرْبَۃِ فَقَطَعَتْھَا[3]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہی ہوئے اس میں سے پانی نوش فرمایا ام سلیمؓ کھڑی ہوئیں اور اس مشکیزہ کے مُنہ کو کتر کر رکھ لیا۔

تشریح: حضرت کبشہ کی حدیث بھی اس نوع کی ابھی گزر چکی ہے، لٹکے ہوئے مشکیزہ سے بیٹھ کر پانی پینا ویسے بھی مشکل ہے اس لئے ضرورت کے درجہ میں بھی یہ واقعات داخل ہیں، ام سلیمؓ کے قصہ میں بعض حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ انہوں نے مشکیزہ کترتے ہوئے یہ کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی اس کو منہ لگا کر نہیں پی سکتا جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ادباً کتر لیا۔

(۱۰) حدثنا احمد بن نصر النیسَابوری حدثنا اسحٰق بن محمّد الفروی[4]

---

[1] قال المناوی وھذا الحدیث رواہ الطبرانی ایضا بزیادۃ فقال کان یتنفس فی الاناء ثلثۃ انفاس یسمی عند کل نفس ویشکر عند آخرھن .

[2] ابن بالالف مجرور علی البدایۃ من ابن زید اوصفۃ ثان مضافا الی ابنۃ انس فبین ان اباہ زید وامہ بنت انس فلا بد من تحریر حرف الالف علی لفظ ابن .

[3] فقطعتھا التانیث باعتبار المضاف الیہ او لکونھا قطعۃ وفی نسخۃ فقطعتہ وھی القیاس والحدیث اخرجہ ابن حبان فی کتاب اخلاق النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وزاد فیہ وقالت لا یشرب منھا احد بعد شرب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم .

[4] بفتح فاء وسکون راء منسوب الی جدہ ابی فروۃ کذا قالہ القاری والبیجوری فما فی المناوی نسبۃ لابی فروۃ جدہ بفتح القاف وسکون الراء اھ، وھم من الناسخ فانہ بالفاء وھو اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبد اللّٰہ بن ابی فروۃ الفروی المدنی الاموی کما فی تھذیب الحافظ .

حدثتنا عبيدةُ[1] بنت نائلٍ[2] عن عائشة بنت سعد بن ابی وقاص عن ابيها اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا وقال ابوعيسىٰ[3] وقال بعضهم عبيدة بنت نابل.

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پانی نوش فرمالیتے تھے۔

تشریح: یہ عادتِ شریفہ نہیں بلکہ گاہے گاہے کسی ضرورت سے ایسا کرتے تھے، چنانچہ پہلے مفصل گزر چکا ہے۔

باب مَا جَاء فی تعطرِ[4] رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگانے کا ذکر

حل لغات: تَعَطُّر مص (تفعل) خوشبو لگانا (س) خوشبودار ہونا (تفعیل) خوشبودار کرنا۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی، گو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال نہ فرمائیں چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ میں نے کوئی خوشبو عنبر نہ مشک نہ کوئی اور خوشبو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی ایسے ہی اور بہت سی روایات اس مضمون پر دال ہیں،

---

[1] قال المناوی بالتصغير عند الجمهور ، وبالتصغير ضبطها القاری .

[2] هكذا بالهمزة ههنا فی النسخ الموجودة وكذا ضبطه القاری وقال الحافظ فی تقريبه وتهذيبه عبيدة بنت نابل ولم يضبط بشئ .

[3] قال ابو عيسٰى الخ الظاهر فی غرضه انه وقع الاختلاف فی نسب عبيدة فقيل بنت نائل بالهمزة قبل اللام وقيل نابل بالموحدة بدل الهمزة وجزم المناوی انها بالباء الموحدة وصححه الامير ابو نصر بن ماكولا قلت واختلفوا فی ضبط عبيدة ايضًا فالجمهور على انه عبيدة بالتصغير وصححه ابن ماكولا وقال بعضهم عبيدة بفتح العين وكسر الموحدة قال القاری هو خلاف تصحيح ابن ماكولا وظاهر كلام المناوی ان المصنف اراد الاشارة الى هذا الاختلاف ايضا لانه جعل عبيدة فی السند المذكور مصغرا وهناك ضبطه بفتح اوله فقال قال بعضهم مخالفا لما مر من ان عبيدة مصغرًا عبيدة بفتح اوله بنت نابل بباء موحدة بعد الالف وقال زين الحافظ العراقی المشهور انها عبيدة مصغرة ونابل اوله نون وبعد الالف موحدة والحديث اسناده حسن . اهـ

[4] تعطر هو استعمال العطر وهو بالكسر الطيب ورجل معطر ای كثير التعطر .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ خوشبو کے بجائے استعمال کرنے کے بارے میں متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں چنانچہ امّ سلیمؓ کی روایت مسلم شریف وغیرہ میں وارد ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ سونے کی حالت میں نبیٔ کریم ﷺ کے جسد اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا، انہوں نے اس کو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کر دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک کھل گئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ کہنے لگیں کہ اس کو ہم اپنی خوشبو میں ملائیں گے یہ سب سے زیادہ معطر ہے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک پر دم فرما کر حضرت عقبہؓ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس سے اس قدر خوشبو ہوگئی تھی کہ ان کے چار بیبیاں تھیں ہر ایک بے حد خوشبو لگاتی کہ ان کی برابر خوشبو ہو جائے مگر ان کی خوشبو غالب رہتی ؎

نکہتِ گل را چہ کنم اے نسیم بوئے آن پیرہنم آرزو است

ابو یعلی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جس کوچہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرتے تھے بعد میں گزرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پا کر سمجھ لیتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابھی اس راہ سے گزر ہوا ہے، وغیرہ وغیرہ روایات کثیرہ اس مضمون پر دال ہیں لیکن باوجود اس کے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کا استعمال اکثر فرماتے تھے، اس باب میں مصنفؒ نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں۔

① **حدثنا محمّدُ بن رافع وغير وَاحِدٍ قَالوا انبأنا ابواحمد الزبيرى حدثنا شيبَان عن عبدالله بن المختار عن موسٰى بن انس بن مَالك عن ابيه قالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا.**

۱؎ حكى المناوى بعث اليه ابوطاهر بخمسة الاف فردها اليه مع فقره زاد القارى بعث اليه بعد العصر بخمسة الاف درهم وهو ياكل الخبز مع الفحل فلم يقبل وقال بلغت الشمس روس الحيطان اى قربت ان تغرب .

۲؎ سكة بضم سين مهملة وتشديد كاف ضرب من الطيب يتخذ من مسك وغيره وقيل عصارة الاملج قال القارى الظاهر ان المراد منه ظرف فيها طيب قال ميرك ان كان المراد بها نفس الطيب فالظاهر ان كلمة من للتبعيض ليشعر بانه يستعمل بدفعات بخلاف ما لو قال بها فانه يوهم ان يستعملها بدفعة واحدة وان كان المراد بها الوعاء فمن للابتداء وقال صاحب القاموس السك طيب يتخذ من الرامك مدقوقا منخولا معجونا بالماء ويعرك شديدًا ويمسح بدهن الخيرى لئلا يلتصق بالاناء ويترك ليلة ثم يسحق المسك ويلقمه ويعرك شديدًا ويقرص ويترك يومين ثم يثقب بمسلة وينتظم فى خيط ويترك سنة وكلما عتق طابت رائحته . ق

حل لغات: سُكَّةٌ ایک قسم کی خوشبو جس میں مشک کی آمیزش ہوتی ہے، یا عطردان۔ يَتَطَيَّبُ (تفعل) خوشبو لگانا طِيْب (ج) اَطْيَاب ، طُيُوْبٌ خوشبو۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سکہ تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

تشریح: سکہ کے معنی میں علماء کے دو قول ہیں بعض تو اس کا ترجمہ عطردان اور اس ڈبہ کو بتلاتے ہیں جس میں خوشبو رکھی جاتی تھی تب تو یہ معنی کہ اس عطردان میں سے نکال کر استعمال فرماتے تھے میرے استاد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ترجمہ ارشاد فرمایا تھا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایک مرکب خوشبو ہے چنانچہ قاموس وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور صاحب قاموس نے اس کے بنانے کی ترکیب بھی مفصل لکھی ہے۔

(۲) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا عزرة بن ثابت عن ثمامة بن عبدالله قَالَ كَانَ انس بن مَالِكٍ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ وَقَالَ اَنَسٌ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ[1].

ترجمہ: ثمامہؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔

(۳) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا ابن ابی فديكٍ[2] عن عبدالله بن مسلم بن جندب عن ابيه عن ابن عمر قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ[3] لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَالطِّيْبُ وَاللَّبَنُ.

---

[1] لا يرد وقد ورد النهی عن رده مقرونا ببيان الحكمة فی حديث رواه ابوداؤد والنسائی وغيرهما عن ابی هريرة مرفوعًا من عرض عليه طيب فلا يرده فانه خفيف المحمل طيب الرائحة والمراد بالمحمل الحمل ای ليس بثقيل .

[2] بالفاء والدال المهملة اسمه محمد بن اسمٰعيل بن مسلم بن ابی فديك . ق

[3] ثلث الخ اختلفت النسخ فی تفصيل هذه الثلثة ففی بعضها الوسائد والطيب واللبن وفی بعضها الوسائد والدهن والطيب فيحتمل انه ذكر اولاً الثلث وزاد الرابع تفضلا والا وجه ان يقال ان لفظ الطيب علی تسليم صحته وامنه من تصرف النساخ تفسير لقوله والدهن فان الحديث اخرجه المصنف فی جامعه بهذا السند والمتن وليس فيه لفظ الطيب بل فيها الوسائد والدهن واللبن قال القاری لعل المراد بالدهن هو الذی له طيب فعبر تارة عنه بالطيب واخری بالدهن . اهـ فتامل

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیز نہیں لوٹانی چاہئے، تکیہ اور تیل خوشبو اور دودھ۔

تشریح: ان چیزوں کو اس لئے ذکر فرمایا کہ ہدیہ دینے والے پر بار نہیں اور لوٹانے سے اس کو بعض اوقات رنج ہوتا ہے، انہیں چیزوں کے حکم میں وہ سب چیزیں داخل ہیں جو نہایت مختصر ہوں کہ جن کے ہدیہ دینے والے پر بار نہ ہو تکیہ سے مراد بعض علماء نے ہدیہ کے طور پر تکیہ کا دینا بتایا ہے کہ اس میں بھی کچھ ایسا بار نہیں ہے اور بعض علماء نے ویسے ہی استعمال کیلئے کسی لیٹنے یا بیٹھنے والے کے پاس عارضی طور پر تکیہ رکھ دینا اور اس پر سر رکھنا یا ٹیک لگا لینا مراد بتایا ہے۔

④ **حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد الحفری[1] عن سفیان عن الجریری عن ابی نضرۃ[2] عن رجل[3] عن ابی هریرة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهٗ وَخَفِيَ لَوْنُهٗ وَطِيْبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهٗ وَخَفِيَ رِيْحُهٗ . حدثنا علی بن حجر حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم عن الجریری عن ابی نضرة عن الطفاوی[4] عن ابی هریرة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مثله بمعناه.**

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو پھیلتی ہوئی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو (جیسے گلاب کیوڑہ وغیرہ) اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب اور خوشبو مغلوب

---

[1] الحفری بحاء مهملة ثم فاء مفتوحتین منسوب الی حفر محلة بالکوفة کان ینزلها قاله القاری قلت وکان ابو داؤد هذا رجلا زاهدا ورعا قال عثمان بن ابی شیبة کنا عنده فی غرفته وهو یملی فلما فرغ قلت له اترب الکتاب قال لا الغرفة بالکراء.

[2] ابی نضرة بفتح النون وسکون الضاد المعجمة اسمه المنذر بن مالك.

[3] رجل ذاك هو الطفاوی الآتی فی الروایة الآتیة وفی نسخة هناك ایضا الطفاوی ولم یذر اسمه فهو مجهول فی کل حال والحدیث حسنه المؤلف فی جامعه فلعله لانه تابعی والراوی عنه ثقة فجهالته تغتفر من هذا الوجه قاله القاری.

[4] الطفاوی بضم الطاء المهملة منسوب بطفاوة حی من قیس غیلان وهو المعبر بالرجل فی الروایة المتقدمة لم یذر اسمه ایضا فهو مجهول قال الحافظ فی تهذیبه لم یسم.

(جیسے حنا، زعفران وغیرہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مَردوں کو مردانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ رنگ ان کی شان کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کو زنانہ خوشبو استعمال کرنا چاہئے کہ دور اجنبیوں تک اس کی خوشبو نہ پہنچے۔

⑤ حدثنا محمّد بن خليفة وعمرو بن على قَالاَ حدثنا يزيد بن زريع حدثنا حجاج الصوّاف عن حَنانٌ[1] عن ابى عثمان النّهدىّ[2] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْطِىَ اَحَدُكُمْ الرَّيْحَانَّ[3] فَلَا يَرُدُّهُ فَاِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ قال ابوعيسٰى لَا يعرف لحنان غير هٰذا الحديث وقَال عبدالرحمٰن ابن ابى حاتم فى كتاب الجرح والتعديل حنان الاسدىّ[4] من بنى اسد بن شريكٌ[5] وهو صَاحب الرقيقٌ[6] عمٌ[7] والد مُسَدَّدٍ وروى عن ابى عثمان النهدى وروى عنه الحجاج بن ابى عثمان الصَّوّاف سمعتٌ[8] ابى

---

[1] حنان بفتح الحاء المهملة وتخفيف النون الاولى وفى نسخة بفتح اوله فموحدة فمخففة اى حبان وفى اخرى حباب بموحدتين وكتب الرجال يؤيد الاول قال الحافظ فى تهذيبه حنان الاسدى روى عن ابى عثمان عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مرسلا فى الريحان وعنه حجاج بن ابى عثمان قال الترمذى لا يعرف له غير هذا الحديث انتهى .

[2] النهدى بفتح نون وسكون هاء منسوب الى بنى نهد قبيلة من اليمن واسمه عبد الرحمٰن بن مل بتثليث ميم ولام مشددة مشهور بكنية محضرم من كبار الثانية اسلم فى عهد النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ولم يلقه فالحديث مرسل كما صرح السيوطى فى الجامع الصغير وقال رواه ابوداؤد فى مراسيله والترمذى عن ابى عثمان مرسلاً قاله القارى .

[3] هو كل نبت طيب الريح من انواع المشموم على ما فى النهاية قال ميرك واهل المغرب يخصونه بالاس والظاهر انه هو المراد فى الحديث الصحيح ومثل المنافق الذى يقرأ القرآن كمثل الريحانة ريحها طيب وطعمها مرواهل العراق والشام يخصونه بالحبق والحبق قيل الفوذنج وقيل ورق الخلاف وقيل الشاهبرم قاله القارى وقال المناوى الريحان نبت طيب الريح لو كل نبت طيب الريح كذا فى القاموس واختار ابن الاثير الثانى . اهـ

[4] الاسدى بفتحتين وقد يسكن ثانيه ويقال فى هذه النسبة الاسدى بالسين والازدى بالزاى والكل صحيح فانه من بنى اسد بن شريك من اولاد الازد بن يغوث ويقال للاسد الازد . ق

[5] شريك بضم الشين المعجمة وفتح الراء ابن مالك بن عمرو بن مالك بن فهم . ق

[6] بفتح الراء وكسر القاف اشتهر بهذه الصفة ولعله لكونه كان يبيع الرقيق قاله البيحورى .

[7] يعنى حنان عم مسرهد.

[8] مقولة عبد الرحمٰن

یقول ذلك.

حل لغات: رَیْحَان ایک خاص قسم کی خوشبو، اور عام خوشبو پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

ترجمہ: ابوعثمان نہدی تابعی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو ریحان دیا جائے اس کو چاہئے کہ لوٹائے نہیں اس لئے کہ (اس کی اصل) جنت سے نکلی ہے۔

تشریح: ریحان سے خاص یہی قسم مراد ہے، یا ہر خوشبو ریحان کہلاتی ہے، اہل لغت کے دونوں قول ہیں، اور دونوں یہاں مراد ہو سکتے ہیں، حق تعالیٰ جل شانہٗ نے جنت کی خوشبوؤں کی نقل دنیا میں اس لئے پیدا فرمائی ہے کہ یہ جنت کی طرف ترغیب کا سبب ہے اور زیادتی شوق کا ذریعہ ہو کہ خوشبو کی طرف طبعًا رغبت پیدا ہوتی ہے اور طبیعت کو ادھر کشش ہوتی ہے لیکن دنیا کی خوشبوؤں کو جنت کی خوشبوؤں سے کیا نسبت

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

کہ ان کی مہک اتنی دور پہنچتی ہے کہ پانچ سو برس میں وہ راستہ طے ہو۔

⑥ حدثنا عمر بن اسمٰعیل بن مجالد بن سعید الهَمْدانی حدثنا ابی عن بَیَانٌ[1] عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبداللّٰهِ قال عُرِضْتُ بین یدی عُمَرَ بِنِ الخطّابِ فَالْقٰی[2] جَرِیْرٌ رِدَاءَهٗ وَمَشٰی فِیْ اِزَارٍ فَقَالَ لَهٗ خُذْ

[1] بیان بفتح الموحدة وتخفیف التحتیة الظاهر هو بیان بن بشر الاحمسی البجلی ابو بشر الکوفی المعلم وهو غیر بیان بن بشر الطای المجهول.

[2] فالقی جریر کان القیاس فالقیت ردائی ومشیت فهذا التفات من التکلم الی الغیبة ویحتمل ان یکون من کلام قیس کمل به کلام جریر او نقله بالمعنی والعرض هذا هو کعرض الجیش علی الامیر لیعرفهم ویتاملهم حتی یرد من لا یرضیه وکان جریر لا یثبت علی الخیل حتی ضرب رسول اللّٰه علیه وسلم قبل وصاله بنحو اربعین یومًا صدره فعادله التثبت واشکل بانه لما تحقق تثبیته علی الخیل بدعائه علیه السلام لم یکن لامتحانه وجه ورد بان العرض انما کان بالمشی لا بالرکوب.

☆☆☆

رِدَائَكَ فَقَالَ عُمَرُ[1] لِلْقَوْمِ مَا رَأَيْتُ رَجُلاً اَحْسَنَ صُوْرَةً مِنْ جَرِيْرٍ اِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُوْرَةِ يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

ترجمہ: جریر بن عبداللہ بجلی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں (معائنہ کے لئے) پیش کئے گئے انہوں نے چادر اُتار کر صرف لنگی میں چل کر اپنا امتحان کرایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ چادر لے لو (معائنہ ہو چکا) پھر قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کبھی کسی کو نہیں دیکھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے جیسا کہ ہم تک پہنچا۔

تشریح: یعنی حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کے قصہ جو ہم تک پہنچے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جریر سے زیادہ حسین ہوں گے ورنہ ان کے علاوہ ان سے زیادہ حسین کوئی معلوم نہیں ہوتا، حضرت عمرؓ نے جہاد کے موقعہ پر لشکر کا تفصیلی معائنہ فرمایا ہر ایک کا امتحان لیا جن میں یہ بھی پیش ہوئے، اس حدیث میں چند اشکالات ہیں جو اختصاراً ترک کئے جاتے ہے ان کے منجملہ ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن کا استثناء کیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کا استثناء نہ کیا مگر ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جمال وکمال حضرت یوسفؑ سے بڑھا ہوا تھا تو ان کے استثناء کرنے سے

---

[1] فقال عمر ای بعد ماخاطب جریرًا ومعنی ما رأیت الخ ای فی ماعداہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فانہ کان کالمستثنٰی عقلا قال المناوی لما کان قد استقر فی الاذھان ان صورۃ المصطفٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم احل من کل مخلوق حتی من صورۃ یوسف علیہ السلام ایضا لم یبال عمرؓ بافھام عبارتہ ان صورۃ جریر احسن من صورتہ ثم انہ لا یشکل ایضا بما ورد فی دحیۃ انہ کان اذا دخل بلدًا خرج لرؤیتہ حتی العذراء من خدرھا لان دحیۃ کان احمل وجھا وجریرًا کان احمل بدنا بدلیل ان عمرؓ لم یقل ذلک الا عند تجردہ اھ، ثم لا مناسبۃ للحدیث بالباب الا ان یقال انہ من ملحقات النساخ او یقال ان حسن الصورۃ یلزمہ غالباً طیب الریح او یقال ان فی الترجمۃ حذفا تقدیرہ وحسن صورۃ الاصحاب وعرضھم علی ابن الخطاب قیل الاخیر اقرب قلت بل ھو الا بعد لما فیہ من طول الحذف والا وجہ عندی ھو الثانی قال امرئ القیس ؎ اذا قامتا تضوع المسک منھا : نسیم الصبا جاءت بریا القرنفل . وقال المتنبی ؎ قلق المليحة وهي مسك هتكها الخ وقال عنترة ؎ وكان فارة تاجر بقسيمة سبقت عوارضها اليك من الفم .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا استثناء خود ہی ہو گیا اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال عام طور سے مستور ہی تھا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا، دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث کو باب سے بھی کچھ مناسبت نہیں اس کے جواب میں ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ خوبصورتی کو خوشبو لازم ہوتی ہے جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسی ہی مستانہ خوشبو اس کے بدن ولباس سے مہکا کرتی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور ہونا مسلم ہے اس لئے اس کو طبعی خوشبو لازم ہے۔

بابٌ كيف كَانَ كلام رسُوْل الله صلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کیسی ہوتی تھی

تشریح: اس باب میں تین حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

① حدثنا حميد بن مَسْعَدَةَ البصرى حَدثنا حميد بن الاسود عَنْ اسَامة بن زيد عَن الزهرى عن عروَة عن عَائشة رَضِيَ اللّٰه عَنها قَالتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُّ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهٗ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهٗ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ.

حل لغات: يَسْرُدُ (ن،ض) مص سَرْدًا، سِرَادًا جلدی بولنا، تیز بولنا،

---

۱ باب كيف كان الخ هذا كما وقع فى اول البخارى باب كيف كان بدء الوحى واطال الشراح الكلام على اعرابه وتركيبه حتى كتب القارى فيه رسالة مستقلة والاحمال انه باضافة باب الى مابعده لكنه على تقدير مضاف اى باب جواب كيف كان الخ وسبب التقدير ان لفظ باب لايضاف الى الجملة على الصواب ولذا قيل ان اضافته الى الجملة كلا اضافة وايضا بترك الاضافة يعنى مع التنوين خبر مبتداء محذوف ويحتمل تسكينه ايضًا على التعداد مبنى على الفتح فى محل نصب على انه خبر كان ان كانت ناقصة او حال ان كانت تامة .

۲ يسرد بضم الراء من السرد وهو الاتيان بالكلام على الولاء منصوب على انه مفعول مطلق او منزع الخافض لما فى بعض النسخ كسردكم والمعنى لم يصل بعضه ببعض بحيث لا يتبين بعض حروفه لسامعه .

جلدی اور تیز پڑھنا۔ یَتَکَلَّمُ (تفعل) بات کرنا، کلام کرنا، زبان سے کوئی کلمہ یا بات نکالنا۔ بَیِّنٌ صیغۂ صفت، واضح، صاف (ض، تفعیل، تفعل) واضح ہونا، ظاہر ہونا۔ فَصْلٌ صیغۂ صفت، جدا جدا، ممتاز، الگ الگ (ض) جدا کرنا، ممتاز کرنا، الگ کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح سے لگاتار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے ذہن نشیں کر لیتے تھے۔

تشریح: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مجمل یا جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی کہ کچھ سمجھ میں آئے کچھ نہ آئے بلکہ ایسی اطمینان کی واضح گفتگو ہوتی تھی کہ مخاطبین اچھی طرح سمجھ جاتے تھے۔

---

(۲) حدثنا محمّد بن یحیٰی حَدَّثنا ابو قتیبۃ سَلْم بن قتیبۃ عن عبداللّٰہ بن المثنی عَنْ ثمامۃ عن انس ابن مَالِكٍ قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيْدُ الكَلِمَةَ[1] لِتُعْقَلَ عَنْهُ.

حل لغات: یُعِیْدُ مص اِعَادَۃٌ (افعال) لوٹانا، واپس کرنا، دہرانا (ن) لوٹنا، واپس ہونا۔ تُعْقَلُ فعل مضارع مجہول (ض) سمجھنا، عقل میں آنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (بعض مرتبہ) کلام کو (حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔

تشریح: یعنی یہ کہ اگر مضمون مشکل ہوتا تو غور و تدبر کیلئے یا مجمع زیادہ ہوتا تو تینوں جانب متوجہ ہو کر تین مرتبہ مضمون بیان فرماتے تاکہ حاضرین اچھی طرح محفوظ کر لیں، تین مرتبہ غایت اکثریہ ہے ورنہ دو مرتبہ کافی ہو جاتا تو دو مرتبہ فرماتے۔

---

[1] تعلیل للاعادۃ تنبیھًا علی ان الاعادۃ کانت فی مقام الحاجۃ . م

حدثنا سفين بن وكيع انبانا جُمَيْعٌ[1] بن عمرو بن عبدالرحمٰن العجلي حَدَّثني رجل من بني تميم من ولد ابي هَالة زوجُ[2] خديجة يكني ابا عبدالله عن ابن لابي هَالة عن الحَسَن بن علي قال سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَبْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا قُلْتُ[3] صِفْ لِيْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَآئِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ طَوِيْلَ السُّكْتِ لَا يَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهٗ بِاَشْدَاقِهٖ[5] وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ[6] الْكَلِمِ كَلَامُهٗ فَصْلٌ لَا فُضُوْلٌ وَلَا تَقْصِيْرٌ لَيْسَ بِالْجَافِيْ وَلَا الْمُهِيْنِ[7] يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ

---

[1] جميع بن عمرو تقدم اول الحديث بهذا السند فى مبدأ الكتاب وتقدم هناك ان الصواب فيه عمير بالتصغير كما اختاره الحافظ فى التقريب وكذا اورده المزى وغيره .

[2] بالجر على انه بدل من ابى هالة وكان زوجها قبل النبى صلى الله عليه وسلم .

[3] اى اجابنى من الام . ق

[4] بيان لسألت وصف امر من الوصف والسوال عن كيفية النطق وهيئة السكوت المقابل له كما يدل عليه الجواب .

[5] باشداقه جمع شدق وهو طرف الفم والمراد بالجمع فوق الواحد وذلك لان البيان انما يحصل برحب الشدقين بخلاف ضده فانه لا يفهم منه المقصود وفى بعض النسخ بدله باسم الله وعلى هذا اعتماد القارى والمناوى والبيجورى فى شروحهم وليس المراد البسملة خاصة بل المراد مطلق ذكر الله عزوجل ويحتمل ان يكون احدهما محرفا من الاخر والحديث اخرجه القاضى عياض فى الشفا بطوله وفيه ويختمه باشداقه وعليه بنى القارى ثمة شرحه ولم يذكر باسم الله .

[6] اى بكلمات قليلة الحروف جامعة لمعان كثيرة وقيل المراد القواعد الكلية المحتوية على الفروع الكثيرة وقيل المراد به القرآن فمآله آية وما ينطق عن الهوى قاله المناوى قال القارى وقد جمع جمع من الائمة من كلامه صلى الله عليه وسلم المفرد الموجز البديع احاديث كثيرة فاستخرت الله فى جمع اربعين من هذا الباب وهى هذه ١ الايمن الايمن ٢ الايمان يمان ٣ اخبر تقله ٤ ارحامكم ارحامكم ٥ اشفعوا توجروا ٦ اعلنوا النكاح ٧ اكرموا الخبز ٨ الزم بيتك ٩ تهادوا تحابوا ١٠ الحرب خدعة ١١ الحمى شهادة ١٢ الدين النصيحة ١٣ سددوا وقاربوا ١٤ اشراركم غرابكم ١٥ الصبر رضا ١٦ الصوم جنة ١٧ الطيرة شرك ١٨ العارية مودادة ١٩ العدة دين ٢٠ العين حق ١١ الغنم بركة ٢٢ الفحل عورة ٢٣ قتلة كغزوة ٢٤ قيدو توكل ٢٥ الكبر الكبر ٢٦ موا لينامنا ٢٧ المؤمن مكفر ٢٨ المحتكر ملعون ٢٩ المستشار موتمن ٣٠ المتنعل راكب ٣١ نصبر ولانعاقب ٣٢ النار جبار ٣٣ النبى لا يورث ٣٤ الندم توبة ٣٥ الوتر بليل ٣٦ لا تتمنوا الموت ٣٧ لاتغضب ٣٨ لا ضرر ولاضرار ٣٩ لا وصية لوارث ٤٠ يد الله على الجماعة اهـ ، وذكر القارى مسانيدها وتخريجها .

[7] المهين بضم الميم من الاهانة اى لا يهين ولا يحقر احدًا فالميم زائدة ويروى بالفتح من المهانة وهو الحقارة فالميم اصلية اى لم يكن حقيرًا ذميمًا بل كان كبيرًا عظيمًا يغشاه من انوار الوقار والمهابة ماتر تعد منه فرائص الكفار والاتسب الاول .

دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ[1] اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَّاقًا[2] وَلَا يَمْدَحُهٗ وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا فَاِذَا تُعُدِّيَ[3] الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهٖ شَيْءٌ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ لَا يَغْضِبُ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا اِذَا اَشَارَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا وَاِذَا تَعَجَّبَ قَلَّبَهَا وَاِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا وَضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنٰى بَطْنَ اِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى وَاِذَا غَضِبَ اَعْرَضَ[4] وَاَشَاحَ وَاِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ[5] ضَحْكِهِ التَّبَسُّمُ يَفْتَرُّ[6] عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ.

حل لغات: وَصَّافًا صیغۂ مبالغہ (ض) وصف بیان کرنا، حلیہ بیان کرنا، اسی سے صیغۂ امر "صِفْ" آتا ہے۔ مَنْطِقٌ مصدر میمی، گفتگو، طرز گفتگو (ض) مص نُطْقًا بولنا، واضح بیان کرنا۔ مُتَوَاصِلُ اسم فاعل (تفاعل) باہم ملنا، مسلسل ہونا، متواتر ہونا۔ اَحْزَان ، حُزْنٌ کی جمع ہے، غم، الم (س) غم ہونا مص حَزَنًا (ن) مص حُزْنًا غمگین کرنا۔ دَائِمٌ اسم فاعل (ن) مص دَوَامًا ہمیشہ رہنا، باقی رہنا، ہر وقت رہنا۔ اَلْفِكْرَةُ (ج) فِكَر غور وفکر، سوچ وچار (ض) سوچنا، غور کرنا۔ رَاحَةٌ (ج)

---

[1] غير انه رفع وهم نشأ من قوله يعظم النعمة .

[2] ذواقا فعال بمعنى مفعول اى مذوقا ماكولا ومشروبًا .

[3] تعدى بصيغة المجهول من التعدى اى اذا تجاوز احد عن الحق .

[4] اى عما يقتضيه الغضب وعدل عنه الى الحلم والكرم وعفا عنه ظاهرًا وباطنًا واشاح بشين معجمة وحاء مهملة جد فى الاعراض وبالغ فيه كذا قاله القارى والمناوى وقال القاضى فى الشفا اشاح مال وانقبض .

[5] بضم الجيم وتشديد اللام اى معظمه واكثره وحل كل شيئ معظمه وجوز شارح ههنا كسر الجيم ايضا كما فى حديث اللهم اغفرلى ذنبى كله دقه وجله والتبسم بشاشة فى الوجه من غير تاثر تام فى هيئة الفم وانما قال جل لانه ربما ضحك حتى بدت نواجذه .م

[6] بسكون الفاء وتشديد الراء من افتر فلان ضحك ضحكا حسنا حتى بدت اسنانه من غير قهقهة فقوله عن حب الغمام متعلق به والغمام السحاب وحبه البرد بفتحتين الذى يشبه اللؤلؤ شبه ما يظهر من اسنانه صلى الله عليه وسلم حين التبسم بذلك فى البياض والصفاء واللمعان والبريق ومن قال كالدلجى حبه قطرة الماء شبه ما يطفو على الثنايا من الريق فقد وهم لان الثنايا ليس عليه عادة الا البلل ولو اجتمع فلا حسن فيه وقيل حب الغمام اللؤلؤ لانه يحصل من ماء المطر النازل من الغمام قال القارى هو انسب فى باب التشبيه لما فيه من زيادة تشبيه الفم بالصدف والريق بماء الرحمة ورده المناوى لمخالفته اللغة بغير حاجة وليس صفاء البرد دون صفاء اللؤلؤ .

رَاحَاتٌ آرام، نشاط، چین وسکون۔ اَلسَّكْتُ مص سُكُوْتًا (س) خاموش رہنا، چپ رہنا۔ يَفْتَتِحُ مص اِفْتِتَاحًا (افتعال) شروع کرنا، آغاز کرنا، افتتاح کرنا، ابتدا کرنا۔ اَشْدَاق شِدْق کی جمع ہے بمعنی جبڑا، کلہ۔ جَوَامِعُ ، جَامِعٌ (اسم فاعل) کی جمع ہے (ف) جمع کرنا، یکجا کرنا، اکٹھا کرنا۔ كَلِمٌ ، كَلِمَةٌ کی جمع ہے بمعنی لفظ، خواہ مفرد ہو یا مرکب (تفعل) بات کرنا، گفتگو کرنا۔ فُضُوْلٌ مص (ن،ض) زائد ہونا، بے کار ہونا، فضول ہونا۔ تَقْصِيْرٌ مص (تفعیل) کوتاہی کرنا، کمی کرنا، چھوٹا کرنا (ن) ناقص ہونا، کوتاہ ہونا۔ اَلْجَافِيْ اسم فاعل، (ض) سخت ہونا، خشک ہونا اور تفعل سے بھی اسی معنی میں ہے۔ اَلْمُهِيْنُ صیغۂ صفت (افعال) ذلیل کرنا، توہین کرنا (ن) مص هُوْنًا، ذلیل ہونا۔ يُعَظِّمُ (تفعیل) تعظیم کرنا، عزت کرنا، بڑا سمجھنا۔ نِعْمَة (ج) نِعَمٌ ، نِعْمَاتٌ ، اَنْعُم احسان، انعام، رزق (افعال) احسان کرنا، نوازنا۔ دَقَّتْ (ض) باریک ہونا، کم ہونا، معمولی ہونا۔ يَذُمُّ (ن) مذمت کرنا، برائی بیان کرنا۔ ذَوَاقًا مزہ، ذائقہ، ٹیسٹ (ن) مص ذَوْقًا، مَذَاقًا چکھنا۔ يَمْدَحُ مص مَدْحًا (ف) تعریف کرنا، خوبی بیان کرنا، اچھائی بیان کرنا۔ تُغْضِبُ (افعال) غصہ دلانا (س) غصہ ہونا، ناراض ہونا۔ تُعُدِّيَ فعل ماضی مجہول (تفعل) تجاوز کرجانا، آگے نکل جانا، آگے بڑھ جانا۔ يَنْتَصِرُ (افتعال) انتقام لینا، بدلہ لینا، مدد کرنے میں غالب ہونا۔ قَلَبَ فعل ماضی واحد مذکر غائب (ض) پلٹ دینا، اوپر کا نیچے کردینا۔ تَحَدَّثُ (تفعل) بات کرنا۔ اِتَّصَلَ (افتعال) (ب کے صلے کے ساتھ) جُڑنا، ملنا۔ رَاحَة (ج) رَاحَاتٌ ہتھیلی۔ بَطْنٌ (ج) بُطُوْنٌ پیٹ، اندرونی حصہ (ن) مص بُطُوْنًا پوشیدہ ہونا، اندر ہونا۔ اِبْهَام انگوٹھا۔ اَعْرَضَ (عن کے صلے کے ساتھ) (افعال) اعراض کرنا، چہرہ پھیر لینا۔ اَشَاحَ (افعال) مص اِشَاحَةٌ رخ پھیر لینا، منہ موڑ لینا۔ فَرِحَ (س) خوش ہونا۔ غَضَّ (ن) نظریں نیچی کرنا، جھکانا۔ جُلُّ مص (ن،ض) زیادہ ہونا، کثیر ہونا، اکثر ہونا، بہت ہونا۔ ضِحْكٌ (س) ہنسنا (جس کی وجہ سے دانت نظر آجائیں) تَبَسُّم (تفعل) مسکرانا (جس میں دانت نظر نہ

آئیں) یَفْتَرُّ (افتعال) بجلی کا چمکنا، ظاہر ہونا، آہستہ آہستہ ہنسنا۔ حَبٌّ (ج) حُبَابٌ اولہ (بارش میں آسمان سے گرنے والی برف) اَلْغَمَامُ، غَمَامَةٌ کی جمع ہے، بادل، بادل کے ایک ٹکڑے کو "غَمَامَة" کہتے ہیں، دوسری جمع غَمَائِم ہے، غَمَّ السحابُ (ف) مص غَمَمًا بادلوں کا گھنا ہونا اور مزید فیہ میں اَغَمَّتِ السَّمَاءُ (افعال) آسمان کا ابر آلود ہونا۔

ترجمہ: حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمایئے انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (آخرت کے) غم میں متواتر مشغول رہتے (ذات و صفاتِ باری تعالیٰ یا امت کی بہبود کے) ہر وقت سوچ میں رہتے تھے ان امور کی وجہ سے کسی وقت آپ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی (یا یہ کہ امور دنیویہ کے ساتھ آپ کو راحت نہ ملتی تھی بلکہ دینی امور سے آپ کو راحت اور چین ملتا تھا، چنانچہ حدیث میں ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے) اکثر اوقات خاموش رہتے تھے بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے، آپ کی تمام گفتگو ابتداء سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی (یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی زبان سے کہی اور آدھی متکلم کے دہن میں رہی جیسا کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے) جامع الفاظ کے ساتھ (جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور معانی بہت ہوں) کلام فرماتے تھے (چنانچہ ملا علی قاریؒ نے ایسی چالیس حدیثیں اپنی شرح میں جمع کی ہیں جو نہایت مختصر ہیں عربی حاشیہ پر نقل کر دیں جو یاد کرنا چاہے اس کو دیکھ کر یاد کر لے) آپ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا نہ اس میں فضولیات ہوتی تھیں نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو، آپ نہ سخت مزاج تھے نہ کسی تذلیل فرماتے تھے اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے، اس کی مذمت نہ فرماتے تھے، البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے نہ زیادہ تعریف (مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی نعمت ہے زیادہ

تعریف نہ فرمانا اس لئے تھا کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے البتہ اظہار رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمائی ہے) دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپؐ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا (چونکہ آپؐ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اس لئے کبھی دنیوی نقصان پر آپؐ کو غصہ نہ آتا تھا) البتہ اگر کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپؐ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لاسکتا تھا، اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا، یہاں تک کہ آپؐ اس کا انتقام نہ لے لیں، اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اس کا انتقام لیتے تھے جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بتلائی ہے کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے، اور بعض علماء نے تحریر فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ انگلی سے توحید کی طرف اشارہ فرمانے کی تھی، اس لئے غیر اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے) جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو (کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے) اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھی کے اندرونی حصہ پر مارتے، اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا درگزر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیا کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرمالیتے، آپؐ کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی اس وقت آپؐ کے دندان مبارک اَولے کی طرح چمک دار سفید ظاہر ہوتے تھے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ بحسب جمالہٖ وکمالہٖ)

تشریح: یہ حدیث اسی حدیث کا بقیہ ہے جو سب سے پہلے باب میں ساتویں نمبر (ص ۳۶) پر گزری ہے اس کا ہر ہر ٹکڑا نہایت غور سے پڑھنے اور اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کے قابل ہے کہ ہر ادا تواضع اور اخلاق کا کمال لئے ہوئے ہے۔

باب مَا جَاء فِي ضِحْكِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا ذکر

تشریح: اس باب میں نو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) حدثنا احمد بن منيع حَدثنا عباد بن الْعَوَّامِ اخبرنَا الحجاج وهو ابن ارطاة عن سِمَاك بن حرب عن جَابربن سمرة قال كَانَ فِيْ[1] سَاقَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوْشَةٌ[2] وكَانَ لَا يَضْحَكُ[3] اِلَّا تَبَسُّمًا فَكُنْتُ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ قُلْتُ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِاَكْحَلَ.

حل لغات: سَاق (ج) سُوق، سِيْقَان پنڈلی۔ حَمُوْشَةٌ بمعنی باریک (ض،س) باریک پنڈلیوں والا ہونا۔ اَكْحَل صیغۂ صفت، سرگیں (ن،ف) سرمہ لگانا۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپؐ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا تو دل میں سوچتا کہ آپؐ سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اس

---

[1] بصيغة التثنية فى اكثر النسخ الموجودة وفى بعضها بالافراد وبه ضبط القارى اذ قال بالافراد للتعميم وفى نسخة صحيحة بصيغة التثنية كما فى المشكوٰة برواية الترمذى . اهـ

[2] حموشة قال القارى بضم الحاء المهملة والميم اى دقة ودقتها مما يتمدح به وقد اكثر اهل القيافة من ذكر محاسن ذلك وضبط المناوى وابن حجر والعصام بضم اوله المعجم وقال المناوى اى دقة واصل الحمش الاثر ورده القارى بانه مخالف للاصول ومعارض للغة على ما يشهد به القاموس والنهاية ومغير للمعنى فان الحمش بالمعجمة هو خدش الوجه ولطمه ، قلت وبالمهملة فى المشكوٰة برواية الترمذى .

[3] قال المناوى جعله من الضحك مجازا اذ هو مبدؤه فهو بمنزله السنة من النوم قال القارى ومنه قوله تعالٰى فتبسم ضاحكًا اى شارعًا فى الضحك وهذا الحصر يحمل على غالب احواله صلى اللّٰه عليه وسلم لما سبق من ان حل ضحكه التبسم ولما سياتى من انه صلى اللّٰه عليه وسلم ضحك حتى بدت نواجذه وقيل ما كان يضحك الافى امرالآخرة واما فى امر الدنيا فلم يزد على التبسم وهو تفصيل حسن . اهـ

وقت سرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔

تشریح: بلکہ طبعاً آپ کی آنکھیں سرگیں تھیں۔

(۲) حدثنا قتيبة بن سعيد اخبرنا ابن لهيعة عن عبيد الله بن المغيرة عن عبدالله بن الحارث بن جزءٍ[1] قال مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا۔

تشریح: اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ اس سے پہلے باب کی اخیر حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائم الفکر اور پے در پے غموم میں مبتلا رہتے تھے یہ بظاہر اس کے منافی ہے اس لئے اس حدیث کی دو توجیہیں کی گئیں، ایک تو یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا تبسم آپ کے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا ایسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا جس کا تبسم اس کے ہنسنے سے زیادہ ہو، چنانچہ آئندہ حدیث جو انہی صحابیؓ سے روایت کی جارہی ہے اس میں یہی مطلب متعین ہے، دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود طبعی غموم کے صحابہؓ کی دلداری اور انبساط کے خیال سے خنداں پیشاں اور تبسم فرماتے ہوئے پیش آتے تھے، اور یہ کمال درجہ اخلاق وتواضع ہے، اسی باب کے ۵ و ۶ پر حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تبسم فرماتے یعنی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے، اب پہلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کسی رنج و فکر میں مبتلا ہوتا ہے لیکن دوسروں کی دلداری یا ضرورت سے اس کو خندہ پیشانی سے ملنے کی نوبت آتی ہے جو لوگ دل میں عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں ان کو اسکا تجربہ بہت ہوتا ہے۔

---

[1] جزء بفتح الجيم وسكون الزاى بعدهما همزة .

(۳) حدثنا احمد بن الخالد الخلالؔ حدثنا یحیٰی بن اسحٰق السیلحانیؔ حدثنا لیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن عبداللّٰہ بن الحارث قال مَا کَانَ ضِحْکُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا قال ابو عیسٰیؔ ھٰذا حَدِیْث غریب من حدیث لیث بن سعد.

ترجمہ: عبداللہ بن حارث ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

تشریح: یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا، ہنسنے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔

(۴) حدثنا ابوعمّار الحسین بن حریث انبانا وکیع حدثنا الاعمش عن المعرورؔ بن سوید عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَوَّلَ رَجُلٍؔ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ وَاٰخِرَ رَجُلٍ یَخْرُجُ مِنَ

---

۱ الخلال بفتح خاء معجمة فتشديد لام يحتمل ان يكون بائع الخل او صانعه .

۲ السيلحانى بفتح السين المهملة وسكون الياء التحتانية وفتح اللام وفتح الحاء بعدها الف نسبة لسيلحون قرية تقرب بغداد .

۳ قال ابو عيسى الخ قال المعتنون بحل الشمائل غرابته ناشئه من تفرد الليث وهو مجمع على امامته وجلالته فهى غرابة فى السند لا تنافى صحة الحديث .

۴ بفتح ميم وسكون عين مهملة وضم راء ابو امية الكوفى عاش مائة وعشرين سنة .

۵ اول رجل قال القارى وفى بعض النسخ المصححة المكتوب عليه صوابه آخر رجل اهـ، ففى رواية الترمذى ههنا وهم والصواب آخر رجل فانه هكذا رواه مسلم وغيره من حديث ابى ذر قاله القارى ايضًا قلت والحديث اخرجه الخطيب فى المشكوٰة برواية مسلم ولفظه انى لاعلم اخر اهل الجنة دخولا الجنةَ وآخر اهل النار خروجًا منها الحديث وعلى هذا فالرجلان متحدان يعنى مصداقهما واحد واما على النسخة التى بايدينا فهما مختلفان ومصداق اول رجل يدخل الجنة على الاطلاق هو النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ويحتمل ان يراد اول رجل يدخل الجنة من عصاة المؤمنين فهو رجل اخر مذنب يخرج من النار ولم يسم والمقصود بذكر العلم بهؤلاء الرجال زيادة الوثوق فيما اخبربه وعلى هذا فقوله يوتى بالرجل الخ استيناف لا تعلق له بما سبق كما جزم به المناوى وذكره القارى احتمالاً واما على رواية مسلم وغيره فيحتمل ان يكون استينافا ايضًا ويحتمل ان يكون بيانا لهذا الرجل الذى هو آخر هم خروجًا من النار ودخولاً الجنة .

النَّارِ يُؤْتَى[1] بالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ[2] اعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَتُخَبَّأُ[3] عَنْهُ كِبَارُهَا فَيُقَالُ لَهٗ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَكَذَا وَهُوَ مُقِرٌّ[4] لَا يُنْكِرُ وَهُوَ مُشْفِقٌ[5] مِنْ كِبَارِهَا فَيُقَالُ اَعْطُوْهُ[6] مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فَيَقُوْلُ اِنَّ لِيْ ذُنُوْبًا مَا اَرَاهَا هٰهُنَا قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ.

حل لغات: تُخَبَّأُ فعل مضارع مجہول (ف) چھپانا، پوشیدہ رکھنا۔ مُقِرٌّ اسم فاعل اقرار کنندہ (افعال) اقرار کرنا۔ يُنْكِرُ (افعال) انکار کرنا، بات نہ ماننا۔ مُشْفِقٌ اسم فاعل (افعال) (مِن کے صلے کے ساتھ) ڈرنا، اور علیٰ کے ساتھ مہربان ہونا۔ اَعْطُوْ فعل امر جمع حاضر (افعال) دینا، عطاء کرنا، نوازنا۔ سَيِّئَة (ج) سَيِّئات برائی (ن) برا ہونا۔ حَسَنَة (ج) حَسَنَات اچھائی، خوبی، نیکی (ک) اچھا ہونا۔ بَدَتْ (ن) ظاہر ہونا مص بُدُوًّا. نَوَاجِذ نَاجِذ کی جمع ہے بمعنی نوکیلے دانت (ن) دانتوں سے پکڑنا۔

---

[1] يوتى بالرجل قال القارى بيان للرجل الاول فيخص بالمذنبين اذا دل داخل على الاطلاق هو النبى صلى الله عليه وسلم ويحتمل ان يكون بيانا للرجل الثانى لكن الاصح ان آخر رجل يخرج من النار هو الذى ذكرفى حديث ابن مسعود الاتى وهذا استيناف وبيان لحال رجل ثالث غير المذكورين اهـ، قال البيجورى فى تاييده وفى بعض الروايات بواو الاستيناف فحينئذٍ لا وهم فى رواية الترمذى هذه ايضًا وبالاستيناف جزم المناوى اذ قال ليس قوله يوتى بالرجل تفصيل الاول رجل يدخل الجنة كما وهم بل هو استيناف لا تعلق له بما قبله اذ اول داخل هو المصطفى صلى الله عليه وسلم ولا ذنب له . اهـ

[2] فيقال اى يقول الله عزّوجل لملكة هو اعرضوا بهمزة وصل وكسر راء امر من العرض .ق

[3] بصيغة الواحد المونث فى المتون والمذكر فى الشروح وعلى كل فهو ببناء المجهول من الخبأ بالهمز قال المناوى عطف على اعرضوا اذ هو خبر بمعنى الامر مبالغة فيه كما قرره العصام ودفع به ما قيل فيه عطف خبر على انشاء ولذا اختاره الشارح عطفه على يقال اهـ، مختصرًا وقال القارى الظاهر انه جملة حالية واغرب ابن حجر اذ قال عطف جملة على جملة اعرضوا اهـ، ومعنى الخبأ پنہاں کردن .

[4] قال المناوى لتوبة النصوح او لغلبة طاعاته او لكونها عزمات ولم تفعل او لغير ذلك مما يعلمه الله اهـ، زاد القارى او لكونه مظلومًا قلت او لمجرد فضله بلااستحقاق .ق

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے اول جنت میں داخل ہوگا اور اس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر جہنم سے نکالا جائے گا قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اس کے لئے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کئے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے ہیں تو وہ اقرار کرے گا اس لئے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اور اپنے دل میں نہایت خوفزدہ ہوگا کہ ابھی تو صغائر ہی کا نمبر ہے کبائر پر دیکھیں کیا گزرے کہ اس دوران میں یہ حکم ہوگا کہ اس شخص کو ہر ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقولہ نقل فرما کر ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے، ہنسی اس بات پر تھی کہ جن گناہوں کے اظہار سے ڈر رہا تھا ان کے اظہار کا خود طالب بن گیا۔

تشریح: یہ شخص جس کا مفصل حال بیان فرمایا وہی شخص ہے جس کو اول مجملاً جنت میں آخری داخل ہونے والا ارشاد فرمایا تھا یا کوئی اور شخص ہے شراح کی تحقیق یہ ہے کہ کوئی اور شخص ہے اور جنت میں آخری داخل ہونے والا شخص وہ ہے جس کا قصہ اس باب کے بے پر آرہا ہے۔

---

(۵) حدثنا احمد بن منیع حدثنا معاویة بن عمرو حدثنا زائدة عن بیان عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبداللہ قال مَا حَجَبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ[1] وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّا ضَحِكَ.

---

[1] منذ اسلمت وكان اسلامه في السنة التي توفي فيها عليه الصلوة والسلام قبل وفاته بأربعين يومًا هذا هو المشهور وتعقبه الحافظ في الفتح وقال الصحيح انه اسلم في سنة الوفود سنة تسع ووهم من قال انه اسلم قبل وفاته صلى الله عليه وسلم بأربعين يومًا وجرير هذا هو الذي قال فيه عمر بن الخطاب انه يوسف هذا الامة.

⑥ حدثنا احمد بن منیع حدثنا معاویة بن عمرو حدثنا زائدة عن اسمٰعیل[1] بن ابی خالد عن قیس عن جریر قال مَا حَجَبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّا تَبَسَّمَ.

ترجمہ: (۵ و ۶) جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا اور جب مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

تشریح: یہ دوسری روایت اسی لئے ذکر کی گئی تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پہلی حدیث میں ہنسنے سے تبسم فرمانا ہی مراد ہے اور یہ تبسم اظہار مسرت کے لئے ہوتا تھا کہ خندہ پیشانی سے ملنا دوسرے کے لئے انبساط کا سبب ہوتا ہے، میں نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ بسا اوقات آنے والوں کے ساتھ ایسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے جس سے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔

⑦ حدثنا هناد بن السَّرِی حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن ابراهیم عن عبیدة[2] السلمانی عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ آخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا رَجُلٌ یَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا[3] فَیُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَیَذْهَبُ لِیَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَیَجِدُ النَّاسَ قَدْ اَخَذُوْا الْمَنَازِلَ فَیَرْجِعُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ قَدْ

---

[1] اسمٰعیل هذا اختلاف بین السندین فزائدة یروی عن بیان فی السند المتقدم وعن اسمٰعیل فی هذا السند وقد اخرج البخاری فی الجهاد بروایة ابن ادریس عن اسمٰعیل وفی المناقب بروایة خالد عن بیان فلعل زائدة سمع عنهما معًا.

[2] عبیدة بفتح مهملة وکسر موحدة السلمانی بفتح السین وسکون اللام ویفتح منسوب الی بنی سلمان قبیلة من مراد.

[3] رحل قیل اسمه جهنیة او هناد الجهنی قاله الشراح.

[4] مفعول مطلق بغیر لفظه او حال ای زاحفًا والزحف المشی علی الاست مع اشراف الصدر وفی روایة حبوًا بفتح الحاء وسکون الموحدة وهو المشی علی الیدین والرجلین اوالرکبتین او المقعد ولا تنافی بین الروایتین لان احدهما قد یراد به الاخر او انه یزحف تارة ویحبو اخری قیل یمشی هکذا لضعفه بعذاب النار او لتواریه من ملائکة العذاب. ق م

اَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهُ اَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِىْ كُنْتَ فِيْهِ فَيَقُوْلُ نَعَمْ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ قَالَ فَيَتَمَنّٰى فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ الَّذِىْ تَمَنَّيْتَ وَعَشْرَةَ اَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُبِىْ[1] وَاَنْتَ الْمَلِكُ[2] قَالَ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ[3] نَوَاجِذُهٗ.

حل لغات: زَحْفًا مص (ف) زمین پر گھسٹنا، زمین پر رینگنا، سرکنا۔ اِنْطَلِقْ فعل امر حاضر (انفعال) چلنا۔ اَلْمَنَازِلُ مَنْزِل کی جمع ہے ظرف مکان اترنے کی جگہ (ض) اترنا۔ تَمَنَّ فعل امر (تفعل) تمنا کرنا، چاہنا، آرزو کرنا۔ عَشَرَةٌ دس، دس گنا۔ اَضْعَاف ضِعْفٌ کی جمع ہے زیادہ، دوگنا (ک) ڈبل ہونا، دوگنا ہونا (ف، افعال) دوگنا کرنا، بڑھانا۔ تَسْخَرُ (ف) مذاق کرنا، تمسخر کرنا، ہنسی اڑانا۔ اَلْمَلِكُ (ج) مُلُوك بادشاہ، حاکم (ض) مالک ہونا (علیٰ کے صلے کے ساتھ) بادشاہ بننا، قابو پانا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا (کہ جہنم کے عذاب کی سختی کی وجہ سے سیدھے چلنے پر بھی قادر نہ ہوگا) اس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا، وہ وہاں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے، سب جگہیں پر ہو چکی ہیں، لوٹ کر بارگاہِ الٰہی میں اس کی اطلاع کرے گا وہاں سے ارشاد ہوگا کیا دنیوی

---

[1] قوله بی بالموحدة وفی نسخة بالنون بدل الموحدة وهما روایتان لکن الاصول المعتمدة والنسخ المصححة علی الاولی قاله القاری قال المناوی یقول ذلك دهشا لما قاله من السرور بلوغ ما یخطر بباله ولم یکن ضابطا لما قاله ولا عالما بما یترتب علیه بل جری علی عادته فی معاطبة المخلوق فهو کمن قال صلی اللّٰه علیه وسلم فی حقه انه لم یضبط نفسه من الفرح فی الدعاء فیقول انت عبدی وانا ربك .

[2] بکسر اللام ولیست السخریة من داب الملوك وانا احقر من ان یسخر بی ملك الملوك وهذه نهایة الخضوع وتبعید نفسه عن ان یکون محل هذا الانعام . م

[3] تعجبا من دهش الرجل او من عظیم رتبة التواضع او من غلبة رحمته علی عذابه قاله المناوی

منازل کی حالت بھی یاد ہے (کہ جب جگہ پر ہو جائے تو آنے والوں کی گنجائش نہ ہو اور پہلے جانے والے جتنی جگہ پر چاہیں قبضہ کر لیں اور بعد میں آنے والوں کے لئے جگہ نہ رہے، اس عبارت کا ترجمہ اکابر علماء نے یہ ہی تحریر فرمایا مگر بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر اس کا مطلب یہ کہا جائے تو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کیا دنیا کی وسعت اور فراخی بھی یاد ہے کہ تمام دنیا کتنی بڑی تھی اور یہ اس لئے یاد دلایا کہ آئندہ تمام دنیا سے دس گنا زائد اس کو عطا فرمانے کا اعلان ہونے والا ہے تو ساری دنیا کا ایک مرتبہ تصور کرنے کے بعد اس عطیہ کی کثرت کا اندازہ ہو) وہ عرض کرے گا کہ ربّ العزت خوب یاد ہے اس پر ارشاد ہوگا کہ اچھا کچھ تمنائیں کرو جس نوع سے دل چاہے وہ اپنی تمنائیں بیان کرے گا وہاں سے ارشاد ہوگا کہ اچھا تم کو تمہاری تمنائیں اور خواہشات بھی دیں اور تمام دنیا سے دس گنا زائد عطا کیا وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر مجھ سے تمسخر فرماتے ہیں کہ وہاں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے اور آپ تمام دنیا سے دس گنا زائد مجھے عطا فرما رہے ہیں، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب اس شخص کا یہ مقولہ نقل فرما رہے تھے تو آپ پر ہنسی آ گئی حتی کہ آپ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا یا تو اللہ جل شانہٗ کے اس اکرام وانعام پر خوشی اور مسرت کی وجہ سے ہے کہ جب ایسے شخص کو جو جہنم سے سب سے اخیر میں نکالا گیا جس سے اس کا سب سے زیادہ گنہگار ہونا بدیہی ہے اس قدر زیادہ عطاو انعام ہوا تو سارے مسلمانوں پر بالخصوص متقی اور پرہیزگاروں پر کیا کچھ الطاف کی بارش ہوگی، اور امتیوں پر جس قدر انعام ہوا تناہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسرت کا سبب ہے، اور ممکن ہے کہ یہ ہنسی اس شخص کی حالت پر ہو کہ کس قدر عذاب اور مصائب برداشت کر کے تو نکلا ہے اور پھر یہ جرأتیں اور تمنائیں کہ اللہ جل شانہٗ سے یہ کہے کہ آپ تمسخر کر رہے ہیں۔

---

(۸) حدثنا قتیبة بن سعید انبانا ابو الاحوص عن ابی اسحٰق عن علی بن

ربيعة قال شَهِدْتُ عَلِيًّا رضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلٰثًا وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثَلٰثًا سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ لَهُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَيْرِيْ.

حل لغات: شَهِدْتُ (س) حاضر ہونا، موجود ہونا۔ دَابَّةٌ (ج) دَوَابٌّ چوپایہ (ض) رینگنا۔ يَرْكَبُ (س) سوار ہونا، چڑھنا۔ رِجْلٌ (ج) اَرْجُل قدم، پیر (س) مص رَجَلاً، رُجْلَةٌ بڑے پیر والا ہونا، پیدل چلنا۔ اَلرِّكَابُ (ج) رُكُب ، رَكَائِبُ زمین کا پائے دان (س) سوار ہونا۔ اِسْتَوٰى (افتعال) برابر ہونا، سیدھا بیٹھ جانا، مستوی ہونا۔ سَخَّرَ (تفعیل) تابع بنانا، مطیع وفرمانبردار بنانا، مسخر کرنا۔ مُقْرِنِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر (افعال) جمع کرنا، ملانا، مراد مطیع بنانا۔ مُنْقَلِبُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر (انفعال) واپس ہونا، لوٹنا، پلٹنا۔ ظَلَمْتُ (ض) زیادتی کرنا، ظلم کرنا۔ اِغْفِرْ فعل امر حاضر (ض) معاف کرنا، مغفرت کرنا۔ صَنَعَ (ف) کرنا، بنانا، تیار کرنا۔ يَعْجَبُ (س) پسند کرنا، خوش ہونا۔

---

۱ بالبناء للمجهول اى حضرته حال كونه حى بدابة اتاه بعض خدمه .

۲ اصلها كل ما يدب على الارض كما فى قوله تعالى وما من دابة فى الارض الا على الله رزقها ثم خصها العرف العام بذوات الاربع واكثر ما يطلق على فرس او بغل او حمار .

۳ شكراً على نعمة الركوب وتذليل هذا الوحش النافر واطاعته لنا على ركوبه .

۴ يعلم حال من ضمير قال اى قال ذلك حال كونه يعلم وهذا على نسخة غيره بالغائب واما على نسخة غيرى بالياء المتكلم فيجعل مقولا لقول محذوف اى قائلاً ذلك فيجعل حالاً من فاعل يعجب اى يعجب الرب عزوجل قائلاً يعلم انه لا يغفر الذنوب غيرى .

ترجمہ: ابن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس (ان کے زمانہ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب سوار ہو چکے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دعا پڑھی سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرمادیا ورنہ ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہم سب لوگ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہے (علماء فرماتے ہیں کہ سواری چونکہ اسباب ہلاکت سے ہے اس لئے سواری کے تسخیر پر حق تعالیٰ جل شانہٗ کے شکریہ کے ساتھ اپنے موت کے ذکر کو بھی متصل فرمادیا کہ ہم آخر کار مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الحمد للہ تین مرتبہ کہا پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا پھر سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے میں اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے پس یا اللہ آپ میری مغفرت فرمائیں کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا اس دعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہنسے، ابن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبسم فرمایا تھا میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبسم کی وجہ پوچھی تھی جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھی تو حضور اطہر واقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کرسکتا خوش ہو کر فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کرسکتا۔ (اَللّٰهُمَّ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ لَكَ الْكِبْرِيَاءُ وَالْعَظَمَةُ)

---

⑨ حدثنا محمد بن بشار انبانا محمد بن عبداللہ الانصاری حدثنا

ابن عون عن محمّد بن مُحَمَّد بن الاسْوَدِ عن عامر بن سعد قالَ قَالَ سَعْدٌ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ[1] حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ ضِحْكُهُ قَا كَانَ رَجُلٌ مَعَهُ تُرْسٌ وَكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا وَكَانَ يَقُوْلُ كَذَا[2] وَكَذَا بِالتُّرْسِ[3] يُغَطِّيْ جَبْهَتَهُ فَنَزَعَ لَهُ سَعْدٌ بِسَهْمٍ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِئْ هٰذِهِ مِنْهُ يَعْنِيْ جَبْهَتَهُ وَانْقَلَبَ وَشَالَ بِرِجْلِهِ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ قُلْتُ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ ضَحِكَ قَالَ مِنْ فِعْلِهٖ[4] بِالرَّجُلِ.

حل لغات: تُرْسٌ (ج) اَتْرَاس ، تِرَاس ڈھال (تفعیل) ڈھال

[1] الخندق ، قال المناوی معرب لان الخاء والدال والقاف لا تجتمع فی کلمة عربیة وقال القاری کجعفر حفیر حول اسوار المدینة معرب کندة علی ما فی القاموس .

[2] الظاهر انه من کلام سعد ففیه التفات من التکلم الی الغیبة او روایة بالمعنی وهذا اذا کان الضمیر فی قال الثانی الی سعد وان کان الضمیر فیه الی عامر فهذا ایضًا من کلامه غایة ما فیه انه عبر اباه باسمه ولم یقل وکان ابی وهذا معروف فی الاسانید .

[3] قالوا هذا من کلام سعد علی کل تقدیر ای وکان الرجل المذکور یفعل کذا وکذا والعرب تجعل القول عبارة عن جمیع الافعال فتقول قال بیده ای اخذ وقال برجله ای مشی وقال بالماء علی یده ای قلبه وقال ثبوبه ای رفعه وقال بالترس ای اشاره وغفل الحنفی عن هذا المعنی وقال فی قوله یقول کذا وکذا ای ما لا یناسب لجناب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولا لاصحابه قاله القاری قلت واختار هذا المعنی المناوی ایضًا اذ قال یقول کذا وکذا ای مالا یلیق بجناب المصطفٰی وصحبه کنی به استقباحا لذکره وبالترس متعلق بقوله یغطی جملة حالیة من فاعل یقول ذکره العصام وغیره وتفسیر الشارح یقول بیفعل لیس علی ما ینبغی ، قلت والظاهر عندی ما قال القاری .

[4] کذا وکذا اشار بالترس یمینًا وشمالًا هذا علی رای القاری واما علی رای المناوی وغیره المراد به الکلمات التی کان یقولها .

[5] متعلق بقوله یقول علی رای القاری وعلی هذا قوله یغطی جبهة استیناف بیان الاشارة ومتعلق بیغطی علی رای المناوی کما تقدم .

[6] قال میرك ای ضحك من قتله عدوه لامن الانکشاف کذا قیل وفیه تامل قال القاری من الواضح الحلی انه صلی اللّٰه علیه وسلم لم یضحك من کشف عورته فانه لیس من مکارم اخلاقه بل انما ضحك فرحا بما فعله سعد بعدوه صلی اللّٰه علیه وسلم ، قال المناوی ای ضحك من رمیة سعد وغرابته اصابته فرحًا بذلك وسرورًا لا من دفعه رجله حتی بدت عورته وفیه ان یمتنع السخریة والهزاء بالکفار ولو حربیًا بکشف سوءته الا ان قیاس مذهب الشافعی الجواز زیادة فی النکال واغاظة لاهل الضلال . اهـ

پہنانا۔ رَامِیًا اسم فاعل (ض) تیر مارنا، تیراندازی کرنا، تیر پھینکنا۔ یُفَطِّیْ (تفعیل) ڈھانپ لینا، چھپانا۔ جَبْهَةٌ (ج) جِبَاهٌ پیشانی (ف) سامنے آنا۔ نَزَعَ (ض) نکالنا، باہر کرنا، تیر پھینکنا۔ سَهْمٌ (ج) سِهَام ، اَسْهُمٌ تیر۔ یُخْطِئُ (افعال) خطا کرنا، تیر کا نشانے پر نہ لگنا۔ شَالَ (ن) اوپر اٹھنا، شَالَ بِرِجْلِ ٹانگ کا اوپر اٹھ جانا۔

ترجمہ: عامر بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میرے والد سعدؓ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن ہنسے حتی کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے، عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے انہوں نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لئے ہوئے تھا اور سعد بڑے تیرانداز تھے لیکن وہ اپنی ڈھال کو اِدھر اُدھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر رہا تھا (گویا مقابلہ میں سعدؓ کا تیر لگنے نہ دیتا تھا حالانکہ یہ مشہور تیرانداز تھے) سعدؓ نے ایک مرتبہ تیر نکالا (اور اس کو کمان میں کھینچ کر انتظار میں رہے) جس وقت اس نے ڈھال سے سر اٹھایا فوراً ایسا لگایا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور فوراً گر گیا ٹانگ بھی اوپر کو اٹھ گئی پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ پر ہنسے، میں نے پوچھا کہ اس میں کونسی بات پر انہوں نے فرمایا کہ سعدؓ کے اس فعل پر۔

تشریح: چونکہ اس قصہ میں اس کا شبہ ہو گیا تھا کہ اس کے پاؤں اٹھنے اور ستر کھل جانے پر تبسم فرمایا ہو اس لئے مکرر دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی انہوں نے فرمادیا کہ یہ نہیں بلکہ میرے حسن نشانہ اور اس کے باوجود اتنی احتیاط کے تیر لگ جانے پر کہ وہ تو ہوشیاری کر ہی رہا تھا کہ ڈھال کو فوراً اِدھر اُدھر کر لیتا تھا مگر سعدؓ نے بھی تدبیر سے ایسا جڑا کہ فوراً ہی گرا اور مہلت بھی نہ ملی۔

باب مَا جاء فِیْ صِفَةِ مِزاح رَسُوْل اللّٰه صَلی اللّٰه علیه وسلّم

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزاح ثابت ہے اور ممانعت بھی وارد ہوئی چنانچہ ترمذی شریف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے امام نوویؒ نے دونوں میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ کثرت مزاح جو باعث قساوتِ قلب کا بن جائے یا اللہ جل شانہٗ کے ذکر وفکر سے روک دے یا ایذاء مسلم کا سبب بن جائے یا وقار و ہیبت گرادے یہ سب ممانعت میں داخل ہے اور جو ان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے چنانچہ عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش طبعی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی بجائے گرانی کے مایۂ فخر و ناز تھی ؎

گر طمع خواہد زمن سلطانِ دیں خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کیلئے ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی وقار اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کے سفر کی دوری تک آپ کا رعب پہنچتا تھا اس لئے اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم اور مزاح کا اہتمام نہ فرماتے تو حاضرین کو رعب کی وجہ سے پاس رہنا مشکل بن جاتا اور انتفاع کے اسباب مسدود ہو جاتے نیز قیامت تک آنے والے مشائخ و اکابر جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں جان توڑ کوشش کرتے ہیں وہ قصداً تبسم اور مزاح سے گریز کرتے اور ان کے

لہ المزاح ، بضم الميم على انه اسم وبكسرها على انه مصدر مازحه ومعناه الانبساط مع الغير من غير ايذاء وبه فارق الهزؤ والسخرية ويشكل على احاديث الباب ما روى انه صلى الله عليه وسلم قال لا تمار اخاك ولا تمازحه اخرجه المصنف فى الجامع من حديث ابن عباس وقال هذا غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه وقال الشيخ الحزرى اسناده جيد فقد رواه زياد بن ايوب عن عبد الرحمٰن بن محمد عن ليث بن ابى سليم عن عبد الملك بن ابى بشر عن عكرمة عن ابن عباس وهذا اسناد مستقيم وليث وان كان فيه ضعف من قبل حفظه لكن روى له مسلم مقرونًا قاله القارى .

جملہ خدام کے لئے بھی مشائخ کا یہ طرز مشکلات کا سبب بنتا، حق تعالیٰ جل شانہٗ بے نہایت درود وسلام اس پاک ہستی پر نازل فرمائے جو امت کی ہر سہولت کا دروازہ کھول گئے، سفیان بن عیینہ سے جو بڑے محدث ہیں کسی نے کہا کہ مذاق بھی ایک آفت ہے انہوں نے کہا بلکہ سنت ہے مگر اس شخص کے حق میں جو اس کے مواقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کرسکتا ہو۔

(۱) حدثنا محمود بن غيلان انبانا ابواسامة عن شريك عن عاصم الاحول عن انس بن مالك قال انّ النّبيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا ذَا الْاُذُنَيْنِ[1] قَالَ مَحْمُوْدٌ قَالَ اَبُوْاُسَامَةَ يَعْنِيْ يُمَازِحُهٗ.

حل لغات: يُمَازِحُ (مفاعلت، ف) مذاق کرنا، دل لگی کرنا، مذاح بمعنی ہنسی مذاق۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مرتبہ مزاحاً یا ذالاذنین فرمایا (او دو کانوں والے)

تشریح: کان تو سب ہی کے دو ہوتے ہیں ان کو جو دو کانوں والا فرمایا تو کوئی مقامی خصوصیت ہوگی مثلاً ان کے کان بڑے ہوں گے یا تیز ہوں گے کہ بات دور سے سن لیتے ہوں گے یہی اقرب ہے۔

(۲) حدثنا هناد بن السرى حدثنا وكيع عن شعبة عن ابى التياح[2] عن انس بن مالك قال اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِيْ صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَفِقْهُ هٰذَا

---

[1] قال القاری وجه المزاح انه سماه بغير اسمه مما قد يوهم انه ليس له من الحواس الا الاذنان او هو مختص بهما لا غير مع احتمال كون اذنيه طويلتين او قصيرتين او معيوبتين والله اعلم.

[2] قال محمود نقل المصنف عن شيخه ان قوله عليه السلام هذا كان محمولاً على المزاح فهذا بمنزلة تفسير الحديث عن شيخه.

[3] ابى التياح، بفتح المثناة الفوقانية وتشديد الياء وبالحاء المهملة اسمه يزيد بن حميد.

[4] حتى قال النووى، غاية لقوله يخالطنا اى انتهى مخالطته باهلنا كلها حتى الصبى. قارى

الْحَدِيث اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُمَازِحُ وَفِيْهِ اَنَّهٗ كَنّٰى[1] غُلَامًا صَغِيْرًا فَقَالَ لَهٗ يَا اَبَا عُمَيْرٍ وَفِيْهِ اَنَّ لَابَأْسَ[2] اَنْ يُعْطِيَ الصَّبِيُّ الطَّيْرَ لِيَلْعَبَ بِهٖ وَاِنَّمَا قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ لِاَنَّهٗ كَانَ لَهٗ نُغَيْرٌ فَيَلْعَبُ بِهٖ فَمَاتَ فَحَزِنَ الْغُلَامُ عَلَيْهِ فَمَا زَحَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ.

حل لغات: يُخَالِطُ (مفاعلت) میل جول رکھنا، باہم مل جل کر رہنا (ن) ملنا۔ كَنٰى (ض) مص كُنْيَةً (تفعیل) مص تَكْنِيَةً کنیت رکھنا۔ اَلصَّبِيُّ (ج) صِبْيَان بچہ۔ اَلطَّيْرُ (ج) طُيُوْر پرندہ (ض) اڑنا، پرواز بھرنا۔ يَلْعَبُ (س) کھیلنا۔ نُغَيْرٌ نُغَر کی تصغیر ہے (ج) نِغْرَان ایک خاص پرندہ یعنی بلبل۔ مَاتَ (ن) مرنا، وفات پانا، جان نکلنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول مزاح فرماتے تھے چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے یَا اَبا عمیر ما فعل النغیر، ارے ابوعمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی۔

تشریح: نغیر ایک جانور ہے جس کا ترجمہ علماءؒ لال سے کرتے ہیں، صاحب حیوۃ الحیوان نے بلبل لکھا ہے امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ

---

[1] هذا اذا كان ابتداء التكنية على لسانه صلى الله عليه وسلم وفى الصحيحين عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس خلقا وكان لى اخ يقال له ابو عمير وكان له نغير يلعب به الحديث وظاهره انه كان يكنى به من اول الامر الا ان فى خطابه صلى الله عليه وسلم اياه بالكنية تقريرًا له وحجة للجواز وانه لا يدخل فى الكذب لان القصد من التكنية التعظيم والتفاؤل لاحقيقة اللفظ من اثبات الابوة والبنوة .ق

[2] لا باس الخ قال القارى محله اذا علم انه لا يعذبه يعنى فلا يشكل عليه انه تعذيب للحيوان وقد صحح النهى عنه ، قال المناوى ان قامت قرينة قوية على ان الصبى لا يفعل به ما فيه تعذيب بل يلعب لعبًا مباحًا ويقوم بمؤنته جاز والا لا قال القارى ، وفيه جواز استمالة الصغير وادخال السرور عليه والتقييد بالصغير يفيدان الكبير ممنوع من اللعب بالطير لما ورد من اتبع الصيد فقد غفل .

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمایا اس نے ایک جانور پال رکھا تھا وہ مرگیا تھا جس کی وجہ سے یہ رنجیدہ بیٹھا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھیڑنے کے لئے پوچھا کہ وہ نغیر کیا ہوا، حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مرگیا، یہ حدیث ایک مسئلہ مختلف فیہا میں حنفیہ کی تائید بھی ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ حرم مدینہ کا شکار شافعیہ کے نزدیک حرم مکہ کے شکار کے حکم میں ہے اور حنفیہ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے حرم مکہ میں شکار جائز نہیں بخلاف حرم مدینہ کے کہ وہاں جائز ہے چنانچہ حضور اقدس ﷺ کا اس پر انکار نہ فرمانا منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے اور تفصیل کتب فقہ وحدیث میں موجود ہے اس میں اختلاف ہے کہ ابوعمیران کی پہلے ہی سے کنیت تھی یا حضور اقدس ﷺ نے ہی ابتداءً کنیت سے تعبیر فرمایا، بعض علماء نے اس حدیث میں سو سے زائد مسائل اور فوائد بتائے ہیں، اس ذات کے قربان جس کے ایک مذاقی فقرہ میں سو سو مسائل حل ہوتے ہوں اور ان علماء کی قبروں کو حق تعالیٰ شانہٗ سراپا نور بنائے جنہوں نے اپنے رسول اکرم ﷺ کے مبارک کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے کتنے مسائل استنباط کئے ان کو محفوظ رکھا اور پھیلایا اس حدیث میں ایک اشکال یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس میں جانور کا پنجرہ وغیرہ میں بند کرنا اور بچہ کا اس سے کھیلنا وارد ہے یہ جانور کو عذاب دینا اور ستانا ہے اور جانور کو عذاب دینے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ محض بند کرنا یا اس سے دل بہلانا اور کھیلنا عذاب دینا نہیں ہے ستانا اور عذاب دینا دوسری چیز ہے اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جانور کا رکھنا اسی کو جائز ہے جو اس کو ستائے نہیں اس کی خیر خبر رکھے اور جو بچہ ناسمجھ ہو یا سخت دل ہو کہ جانور کو تکلیف پہنچاتا ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

(۳) حدثنا عباس بن محمّد الدورى قال حَدثنا على بن الحسنؒ بن شقيق حدثنا عبدالله بن المبارك عن اسَامة بن زيد عن سعيد المقبرى

ؒ علی بن الحسن کذا صوبه المناوی والقاری قال وفی نسخة ضعیفة الحسین بالتصغیر قال میرك وهو غلط قلت ولیس فی الرواة احد اسمه علی بن الحسین بن شقیق .

عن ابی هُرَيرة قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا تداعبنا[1] يعني تمازحنا

حل لغات: تُدَاعِبُ (مفاعلت) کھیل کود کرنا، خوش طبعی کرنا، ہنسی مذاق کرنا۔

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہم سے مذاق بھی فرمالیتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں، مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

تشریح: صحابہؓ کے سوال کا منشاء تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق سے منع بھی فرمارکھا ہے اور ویسے بھی بڑائی کی شان کے خلاف ہے کہ یہ وقار کو گراتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری خوش طبعی اس میں داخل نہیں ہے چنانچہ شروع باب میں اس کی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

④ حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا خالد بن عبدالله عن حميد عن انس بن مَالك اَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ[2] رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ حَامِلُكَ عَلٰى وَلَدِ[3] نَاقَةٍ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلُ[4] اِلَّا النُّوْقُ[5].

حل لغات: اِسْتَحْمَلَ (استفعال) سواری مانگنا، طلب کرنا، حَمُوْلَة باربرداری کا جانور۔ حَامِلٌ اسم فاعل باربردار (ض) اٹھانا، سوار کرنا۔ وَلَدٌ (ج)

---

[1] تداعبنا ، مدرج من كلام المصنف او احد مشايخه وكرره ليفسره وهو بالدال والعين المهملتين والباء الموحدة قال الزمخشرى الدعابة كالفكاهة والمزاحة مصدر وفى المصباح دعب يدعب كمزح يمزح وزنا ومعنى .

[2] اى ساله ان يحمله على دابة والمراد ان يعطيه حمولة يركبها . ق

[3] توهم ان المراد بولدها هو الصغير من اولادها كما هو المتبادر الى الفهم .ق

[4] اى صغرت او كبرت والمعنى ما تلدها جميعًا .ق

[5] النوق ، بضم النون جمع الناقة وهى انثى لابل وحاصله ان جميع الابل ولد الناقة صغيرا كان او كبيرًا .

اَوْلَادٌ بچہ، مولود (ض) پیدا کرنا، جننا۔ نَاقَة (ج) نُوق ، نَاق ، نَاقَات اونٹنی اِبِل ''اونٹ'' اِبِل ہمیشہ جمع ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے مفرد کے لئے نہیں۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرمادیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دیں گے سائل نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بچہ کو کیا کروں گا (مجھے تو سواری کے لئے چاہئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

تشریح: سائل کا گمان یہ ہوا کہ وہ چھوٹا نا قابل سواری ہوگا اس حدیث میں علاوہ مزاح کے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو گفتگو میں دوسرے کی بات کمال غور و فکر سے سننی اور سمجھنی چاہئے۔

---

⑤ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبدالرّزاق حدثنا معمر عن ثابت عن انس بن مالك اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهٗ زَاهِرًا[1] وَكَانَ يُهْدِىْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً مِنَ الْبَادِيَةِ[2] فَيُجَهِّزُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا[3] وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيْمًا[4] فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ وَاحْتَضَنَهٗ[5] مِنْ خَلْفِهٖ وَلَا يُبْصِرُهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا اَرْسِلْنِىْ فَالْتَفَتَ

---

[1] هو ابن حرام الاشجعى شهد بدرًا .

[2] اى حاصلة منها مما يوجد فيها من الازهار والاثمار والنبات .

[3] باديتنا ، اى نستفيد منه ما يستفيد الرجل من باديته من انواع النبات فصار كانه بادية وقيل من اطلاق اسم المحل على الحال او على حذف المضاف اى ساكن باديتنا كما حقق فى واسئل القرية وقيل تاءه للمغالبة ويؤيده ما فى بعض النسخ بادينا والبادى هو المقيم بالبادية . ق

[4] بالدال المهملة اى قبيح الوجه كريه المنظر .

[5] احتضنه عطف على اتاه وفى المشكوٰة بالفاء كما فى بعض النسخ ههنا ايضًا وهو الانسب اى ادخله فى حضنه قاله القارى والحضن ما دون الابط الى الكشح والمعنى ادخل يديه تحت ابط زاهر فاعتنقه ولايبصره جملة حاليه .

فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُوْا مَا أَلْصَقَ[1] ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَشْتَرِيْ هٰذَا الْعَبْدَ[2] فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِيْ[3] كَاسِدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنَّ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ أَوْ قَالَ أَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ.

حل لغات: اَلْبَادِيَة جنگل، جنگل میں رہنے والوں کو "اهل بادية" کہتے ہیں۔ يُهْدِي (افعال) ہدیہ پیش کرنا، تحفہ دینا۔ يُجَهِّزُ مص تَجْهِيْز (تفعیل) تیار کرنا، تیار کرکے دینا۔ حَاضِر حَضَر ، حَضَارَة شہر، مقامات مسکونہ، آباد جگہ۔ دَمِيْمًا صیغۂ صفت، بدشکل (ن،ض،س) بدصورت ہونا، حقیر ہونا۔ يَبِيْعُ مص بَيْعًا (ض) بیچنا، فروخت کرنا۔ مَتَاعٌ (ج) اَمْتِعَة سامان، قرآن کریم میں ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ. اِحْتَضَنَ (افتعال) کولی بھر لینا، گود میں لینا (ن) سینے سے لگانا۔ يُبْصِرُ (افعال) دکھانا، ظاہر کرنا (س،ک) دیکھنا، جاننا۔ اَرْسِلْ فعل امر حاضر، چھوڑیئے، بھیجئے (افعال) چھوڑنا، بھیجنا، اسی سے "رَسُوْل" آتا ہے جو مُرْسَلٌ کے معنی میں ہے بمعنی فرستادہ، قاصد، بھیجا ہوا۔ اِلْتَفَتَ (افتعال) توجہ کرنا، مڑکر دیکھنا، التفات کرنا۔ يَأْلُوْ (ن) مص اُلِيًّا، اُلُوًّا کوتاہی کرنا، کمی کرنا لَمْ يَأْلُ کوشش میں کوتاہی نہ کرنا۔ اَلْصَقَ (افعال) ملانا، جوڑنا، متصل کرنا۔ يَشْتَرِيْ (افتعال) خریدنا۔ كَاسِدٌ اسم فاعل، سستی چیز، مندی چیز (ن) بازار کے بھاؤ کا مندا ہونا، کم قیمت ہونا۔ غَالٍ صیغۂ صفت، بیش قیمت، مہنگی چیز (ن) مص غَلَاءً بھاؤ کا بڑھ

---

[1] ما الصق لفظ ما مصدرية اى لا يقصر فى لزق ظهره بصدر مصدر الفيوض تبركا وتلذذا.

[2] قيل معناه من يشترى مثل هذا العبد فى الدمامة او من يستبدله منى بان ياتى بمثله او من يقابل هذا العبد الذى هو عبد الله بالاكرام والتعظيم والكل متكلف قاله المناوى قال القارى فالوجه ان الاشتراء على حقيقته وان العبد فيه تورية ولا يلزم من هذا القول لاسيما والمقام مقام المزاح لرادة تحقق بيعه ليشكل على الفقيه بان بيع الحر غير جائز. اهـ

[3] اى اذا عرضتنى على البيع اذًا تجدنى متاعاً رخيصًا او غير مرغوب فيه وفى بعض النسخ تجدونى بلفظ الجمع لتعظيمه صلى الله عليه وسلم او الضمير له ولاصحابه قال المناوى والاوفق بقواعد العربية الافراد.

جانا، زیادہ ہوجانا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے جن کا نام زاہر بن حرام تھا وہ جب حاضر خدمت ہوتے جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورونوش کا ان کو عطا فرماتے تھے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا، زاہر کچھ بدشکل بھی تھے ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کررہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی کولی ایسی طرح بھری کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکیں انہوں نے کہا ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی تلبس رہے ہزار نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے، زاہر نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپؐ مجھے فروخت فرمادیں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے سے تشریف لاکر کولی بھر لینا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینا تو مزاح تھا ہی یہ ارشاد بھی مزاح ہی تھا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اس لئے کہ حضرت زاہر غلام نہ تھے آزاد تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بطور فرض اور تشبیہ کے تھا بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صورت میں مزاح ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے بڑی حکمتیں اور اسرار اس میں ہیں اس لئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سامان کو فروختگی میں نہایت مشغول پایا تو حضور انور صلی

اللہ علیہ وسلم کو اس میں انہماک اور ان کی توجہ الی اللہ کی کمی کا بظاہر خوف ہوا اس لئے اول کولی بھری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلبس رجوع الی اللہ کا ذریعہ ظاہر ہے اور پھر تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اس لئے کہ جو شخص غیر اللہ میں اس قدر مشغول ہو وہ گویا اپنی خواہشات کا بندہ ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو مژدہ سنایا کہ اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

⑥ حدثنا عبد بن حميد حدثنا مصعب[1] بن المقدام حدثنا المبارك بن فضالة عن الحسن قَالَ اَتَتْ عَجُوْزٌ[2] اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُدْخِلَنِيَ الْجَنَّةَ فَقَالَ يا ام فلانٍ[3] اِنَّ الجنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا عَجُوْزٌ قَالَ فَوَلَّتْ تَبْكِيْ فَقَالَ اَخْبِرُوْهَا اَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوْزٌ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ[4] اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا.

حل لغات: عَجُوْزٌ (ج) عَجَائِز ، عُجُز بوڑھی عورت (ض) بوڑھا ہونا، کمزور ہونا۔ وَلَّتْ (تفعیل) مص تَوْلِيَةٌ مڑنا، واپس آنا، پھرنا، لوٹنا۔ تَبْكِيْ (ض) مص بُكِيًّا رونا۔ اَنْشَاْنَا (افعال) پالنا، بنانا، وجود میں لانا، پیدا کرنا۔ اَبْكَارًا بِكْرٌ کی جمع ہے، کنواری لڑکی، باکرہ، دوشیزہ۔ عُرُبٌ عَرُوْب کی جمع ہے، اپنے شوہر کی محبوب و پسندیدہ بیوی۔ اَتْرَاب تِرْبٌ کی جمع ہے، ہم عمر، ہم جولی، ہم

---

[1] بصيغة المفعول من الاصعاب بالصاد المهملة وفى نسخة بدله منصور قال ميرك وهو خطأ والمقدام بكسر الميم وسكون القاف وفضالة بفتح الفاء والحسن البصرى التابعى المعروف فالحديث مرسل.

[2] عجوز اى امرأة كبيرة السن ولا تقل عجوزة اذ هى لغة ردئية على ما فى القاموس قيل اسمها صفية بنت عبد المطلب ام الزبير بن العوام وعمة النبى صلى الله عليه وسلم قاله الشراح.

[3] فلان قال الراوى نسى الاسم الذى جرى على لسانه صلى الله عليه وسلم فاقام لفظ فلان مقامه قاله القارى قلت ولعلّ قال يا ام الزبير لان صفية هذه امه كما تقدم.

[4] اختلفوا فى تفسير الآية كما بسط فى محله ومما يناسب المقام مافى جمع الوسائل اذ قال وفى الحديث هن اللواتى قبضن فى دار الدنيا عجائز خلقهن الله بعد الكبر فجعلهن عذارى متعشقات الى آخر ما بسطه.

پلہ (مفاعلت) ہم پلہ ہونا، برابر ہونا۔

ترجمہ: حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ مجھے جنت میں داخل فرمادے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہوسکتی وہ عورت روتی ہوئی لوٹنے لگی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ جل شانہ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنادیں گے اور حق تعالیٰ جل شانہ کے اس قول "اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا" الآیۃ، میں اس کا بیان ہے، جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں (بیان القرآن) (یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں صحبت کے بعد پھر کنواریاں بن جاتی ہیں)

بابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ كلام رسُول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فى الشِّعْرِ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات در باب اشعار

تشریح: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جن اشعار کو پڑھنا یا سننا روایات میں آیا ہے ان کا ذکر، شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو قصداً مقفی وموزون بنایا گیا ہو یعنی ارادہ سے شعر کی طرز پر بنایا گیا ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا قطعی ہے کلام اللہ شریف میں صاف طور سے مذکور ہے بلکہ کفار کے ان مقولوں کو جو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جادوگر یا شاعر یا مجنون ہونا بیان کرتے تھے نہایت تعجب سے ذکر

لہ قیل اصله الشعر بفتحتين وسمى الشاعر شاعرًا لفطنته ودقة معرفته فالشعر فى الاصل علم للعلم الدقيق وصار فى المتعارف اسمًا للموزون المقفى من الكلام والشاعر المختص بصناعته كما قاله الراغب وقيل الشعر هو كلام موزون مقفى قصدًا فخرج بهذا القيد ما صدر منه صلى الله عليه وسلم من الكلام الموزون اما ما وقع فى الكتاب المكنون فلا شك انه مقرون بالارادة والمشية التى هى معنى القصد لانه لا يقع فى الكون شئ دون المشية ولعل الجواب انه ليس مقصودًا بالذات وانه وقع تبعًا كما حقق فى بحث الخير والشر قاله القارى .

کیا گیا اور آپؐ کی شاعری کے متعلق صاف ارشاد فرمادیا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ہم نے ان کو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری کا علم نہیں دیا اور یہ علم شاعری ان کی شان کے مناسب بھی نہیں ہے، پھر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کہیں کہیں موزون پایا جاتا ہے وہ بلا قصد پر محمول ہے اور کلام میں بلا قصد موزونیت اگر آجائے تو وہ شعر نہیں کہلاتا، بندۂ ناچیز کے نزدیک درحقیقت یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شاعر نہ ہونا عجز کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ جس شخص کے کلام میں بلا ارادہ موزونیت آجاتی ہو وہ اگر قصداً موزون بنائے تو کس قدر بے تکلف اور بہترین بنا سکتا ہے لیکن حق تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کی شان کو اس سے بہت ارفع بنایا تھا اس لئے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی، اشعار کی تعریف اور مذمت کے بارے میں روایات مختلف آئی ہیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر اچھی چیز ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ممنوع اور برا ہے لیکن قول فیصل بھی ایک حدیث میں خود ہی وارد ہوگیا ہے کہ نفس شعر میں کچھ بھلائی یا برائی نہیں ہے مضمون صحیح اور مفید ہے تو شعر اچھی چیز ہے اور مضمون جھوٹ یا غیر مفید ہے تو جو حکم اس مضمون کا ہے وہی حکم شعر کا بھی ہے یعنی جس درجہ میں وہ مضمون ناجائز ہے یا حرام یا مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ ہے اسی درجہ میں شعر بھی ہے لیکن بہتر ہونے کی صورت میں بھی اس میں انہماک اور کثرت سے مشغول ہونا ممنوع ہے، اس باب میں مصنفؒ نے نو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا علی بن حجر حدثنا شریك عن المقداد بن شریح عن ابیه عن عائشه قالتؔ قِيْلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ قَالَتْ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَتَمَثَّلُ وَيَقُوْلُ

ؔ قالت ای عائشة وفی عدة النسخ قال فالضمیر لشریح .

ؔ یتمثل ، ای یستشهد یقال تمثل ای انشد شعرا وتمثل بشیء ضربه مثلاً .

ؔ یشکل علیه ان الظاهر المتبادر من الحدیث ان هذا البیت من کلام ابن رواحة ویزید الاشکال ما فی نسخة اخری بلفظ ویتمثل لقوله وقد اتفقوا علی ان هذا البیت من کلام طرفة والجواب ان قوله ویتمثل کلام مستانف والضمیر المجرور فی قوله بقوله راجع الی القائل او الشاعر فهو معاد الی غیر المذکور لشهرة قائله بینهم فیکون معنی الحدیث قالت کان احیانا یتمثل بشعر ابن رواحة واحیانا یتمثل بقول الشاعر هذا .

وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ.

حل لغات: يَتَمَثَّلُ (تفعل) مثال دینا، مثال میں پیش کرنا۔ اَلشِّعْرُ (ج) اَشْعَار منظوم کلام، شعر (ن،ک) شعر کہنا، جاننا، محسوس کرنا۔ اَخْبَار خَبَرٌ کی جمع ہے (ف،ک) مص خَبْرًا ، خِبْرًا حقیقت حال سے واقف ہونا۔ تُزَوِّدُ (تفعیل) توشہ دینا، مراد معاوضہ دینا (تفعل) توشہ لینا زاد "توشہ"

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں مثال کے طور پر کبھی عبداللہ بن رواحہ کا کوئی شعر بھی پڑھ لیتے تھے (اور کبھی کبھی کسی اور شاعر کا بھی) چنانچہ کبھی طرفہ کا یہ مصرعہ بھی پڑھ دیا کرتے تھے[1] "وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ" یعنی تیرے پاس خبریں کبھی وہ شخص بھی لے آتا ہے جس کو تو نے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا، یعنی واقعات کی تحقیق کے لئے کسی جگہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے تنخواہ دینا پڑتی ہے، سفر خرچ دے کر آدمی کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجنا پڑتا ہے مگر کبھی گھر بیٹھے بٹھائے کوئی آکر خود ہی سارے حالات سنا جاتا ہے کسی قسم کا خرچ بھی اس کے لئے کرنا نہیں پڑتا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال ارشاد فرمائی کہ بلا کسی اُجرت اور معاوضہ کے گھر بیٹھے جنت دوزخ آخرت قیامت پچھلے انبیاءؑ کے حالات اور آئندہ آنے والے واقعات سناتا ہوں پھر بھی یہ کافر قدر نہیں کرتے، اس حدیث میں دو شاعروں کا ذکر ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہ تو مشہور صحابی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے طرفہ بن عبد عرب کا مشہور شاعر ہے ادب کی مشہور کتاب "سبعہ معلقہ" میں دوسرا "معلقہ" اسی کا ہے اس نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا، یہ مصرعہ اسی کا ہے۔

---

[1] وهو من قصيدة طرفة بن عبد المعلقه على الكعبة من جملة المعلقات السبع وصدر البيت ستبدى لك الايام ما كنت جاهلاً ، قال القارى الظاهر انه عليه الصلوة والسلام تمثل بالمصراع الاخير وارادباتيان الاخبار من غير التزويد نفسه الشريفة كما يشير اليه قوله عز اسمه قل ما اسألكم عليه من اجر الآية .

(۴) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا عبدالرّحمٰن بن مهدی قَالَ حدثنا سفیٰن عن عبدالملك بن عمیر حدثنا ابوسَلمة عن ابی هریرة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ، كَلِمَةُ لَبِيْدٍ[1] اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ[2] ☆ وَكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِی الصَّلْتِ[3] اَنْ يُسْلِمَ

حل لغات: اَصْدَقُ اسم تفضیل، بہت زیادہ سچا (ک) سچا ہونا۔ مَاخَلَا یہ حرف استثناء ہے جیسے مَا عَدَا ، مَا سِوٰی. بَاطِلٌ (ج) اَبَاطِيْلُ ناحق، بے کار، مرادفانی (ن) مص بُطُوْلاً فاسد ہونا، بے کار ہونا۔ يُسْلِمُ (افعال) دین اسلام اختیار کرنا، سپرد کرنا، اطاعت کرنا اسی سے "مُسْلِمٌ" ہے۔

ترجمہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا وہ لبید بن ربیعہ کا یہ کلمہ ہے، اَلَا كل شئ مَا خلَا اللّٰه باطل، آگاہ ہو جاؤ اللہ جل شانہ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے، اور امیہ بن ابی الصّلت قریب تھا کہ اسلام لے آئے۔

تشریح: لبید ایک مشہور شاعر تھے لیکن مسلمان ہونے کے بعد سے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا کہتے تھے کہ مجھے حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اشعار کا نعم البدل عطا فرما دیا یہ مکرم صحابہؓ میں ہیں ایک سو چالیس یا اس سے کچھ زیادہ عمر ہوئی اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے وكل نعيم لا محالة زائل، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر نعمت کسی نہ کسی وقت میں زائل ہونے والی ہے اور امیہ بن ابی الصّلت بھی ایک مشہور شاعر تھا جو اپنے اشعار میں

---

[1] لبيد بن ابی ربيعة العامری وفد علی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم وحسن اسلامه نزل الكوفة ومات سنة احدی واربعين وله من العمر مائة واربعون سنة وقيل مائة وسبع وخمسون سنة قيل غير ذلك مشهور من فصحاء العرب وشعرائهم ولما اسلم لم يقل شعرًا وقال يكفينی القرآن .ق

[2] باطل ، المراد به الفانی وانما كان كلامه اصدق لانه وافق اصدق الكلام وهو قوله تعالی كل شئ هالك الا وجهه ، وتمام البيت وكل نعيم لا محالة زائل والمراد بالنعيم نعيم الدنيا لقوله بعد ذلك ← نعيمك فی الدنيا غرور وحسرة ☆ وانت قريبًا عن مقيلك راحل

[3] امية بالتصغير ابن ابی الصلت بفتح فسكون ای ابن ربيعة الثقفی كان ينطق بالحقائق وقد كان متعبدًا فی الجاهلية ويتدين ويومن بالبعث لكنه ادركه الاسلام ولم يسلم قاله القاری رثامن قتل ببدر من الكفار ثم مات ايام حصار الطائف كافرًا سنة ثمان وقيل تسع .

حقائق باندھتا تھا قیامت کا قائل تھا لیکن توفیقِ ایزدی شامل حال نہ ہوئی اس لئے مسلمان نہ ہوسکا، آٹھویں حدیث کے ذیل میں اس کی کسی قدر تفصیل آرہی ہے۔

(۳) حدثنا محمّد بن المثنّٰی قَالَ انبانا محمّد بن جعفر حدثنا شعبة عن الاسود بن قیس عن جندب بن سُفیٰنٍ[۱] البجلی قال اَصَابَ[۲] حَجَرٌ اُصْبُعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَمِیَتْ[۳] فَقَالَ ۔

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اُصْبُعٌ دَمِیْتِ ☆ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ[۴]

حل لغات: اَصَابَ (افعال) پہنچنا، لگنا، کہا جاتا ہے اَصَابَتْهُ النظرُ اس کو نظر لگ گئی۔ حَجَرٌ (ج) اَحْجَارٌ پتھر۔ دَمِیْتِ (س) مص دَمًی خون آلود ہونا، خون سے لت پت ہونا۔ لَقِیْتِ (س) مص لِقَاءً ، لِقَایَةً ملاقات کرنا، پانا۔

ترجمہ: جندب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک پتھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی میں لگ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ خون آلود ہوگئی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے، تو ایک انگلی ہے جس کو اس کے سوا کوئی مضرت نہیں پہنچی کہ خون آلود ہوگئی، اور یہ بھی رائیگاں نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی جس کا ثواب ہوگا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی وہ اشکال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کیسے فرمایا اس کا مختصر جواب گزر بھی چکا ہے اس خاص جگہ پر یہ بھی ایک

---

[۱] سفیان، هو جد جندب بضم جیم ودال ویفتح ابن عبد اللّٰہ فهو منسوب الی جده والبجلی بفتحتین نسبة الی بجیلة .

[۲] اصاب ، اختلفوا فی انه کان فی بعض غزواته کما هو المشهور او کان قبل الهجرة وقیل کانَ یمشی الی الصلوٰة وقیل کان فی الغار لما فی روایة مسلم کان صلی اللّٰہ علیه وسلم فی غار فدمیت اصبعه قال الباجی لعله غازیا فتصحف لما فی الروایة الاخری فی بعض المشاهد وتعقب بان القول بالتصحیف لا یصح لفظا ولا معنی ومثل هذا الطعن لایجوز فی حدیث مسلم قال القاری فالتحقیق انه کان فی غار من جبل احد ولا مانع من الحمل علی تعدد الواقعة .

[۳] بفتح الدال وکسر المیم یقال دمیت اصبعه وادمیتها ودمیتها . ق

[۴] ما موصولة مبتدأ وفی سبیل اللّٰہ خبره یعنی فلا تبالی بل افرحی وقضیة کسر لیلی قدح المحزون شهیرة وامثالها فی سیر المحب والمحبوب کثیرة . ق

جواب دیا جاتا ہے کہ یہ رجز کہلاتا ہے شعر نہیں ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ایک آدھ شعر کہنے سے آدمی شاعر نہیں ہوتا لہٰذا یہ آیت وَمَا علمنٰہ الشّعر کے خلاف نہیں، بعض نے کہا ہے کہ دمیت اور لقیت کی "ت" ساکنہ ہے مکسورہ نہیں اس صورت میں موزونیت سے بھی نکل گیا، بندۂ ناچیز کے نزدیک اگر اس کی توجیہ یہ کی جائے کہ یہ شعر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ منقول تھا کسی دوسرے شاعر کے کلام سے تو اس صورت میں کسی اور توجیہ کی ضرورت نہیں رہے گی، چنانچہ واقدی نے اس شعر کو ولید بن ولید کا بتایا ہے اور ابن ابی الدیتار نے اپنی کتاب "محاسبۃ النفس" میں ابن رواحہ کی طرف نسبت کیا ہے، دو شاعروں سے کسی ایک شعر کا ورود ممنوع نہیں اس لئے ممکن ہے کہ دونوں نے یہ شعر کہا ہو، اس میں اختلاف ہے کہ یہ قصہ کب کا ہے جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ جنگ اُحد کا ہے، اور بعض لوگ اس کو ہجرۃ سے قبل بتاتے ہیں۔

---

(۳) حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیٰنؔ بن عیینة عن الاسود بن قیس عن جندب بن عبداللّٰہ البجلی نحوہٗ.

(۴) حدثنا محمّد بن بشار حدثنا یحییٰ بن سعید حدثنا سفیٰن الثوری حدثنا ابو اسحٰق عن البراء بن عازب قال قَالَ لَہٗ رَجُلٌ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بَا عُمَارَۃَ فَقَالَ لَا وَاللّٰہِ مَا وَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

---

۱ عن سفیان اعاد الحدیث بسند آخر لیدل علی ان جندب بن سفیان المذکور فی السند السابق هو ابن عبد اللّٰه هذا . ۲ جاء فی روایة انه من قیس لکن لا یعرف اسمه .

۳ متعلق بمحذوف ای معرضین عنه وتارکین له او منکشفین عنه بوضوح ان فرارهم کان عن الکفار لا عنه صلی اللّٰه علیه وسلم . ۴ ابا عمارة بضم العین المهملة وتخفیف المیم کنیة البراء

۵ رسول اللّٰه سئل عن فرارهم فاجاب بعدم فراره علیه السلام اما لانه یلزم من ثبات الرسول عدم فرار اکابر الصحابة واما لان فرارهم یوهم تولیة الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم بعد ثباته منفردًا ولم ینقل انّه انهزم فی موطن قط ومن ثم اجمعوا علی انه لا یجوز الانهزام علیه قط فمن زعم انه انهزم وقصد التنقیص کفر وان لم یقصد ادب تادیبًا عظیمًا عند الشافعی وقتل عند مالك قاله المناوی قلت والا وجه عندی فی الجواب ان مدار فرار الخمیس علی القلب والنبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان فی القلب وعلی هذا یطابق الجواب السوال ویصح الاستدراك ایضًا والمعنی ان القلب یعنی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومن معه لم یتولوا بل تولی سرعان الناس الذین کانوا فی المقدمة .

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ وَلّٰى سَرْعَانُ[1] النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهٖ وَاَبُوْ سُفْيٰنَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُوْلُ[2]

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ☆ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

حل لغات: فَرَرْتُمْ (ض) مص فَرًّا ، فِرَارًا بھاگنا، دوڑنا۔ وَلّٰى (تفعیل) پشت پھیرنا، رخ پھیر کر بھاگنا، منہ موڑنا۔ سَرْعَان صیغۂ صفت، جلد باز (س) مص سَرِيْعًا جلدی کرنا، جلد باز ہونا۔ تَلَقَّتْ (تفعل) استقبال کرنا، سامنے سے آنا، ملنا، ملاقات کرنا۔ هَوَازِن ایک قبیلے کا نام۔ اَلنَّبْلُ (ج) نِبَالٌ ، اَنْبَالٌ تیر (ن) تیر مارنا، تیراندازی کرنا، تیر دینا۔ بَغْلَة (ج) بِغَالٌ خچر (جس کا باپ گدھا اور ماں گھوڑی ہو) لِجَامٌ (ج) لُجُمٌ ، اَلْجِمَةٌ لگام، مہار۔ كَذِبٌ (ض) مص كَذِبًا ، كِذْبًا ، كَذْبَةً جھوٹ بولنا۔

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا تم سب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جنگِ حنین میں بھاگ گئے تھے، انہوں نے فرمایا کہ نہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت نہیں پھیری بلکہ فوج میں سے بعض جلد بازوں نے (جن میں اکثر قبیلہ بنی سلیم اور مکہ کے نومسلم نوجوان تھے) قبیلۂ ہوازن کے سامنے کے تیروں کی وجہ سے منہ پھیر لیا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (جن کے ساتھ اکابر صحابہ کا ہونا ظاہر ہے) اپنے خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن الحارث اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہ فرما رہے تھے انا النبی لا

---

[1] سرعان بفتح السين والراء ويسكن اوائلهم واطال الكلام فى ضبطه المناوى .

[2] قال الحافظ ابن حجر احببت عن مقالته صلى الله عليه وسلم هذه باجوبة منها انه نظم غيره وانه كان فيه انت النبى لا كذب ☆ انت ابن عبد المطلب فذكره بلفظ انا فى الموضعين ومنها انه رجز وليس بشعر وهذا مردود ومنها انه لا يسمى شعرًا حتى يتم قطعة وهذه كلمات يسيرة ولا تسمى شعرًا ومنها انه خرج موزونا ولم يقصد به الشعر وهذا اعدل الاجوبة .

☆☆☆

کذب : انا ابن عبد المطّلب میں بلا شک وشبہ نبی ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد (پوتا) ہوں۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بجائے باپ کے اپنے دادا عبدالمطلب کی طرف اس لئے نسبت کیا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کی اطلاع کفار قریش کو دی تھی اور یہ وقت گویا اس کی تصدیق کا تھا، بعض نے یہ وجہ بتائی ہے چونکہ آپؐ کے والد کا انتقال زمانہ حمل ہی میں ہوگیا تھا اس لئے آپؐ ابن عبدالمطلب کے ساتھ مشہور تھے، نیز یہ بھی کہا گیا کہ چونکہ عبدالمطلب مشہور سردار تھے اس لئے شہرت کی وجہ سے اس طرف نسبت فرمائی، حافظ ابن حجر نے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ کفار میں یہ بات مشہور تھی کہ عبدالمطلب کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا جس سے لوگوں کو ہدایت ہوگی وہ خاتم النبیین ہوں گے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نسبت کے ساتھ ان لوگوں کو یہ مشہور چیز یاد دلائی، غزوۂ حنین ۸ھ میں ہوا ہے، قبائل عرب ایک زمانہ سے اپنے اسلام لانے میں فتح مکہ کے منتظر تھے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قبضہ کرلیا تب تو سمجھو کہ آپؐ غالب ہیں اور بے چون و چرا اطاعت کرو، اور اگر مکہ مکرمہ فتح نہ ہو تو سمجھ لو کہ یہ غالب نہیں ہوسکتے بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو قبیلۂ ہوازن وغیرہ نے بھی جو مواضع حنین وغیرہ کے رہنے والے تھے اپنی قسمت آزمائی کا فیصلہ چاہا اور چند قبائل نے مل کر یکجائی لڑائی کے خیال سے حنین پر جو مکہ مکرمہ سے طائف وعرفات کی جانب میں تقریباً دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں مجتمع ہوئے ہر چند کہ بعض تجربہ کار بوڑھوں نے ان کو اس ارادہ سے روکا مگر بعض جوشیلے نوجوانوں نے نہ مانا اور یہ کہہ کر کہ مسلمانوں کو اب تک تجربہ کار لڑنے والوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا اس لئے غالب ہوتے جارہے ہیں مبادا ہم پر بھی حملہ کریں اس لئے خود ہی ابتدا کرنا چاہئے بیس ہزار سے زیادہ مجمع لڑائی کے لئے جمع کرلیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو دس بارہ ہزار کا مجمع جس میں مہاجرین وانصار اور فتح مکہ کے نومسلم شریک تھے نیز ایک جماعت کفار مکہ کی بھی شریک تھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی،

ان میں سے بعض لوگ غنیمت کے لالچ سے شریک ہوئے تھے اور بعض لوگ محض لڑائی کا نظارہ دیکھنے گئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لشکر کے ساتھ ۹ رشوال ۸ھ کو حنین کی جانب روانہ ہوئے مسلمانوں کو حنین تک پہنچنے کے لئے ایک نہایت تنگ گھاٹی سے گزرنا پڑتا تھا، دشمنوں نے اپنے لشکر کو ان پہاڑوں میں چھپا رکھا تھا جیسے ہی مسلمان وہاں سے گزرے انہوں نے دفعتہً تیروں کا نشانہ بنایا، مسلمان اس بے خبری کے حملہ سے سخت گھبرائے اور پریشان ہوکر اِدھر اُدھر متفرق ہوگئے، بخاری کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی حملہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی اور وہ پیچھے بھاگے یہ لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے کہ دفعتہً ان لوگوں نے جو پہاڑوں کے درمیان چھپے ہوئے تھے چاروں طرف سے حملہ کردیا، یہ مجمع نہایت پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر منتشر ہوگیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجز چند اکابر صحابہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ وغیرہ وغیرہ چند حضرات کے کوئی بھی نہیں رہا تھا اس پریشانی کی حالت میں بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا عقیدہ بھی متزلزل ہوا اور بعض نے آوازے اور فقرے کسنا شروع کئے بعض لوگ بھاگ کر مکہ واپس آگئے اور مسلمانوں کے مغلوب ہوجانے کا مژدہ ان لوگوں کو سنایا جو مسلمان نہ ہوئے تھے یا ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاشمی خون اس وقت جوش پر تھا آپؐ نے اس خوفناک منظر میں اپنی سواری سے اُتر کر پاپیادہ انا النَّبیُّ لَا کذب فرماتے ہوئے دشمنوں کی فوج کا رخ کیا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین انصار اور اصحاب شجرہ کو علیٰحدہ علیٰحدہ ایک ایک آواز دی کہ کہاں جارہے ہو ادھر آؤ، آواز کا سننا تھا کہ پریشان حال متفکر جماعت لبیک کہتی ہوئی ایسی جوشِ محبت میں لوٹی جیسے اونٹنی اپنے بچہ کی طرف لوٹتی ہے، مسلمانوں کا لوٹنا تھا کہ طرفین میں ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے کچھ مٹی کنکریاں وغیرہ اٹھا کر شاھت الوجوہ فرماتے ہوئے مقابل پر پھینکی، تھوڑی دیر لڑائی کا یہ منظر رہا اس کے بعد لڑائی کا رخ ایسا پھرا کہ جس میدان میں مسلمان پریشان نظر آرہے تھے اب کافر بدحواس بھاگتے ہوئے نظر

آنے لگے اور اپنا مال و متاع اہل و عیال مسلمانوں کے لئے مالِ غنیمت بنا کر ایسے بھاگے کہ اِدھر کا رخ بھی نہ کیا، قصہ حسبِ ضرورت مختصر طور سے لکھا گیا جو صاحب مفصّل دیکھنا چاہیں کسی اردو اسلامی تاریخ میں دیکھ لیں۔

یہاں پر ایک امر پر تنبیہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق صرف ایک دو روایت دیکھنے سے کسی قسم کا اشکال پیدا کر لینا یہ علم کی کوتاہی ہے کسی ایک دو حدیث میں اکثر واقعہ کی پوری تفصیل نہ آسکتی ہے نہ مقصود ہوتی ہے ہر واقعہ کے متعلق اگر کوئی رائے قائم کرنا ہو تو جب تک اس واقعہ کے پورے حالات سامنے نہ ہوں رائے زنی بے محل ہے، اسی جنگِ حنین کے متعلق کسی مختصر تاریخ کو دیکھ کر یا ایک دو حدیثوں کا ترجمہ دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ساری جماعت یا پورا لشکر دس ہزار کا بھاگ گیا تھا اور بجز دو چار نفر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہا تھا واقعہ کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل سے بھی دور ہے، کفار کی جماعت جو بیس ہزار سے زیادہ تھی اس کو کیا مشکل تھا کہ دو چار نفر کا محاصرہ کر لیتے جب کہ سب بھاگ چکے تھے چہ جائے کہ ایک روایت میں یہ آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو لڑائیوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں لشکروں کی ترتیب اور حملہ کے حالات سے واقف ہوتے ہیں لشکروں کی ترتیب اور حملہ کے حالات پر بصیرت رکھتے ہیں وہ کسی ایسی روایت سے متعجب یا متاثر ہوں، لشکر کی عام ترتیب کے موافق پانچوں حصوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی بھی ترتیب فرمائی تھی، مقدمۃ الجیش (لشکر کا اگلا حصہ) میمنہ میسرہ (دایاں بایاں حصہ) قلب یعنی درمیانی حصہ جس میں امیر لشکر کی حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے اور پانچواں حصہ لشکر کا پچھلا حصہ اس کے علاوہ ہر ہر جماعت کا مستقل حصہ تھا جس کا ایک امیر مستقل جھنڈا لئے ہوئے تھا اس کی جماعت اسکے ساتھ تھی، مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سعد بن ابی وقاص اسید بن حضیر خباب بن منذر وغیرہ حضرات ایک ایک جماعت کے

امیر بنے ہوئے اپنی اپنی مقررہ جگہ پر مامور تھے، مقدمۃ الجیش میں قبیلۂ بنی سلیم کی جماعت تھی جس کا جھنڈہ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھا یہ جماعت لشکر کا اگلا حصہ تھا اسی جماعت کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا کہ جب یہ گھاٹیوں کے درمیان سے نکلے تو دشمنوں نے اول پسپائی اختیار کی جس کی وجہ سے ان کو آگے بڑھنے اور اپنے کو غالب سمجھ کر مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ملا اور چھپے ہوئے دشمنوں نے چاروں طرف سے تیر برسانا شروع کر دیا ایسی صورت میں اس جماعت کی پسپائی بھی فطری چیز تھی اور ان کی پسپائی سے تمام لشکر میں تشویش، انتشار، ادھر اُدھر دوڑنا ضروری تھا لیکن اس کا مطلب یہ لینا کہ سارا ہی لشکر بھاگ گیا تھا پورے حالات پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہے، چنانچہ عبدالرحمٰن ایک شخص کا بیان نقل کرتے ہیں جو اس وقت کافر تھا، کہ ہم نے جب مسلمانوں پر حنین میں حملہ کیا اور ان کو پیچھے ہٹانا شروع کیا تو وہ ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور پیچھے ہٹتے رہے ہم لوگ ان کا تعاقب کرتے رہے اور آگے بڑھتے رہے بڑھتے بڑھتے ہم ایک ایسے شخص تک پہنچے جو سفید خچر پر سوار تھے، اور نہایت حسین چہرہ والے، لوگ ان کے گرد جمع تھے، انہوں نے ہم کو دیکھ کر شاهت الوجوه ارجعوا کہا یہ کہنا تھا کہ ہم مغلوب ہونا شروع ہو گئے اور وہ جماعت ہم پر چڑھ گئی اسی بناء پر حضرت براءؓ نے شمائل کی روایت میں جو اوپر گذری یہ کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ نہیں پھیرا بلکہ کچھ تیز رو لوگ جو تیروں کی برداشت نہ کر سکے بھاگے تھے اس کے ساتھ ہی یہ قصہ بھی پیش آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس راستے سے بڑھ رہے تھے اس کو ترک فرما کر دائیں جانب کو بڑھنا شروع کیا، غور کی بات ہے کہ اس انتشار کی حالت میں لشکر کے اکثر حصہ کو کیسے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کس جانب کو بڑھنے کا ارادہ فرمایا ایسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک وقت میں سو آدمیوں کا رہ جانا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہے اور ایک موقعہ پر اسی کا رہ جانا جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے حتی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر کو تیزی سے بڑھایا تو سامنے سے لوگ ہٹتے رہے اور صرف بارہ آدمی رہ

گئے اور اس کے بعد صرف وہ چار شخص رہ گئے جو خچر کی باگ اور رکاب تھامے ہوئے تھے یا رکاب وغیرہ پکڑے ہوئے تھے حتی کہ جب خچر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے موافق نہ بڑھ سکا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سے اتر کر تن تنہا کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر ان کی طرف بڑھ گئے یہی وقت ہے جس کو بخاری شریف کی روایت میں اس سے تعبیر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا اس کے ساتھ ایک اجمالی مضمون اپنے ذہن میں یہ ہونے سے کہ اس جنگ میں لوگ بھاگ گئے تھے یہ تجویز کر لینا کہ سارے ہی صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھاگ گئے تھے، پورے واقعات پر نظر نہ ہونے کا ثمرہ ہے چونکہ پورے لشکر میں انتشار تھا اور یقیناً بہت سے لوگ بھاگ بھی رہے تھے بلکہ بعض لوگ اس ہزیمت سے خوش بھی ہو رہے تھے جیسا کہ مفصل واقعات میں مذکور ہے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی جیسا کہ انتشار کے وقت کا لازمی نتیجہ ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو نہایت بلند آواز تھے لوگوں کو آوازیں دلوائیں اور مہاجرین انصار اصحاب شجرہ وغیرہ جماعتوں کو علیحدہ علیحدہ آواز دلائی جس کے سننے پر وہ سب پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور دوسرے حملہ میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ تھا، بہر حال اس مضمون میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت کتنے آدمی تھے مختلف روایتیں ہیں اور ہر روایت اپنے اپنے موقع پر چسپاں ہے، حتی کہ صحیح بخاری کی روایت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا تھے کوئی ساتھ نہ تھا بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر سے اُتر کر آگے بڑھ کر ان پر کنکریاں یا مٹی پھینکی تو سب ہی اس وقت پیچھے رہ گئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بڑھے چلے جا رہے تھے لیکن کسی روایت میں بھی یہ نہیں ہے کہ جتنے کسی وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے ان کے علاوہ باقی سب ہی بھاگ گئے تھے۔

---

⑤ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبدالرزاق حدثنا جعفر بن سلیمان انبانا ثابت عن انس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ

فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ[1] وَابْنُ[2] رَوَاحَةَ يَمْشِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۔۔۔ اَلْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ[3]

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ ۔۔۔ وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

قَالَ لَهٗ عُمَرُ يَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَقُوْلُ شِعْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ فَلَهِيَ اَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ.

حل لغات: خَلُّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر ''ہٹو، چھوڑو'' (تفعیل) مص تَخْلِيَة خالی کرنا، صاف کرنا۔ سَبِيْلٌ (ج) سُبُلٌ راستہ۔ تَنْزِيْلٌ (تفعیل) آنا، اترنا، اور ''ض'' سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ يُزِيْلُ (افعال) الگ کرنا، زائل کرنا، جدا کرنا۔ مَقِيْل مصدر میمی، قیلولہ کرنے کی جگہ (گردن) (ض) مص قَيْلًا، قَيْلُوْلَةً قیلولہ کرنا، دوپہر میں آرام کرنا۔ يُذْهِلُ (افعال) غافل کرنا، بھلا دینا (ف) غافل ہونا، بھول جانا۔ اَلْخَلِيْلُ (ج) اَخِلَّاءُ، خُلَّان خالص دوست، جگری یار۔ نَضْحٌ

---

[1] القضاء، ای قضاء عمرة الحديبية وهو صريح لما قاله علمائنا من ان المحصر يجب عليه القضاء سواء كان حجه فرضًا او نفلًا او كان احرامه لعمرة قاله القاری قلت يعنی ان تسميته بعمرة القضاء مؤيد لنا وما اوله الشافعية من ان المراد به القضية بمعنى المقاضاة لا يساعده اللفظ.

[2] ابن رواحة ای عبد اللّٰه بن رواحة وكان من احد شعرائه عليه السلام والحديث اخرجه المصنف فی جامعه ثم قال وروی فی غير هذا الحديث ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم دخل مكة فی عمرة القضاء وكعب بن مالك بين يد. وهذا اصح عند بعض اهل الحديث لان ابن رواحة قتل يوم موتة وانما كانت عمرة القضاء بعد ذلك اهـ وتعقبه الحافظ فی الفتح كما ذكر فی هامش الكوكب الدری اذ قال ما حكی قول الترمذی هذا ذهول شديد وغلط مردود وما ادری كيف وقع الترمذی فی ذلك مع وفور معرفته الی آخر ما ذكره وحاصله ان عمرة القضا قبل سرية موتة التی استشهد فيها ابن رواحة.

[3] اختلفت الروايات فی الفاظ هذه الابيات وترتيب مصاريعها كما بسطه الحافظ فی الفتح.

[4] تنزيله قال القاری ای بناءً علی كونه صلی اللّٰه عليه وسلم رسولًا منزلًا عليه الوحی او بناءً علی تنزيلكم اياه واعطاء العهد والامان وعلی كل فالضمير فی كلا المصراعين الی رسول الله صلی اللّٰه عليه وسلم وهو الظاهر وابعد ابن حجر حيث جعل الضمير الی القرآن اهـ قلت وهذا هو المعروف عند شراح الحديث وقال المناوی قوله علی تنزيله ای علی تنزيل النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فی مكة ولا نرجع كما رجعنا فی عام الحديبية او علی تنزيل القرآن وان لم يتقدم له ذكر. اهـ

(ض، ف) تیراندازی کرنا، تیر برسانا، تیر پھینکنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عبداللہ بن رواحہ (اپنی گردن میں تلوار ڈالے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے) آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے خلوا بَنِی الکفار الخ اے کافر زادو ہٹو! آپ کا راستہ چھوڑ دو آج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ آنے سے روک دینے پر جیسا کہ تم گزشتہ سال کر چکے ہو ہم تم لوگوں کی ایسی خبر لیں گے کہ کھوپڑیوں کو تن سے جدا کر دیں گے اور دوست کو دوست سے بھلا دیں گے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن رواحہ کو روکا کہ اللہ کے حرم میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھتے جا رہے ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ روکو مت یہ اشعار ان پر اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔

تشریح: ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا لیکن کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موضع حدیبیہ میں روک دیا تھا اس وقت جو شرائط فریقین میں ٹھہرے تھے ان میں یہ بھی تھا کہ سال آئندہ آ کر اپنا عمرہ پورا کر لیں اس معاہدہ کی بناء پر ذیقعدہ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا یہ عمرہ حنفیہ کے نزدیک پہلے عمرہ کی قضا ہے اور اس عمرہ کا نام عمرۃ القضاء ہونا بھی حنفیہ ہی کی تائید کرتا ہے، بعض ائمہ شافعیہ وغیرہ کا اس میں خلاف ہے اس کی بحث شروع حدیث میں مفصل مذکور ہے اسی سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور باعزت وشوکت عمرہ سے فراغت فرما کر حسب قرار داد تین دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ منورہ کو واپسی ہوگئی، حضرت عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور حرم کے احترام کی رعایت سے ابن رواحہ کو منع فرمایا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامی اور وقتی مصلحت سے کہ اشعار بھی لسانی جہاد ہے اس کو باقی رکھا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت کعبؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں شعر کی مذمت نازل فرمائی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی اور یہ زبانی جہاد بھی ایسا ہی ہے گویا تم تیر برسا رہے ہو، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اشعار بھی جہاد کے حکم میں ہیں مگر شرائط اور قواعد کی رعایت جیسا کہ اس جہاد میں ضروری ہے اس میں بھی ہے۔

⑥ حدثنا علی بن حجر انبانا شریك عن سماكؔ بن حرب عن جابر بن سمرة قال جَالَسْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ وَكَانَ اَصْحَابُهٗ يَتَنَاشَدُوْنَؔ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُوْنَ اَشْيَاءَ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌؔ وَرُبَمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ.

حل لغات: جَالَسْتُ (مفاعلت) ہم نشین ہونا، ساتھ بیٹھنا (ض) بیٹھنا۔ مَرَّةٌ (ج) مِرَارٌ، مَرَّاةٌ ایک بار، ایک مرتبہ، ایک دفعہ۔ يَتَنَاشَدُوْنَ (تفاعل) باہم اشعار پڑھنا (افعال) شعر پڑھنا (ن، ک) شعر کہنا۔ يَتَذَاكَرُوْنَ (تفاعل) مذاکرہ کرنا، کسی بات کا آپس میں دہرانا۔

ترجمہ: جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سو مجلسوں سے زیادہ بیٹھا ہوں جن میں صحابہؓ اشعار پڑھتے تھے اور جاہلیت کے زمانہ کے قصے قصائص نقل فرماتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (ان کو روکتے نہیں تھے) خاموشی سے سنتے تھے، بلکہ کبھی کبھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شرکت فرماتے تھے۔

ؔ بکسر السین وتخفیف المیم.

ؔ ای یطلب بعضهم بعضا ان ینشد الشعر المحمود والانشاد هو ان یقرأ شعر الغیر وفی بعض النسخ یناشدون من باب المفاعلة قاله القاری وقال المناوی التناشد والمناشدة قراءة البعض علی بعض شعرًا. اه

ؔ ای علی عادته الشریفة کما تقدم فی باب کلامه صلی اللّٰه علیه وسلم من حدیث ابن ابی هالة من انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان طویل السکت لا یتکلم فی غیر حاجة او المعنی ساکت عنهم لا یمنعهم من انشاد الشعر.

تشریح: یعنی ان تذکروں میں کوئی ہنسی کی بات ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سکوت اور خاموشی ناراضی یا گرانی سے نہ تھی بلکہ توجہ باطنی کی وجہ سے ہوتی تھی اس لئے کوئی بات ایسی ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تبسم فرماتے، حضرت زید بن ثابت کاتب وحی فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہتا تھا جب وحی نازل ہوتی تو مجھے طلب فرما کر اس کو لکھوادیا کرتے تھے ہم لوگ جب دنیا کے تذکرے کرتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا کا تذکرہ فرماتے تھے اور جب ہم آخرت کے متعلق تذکرہ کرتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخرت کا تذکرہ فرماتے جب ہم کھانے کا کوئی تذکرہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی نوع کا تذکرہ فرماتے مطلب یہ ہے کہ جس نوع کا تذکرہ صحابہ کرامؓ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کمال شفقت ورافت کی وجہ سے اسی نوع کے تذکرے ان کی دلداری کے لئے فرماتے یہ نہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صرف دین ہی دین کا تذکرہ ہو اور کوئی تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہ آئے کہ ان مختلف انواع کے تذکروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور موانست بڑھتی تھی اور جب ایک ہی نوع کا ذکر ہر وقت رہے تو بسا اوقات توحش کا سبب بن جاتا ہے بالخصوص اجنبی کے لئے کہ اجانب عموماً دنیاوی اغراض لے کر آتے ہیں اور یہی تذکرے ان کے تعلقات اور موانست کا سبب بنتے ہیں۔

⑦ حدثنا علی بن حجر انبانا شریك عن عبدالملك بن عمیر عن ابی سلمة عن ابی هریرة عن النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال اَشْعَرُ[1] كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ، اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ.

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ شاعرانِ عرب کے کلام میں بہترین کلمہ لبید کا یہ مقولہ ہے۔ الا کل شیء خلا اللّٰهُ بَاطل.

[1] ای احسنها وادقها واجودها.

تشریح: ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث اس باب کے نمبر ۶ پر گزر چکی ہے۔

---

(۸) حدثنا احمد بن منیع حدثنا مروان بن معوية عن عبدالله بن عبدالرحمٰن الطائفی عن عمرو[1] بن الشرید عن ابیه قالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْشَدْتُّهٗ مِائَةَ قَافِيَةٍ[2] مِنْ قَوْلِ اُمَيَّةَ بْنِ اَبِی الصَّلْتِ كُلَّمَا اَنْشَدْتُهٗ بَيْتًا قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيْهٌ[3] حَتّٰی اَنْشَدْتُهٗ مِائَةَ يَعْنِیْ بَيْتًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَادَ لَيُسْلِمُ.

حل لغات: رِدْف (ج) اَرْدَاف پیچھے سوار ہونے والا (ن،س) پیچھے سوار ہونا، پیچھے ہونا۔ قَافِيَة (ج) قَوَافِي شعر کا آخری کلمہ یا آخری حرف، ہر چیز کا آخری حصہ۔ بَيْت (ج) بُيُوْت ، اَبْيَات مکمل ایک شعر، وہ منظوم کلام جو دو مصرعوں پر مشتمل ہو۔ هِيْه کلمۂ استزادہ ہے یعنی کسی چیز کے مزید مطالبے کے لئے ہے، یہاں مراد ہے کہ اور سناؤ۔

ترجمہ: حضرت شرید کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امیہ کے سو شعر سنائے ہر شعر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ اور سناؤ،

---

[1] عمرو بالواو علی الصواب وفی نسخة بدون الواو ولا یصح اذ لیس فی الرواة احد اسمه عمر بن الشرید وهو عمرو بن الشرید بن سوید الثقفی قال عصام لم احد ترجمته وتعقبه المناوی

[2] هکذا فی المتون الموجودة عندی وزاد فی بعض الشروح بعد قوله کنت ردف النبی صلی الله علیه وسلم فقال هل معك من شعر امیة بن ابی الصلت شیئ فقلت نعم فقال هیه فانشدته بیتا فقال هیه ثم انشدته بیتا فقال هیه حتی انشدته مائة بیت فانشدته مأة قافیة الحدیث والظاهر ان هذه لیست بنسخة بل وقع التخلیط فی المتن والشرح واختلط روایة بالاخری .

[3] قافیة المراد بها البیت اطلق الجزء واراد الکل مجازًا .

[4] هیه بکسر الهاء واسکان الیاء وکسر الهاء الثانیة قالوا والهاء الاولی مبدلة من الهمزة واصلها ائیه وهی للاستزادة من الحدیث المعهود وتستعمل للاستزادة من غیر معهود اسم فعل بمعنی حدث وهی بسکون الهاء کلمة زجر بمعنی حسبك فما فی بعض الاحوال من ضبطها ههنا بالسکون مشکل قاله المناوی .

اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کا اسلام لے آنا بہت ہی قریب تھا۔

تشریح: اس کی وجہ پہلے گزر چکی ہے کہ اس کے اشعار میں توحید اعتراف قیامت وغیرہ امور حقہ ونصائح زیادہ ہوتے تھے یہی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کی تھی اور یہی وجہ اس کے قریب عن الاسلام ہونے کی تھی، بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس شعر پر تھا، ۔ لك الحمد والنعماء والفضل ربنا☆ فلا شئ اعلٰی منك حمداً ولا مجداً. اے ہمارے رب آپ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور آپ ہی کے لئے ملک کی تمام نعمتیں ہیں اور آپ ہی کے لئے سب فضیلتیں ہیں، نہ آپ سے زیادہ کوئی تعریف کے قابل ہے نہ آپ سے زیادہ کوئی بڑائی والا ہے۔

---

⑨ حدثنا اسمٰعیل بن موسٰی الفزاری وعلی بن حجر والمعنی وَاحدٌ قالا انبانا عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشه رضی اللّٰه عنها قالت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ[1] بن ثابت مِنْبَرًا[2] فِی الْمَسْجِد يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ[3] عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ او قال ينافحُ[4] عن رسول اللّٰه عليهِ وسلَّمَ ويقول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليهِ وسلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حسَّانَ بِرُوْحِ[5] الْقُدُسِ مَا يُنَافِحُ اَوْيُفَاخِرُ[6] عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

---

[1] لحسان ضبط منصرفًا وغير منصرف بناء على انه فعال او فعلان والثانی هو الاظهر قاله القاری وقال ایضًا هو حسان ابن ثابت بن المنذر بن عمرو بن حرام الانصاری عاش مائة وعشرین سنة نصفها فی الاسلام وكذا عاش ابوه وجده وجد ابیه المذكورون اه وفی الحدیث دلیل علی جواز الانشاد فی المسجد للضرورة.

[2] ای آلة النبر وهو الارتفاع وكل شئ رفع فقد نبر.

[3] ای یذكر مفاخر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم.

[4] ای یخاصم ویدافع من نفحت الدابة ضربت برجلها.

[5] روح القدس ای جبرئیل وقد جاء فی حدیث مصرحًا وسمی به لانه یاتی الانبیاء بما فیه الحیٰوة الابدیة واضافته الی القدس وهو الطهارة لانه خلق منهما والمراد بتاییده امداده بابلغ جواب او انه یحفظه عن الاعداء.

[6] شك من الراوی علی طبق الشك السابق الا انه نشر لا علی طریق اللف. م

○ حدثنا اسمٰعیل بن موسٰی وعلی بن حُجر قَالَا حدثنا ابن ابی الزناد عن ابیه عن عروة عن عائشة رضی اللّٰه عنها عن النبی صلی اللّٰهُ علیه وَسَلَّمَ مثلَه۔

حل لغات: یُفَاخِرُ (مفاعلت) فخر کرنا، فخر میں مقابلہ کرنا (س) فخر کرنا، تکبر کرنا۔ یُنَافِحُ (مفاعلت) دفاع کرنا، جھگڑا کرنا (ف) ہٹانا، دفع کرنا، دور کرنا۔ یُؤَیِّدُ (تفعیل) مص تَاْیِیْدًا تائید کرنا، حمایت کرنا، کسی کی بات کو قوی کرنا (مفاعلت) مص مُوَایَدَة قوی کرنا، ثابت کرنا۔ رُوْحُ الْقُدُس حضرت جبرئیل علیہ السلام کا لقب۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابتؓ کیلئے مسجد میں منبر رکھایا کرتے تھے تاکہ اس پر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرہ کریں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کریں یعنی کفار کے الزامات کا جواب دیں یہ شک راوی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ روح القدس سے حسانؓ کی امداد فرماتے ہیں جب تک کہ وہ دین کی امداد کرتے ہیں۔

تشریح: جہاد ہر وقت اور ہر زمانہ میں مختلف انواع سے ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جہاد سیفی تھا کہ تلوار سے باہم فیصلہ ہو جائے دوسرا جہاد لسانی تھا کہ وقتیہ اشعار و قصائد پڑھے جائیں اور ان اشعار میں مقابلے ہوتے تھے اپنے فخر کے واقعات ذکر کئے جاتے تھے جیسا کہ آج کل مناظروں کا طرز ہے، ایک مرتبہ بنو تمیم کا وفد آیا ان کے ساتھ ان کا شاعر اقرع بھی تھا انہوں نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مناظرانہ دعوت اشعار اور فخریہ مضامین بیان کرنے کی دی، حضور اکرم صلی

لہ مثله ای مثل الحدیث المتقدم والفرق بین الاسنادین ان فی الاول روایة عبد الرحمٰن عن هشام عن عروة وهٰذا روایة عبد الرحمٰن عن ابیه عن عروة بدل هشام عن عروة والسندان متصلان وذکرهما للتقویة قاله القاری۔

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری بعثت نہ تو اشعار کے لئے ہے نہ فخر کے لئے تاہم یہ مناظرہ بھی کرلو اول ان کا مقرر کھڑا ہوا تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو حکم فرمایا کہ مقابل پر تقریر کریں اس کے بعد ان کا شاعر کھڑا ہوا جس کے جواب کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسانؓ کو حکم فرمایا دونوں مناظروں میں مسلمانوں کو غلبہ رہا اور سب سے اول ان کا شاعر مسلمان ہوا، غرض اشعار کا مقابلہ اس وقت کا عام دستور تھا اور یہ اشعار کثرت سے نقل کئے جاتے تھے اور یہ اشعار ان پر مؤثر بھی ہوتے تھے چنانچہ اسی باب کی پانچویں حدیث میں یہ مضمون گزر چکا ہے، مسلم شریف میں بہ روایت حضرت عائشہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وارد ہے کہ ہجو قریش کے لئے تیر برسانے سے زیادہ نافع ہے، مشکوٰۃ شریف میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعبؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اشعار کے بارے میں استمزاج کیا تو آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مؤمن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی، اس قصہ کی ایک روایت میں ہے کہ واللہ یہ اشعار ان پر ایسے جا کر لگتے ہیں جیسے تیر۔

باب مَا جاء فی کلام رسُوْل اللّٰہ صَلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فی السَّمَرِ[1]

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام رات کو قصہ گوئی میں

حل لغات: اَلسَّمَرُ (ج) اَسْمَارٌ رات کی گفتگو (ن، مفاعلت) رات میں قصہ گوئی کرنا۔

تشریح: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قصے کہانی نقل فرمائے ہیں

---

[1] بفتح السین المهملة وسكون الميم حديث الليل من المسامرة وهی المحادثة وفی النهاية الرواية بفتح الميم ورواه بعضهم بسكون الميم واصل السمر ضوء لون القمر سمی به لانهم كانوا يتحدثون فيه قاله القاری وقال البيجوری هو بفتح الميم ای حديث الليل وجوز بعضهم تسكينه علی انه مصدر بمعنی المسامرة وهی المحادثة اه وقال المناوی السمر بفتح الميم حديث الليل واصله الليل وحديثه وظل القمر كما فی القاموس ومقصود الباب انه صلی اللّٰه عليه وسلم جوز السمر وسمعه وفعله . اه

ان کا نمونہ دو حدیثیں مصنفؒ نے اس میں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا الحسن بن صباح البزار[۱] حدثنا ابو النضر[۲] حدثنا ابوعقيل الثقفي عبدالله بن عقيل عن مجالد عن الشعبي عن مسروق عن عائشة قَالَتْ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ نِسَاءَهُ حَدِيْثًا فَقَالَتْ امْرَءَةٌ مِنْهُنَّ كَانَ الْحَدِيْثُ حَدِيْثَ خُرَافَةَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ[۳] مَا خُرَافَةُ إِنَّ خُرَافَةَ كَانَ رَجُلاً مِنْ عُذْرَةَ[۵] اَسَرَتْهُ الْجِنُّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَكَثَ فِيْهِمْ دَهْرًا ثُمَّ رَدُّوْهُ إِلَى الْإِنْسِ فَكَانَ يُحَدِّثُ بِمَا رَاٰى فِيْهِمْ مِنَ الْاَعَاجِيْبِ فَقَالَ النَّاسُ حَدِيْثُ خُرَافَةَ.

حل لغات: اَسرَتْ (افعال) رات میں لے جانا، رات میں چلنا۔ اَلْجِنُّ (ج) جِنَّةٌ جنات، جن، پری، بھوت۔ مَكَثَ (ن) رکنا، قیام کرنا، ٹھہرنا۔ دَهْرٌ (ج) دُهُوْرٌ، اَدْهُر لمبی مدت، طویل زمانہ۔ رَدُّوْا (ن) مص رَدًّا، مَرَدًّا لوٹانا، واپس کرنا۔

---

[۱] البزار، بتشديد الزاى آخره راء مهملة قال المناوى البزاز كله بمعجمتين الا ثلثة هذا وخلف بن هشام وابو بكر بن عمر صاحب المسند . اه

[۲] بفتح النون وسكون الضاد المعجمة سالم بن ابى امية او هو هاشم بن قاسم التيمى قاله المناوى وتبعه البيجورى .

[۳] بضم الخاء المعجمة وتخفيف الراء المهملة ولا تدخله ال كما فى الصحاح لانه معرفة الا ان تريد به الخرافات الموضوعة من حديث الليل قال ابن حجر وتبعه المناوى لم ترد المرأة ما يراد من هذا اللفظ وهو الكناية عن ذلك الحديث بانه كذب مستملح لانها عالمة بانه لا يجرى على لسانه صلى الله عليه وسلم الا الحق وانما ارادت انه حديث يستملح فحسب وذلك لان حديث خرافة يشتمل على وصفين الكذب والاستملاح فالتشبيه فى احدهما لا فى كليهما وقال القارى الاظهر ان يقال ان حديث خرافة يطلق على كل ما يكذبونه من الاحاديث وعلى كل ما يستملح ويتعجب منه على ما فى النهاية فاستعمل ههنا على المعنى الثانى فلا اشكال . اه

[۴] اتدرون تذكير الضمير باعتبار كمال عقولهن ويحتمل ان يكون هناك بعض المحارم من الرجال وفى بعض النسخ اتدرين ولما كانت العرب يكذبون احاديثه كلها حتى ضرب المثل باحاديثه فى الكذب نبه النبى صلى الله عليه وسلم على حقيقة امره .

[۵] عذرة بضم عين مهملة وسكون ذال معجمة قبيلة مشهورة من اليمن وهى قبل بعثته صلى الله عليه وسلم قاله القارى .

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا ایک عورت نے کہا یہ قصہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا تھا، خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے ایک عرصہ تک انہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے وہاں کے زمانہ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔

تشریح: ممکن ہے کہ اس شخص کا نام کچھ اور ہو اس کے قصوں کو لوگ جھوٹ اور من گھڑت سمجھتے تھے اس لئے وہ شخص خرافہ سے مشہور ہو گیا، زمانہ جاہلیت میں جنات کا نہایت غلبہ اور زور تھا وہ نہایت کثرت سے لوگوں کو ستاتے تھے، لے جاتے تھے، ان سے باتیں کرتے تھے، عورتوں سے صحبت کرتے تھے جن کے واقعات مشہور ہیں، اسلام کے بعد ان کا زور گھٹ گیا حتی کہ بعض لوگ تو اس کے قائل ہو گئے کہ جنات کا وجود پہلے تھا اب ہے ہی نہیں لیکن یہ صحیح نہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ ان کا وہ زور نہیں رہا، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف آوری کے وقت کے واقعات اور جنات کی حیرانی پریشانی اور گریہ ونوحہ کے واقعات اس کے شاہد ہیں، بخاری شریف میں حضرت عمرؓ نے ایک کاہن کی محبوبہ جنیہ کے حسرت بھرے اشعار اور جنات کی ذلت و نکبت کا حال ذکر کیا ہے، سیوطی نے خصائص کبریٰ میں بہت سے واقعات اس کے ذکر کئے ہیں۔

② حدیث اُمِّ زرعٍ[1] حدثنا علی بن حجر قَالَ اخبرنا عیسٰی بن

[1] بزای مفتوحة وراء ساكنة وعين مهملة واحدة من النساء المذكورات في الحديث اضيف اليها الحديث لان معظم الكلام فيه يتعلق بها ولهذا الحديث القاب اشهرها هذا وافرده ائمة بالتاليف منهم القاضي عياض والرافعي في مؤلف جامع وساقه بتمامه في تاريخ قزوين وآخرهم مولانا فيض الحسن الاديب السهارنفوري شرحه في مؤلف سماه التحفة الصديقية قال الحافظ ابن حجر روى هذا الحديث من اوجه بعضها موقوف وبعضها مرفوع ويقوى رفعه ما في آخره كنت لك كابي زرع لام زرع متفق على رفعه وذلك يقتضي انه عليه السلام سمع القصة واقرها فيكون كله مرفوعًا من هذه الحيثية قاله المناوي .

یونس عن هشام بن عروة عن اخیه عبد الله بن عروة عن عائشة قالت جَلَسَتْ اِحْدٰی عَشْرَةَ اِمْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ اَنْ لَا یَکْتُمْنَ مِنْ اَخْبَارِ اَزْوَاجِهِنَّ شَیْئًا فَقَالَتْ.

حل لغات: تَعَاهَدْنَ فعل ماضی مؤنث (تفاعل) معاہدہ کرنا، باہم عہد کرنا۔ تَعَاقَدْنَ (تفاعل) معاہدہ کرنا، عہد و پیمان باندھنا۔ یَکْتُمْنَ (ن) مص کَتْمًا ، کِتْمَانًا پوشیدہ رکھنا، چھپانا، راز میں رکھنا۔

ترجمہ: حدیث ام زرع، یہ باب مذکور کی دوسری حدیث ہے لیکن چونکہ اس کا قصہ طویل ہے اور نیز مشہور ہے چنانچہ اس پر مستقل تصانیف بھی کی گئی ہیں اس لئے امام ترمذیؒ نے بھی اس کو ذرا ممتاز کر دیا، اس حدیث کے نام بھی مختلف ہیں مگر مشہور نام یہی ہے چونکہ قصہ طویل ہے اس لئے ہر ہر عورت کا قصہ علحدہ علحدہ مع اس کے فائدے کے بیان کیا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کردیں کچھ چھپائیں نہیں۔

تشریح: ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آتا ہے یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں ان کے ناموں میں بہت اختلاف ہے اس لئے نام حذف کر دیئے گئے ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی اپنی ضروریات میں گئے ہوئے تھے یہ خالی تھیں دل بہلانے کو باتیں شروع ہو گئیں اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ہر عورت اپنے خاوند کا صحیح صحیح حال بیان کرے۔

① فَقَالَتِ الْاُوْلٰی، زَوْجِیْ لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلٰی رَاْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ

---

① کن حجازیات او یمنیات قولان ومن قال کن من خثعم فلیس بقول ثالث فان خثعم بطن من الیمن.

② تشبیه بلیغ کانه لحم لا حیاة فیه ثم لحم جمل ادون اللحوم والمقصود المبالغة فی قلة نفعه والرغبة عنه ونفار الطبع منه.

③ غث مهزول وشدید الردی بالجر صفة جمل وبالرفع صفة لحم والوعر بفتح فسکون صفة للجبل بمعنی صعب فیتقی ای یختار للاکل وفی نسخة فینتقل.

لَاسَهْلٌ فَيُرْتَقٰى وَلَا سَمِيْنٌ فَيُنْتَقٰى.

حل لغات: غَثٌّ صیغۂ صفت (ج) غِثَاثٌ بے کار، ناکارہ (ض،س) ناکارہ ہونا، دبلا ہونا۔ وَغْرٌ مصدر بمعنی صفت، سخت (ض) سخت ہونا، دشوار ہونا۔ يُرْتَقٰى فعل مضارع مجہول (افتعال) مص اِرْتِقَاءٌ (س) چڑھنا، بلندی پر جانا۔ سَمِيْنٌ صفت (ج) سِمَانٌ فربہ، موٹا (س،ن) فربہ ہونا، چربی دار ہونا۔ يُنْتَقٰى فعل مضارع مجہول (افتعال) منتخب کرنا، چننا، لینا، اختیار کرنا۔ سَهْلٌ نرم، آسان (ک) نرم ہونا، سہل اور آسان ہونا۔

ترجمہ: ایک عورت ان میں سے بولی کہ میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے (گویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی ہی نہیں رہی اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب بھی نہیں ہوتا) اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے سودقت اٹھا کر اس کے اُتارنے کی کوشش کی ہی جائے اور اس کو اختیار کیا ہی جائے۔

تشریح: مطلب یہ کہ وہ ایک بیکار ہستی ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بدخلق بھی اس درجہ کا ہے کہ اس تک رسائی بھی مشکل ہے، نہ ملتے بن پڑے نہ چھوڑے بن پڑے کسی مصرف کی دوا نہیں ہے بیکار محض ہے اور بدخلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اس تک رسائی بھی مشکل ہے۔

② **فَقَالَتِ الثَّانِيَةُ، زَوْجِيْ لَا اَبُثُّ[1] خَبَرَهٗ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ لَّا اَذَرَهٗ[2] اِنْ**

---

[1] لا ابث اشكل عليه انه نقض العهد ورد بانهن لم يكن مسلمات فايفاء العهد لم يكن واجبا عليهن وهذا كله ليس بشئ بل هذا هو بيان حاله اشارت اليه بادق وجه واكمله يعنى انى لشدة حاله لا استطيع ان ابث خبره فهو بيان سوء خلقه .

[2] اذره ، الضمير المنصوب للخبر اى خبره طريل ان نقلته لم اتمه وقيل للزوج وقيل هو بعيد وان مكسورة والجملة مستانفة والعجر جمع عجرة وهى نفخة فى عروق العنق حتى تريها ناتئة من الحسد والبجر جمع بجرة هو نتو السرة ثم استعملتا فى العيوب الظاهرة والباطنة لرادت ما ثقاسى منه من الاذية وسوء العشرة قاله القارى وما قيل ان المراد امره كله لا بمعنى عيوبه فيحتمل المدح يفيد من ظاهر السياق قاله المناوى .

اَذْكُرْهُ اَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ.

حل لغات: اُثِيْرُ (افعال) چھیڑنا، شروع کرنا، اَثَارَ الْقَوْلَ بات شروع کرنا، کچھ کہنا۔ اَبُثُّ (ن،ض) مص بَثًّا پھیلانا، بکھیرنا۔ اَذَرُ (ض،ف) چھوڑنا، باقی رکھنا۔ عُجَرُ، عُجْرَةٌ کی جمع ہے، جسم کی رگ، بانس کی گرہ، مراد ظاہری عیوب۔ بُجَرُ بُجْرَةٌ کی جمع ہے، ناف یا ناف کے اندر کی رگ، مراد باطنی عیوب۔

ترجمہ: دوسری بولی (کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں) اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں۔

تشریح: مقصود یہ ہے کہ میں اس کے عیوب کو گنواؤں تو کہاں تک گنواؤں سراپا عیب ہے کسی میں دو چار عیب ہوں تو ان کو گنوا بھی دے اور جس میں عیوب ہی عیوب ہوں کہاں تک گنوائے کس کس کو جتائے اتنی لمبی داستاں ہے کہ سننے والے اکتا جائیں، بعض شراح نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے خاوند کی بات کہنے سے انکار کر دیا مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب ہی کچھ کہہ دیا کہ وہ مجسمہ عیوب ہے اس کے عیوب شمار سے باہر ہیں۔

(۳) قَالَتِ الثَّالِثَةُ، زَوْجِيْ الْعَشَنَّقُ[۱] اِنْ اَنْطِقْ[۲] اُطَلَّقْ فَاِنْ اَسْكُتْ اُعَلَّقْ[۳].

حل لغات: اَلْعَشَنَّقُ صیغۂ صفت، انتہائی لانبا شخص، طویل القامت۔ اَنْطِقُ (ض) بولنا، بات کرنا، کچھ کہنا۔ اُعَلَّقُ فعل مضارع مجہول (تفعیل) لٹکا دینا

---

۱ العشنق بمهملة فمعجمة مفتوحتين فنون مشددة مفتوحة فقاف الطويل المستكره وقيل معناه سيئ الخلق فان ارادت سوء الخلق فما بعده بيان له وان ارادت الطول فلانه فى الغالب دليل السفه. مناوى

۲ انطق، اى اتكلم بعيوبه او للمتملق به قاله القارى قلت او التكلم بمحضره مطلقًا.

۳ قال المناوى اى يصير نى معلقة امرأة لابعل لها يرعى حالها ولا ايساً يتوقع ان تتزوج قال تعالى فتذروها كالمعلقة قال القارى وزاد فى رواية على حد السنان الذلق بفتح المعجمة وتشديد اللام اى المحدود المعنى انها منه على حذر كثير ووجل كبير.

(معاملہ صاف کئے بغیر چھوڑے رکھنا)

ترجمہ: تیسری بولی کی میرا خاوند لمڈھینگ ہے یعنی بہت زادہ لمبے قد کا آدمی ہے اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق، اگر چپ رہوں تو اُدھر میں لٹکی رہوں۔

تشریح: اس کے زیادہ لمبے ہونے کو یا تو اس لئے ذکر کیا کہ مشہور قول کے موافق یہ بے وقوفی کی علامت ہوتی ہے اور اگلا کلام اس کی بے وقوفی کا بیان ہے یا اس لئے ذکر کیا کہ بدصورت بھی ہے منارہ کی طرح لمبا جو بلا مناسب مٹاپے کے بدنما ہوتا ہے اور بدخلق بھی ہے کہ اگر کوئی بات بھی زبان سے نکالوں، کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں فوراً طلاق دے دے اور چپ رہوں کوئی ضرورت اپنی اس پر ظاہر نہ کروں تو خود سے کسی بات کی پرواہی نہیں ہے بس یوں ادھر میں لٹکی رہتی ہوں نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہروں جیسی کوئی بات ہی نہیں اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں، بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں ہر وقت ایسی رہتی ہوں جیسے کوئی تیز تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار نہ معلوم کب کام تمام ہو جائے۔

④ **فَالَتِ الرَّابِعَةُ، زَوْجِيْ كَلَيْلِ تِهَامَةَ[1] لَاحَرٌّ وَلَا قَرٌّ وَلَا مَخَافَةٌ وَلَا سَآمَةَ.**

حل لغات: تِهَامَة مکہ معظمہ، ملک حجاز کے جنوبی علاقے، نسبت کے لئے "تِهامي" آتا ہے۔ حَرٌّ (ج) حُرُوْرٌ گرمی (ن،ض،س) گرم ہونا، گرم کرنا۔ قَرٌّ

---

[1] تهامة بكسر التاء وهي مكة وماحولها من الاغوار وقيل كل مانزل عن نجد من بلاد الحجاز واما المدينة المنورة فلا تهامية ولا نجدية .

[2] لا مخافة الظاهر ان لا لنفي الجنس فهو مفتوح والخبر محذوف والجمل الاربع في محل النصب على الحالية من ليل تهامة والليل توصف بالمخافة كما قول الهذلي حملت به في ليلة مزؤدة بحسب ما فيها من الغارات وتوصف بالملال لطول الامتداد وشدة الحرا والبرد ويحتمل ان يكون الجمل في محل الرفع على الخبرية من الزوج فيراد بالحر الطيش وبالقر التبلد .

مص ٹھنڈک (س) ٹھنڈا ہونا، یہ حَرٌّ کی ضد ہے۔ مَخَافَةٌ مصدر میمی، خوف، اندیشہ، ڈر (س) خوف کھانا، ڈرنا۔ سَآمَةٌ مص اکتاہٹ، ملول (س) سَئِمَ سَآمَةً اکتا جانا، ملول ہونا، رنجیدہ ہونا۔

ترجمہ: ت، چوتھی نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح متعدل مزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا نہ اس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال۔

تشریح: یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے، نہ اس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اکتاتی ہے، اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہردمہ بتلایا جاتا ہے، تہامہ مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ متعدل رہتی ہے خواہ دن میں کتنی ہی گرمی ہو۔

⑤ قَالَتِ الخَامِسَةُ، زَوْجِیْ اِنْ دَخَلَ فَهِدْ[1] وَاِنْ خَرَجَ اَسِدَ وَلَا یَسْاَلُ عَمَّا عَهِدْ[2].

حل لغات: دَخَلَ (ن) مص دُخُوْلاً اندر آنا، داخل ہونا۔ فَهِدَ (س) چیتا بننا (غافل ہونا یا کثرت سے سونا) فَهْدٌ (ج) فُهُوْدٌ چیتا۔ اَسِدَ (س) شیر بننا (شریف بن جانا یا غضبناک ہو جانا) اَسَدٌ (ج) اُسُدٌ شیر۔ یَسْاَلُ (ف) سوال کرنا، پوچھ تاچھ کرنا، باز پرس کرنا، معلوم کرنا۔ عَهِدَ (س) جاننا، واقف ہونا (تحقیق کرنا)

ترجمہ: پانچویں نے کہا کہ میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا۔

---

[1] فهد بكسر الهاء على انه فعل ماض ويحتمل انه اسم خبر مبتدأ محذوف اى فهو فهد وكذا قوله اسد ، والجملة تحتمل الذم اى كالفهد فى وثوبه للضرب وتمرده وتغافله عن امور اهله فان الفهد موصوف بكثرة النوم حتى يقال فى المثل فلان انوم من الفهد وعلى المدح كالفهد فى وثوبه للجماع وتغافله عما اضاعت .

[2] عهد اى عمارآه سابقا او عما فى عهدته من ضبط المال ونفقة العيال ففيه اشعار الى سخاوة نفسه وجودة طبعه وقال بعضهم يحتمل انه اما تكرم واما تكاسل .

تشریح: اس عورت کا نام کبشہ بتلایا جاتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس نے اپنے خاوند کی مذمت کی یا تعریف کی، اس کے کلام سے دونوں نکل سکتی ہیں، لیکن ظاہر تعریف ہی معلوم ہوتی ہے بالجملہ اگر اس کو مذمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر چیتے کی طرح سے سؤ و بن جاتا ہے نہ بات کا کہنا نہ کام سے غرض، باہر جاتا ہے تو اچھا خاصہ شریفانہ برتاؤ کرتا ہے گھر میں کچھ مصیبت آجائے اس سے کچھ مطلب نہیں نہ پوچھتا نہ خبر لیتا، اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی بات میں کرچیل نہیں نکالتا، خفا نہیں ہوتا ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے سونے والا ہوتا ہے، ہم جو چاہیں کھائیں پکائیں وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا نہ ہم سے ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا، فلاں بات کیوں ہوئی، باہر جاتا ہے تو شیروں کی طرح سے ڈانٹ ڈپٹ خوب دھڑ دکتا ہے گھر میں جو کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء ہوں ان کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی جو چیز گھر میں آگئی گھر والے جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں۔

⑥ قَالَتِ السَّادِسَةُ، زَوْجِيْ اِنْ اَكَلَ لَفَّ وَاِنْ شَرِبَ اِشْتَفَّ[1] وَاِنْ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا يُوْلِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ[2].

حل لغات: لَفَّ (ن) لپیٹنا، جمع کرنا، سمیٹنا (سارا ختم کر دینا) اِشْتَفَّ (افتعال، ن) گھر کا سارا کھانا اور سارا پانی ختم کر دینا، سب کھا پی لینا۔ اِضْطَجَعَ (افتعال) لیٹنا (ف) پہلو کے بل لیٹنا۔ اِلْتَفَّ (افتعال) لپٹ جانا، چمٹ جانا۔ يُوْلِجُ (افعال) داخل کرنا (ض) داخل ہونا۔ اَلْبَثُّ غم، پراگندگی (ن) پراگندگی کرنا، غبار اڑانا۔

---

[1] اشتف ای شرب الشُّفافة بضم الشين وهی بقية الماء فی قعره ای يستقصی الماء ولا يدع فی الاناء شيئا ولرادة المدح بانه ياكل كل صنوف الطعام ويشرب مع اهله كل الشراب ولايد خوايشيئ لغد بعيد.

[2] قال فی القاموس البث الحال او اشد الحزن اه، فالمعنی انه لا يدخل يده فی ثياب المرأة ليعلم حرارتها وحالها.

ترجمہ: چھٹی بولی کہ میرا خاوند کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے مری پراگندگی معلوم ہو سکے۔

تشریح: اس کے کلام میں بھی تعریف اور مذمت دونوں کہی جاتی ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں تعریف زیادہ ظاہر ہے اس کے کلام میں مذمت زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا، اگر مدح ہے جیسا کہ بعض شراح نے کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے ہیں اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو کبھی دودھ ہے، کبھی شراب ہے، کبھی شربت ہے، غرض سب کچھ پیتا ہے ہر قسم کی چیزیں اس کے دستر خوان پر ہوتی ہیں، خرچ کرنے والا ہے کنجوس بخیل نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت نہیں ہے پانی ہے تو دودھ نہیں، جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے دوسروں کی پھٹن میں ہاتھ نہیں ڈالتا یعنی عیوب کی تفتیش نہیں کرتا، کوتاہیوں کو تلاش کرتا نہیں پھرتا اور اگر مذمت ہے جیسا کہ اکثر کی رائے ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے ہے سب نمٹا دے گھر والوں کو بچے نہ بچے، بھینس کی طرح ساری کونڈ ختم کر دے، پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے غیروں اور اجنبیوں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹنا تو درکنار کبھی بدن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا کہ میرے دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی سردی کا کچھ پتہ لے۔

⑦ قَالَتِ السَّابِعَةُ، زَوْجِيْ عَيَايَاءُ[1] اَوْ غَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ[2] لَهٗ دَاءٌ شَجَّكِ[3] اَوْ فَلَّكِ اَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ.

[1] عیایا بفتح العین المهملة العنین العاجز عن الضراب وغیایا بفتح الغین المعجمة ذوغی هو الضلالة والخیبة شك من الراوی ویحتمل التخییر وطباقا بفتح اوله ممدودا احمق تنطبق علیه الامور او مفحم ینطبق علیه الکلام او یطبق بصدره علی المرأة وهو مکروه عند النساء ولذا قالت امرأة امرئ القیس تذمه ثقیل الصدر خفیف العجز سریع الاراقة بطی الافاقة وذلك لان الرجل اذا طابق بها لا یصیب الی ما ترید المرأة اصابته .

[2] کل داء فی الناس له داء ای جمیع الادواء فیه موجودة .

[3] شجك بتشدید الجیم المفتوحة وکسر الکاف ای جرحك فی الراس والخطاب لنفسها او المراد خطاب العام فلك ای ضربك وکسرك الفل کسر عظم باقی الاعضاء دون الراس او جمع کلا من الشج والفل .

حل لغات: غَيَايَاءُ صیغۂ مبالغہ، نہایت عاجز، عَيٌّ بمعنی عاجز (س) عاجز ہونا "عاجز عن العقل یعنی بیوقوف" غَيَايَاءُ صیغۂ مبالغہ، نہایت ناکام، بے کار، مراد عاجز عن الجماع (ض) غَوٰی گمراہ ہونا۔ طَبَاقَاءُ صیغۂ مبالغہ، نہایت بیوقوف، گونگا، عاجز عن الکلام. اِنْطَبَقَ (انفعال) بند ہونا۔ دَاءٌ مص بمعنی مرض، بیماری (ف) بیمار ہونا، یہ دراصل "دَاوِيٌ" ہے۔ شَجَّ (ن) سر پھوڑنا، سر میں چوٹ مارنا۔ فَلَّ (ن) زخمی کرنا، زخم لگادینا۔ جَمَعَ (ف) جمع کرنا، یکجا کرنا، اکٹھا کرنا۔

ترجمہ: ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز نامرد اور اتنا بیوقوف کہ بات بھی نہیں کرسکتا دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں ہوگی وہ اس میں موجود ہے، اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کردے یا دونوں ہی کرگزرے۔

---

(۸) قَالَتِ الثَّامِنَةُ، زَوْجِيْ الْمَسُّ[1] مَسُّ اَرْنَبٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ زَرْنَبٍ.

حل لغات: اَلْمَسُّ مص (س) چھونا، مس کرنا، ہاتھ لگانا، ہاتھ پھیرنا، اَلْمَسُّ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے یعنی مَسُّهٗ كَمَسِّ اَرْنَبٍ "اس کا چھونا خرگوش کے چھونے کی طرح ہے" اَرْنَبٌ (ج) اَرَانِبُ خرگوش (یہ نہایت نرم ونازک بدن کا ہوتا ہے) اَلرِّيْحُ (ج) رِيَاحٌ خوشبو، ہوا۔ زَرْنَبٌ زعفران، زرد رنگ کی گھاس جو بہت خوشبودار ہوتی ہے۔

ترجمہ: آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔

تشریح: اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتلایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے سخت اور بدخو نہیں اس میں لذت جسمانی اور روحانی

---

[1] المس ای مسه فاللام عوض عن ضمیر المضاف الیه والارنب معروفة بین المس ونعومة الجلد والوبر والزرنب بفتح الزای او الذال لغتان فالمهملة فالنون نبت طیب الرائحة وقیل الزعفران وقیل نوع من الطیب زاد فی بعض الروایات کما حکاه الحافظ وانا اغلبه والناس یغلب .

دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن ہے لپٹنے کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام ہی نہیں اس کے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے، بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ میں اس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے یعنی میرا غالب رہنا اس کے عاجز ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے بلکہ میری محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں۔

⑨ قَالَتِ التَّاسِعَةُ، زَوْجِيْ رَفِيْعُ الْعِمَادِ[1] عَظِيْمُ الرَّمَادِ طَوِيْلُ النِّجَادِ[2] قَرِيْبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ.

حل لغات: رَفِيْعٌ صیغۂ صفت، بلند و بالا (ف) بلند ہونا، اونچا ہونا۔ اَلْعِمَادُ (ج) عُمُدٌ ، عَمَدٌ بلند عمارت، ستون رَفِيْعُ الْعِمَادِ "عظیم الشان عمارتوں والا"۔ اَلرَّمَادُ (ج) اَرْمِدَةٌ بمعنی راکھ، بہت راکھ والا (انتہائی سخی) اَلنِّجَادُ (ج) نُجُدٌ پرتلہ، تلوار کی بیلٹ جو گردن اور بازو میں لٹکائی جاتی ہے، اس سے مراد "طویل القامت" ہونا ہے، پرتلے کی لمبائی سے قامت ہی کی طرف اشارہ ہے۔ اَلنَّادُ (ج) اَنْدِيَةٌ ، نَوَادٍ مجلس، محفل دارالندوۃ، دارالمشورہ (ن) جمع کرنا، اکٹھا کرنا، اس سے شوہر کے صائب الرائے اور صاحب الرائے ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ لوگ اس کے پاس مشورے کے لئے آتے رہتے ہیں اور گھر دارالمشورہ بنا رہتا ہے۔

ترجمہ: نویں نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑا مہمان نواز اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے دراز قد والا ہے اس کا مکان مجلس اور دارالمشورہ کے قریب ہے۔

تشریح: اس عورت نے اپنے اس کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں اول یہ کہ

---

[1] ای شریف الذکر ظاهر الصیت اذا العماد فی الاصل عمد تقوم علیها البیوت کنت بذلك عن علو حسبه وشرف نسبه او هو علی الحقیقة فان بیوت الاشراف اعلی من بیوت الاحاد .

[2] النجاد بکسر النون حمائل السیف وطوله یدل علی امتداد القامة لان طولها ملزم لطول نجاده ویمکن ان یکون کنایة عن سعة حکمه علی اشیاعه یقال سیف السلطان طویل ای یصل حکمه الی اقصی ملکه فهو اشارة الی شجاعته .

اس کا گھر اونچا ہے اس سے اگر حقیقت میں بڑی عمارت مراد ہے تب تو اس کی ریاست اور مالدار ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ اونچا محل مال دار ہی تیار کرائے گا اور اگر اونچے محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیسا کہ عرب کا دستور ہے کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تاکہ پردیسی مسافر دور سے دیکھ کر چلا آئے تو اس صورت میں اس کے شریف، کریم، سخی ہونے کی تعریف ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اونچے مکان سے شرافت اور حسب نسب کے اعتبار سے اونچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے، دوسری تعریف اس کی مہمان نوازی کی ہے گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے کثرت سے کھانا پکنے کو جو مہمان نوازی کے لئے لازم ہے، تیسری تعریف اس کے دراز قد کی ہے دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو، مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے، مجلس سے گھر کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھ دار ہے ہر شخص اس سے مشورہ پوچھنے آتا ہے اس لئے گویا اس کا گھر ہر وقت دارالمشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ کرنے کے لئے آتا ہی رہتا ہے، بندہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ بھی محتمل ہے کہ دارالمشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تاکہ مجتمع ہونے والوں کے لئے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے کہ میرا گھر تو دور ہے اس لئے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضعی سامان میں دیر نہ لگے اور اس کی وجہ سے عذر کرنے کی نوبت نہ آئے۔

(۱۰) قَالَتِ الْعَاشِرَةُ، زَوْجِيْ مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ[1] لَهُ إِبِلٌ كَثِيْرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيْلَاتُ الْمَسَارِحِ إِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ.

حل لغات: اَلْمَبَارِكُ مَبْرَك کی جمع ہے بٹھانے کی جگہ یعنی اصطبل (ن) بٹھانا۔ اَلْمَسَارِحُ مَسْرَحٌ کی جمع ہے چراگاہ (ف) چرنا۔ صَوْتٌ (ج)

[1] من ذلك اى من التاسعة او من كل من ذكر او مما اذكره بعد والمسرح وكذا السرك مهيئ صيبي او ظرف زمان او مكان والمزهر بكسر الميم العود الذى يضرب واعطاً من قال بضم الميم.

اَصْوَات آواز، ندا۔ اَلْمِزْهَرُ (ج) مَزَاهِرُ باجہ یا اس جیسی دیگر چیزیں۔ اَیْقَنَ (افعال، تفعل) یقین کرنا، جاننا۔ هَوَالِكُ هَالِكَة کی جمع ہے جو اسم فاعل ہے (ن، ض، س) ہلاک ہونا، مرنا، یہاں ہلاکت سے ذبح کی طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ: دسویں نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے مالک کا کیا حال بیان کروں وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا ان سب تعریفوں سے جو میں بیان کروں گی بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں چراگاہ میں چرنے کے لئے کم جاتے ہیں، وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آ گیا۔

تشریح: اس عورت کا نام کبشہ بنت مالک بتلایا جاتا ہے، اس نے اپنے خاوند کی سخاوت کی تعریف کی ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمانی کے وقت ان کے واپس آنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس کے یہاں ہر وقت مہمان داری رہتی ہے اس لئے اس کے اونٹ چرنے نہیں جاتے گھر ہی کھڑے کر کے کھلائے جاتے ہیں تا کہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ذبح کر دیئے جائیں، باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس کی عادت ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ آتا ہے تو اس کی مسرت میں باجے سے اس کا استقبال کرتا ہے تو اس باجہ کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آ گیا کوئی مہمان آیا ہے لیکن عرب کے دستور کے موافق یہ مطلب زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو وہ شراب کباب گانے بجانے سے اس کی فوری تواضع کرتا ہے اس آواز سے اونٹ سمجھتے ہیں کہ اب عنقریب کھانے کا وقت آیا چاہتا ہے اس کی تیاری کے لئے ہمارے ذبح کا وقت آ گیا ہے۔

⑪ **فَالَتِ الْحَادِيَةُ عَشْرَةَ، زَوْجِيْ اَبُوْ زَرْعٍ وَمَا اَبُوْزَرْعٍ اَنَاسَ مِنْ**

لغ انا س ای امال والنوس التحرك والحلی بضم الحاء ویکسر وبتشدید الیاء جمع حلیه ما یتزین به اذنی مثلی اذن مضاف لیاء المتکلم وکذا عضدی وخصهما بالذکر لانهما اذا سمنتا سمن سائر البدن او لمجاورتهما للاذن او لظهور شحمهما عند مزاولة الاشیاء.

حُلِيِّ اُذُنَيَّ وَمَلَاءَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِيْ فَبَجِحْتُ اِلَيَّ نَفْسِيْ وَجَدَنِيْ فِيْ اَهْلِ غُنَيْمَةَ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِيْ فِيْ اَهْلِ صَهِيْلٍ وَاَطِيْطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَهٗ اَقُوْلُ فَلَا اُقْبَحُ وَاَرْقُدُ فَاَتَصَبَّحُ وَاَشْرَبُ فَاَتَقَمَّحُ اُمُّ اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا اُمُّ اَبِيْ زَرْعٍ عُكُوْمُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ ابْنُ اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا ابْنُ اَبِيْ زَرْعٍ مَضْجَعَهٗ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَتُشْبِعُهٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ اَبِيْ زَرْعٍ طَوْعُ اَبِيْهَا وَطَوْعُ اُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ اَبِيْ زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ اَبِيْ زَرْعٍ لَاتَبُثُّ حَدِيْثَنَا تَبْثِيْثًا وَلَا تَنْقُثُ مِيْرَتَنَا تَنْقِيْثًا

---

۱ بححنی بفتح الباء وتشدید الحیم ای فرحنی، فبححت بفتح الموحدة وکسر الحیم المخففة علی الافصح وقد تفتح غنیمة بالضم مصغرًا للتقلیل یعنی ان اهله کانوا فی غنیم قلیلة بشق بفتح المعجمة وکسرها اسم موضع اوناحیة من الجبل او بمعنی المشقة وهو الانسب صهیل بفتح فکسر صوت الخیل واطیط بفتح فکسر صوت الابل ودائس اسم فاعل من الدوس هو الذی یدوس کنس الحب وبیدره من البقر وغیره ومنق بضم المیم وفتح النون علی الاشهر اسم فاعل من التنقیة الذی ینقی الحب ویصلحه وینظفه من التبن وغیره بعد الدوس.

۲ عکومها بضم العین وتفتح جمع عکم بالکسر هو العدل اذا کان فیه متاع الرداح بفتح اوله وروی بالکسر ای عظام کبیرة فساح بفاء مفتوحة وروی بالضم ای واسع کنایة عن الثروة وکثرة الخدم والحشم او کنایة عن کثرة الاضیاف وصفت بها لانها خلاف ما خلقت علیه النساء من اللوم والبخل.

۳ کمسل بفتح المیم والسین وتشدید اللام مصدر میمی بمعنی المسلول ویحتمل اسم مکان من السلول وشطبة بفتح الشین المعجمة وسکون الطاء المهملة جریدة النخل الخضراء وقیل هی السیف والمعنی ان محل اضطجاعه وهو الجنب کشطبة مسلولة من الحدید فی الدقة فهو خفیف اللحم دقیق الخصر والجفرة بفتح الجیم وسکون الفاء ولد الشاة ای هو قلیل الاکل.

۴ ای مطیعة لهما غایة الاطاعة ولذلك بالغت فیها وجعلتها نفس الطوع واعادت اشارة الی ان طوع کل منهما مستقل.

۵ وملاء کسائها کنایة عن ضخامتها وسمنها وکثرة شحمها ولحمها وهو مطلوب فی النساء او هو کنایة عن المبالغة فی خبائها بحیث لا یسعها غیر ثوبها.

۶ غیظ جارتها ای مغیظ ضرتها وسمیت جارة للمجاورة بین الضرتین غالباً فغیظ ضرتها لحسنها صورة وسیرة.

۷ لا تبث بضم الموحدة وتشدید المثلثة، وروی بالنون بدل الموحدة ومعناهما واحد ای لا تظهر.

۸ فلا تنقث بضم التاء وکسر القاف او فتح التاء وضم القاف فالنون فی کلیهما ساکنة او ضم التاء وفتح النون وکسر القاف المشددة معناه علی کل لا تنقل وفیه عدة روایات والمیرة بکسر المیم الطعام.

۹ فاتقمح بقاف ونون کما فی الصحیحین ای اقطع الشرب وانهمك لکثرة الماء عنده وفی روایة بالمیم بدل النون قال البخاری هو اصح قاله المناوی وانکر الخطابی روایة النون والمعنی واحد

وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا[1] قَالَتْ خَرَجَ ابو زَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ[2] تُمْخَضُ[3] فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ[4] لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ[5] يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا[6] بِرُمَّانَتَيْنِ[7] فَطَلَّقَنِيْ[8] فَنَكَحَهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا[9] رَكِبَ شَرِيًّا[10] وَاَخَذَ خَطِيًّا[11] وَاَرَاحَ[12] عَلَيَّ نَعَمًا[13] ثَرِيًّا[14] وَاَعْطَانِيْ مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ[15] زَوْجًا وَقَالَ كُلِيْ اُمَّ زَرْعٍ وَمِيْرِيْ[16] اَهْلَكِ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ اَعْطَانِيْهِ مَا بَلَغَ اَصْغَرَ اٰنِيَةِ اَبِيْ زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ لَكِ كَاَبِيْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ.

حل لغات: اٰنَاسَ (افعال) مص اِنَاسَة جھکادینا، سرنگوں کردینا۔ مَلَأَ

[1] تعشيشا بعين مهملة من عش الطائر اى لا تترك بيتنا مملوأة من القمامة الكناسة حتى يصير كانه عش الطائر وروى بالغين المعجمة من الغش ضد الخالص اى لا تملؤه بالخيانة أو النميمة وقيل هو كناية عن عفة فرجها .

[2] والاوطاب جمع قلة لوطب بفتحتين وقيل كفلس وهو اسقية اللبن .

[3] تمخض بصيغة المجهول اى تحرك لاستخراج الزبد من اللبن .

[4] معها ولدان اى مصاحبان لها ولا يلزم من ذالك ان يكونا ولديها فلذلك اتت بقولها معها .

[5] كالفهدين اى مشبهان لهما فى الوثوب واللعب وسرعة الحركة والفهد سبع مشهور يضرب به المثل فى الوثوب .

[6] تحت خصرها بفتح الخاء المعجمة وسكون الصاد المهملة اى وسطها .

[7] برمانتين اى ذات كفل عظيم اذا استلقت يصير تحتها فجوة يجرى فيها الرمان يلعب ولداها برمى الرمان فى تلك الفجوة لو ذات ثديين صغيرين كالرمانتين فيلعبان بهما .

[8] وفى رواية فعطيها ابو زرع فتزوجها فلم تزل به حتى طلق ام زرعة كذا فى الفتح .

[9] سريا بسين مهملة اى من سراة الناس .

[10] شريا بالمعجمة اى فرسًا يستشرى ويلج فى سيره بلافتور ولا انكسار وقال ابن السكيت فرسًا فائقًا جيدًا

[11] خطيا بفتح الخاء المعجمة ويكسر وتشديد الطاء المهملة المكسورة بعدها تحتية مشددة رمح منسوب الى الخط بساحل البحر عند عمان والبحرين .

[12] واراح اى اتى بـ ـ وال .

[13] نعما بفتحتين اى انعامًا من الابل والبقر وفى رواية نعما بكسر النون على انه جمع نعمة قال الحافظ والاول اشهر .

[14] ثريا بفتح المثلثة وكسر الراء وتشديد التحتانية اى كثيرة من الثروة وهو كثرة المال .

[15] رائحة اى كل ما يروح فى المساء الى المراح من الابل والبقر والغنم وفى رواية لمسلم ذابحة اى مذبوحة اى اعطانى من كل شئ يذبح وفى رواية الطبرانى من كل سائمة كذا فى الفتح .

[16] ميرى اى اعطى اقاربك من الميرة بكسر الميم وهى الطعام الذى يمتاره الانسان اى يجلبه لاهله .

(ف) بھرنا، پُر کرنا۔ شَحْمٌ (ج) شُحُوْم چربی (ک) مص شَحَامَةٌ چربی دار ہونا۔ عَضُدٌ (ج) اَعْضَاد ، اَعْضُد بازو (ن) مدد کرنا، بازو پر مارنا۔ بَجَّحَ (تفعیل) خوش کرنا (س) خود پسندی میں مبتلا ہونا۔ حُلِيٌّ واحد حَلْيٌ زیور حِلْيَة (ج) حُلًى ، حِلًى زیور۔ غُنَيْمَة غُنْمٌ کی تصغیر ہے، چند بکریاں (تفعل) بکریاں جمع کرنا۔ شَقٌّ مص دشوار، دشواری (ن) دشوار ہونا، مشقت میں ڈالنا۔ صَهِيْلٌ گھوڑے کی آواز، ہنہناہٹ، صَاهِلٌ گھوڑا (ض،ف) ہنہنانا۔ اَطِيْطٌ اونٹ کی آواز، بلبلاہٹ، اونٹ۔ اَطَّ (ض) بلبلانا، چڑچڑانا۔ دَائِسٌ اسم فاعل (ن) دَوْسًا و دِيَاسًا پاؤں سے مَلنا، گاہنا۔ مُنِقٌّ اسم فاعل اَنَقٌّ (افعال) آواز بلند کرنا، اسم فاعل "مُنِق" آواز بلند کرنے والے سے مراد نوکر چاکر، مزدور، کسان۔ اُقَبِّحُ فعل مضارع مجہول (تفعیل) برا بھلا کہنا، گالم گلوچ کرنا (ک) برا ہونا۔ اَرْقُدُ (ن) سونا۔ اَتَصَبَّحُ (تفعل) صبح کرنا۔ اَتَقَمَّحُ (تفعل، ن) خوب کھانے کے بعد سر اٹھانا، سیرابی کے بعد سر اٹھانا۔ عُكُوْمٌ عِكْمٌ کی جمع ہے، بڑے بڑے برتن۔ رَدَاحٌ (ج) رُدُحٌ بڑا پیالہ (ف) زیادہ ہونا، لبالب بھرا ہوا ہونا، فل ہونا۔ فَسَاحٌ (ج) فِسَاحٌ ، فُسُحٌ کشادہ، وسیع (ک) وسیع ہونا، کشادہ ہونا۔ مَضْجَعٌ (ج) مَضَاجِعُ ظرف مکان، خواب گاہ، سونے کی جگہ، کمر، پہلو، جسم (ف) پہلو کے بل لیٹنا۔ مَسَلٌّ مصدر میمی بمعنی اسم مفعول کھینچا ہوا، چوسا ہوا، یعنی چھریرے بدن والا، دبلا پتلا (ن) کھینچنا، چوسنا۔ شَطْبَة (ج) شُطَبٌ پتلی شاخ، لچک دار تلوار، خوب صورت لڑکی (ن) لکیر کھینچنا، چیرنا۔ تُشْبِعُ (افعال) شکم سیر کرنا (س) شکم سیر ہونا۔ ذِرَاعٌ (ج) اَذْرُع کلائی، دست، پہنچا۔ جَفْرَةٌ (ج) جَفَرٌ بکری کا بچہ۔ طَوْعٌ (ن،افعال) اطاعت کرنا، فرماں بردار ہونا طَائِعٌ صفت ہے "فرماں بردار"۔ مِلَاءٌ مصدر (ف) بھرنا، یہ مَمْلُوْءَةٌ اسم مفعول کے معنی میں ہے موٹا تازہ، بھرا ہوا۔ كِسَاءٌ (ج) اَكْسِيَة چادر، کپڑا (ن) کپڑا پہننا۔ غَيْظٌ مص جلن، غضب، باعث غضب (ض) غضبناک ہونا، غصے میں ہونا۔ جَارَةٌ (ج) جَارَاتٌ پڑوسن، سوتن بھی مراد

لے سکتے ہیں۔ جَارِیَة (ج) جَارِیَاتٌ باندی، لونڈی، کنیز۔ تَبُثُّ (ن) پھیلانا، یعنی گھر کی باتیں باہر پھیلانا، اِدھر اُدھر لگانا، بتانا۔ حَدِیْثٌ (ج) اَحَادِیْث بات، کلام، حضور علیہ السلام کے فرمودات (تفعیل) بیان کرنا۔ تَنْقُثُ (ن) منتقل کرنا، مراد ہے چوری کرنا۔ مِیْرَةٌ (ج) مِیَرٌ غلہ، گندم، کھانے کی کوئی چیز (ض) غلہ دینا۔ تَعْشِیْش مص (تفعیل) گھر میں گھونسلہ بنانا، مراد ہے گھر کو کوڑا کرکٹ سے بھر دینا۔ عُشٌّ (ج) عَشَاشِیْش گھونسلہ، پرندوں کا گھر۔ اَوْطَاب وَطْبٌ کی جمع ہے دودھ کا برتن، بڑے پستان کو بھی وَطب کہتے ہیں۔ تَمْخَضُ (ن،ض،ف) دودھ بلونا، دودھ چلانا، دودھ سے مکھن نکالنا۔ یَلْعَبَانِ (س) کھیلنا، کودنا، تفریح کرنا۔ خَضَرٌ (ج) خُضُوْرٌ کوکھ، قدم کے نچلے خالی حصے "تلوے" کو بھی کہا جاتا ہے۔ رُمَّانَة (ج) رُمَّان ، رُمَّانَات انار، انار کا درخت۔ نَکَحَ (ض) نکاح کرنا، رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا۔ سَرِیًّا (ج) سُرِّی ، سُرَاة شریف، سخی (ن،س) سخی اور باسروت ہونا۔ شَرِیًّا تیز رفتار، شہسوار (س) تیز دوڑنا۔ خَطِیًّا (بفتح الخاء وکسرہا) نیزہ جو مقام خط کی طرف منسوب ہے، یہ گاؤں عمان اور بحرین کے کنارے پر واقع تھا، یہاں کا بنا ہوا نیزہ بہت عمدہ سمجھا جاتا تھا، اور قیمتی ہونے کی وجہ سے صرف سردار ہی خریدتے تھے، گویا خطی نیزہ بہادری اور سرداری کی علامت تھا، یہاں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ اَرَاحَ (افعال) آرام پہنچانا، راحت پانا، صاحب حق کا حق واپس کرنا۔ نِعْمَا واحد نِعْمَة نوازش، نعمت، رزق (افعال) احسان کرنا، دینا۔ قَرِیًّا (ج) اَقْرِیَاءُ دولت مند، مالدار (س) مال دار ہونا، صاحب ثروت ہونا، یہاں "قَرِیًّا نِعْمَا" موصوف صفت ہیں یعنی بڑی بڑی نعمتیں، نوازشیں۔ اَعْطَا (افعال) دینا، عطا کرنا، بخشش کرنا۔ رَائِحَة (ج) رَوَائِح بو، خواہ اچھی ہو یا بری۔ زَوْجًا (ج) اَزْوَاج ، زَوْجَة ہر چیز کا جوڑا، ایک جنس کی دو چیزیں۔ کُلِی فعل امر مؤنث "کھالو" (ن) کھانا (افعال) کھلانا۔ مِیْرِی فعل امر مؤنث "اہل وعیال کو نان ونفقہ دیدو" (ض) مص مَیْرًا نان ونفقہ دینا، خوراک دینا۔ جَمَعْتُ (ف) یکجا کرنا، جمع کرنا۔ بَلَغَ

(ن) پہنچنا، (افعال) پہنچانا۔ اَصْغَرُ اسم تفضیل، بہت معمولی، ادنیٰ (س) چھوٹا ہونا، ادنیٰ ہونا۔ اٰنِیَة (ج) اَوَانِیْ برتن۔

ترجمہ: گیارہویں عورت ام زرعہ نے کہا میرا خاوند ابوزرع تھا، ابوزرع کی کیا تعریف کروں زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے (اور کھلا کھلا کر) چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے، مجھے ایسا خوش خرم رکھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپ کو بھلی لگنے لگی مجھے اس نے ایک ایسے غریب گھرانہ میں پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزر کرتے تھے اور وہاں سے ایسے خوش حال خاندان میں لے آیا تھا جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان (ہر قسم کی ثروت موجود تھی) (اس سب کے علاوہ اس کی خوش خلقی کہ) میری کسی بات پر بھی مجھے برا نہیں کہتا تھا، میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کی کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابوزرع کی ماں (میری خوش دامن) بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے، اس کا مکان نہایت وسیع تھا (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں تھی اس لئے کہ مکان کی وسعت سے مہمانوں کی کثرت مراد لی جاتی ہے) اور زرع کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ بھی نورِ علیٰ نور ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) ستی ہوئی ٹہنی یا ستی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک، بکری کا بچہ کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی (یعنی بہادر کہ سونے کے لئے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی سپاہیانہ زندگی ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا اسی طرح کھانے میں

اجازت خرچ نہیں کرتی تھی گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی ہماری یہ حالت تھی لطف سے دن گزر رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جب کہ دودھ کے برتن بلوئے جارہے تھے ابوزرع گھر سے نکلا راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے (چیتے کے ساتھ تشبیہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے یا تو حقیقۃً انار مراد ہیں کہ ان کو رڑکا کر کھیل رہے تھے یا دو اناروں سے اس عورت کے دونوں پستان مراد ہیں) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کرلیا (طلاق اس لئے دی کہ سوکن ہونے کی وجہ اس کو رنج نہ ہو اور اس کی وجہ سے مجھے طلاق دیدینے سے اس کے دل میں ابو زرع کی وقعت ہوجائے) ایک روایت میں ہے اس سے نکاح کرلیا نکاح کے بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی آخر مجھے طلاق دے دی اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کرلیا جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے، اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیج دے، لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی عطاؤں کو جمع کروں تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہوسکتی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے واسطے۔

تشریح: اس کے بعد اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا، طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر فرمایا کہ حضرت! ابوزرع کی کیا حقیقت، میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ میرے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں، حق تعالیٰ جل شانہ ہر مسلم زوجین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اس مضمون میں بھی نصیب فرمائیں کہ عفت کا باعث ہوتا ہے، بعض علماء نے اس قصہ میں یہ اشکال کیا ہے کہ جن عورتوں نے اپنے خاوند

برائیاں بیان کی ہیں وہ غیبت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوئی اور اگر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصہ کو ارشاد فرمایا تو اشکال اور بھی قوی ہو جاتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے کسی غیر معروف شخص کا حال بیان کرنا جس کو لوگ نہ جانتے ہوں غیبت نہیں ہے۔ اللّٰھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ ولمن سعٰی فیہ

باب مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ نَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کا ذکر

تشریح: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح سوتے تھے، سوتے وقت کیا کیا پڑھتے تھے، اس باب میں چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبدالرحمٰن بن مهدی انبانا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن عبداللّٰه بن یزید عن البراء بن عازب انَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ وقَالَ رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ.

(۲) حدثنا محمد بن المثنی انبانا عبدالرحمٰن انبانا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن ابی عبیدة عن عَبداللّٰه مثله وقال یوم تَجْمَعُ عِبَادَكَ.

حل لغات: خَدٌّ (ج) خُدُوْدٌ رخسار، گال۔ قِنِیْ اس میں ''قِ'' فعل امر حاضر ہے، اور اس کے ساتھ ''ن'' وقایہ ہے یعنی مجھے بچاؤ (ض) بچانا، حفاظت کرنا۔ تُبْعَثُ فعل مضارع مجہول ''اٹھایا جائیگا'' (ف) (الیٰ کے صلے کے ساتھ) بھیجنا، اور بغیر صلے کے نیند سے بیدار کرنا، اٹھانا، اسی سے ''بعث بعد الموت'' بولا جاتا ہے جس کا

۱؎ نوم الخ ھو غشیة ثقیلة تھجم علی القلب فتقطعه عن المعرفة بالاشیاء ولما کان النوم بعد السمر غالبًا ناسب ان نذکره بعده.

۲؎ بفتح المیم والحیم ویکسر محل الاضطجاع والمراد باخذ المضجع النوم فیه فالمعنی اذا اراد النوم واستقر فی المضجع لینام.

مفہوم ہے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا۔

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آرام فرماتے اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسارہ کے نیچے رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے ربِّ قنی عذابك یوم تبعث عبادك اے اللہ مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچانا۔

تشریح: حصن حصین میں ہے کہ تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے، دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام معمول تھا جس کو متعدد حضرات نے سنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونے کے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا یا اظہار عبدیت کے لئے ہوتا تھا کہ بندگی کا مقتضی مولیٰ سے مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کے لئے، اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے اور اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آدمی کا دل چونکہ سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے اس لئے دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور استغراق کی اور گہری نیند نہیں آتی بلکہ آدمی چوکنا سوتا ہے اور اگر بائیں کروٹ پر سوتا ہے تو دل نیچے کی جانب ہوتا ہے اور اس صورت میں گہری نیند آتی ہے اس وجہ سے بعض اطباء نے بائیں جانب سونے کو اچھا بتایا ہے کہ گہری نیند آنے سے ہضم بہتر ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے جس طرف ان کا ذہن نہیں گیا، وہ یہ کہ جب دل نیچے کی جانب ہوگا تو بدن کا زور اس پر پڑے گا اور بدن کا مواد ان پر اثر کرے گا دل اعضاء رئیسہ میں اہم عضو ہے اس پر مواد کا تھوڑا سا اثر ہونا بھی بہت سے امراض کا سبب ہے اس لئے بائیں کروٹ پر سونے میں اگر ایک طبی مصلحت ہے تو ایک طبّی مضرت بھی ہے اور مضرت سے بچنا زیادہ اہم ہے اس لئے طبّی حیثیت سے بھی دائیں کروٹ پر سونا بہتر ہے اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر لیٹنا موت کے بعد قبر میں لیٹنے کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور موت کو یاد

کرنے کا حکم بھی ہے اور دینی دنیوی بہت سے فوائد موت کو یاد رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں آدمی کو چاہئے کہ اس لذتوں کے ختم کر دینے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرے اور حق تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو کیسے بھولے جو بہر حال آنیوالی ہے نہ معلوم کب آجائے۔

(۴) حدثنا محمود بن غيلانَ[1] حدثنا عبدالرَّزاق حدثنا سفيٰن عن عبدالملك بن عمير عن ربعي بن حراش عن حذيفة قال كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَللّٰهُمَّ[2] بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ[3].

حل لغات: اٰوٰی (افعال) پناہ لینا، سہارا لینا، ٹھکانا لینا، پناہ دینا (ض) اٰوٰی اُوِیًّا اسکے بھی یہی معنی ہیں۔ فِرَاشٌ (ج) فُرُشٌ بستر، بچھونا، فرش (ن، ض) پھیلانا، کشادہ کرنا، بچھانا۔ اَمُوْتُ (ن) مرنا، فنا ہونا، جان نکلنا۔ اَحْيٰ، حَيِيَ يَحْيٰى حَيًّا حَيَاةً (س) زندہ رہنا، بقید حیات رہنا، اس کو حَيَّ يَحَيُّ ادغام کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہیں، قرآن کریم میں ہے "وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عن بَيِّنَةٍ"۔ اِسْتَيْقَظَ (استفعال) بیدار ہونا، جاگنا (افعال) جگانا، بیدار کرنا۔ اَحْيَا (افعال) زندہ کرنا۔ اَمَاتَ مص اِمَاتَةٌ (افعال) مارنا۔ اَلنُّشُوْرُ مص (ن) زندہ کرنا، دوبارہ زندہ ہونا۔

ترجمہ: حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے اَللّٰهُمَّ باسمك اموتُ وَاحيٰى پڑھتے تھے، یا اللہ تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا (یعنی سو کر اٹھوں گا)۔

تشریح: نوم موت کے مشابہ ہوتی ہے اس لئے سونے کو مرنے سے اور جاگنے کو زندگی سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اس لئے بھی سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹنا

---

[1] ربعی بکسر الراء وسکون الموحدة تابعی ابن حراش بکسر الحاء المهملة .

[2] ای یا اللّٰه فالمیم عوض من یا ولذا لا یجتمعان الاشذوذًا کما قال ابن المالك وشذ یا اللهم فی قریض ای شعر .

[3] ای التفرق فی امر المعاش کالافتراق حال المعاد وقیل النشر هو الحیوة بعد الممات . ق

چاہئے کہ سونا مرنے کا نمونہ ہے اور جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ **الحمد للّٰہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور**. تمام تعریف اس اللہ جل وعلا کے لئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی پاک ذات کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے (یا زندگانی کی پریشانیوں میں وہی مرجع ہے)۔

تشریح: چونکہ نیند موت کے مشابہ تھی اس لئے جاگنے کو دوبارہ زندہ ہونے سے تعبیر کیا، علماء نے لکھا ہے کہ سوکر اٹھنے کے بعد یہ بھی سوچنے کی چیز ہے کہ اسی طرح مرنے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے درحقیقت حق تعالیٰ شانہ نے اس دنیا کو آخرت کی مثال بنایا اور غور وعبرت کے واسطے ہر قسم کی چیزیں یہاں پیدا فرمائیں، دنیا کی ساری زندگی ایک خواب سے زیادہ نہیں ہے، ایک آدمی نہایت خوش حال ہے متمول ہے ہر قسم کی راحت کے سامان اس کے پاس موجود ہیں کسی قسم کی اس کو کوئی بھی تکلیف نہیں ہے وہ خواب میں اگر اپنے کو قید میں کوڑے کھاتا ہوا دیکھے ہر قسم کی مصیبتوں میں گرفتار دیکھے وہ نہیں سمجھ رہا کہ یہ خواب ہے وہ اس سے پریشان بھی ہے رو بھی رہا ہے لیکن دفعۃً آنکھ کھل جاتی ہے وہ سب راحت وآرام مل جاتے ہیں اس خواب کی تکلیف کا ذرا بھی احساس اس کو نہیں رہتا اسی طرح ایک دین دار کا حال سمجھ لو وہ اس دنیا میں جتنی بھی تکالیف اٹھائے وہ خواب ہے اگر آنکھ کھلنے کے بعد اس کو ساری راحتیں میسر ہیں تو اس خواب کا کیا اثر اس پر ہوسکتا ہے اس کے بالمقابل حسرت سے غور کرو اس تہی دست پر جو اس خواب میں ہر قسم کے آرام پا رہا ہے مگر آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل خانہ میں ہے کوڑے اس پر پڑ رہے ہیں تو اس خواب کی راحت وآرام کو لے کر وہ کیا چاٹ لے گا، ایک بامشقت سزا کا قیدی خواب میں اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا ہوا دیکھے لیکن آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں ہے ہتھکڑی لگی ہوئی ہے تو اس خواب کی بادشاہت سے اس کو کیا ملا اس گُر کو صحابہؓ نے سمجھا تھا اس لئے وہ دنیا میں ہر مشقت کو لطف ولذت سے برداشت کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ خواب ہے حق تعالیٰ جل شانہ اپنے لطف سے ہم لوگوں کو بھی یہ دولت نصیب فرمادے تو اس کے کرم سے بعید نہیں۔

(۴) حدثنا قتيبة بن سَعِيد حدثنا المفضل[1] بن فضالة عن عقيل اراه[2] عن الزهري عن عروة عن عَائشة قالت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ فَنَفَثَ[3] فِيْهِمَا وَقَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَبْدَأُ بِهِمَا رَأْسَهٗ وَوَجْهَهٗ وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ يَصْنَعُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ.

حل لغات: نَفَثَ (ن) پھونک مارنا، دم کرنا۔ مَسَحَ (ف) ہاتھ پھیرنا، مسح کرنا، پوچھنا۔ اِسْتَطَاعَ (استفعال) استطاعت رکھنا، قدرت رکھنا۔ يَبْدَأُ (ن) شروع کرنا، آغاز کرنا، ابتدا کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر شبانہ جب بستر پر لیٹتے تھے دونوں ہاتھوں کو دعاء مانگنے کی طرح ملا کر ان پر دم فرماتے اور سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں ہاتھ جاتا ہاتھ پھیر لیا کرتے تھے تین مرتبہ ایسے ہی کرتے سر سے ابتدا فرماتے اور پھر منہ اور بدن کا اگلا حصہ پھر بقیہ بدن پر۔

---

[1] المفضل بفتح الضاد المعجمة المشددة ابن فضالة بفتح الفاء .

[2] اراه بضم الهمزة قال البيجورى قائله المفضل والضمير المنصوب لعقيل يعنى قال المفضل اظن عقيلاً رواه عن الزهرى ، قلت والحديث اخرجه المصنف فى جامعه بهذا السند والمتن بعينه وليس فيه لفظ اراه بل قال عقيل عن ابن شهاب الخ فلعله وقع السهو لاحد من الرواة .

[3] فنفث الخ ظاهره تقديم النفث على القرأة واوضح منه ما فى بعض طرق الحديث من لفظ ثم نفث فقرأ واستبعد ذلك بعض العلماء بانه لا فائدة فيه وحمله على وهم الرواة واجاب بعضهم بان الحكمة فيه مخالفة السحرة وقيل معناه ثم اراد النفث فقرأ ونفث وبعضهم حمله على التقديم والتاخير بانه قرأ ثم نفث وقال بعضهم ان النفث وقع قبل القرأة وبعدها ايضًا واما رواية هذا الكتاب بلفظ الواو فاخف اشكالاً لان الواو لمطلق الجمع وكذا رواية البخارى بالواو وقال شارح من علمائنا هو الوجه لان تقديم النفث على القرأة لم يقل به احد. وقال الفراء لا تفيد الفاء للترتيب لقوله تعالى اهلكناها فجائها باسنا بياتا الآية ، واجيب بان المعنى اردنا اهلاكها اوهى للترتيب الذكرى وفى القاموس ان الفاء تاتى بمعنى الواو قاله القارى ومال الحافظ فى الفتح الى تقديم القرأة على النفث .

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کے وقت مختلف دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے اور کلام اللہ کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی کوئی سورت سوتے وقت پڑھے اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ محافظ اس کے لئے مقرر ہو جاتا ہے جو جاگنے کے وقت تک اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سورتوں کا پڑھنا حدیث بالا میں وارد ہے ان کے علاوہ مسبّحات یعنی ان سورتوں کا پڑھنا جو سبح ، یسبح ، سبحان ، سبح سے شروع ہوئی ہیں وارد ہے، نیز الم سجدہ اور تبارك الذی کا ہمیشہ پڑھنا وارد ہے، نیز آیۃ الکرسی اور سورۂ بقرہ کی اخیر دو آیتوں کا پڑھنا بھی وارد ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوتے ہوئے ہمیشہ قل یٰاَیھا الکافرون پڑھ کر سویا کرو ان کے علاوہ بہت سی دعائیں پڑھنا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (فتح الباری)

---

④ حدثنا محمّد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفيٰن عن سلمة بن كهيل عن كريب عن ابن عباس اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰی نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوة فَقَامَ وَصَلّٰی وَلَم يَتَوَضَّأْ وَفِی الحديثِ قِصَّةٌ.

حل لغات: نَامَ مص نَوْمًا سونا (ن) نَفَخَ (ن) نَفْخًا منہ سے پھونک مارنا، ہوا کا اچانک آنا، خراٹے لینا۔ اٰذَنَ (افعال، تفعیل) باخبر کرنا، اطلاع دینا، اذان دینا (س) اجازت دینا۔

---

۱ قال البيحوری لان من خصائصه صلی اللّٰه عليه وسلم ان نومه لا ينقض وضوئه لبقاء يقظة قلبه كما فی حديث نحن معاشر الانبياء تنام اعيننا ولاتنام قلوبنا فهذه خصوصية له صلی اللّٰه عليه وسلم علی امته لا علی باقی الانبياء . اهـ

۲ قال البيحوری تبعا لغيره ستاتی قريبا فی الحديث الخامس من باب عبادته صلی اللّٰه عليه وسلم من نوم ابن عباس عند خالته ميمونةؓ ، قال المناوی ذهل شارح زعم انها فی كتاب آخر كالمشكوٰة .

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سوئے اور خراٹے لینے لگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب سوتے تو خراٹے لیتے تھے، پس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر تیاری نماز کی اطلاع دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی وضو نہیں کی، اس حدیث میں ایک قصہ بھی ہے۔

تشریح: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو نہیں فرمایا، اور اس کی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ سونے کی حالت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا وہ جاگتا رہتا ہے اسی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے کہ شیطان کے اثر سے وہ محفوظ ہوتے ہیں، وہ قصہ جس کی طرف امام ترمذیؒ نے اشارہ کیا ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنی خالہ کے گھر سونے کے متعلق ہے جو آئندہ باب کی پانچویں حدیث میں مفصل مذکور ہے، اس باب سے اس کو کچھ تعلق نہیں تھا اس لئے مصنفؒ نے اس کو اختصاراً ترک کردیا۔

---

⑤ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس بن مالك اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِّمَّنْ لَا كَافِىَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِىَ.

حل لغات: سَقٰی (ض) پلانا، سیراب کرنا۔ کَفَا (ض) کافی ہونا، کفایت کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

ل قیل ذکرهما لان الحیوة لاتتم بدونهما کالنوم فالثلثة من وادٍ واحدٍ فکان ذکره مستدعیا لذکرهما وایضًا النوم فرع الشبع والری . ق

وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعاء پڑھتے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا و کفانا واٰوانافکم ممن لا کافی له ولا مؤوی، تمام تعریفیں اللہ جل جلالہ عم نوالہٗ کے لئے ہیں جس نے شکم سیر فرمایا اور سیراب کیا اور ہماری مہمات کے لئے خود کفایت فرمائی اور سونے کے لئے ٹھکانا مرحمت فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ کوئی ٹھکانا دینے والا ہے۔

تشریح: چونکہ عادت اللہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ جل جلالہ عم نوالہ پر اپنے کاموں کو چھوڑ دیتا ہے حق تعالیٰ جل شانہٗ بھی اس کے کاموں کو غیب سے پورا فرماتے ہیں "وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" جس کا کسی نے ترجمہ کیا ہے،

خدا خود میر ساماں است ارباب توکل را

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ مضمون علی وجہ الاتم ہونا ہی چاہئے تھا، اس لئے وہاں کفایت بھی علی وجہ الاتم ہوتی تھی، اس کے بعد جو شخص جتنا زیادہ بھروسہ اللہ جل شانہ پر کرتا ہے اتنا ہی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس کی اعانت ہوتی ہے، متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون وارد ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس شخص کو فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اس کے ازالہ کی درخواست کرے تو اس کی حاجت پوری نہیں کی جاتی اور اگر اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں اس کو پیش کرے تو بہت جلد کسی نہ کسی طرح سے اس کی ضرورت پوری کردی جاتی ہے، ایک حدیث میں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدمی کے بچے اگر تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجائے تو میں تیری ضرورتوں کو پورا کردوں اور تیرے دل کو غناء سے بھردوں ورنہ تیرے دل کو تفکرات سے بھردوں گا اور ضرورتیں پوری نہ ہونے دوں گا جو لوگ دینی کاموں میں مشغول ہونے کے لئے ضروریات سے فراغت کا انتظار دیکھا کرتے ہیں وہ اس سے سبق حاصل کریں کہ ضروریات سے فراغت کا راستہ ہی اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے کاموں میں مشغول ہونا ہے، حدیث بالا میں جو دعا نقل کی گئی ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنی حالت میں شکر کرنا ضروری ہے کہ

زیادتی انعام کا ذریعہ ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے لَئِن شکرتم لَأَزِيدَنَّكُمْ، اگر تم شکر کرتے رہو گے تو میں اپنے احسانات میں اضافہ کردوں گا، اور اس طرف متوجہ فرمایا کہ اپنے سے کمتر کی حالت کی طرف بھی غور کرنا چاہئے تاکہ شکر دل سے نکلے کتنے آدمی دنیا میں ایسے ہیں جن کو کھانا میسر نہیں فاقہ کرتے ہیں کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو ٹھکانا نصیب نہیں بے ٹھکانے گزر کرتے ہیں اسی طرح سے کوئی حامی مددگار نہیں ہے جو مصائب میں کوئی اعانت کر سکے اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں جس نے یہ سب کچھ عطا فرما رکھا ہے۔

---

⑥ حدثنا الحسين بن محمّد الجريريؒ حدثنا سليمان بن حرب حدثنا حماد بن سَلمة عن حميد عن بكر بن عبدالله المزنى عن عبدالله بن رَبَاحٍ عن ابى قتادة اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ وَاِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهٗ وَوَضَعَ رَأْسَهٗ عَلٰى كَفِّهٖ.

حل لغات: عَرَّسَ مص تَعْرِيْسٌ (تفعیل) دورانِ سفر آخر شب میں آرام کرنا، قیام کرنا۔ شِقٌّ (ج) شُقُوْقٌ کنارہ، طرف، سمت (ن) پھاڑنا، آدھا آدھا کرنا۔ نَصَبَ (ض) مص نَصْبًا کھڑا کرنا، نصب کرنا۔ ذِرَاعٌ (ج) اَذْرُعٌ کلائی، پہنچا، بازو۔

ترجمہ: ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (سفر میں رات کو چلنے کے بعد) اگر اخیر شب میں کچھ سویرے کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے اور اگر صبح کے قریب ٹھہرنا ہوتا تو اپنا دایاں بازو

ل الحريرى قيل بمهملة مفتوحة مكبرا وقيل بجيم مضمومة مصغرًا صوبه ابن حجر فى شرح الشمائل ورجح القارى الاول وقال فى نسخة ضعيفة بالحيم المضمومة انتهى ، وسكت اهل الرجال عن ضبطه .

٢ عرس ، التعريس نزول القوم فى السفر من اخر الليل للاستراحة وقوله بليل المراد به زمن معتد بدليل قوله فى الشق الثانى قبيل الصبح .

کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرما لیتے۔

تشریح: مقصود یہ ہے کہ اگر وقت وسیع ہوتا تو لیٹ کر سو جاتے تھے اور عادتِ شریفہ دائیں کروٹ پر لیٹنے کی تھی ہی، لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو پھر ہاتھ پر ٹیک لگا کر تھوڑی دیر آرام فرما لیتے ایسے وقت میں بالکل لیٹ کر آرام نہ فرماتے تھے کہ نیند گہری آجائے اور نماز فوت ہو جائے بلکہ کہنی پر ٹیک لگا کر سر مبارک کو ہاتھ پر رکھ کر تھوڑا سا آرام کر لیتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي عِبَادَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت وسکون عبادت ہے ہر کلام و خاموشی ذکر و فکر ہے لیکن مثال کے طور پر شمائل کا جز ہونے کی وجہ سے مصنفؒ نے چند عبادات کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود مغفرت اور مراتب عالیہ کے حصول کا پروانہ ملنے کے باوجود اس مرتبہ پر فائز ہو جانے کے باوجود جہاں تک نہ کوئی ولی اللہ پہنچ سکتا ہے، نہ کوئی نبی پہنچا کس قدر نفلی عبادات کا اہتمام فرماتے تھے اور ہم لوگ جو امتی کہلاتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

لہ قال المناوی العبادة اقصی غاية الخضوع وتعارف فی الشرع فيما جعل علامة لنهاية الخضوع من صلوة وصوم وجهاد وقرأة قال القاری والمراد بها ههنا الزيادة على الواجبات والمحافظة على كان صلى الله عليه وسلم قبل النبوة متعبدًا بشرع من قبله فقال الجمهور لا والا لنقل وقال امام الحرمين بالوقف وقال آخرون نعم ثم احجم بعضهم عن التعيين وجسر عليه بعضهم وعلى هذا قيل آدم وقيل نوح وقيل ابراهيم وقيل موسٰى وقيل عيسٰى وقيل جميع الشرائع وقال السراج البلقينی فی شرح البخاری لم يحئ فی الاحاديث التی وقفنا عليها كيفية تعبده لكن روى ابن اسحٰق وغيره انه عليه السلام كان يخرج الى حراء فی كل عام شهرًا يتنسك فيه قال القاری الظاهر انه صلى الله عليه وسلم كان متعبدًا بالعبادات الباطنية من الاذكار القلبية والتفكر فی الصفات الالٰهية والمصنوعات الافاقية على ما يكون حال كمل الاولياء ولذا قيل بداية الانبياء نهاية الاولياء وماقال بعضهم بداية الولی نهاية النبی فانما هو باعتبار التكاليف الشرعية من الاوامر الفرضية والزواجر المنهية فما لم يتصف السالك بما انتهى اليه امر دينه لم يدخل فی باب الولاية . اهـ

کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں، کتنا اہتمام کرتے ہیں حالانکہ ہم گنہگار ہیں سیہ کار ہیں گناہوں کے مقابلے اور تول کے لئے بھی ہم عبادات کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محتاج ہیں پھر ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں جن کا پورا معاوضہ درکنار ان کا کوئی بھی معاوضہ مل جائے تو بسا غنیمت ہے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ہر عبادت کا وزن اور اس کی قیمت اخلاص پر مبنی ہے جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کا عبادت میں وزن ہوگا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے اس نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے کسی کے لئے نواں اسی طرح آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے (ابوداؤد) اور دسواں بھی مثال کے طور پر ارشاد ہے ورنہ اس سے بھی کم ہوتا ہے، دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے اول نماز کا حساب ہوگا، حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو پوری ہے یا ناقص ہے اگر وہ پوری ہوتی ہے تو جائزہ میں پوری لکھ دی جائے گی اور اگر ناقص ہوگی تو ارشاد ہوگا کہ دیکھو اس کے لئے کچھ نوافل بھی ہیں یا نہیں اگر نوافل ہوتی ہیں تو ان سے فرائض کی تکمیل کر دی جاتی ہے اس کے بعد پھر اسی طرح دوسری عبادات زکوٰۃ وغیرہ کا محاسبہ ہوتا ہے (ابوداؤد) ہم لوگوں کے فرائض جیسے ادا ہوتے ہیں وہ ہمیں بھی معلوم ہیں ایسی صورت میں کیا ضرورت نہیں کہ نفلی عبادات نماز کے قبیلہ سے ہوں یا صدقات کے یا اور دوسری عبادات کے نہایت کثرت واہتمام اور اخلاص سے کی جائیں عدالت میں پیشی کا وقت نہایت سخت ہے اور ہمارے اعمال کے دو نگران ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ آدمی کے بدن کا ہر جز اس عمل نیک یا بد کی گواہی دینے والا ہے جو اس سے صادر ہوئے ہیں، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انگلیوں پر کلمۂ طیبہ اور تسبیحات کو گنا کرو کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے بھی محاسبہ ہوگا کہ اپنے اپنے اعمال بتائیں اور ان کو گویائی عطا کی جائے گی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان کہ آپ کا نمونہ ہر چیز میں ہمارے سامنے ہے، اس باب میں چوبیس حدیثیں ہیں۔

(۱) حدثنا قتيبة بن سَعِيْد وبشر بن معاذ قالا حدثنا ابوعوانة عن زياد بن علاقة[۱] عن المغيرة بن شعبة قال صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ[۲] لَهُ اَتَتَكَلَّفُ[۳] هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْداً شَكُوْراً.

حل لغات: اِنْتَفَخَتْ (افتعال) پھولنا، ورم آلود ہونا (ن) پھونک مارنا۔ تَتَكَلَّفُ (تفعل) تکلف کرنا (نا، نا کے ارادے سے ہاں، ہاں کرنا) مشقت اٹھانا۔ غَفَرَ (ض) مغفرت کرنا، معاف کرنا، درگذر کرنا۔ تَقَدَّمَ (تفعل) مقدم ہونا، آگے ہونا (تفعیل) مقدم کرنا، آگے کرنا (ک) قدیم ہونا، پرانا ہونا۔ تَأَخَّرَ (تفعل) مؤخر ہونا، پیچھے رہنا (تفعیل) مؤخر کرنا، پیچھے کرنا۔ شَكُوْرٌ صیغۂ صفت (ج) شُكُرٌ بہت شکر گذار (ن) شکریہ ادا کرنا۔

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپؐ کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے آپؐ کے اوّل و آخر سب گناہ بخش دیئے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (کہ جب حق جل شانہٗ نے مجھ پر اتنا انعام فرمایا ہے) تو کیا میں اس کا شکر ادا نہ کروں۔

تشریح: سائل کی غرض بظاہر یہ تھی کہ کثرت عبادت معاصی کے کفارہ کے لئے ہوتی ہے جب آپؐ معصوم ہیں آپؐ سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا پھر آپؐ کو اس درجہ مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب فرمادیا کہ عبادت کی یہی ایک غرض نہیں ہوتی بلکہ مختلف وجوہ سے ہوتی ہے اور

---

[۱] علاقة بكسر العين وتخفيف اللام والقاف ووهم من فتح العين كذا فى الشروح.
[۲] فقيل، قالوا: القائل عمرؓ. [۳] التكليف اسم لما يصنعه الانسان بمشقة او تصنع الاول محمود والثانى مذموم ومن البين ان المراد ههنا الاول دون الثانى والمعنى اتلزم نفسك بهذه الكلفة والمشقة التى لا تطاق. ق م [۴] عطف على مقدر اى اترك صلاتى اعتمادًا على الغفران فلا أكون عبدًا شكورًا ولا يخفى أن ذكر العبد في هذا المقام ادعى إلى الشكر على الدوام لانه إذا لاحظ كونه عبدًا أنعم عليه مولاه وجب عليه القيام بشكره.

جب اللہ جل شانہٗ نے میرے سارے گناہ معاف فرمادیئے تو اس کا مقتضا تو یہی ہے کہ میں اس کے احسان کے شکر میں کثرت سے عبادت کروں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عبادت کبھی جنت وغیرہ کی رغبت کی وجہ سے ہوتی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے کہ عبادت سے خریداری مقصود ہے یہاں قیمت ادا کی جارہی ہے وہاں نال مل جائے گا اور کبھی عبات خوف کی وجہ سے ہوتی ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف سے کام کرتے ہیں جیسا نوکروں کا عام دستور ہوتا ہے، ایک عبادت ہے جو بلا رغبت و بلا خوف محض اللہ کے انعامات کے شکر میں ہو یہ احرار کی عبادت ہے جو حدیث بالا میں گزرا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے آپؐ کے سب گناہ معاف فرمادیئے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ گناہ تو آپؐ سے صادر ہوئے لیکن حق تعالیٰ جل شانہٗ نے معاف فرمادیئے حالانکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا اس کے بہت سے جواب علماء نے مرحمت فرمائے ہیں جو اپنے موقعوں پر درج ہیں بالخصوص سورۂ انا فتحنا کی تفسیروں میں مختلف جواب نقل کئے گئے ہیں بندہ کے نزدیک سہل یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیک لوگوں کی خوبیاں مقربین کے لئے گناہ بن جاتے ہیں) ہر شخص کے گناہ اس کے درجہ کے مناسب ہوتے ہیں، آپؐ کے درجہ اور رتبہ کے مناسب جو کوتاہیاں شمار کی گئیں وہ ایسے امور ہیں جو ہمارے لئے عین طاعت ہیں، مثال کے طور پر دیکھ لیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کافر سرداروں کے اسلام لانے کی توقع اور امید میں ان سے گفتگو فرمارہے تھے جو عین دین تھا اس وقت ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ نے آکر کچھ بات کی جس کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی اہمیت کی وجہ سے ان کا درمیان میں دخل دینا گراں ہوا، اس پر سورۂ عبس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تنبیہ ہوئی اسی طرح جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت اور رحمت کی وجہ سے اس توقع پر کہ یہ لوگ مسلمان ہوجائیں یا ان کی نسل سے مسلمان پیدا ہوں فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا تو قرآن پاک میں اس پر تنبیہ ہوئی، غرض اس نوع کے

واقعات ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علوشان کے لحاظ سے وہ تقصیر شمار کئے گئے۔

(۴) حدثنا ابوعمار الحسین بن حریث[1] حدثنا الفضل بن موسٰی عن محمّد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ حَتّٰی تَرِمَّ[2] قَدَمَاهُ قَالَ فَقِیْلَ لَهٗ تَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ جَاءَكَ اَنَّ اللّٰه تعالٰی قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْداً شَكُوْراً.

حل لغات: تَرِمُّ (حَسِبَ) تفعل سے بھی ہے، ورم آلود ہونا، سوجنا، پھول کر موٹا ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا، کسی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے پھر آپ اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اس شکریہ کے بارے میں ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے حضرت عطاءؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات سنائیں، انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی بات ایسی تھی کہ عجیب ترین نہ تھی اس کے بعد فرمانے لگیں، ایک رات کا قصہ ہے کہ سونے کے لئے مکان پر تشریف لائے اور میرے پاس میرے لحاف میں لیٹ گئے لیٹتے ہی تھوڑی سی دیر میں فرمایا کہ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر کھڑے ہو گئے وضو کیا اور نماز کی نیت

---

[1] بضم الحاء وفتح الراء المهملتین فتحتیة ساکنة فمثلثة . ق

[2] ترم، بنصب الفعل باضمار ان بعد حتی وهو بفتح المثناة وکسر الراء وتعفیف المیم علی وزن تعد وفی نسخة حتی تورم بناءً علی انه فعل ماض او مضارع بحذف احدی تائیه .

باندھ لی اور رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ سینہ مبارک تک آنسو بہہ کر آنے لگے اس کے بعد رکوع کیا اس میں بھی روتے رہے پھر سجدہ کیا اس میں بھی روتے رہے پھر سجدہ سے اٹھے اور روتے رہے، غرض صبح تک یہی کیفیت رہی حتی کہ بلالؓ صبح کی نماز کے لئے بلانے کو آ گئے، میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اس قدر کیوں روئے اللہ جل شانہٗ نے تو آپؐ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے، آپؐ نے فرمایا کہ تو میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، اس کے بعد ارشاد فرمایا میں ایسا کیونکر نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اس کے بعد انّ فی خلق السّمٰوات سورۂ آل عمران کے آخر رکوع کی آیت تلاوت فرمائی۔

(۳) حدثنا عیسٰی بن عثمان بن عیسٰی بن عبدالرّحمٰن الرملی حدثنی عمی یحیٰی بن عیسٰی الرملی عن الاعمش عن ابی صَالح عن ابی هریرة قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عليه وَسَلَّمَ يَقُوْمُ يُصَلِّيْ حَتّٰى تَنْتَفِخَ[1] قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا.

ترجمہ: نیز ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز اتنی طویل پڑھتے کہ آپؐ کے قدم مبارک ورم کر آتے، آپؐ سے عرض کیا گیا کہ آپؐ اتنی طویل نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپؐ کے سب گناہ اولین و آخرین معاف ہو چکے ہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

---

[1] بصيغة التانيث ويروى بالتذكير من الانتفاخ قال القارى ذكر المصنف الحديث بالاسانيد الثلثة للتاكيد والتقوية قلت ويشكل على هذه الروايات ما ورد من النهى عن التشديد فى العبادة كما بسط الروايات المختلفة فى ذلك صاحب اقامة الحجة ثم قال وخلاصة المرام ان الاكثار من المجاهدات والرياضات ليس ببدعة ولا بمنهى عنه فى الشرع بل هو امر حسن مرغوب فيه لكن بشروط ثم ذكر لها عشرة شرائط فارجع اليه لو شئت التفصيل وقال الحافظ فى الفتح تحت حديث الباب فيه اخذ الانسان على نفسه بالشدة بالعبادة وان اضر ذلك ببدنه ومحله ما اذا لم يفض الى الملال وعليه يحمل قوله صلى الله عليه وسلم خذوا من العمل ما تطيقون فان الله لا يمل حتى تملوا

تشریح: امام ترمذیؒ نے اہتمام کی وجہ سے تین طریقوں سے اس مضمون کو ذکر کیا ان روایات پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طریقوں سے طاقت سے زیادہ مجاہدات اور عبادات کی ممانعت وارد ہوئی ہے لیکن حق یہ ہے کہ آدمی صرف عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا کہ میں نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں، جب یہی اصل مقصد پیدائش کا ہے تو اس میں جتنا بھی اضافہ اور اہتمام اور زیادتی ہوگی وہ ممدوح اور پسندیدہ ہوگی، اس کے بعد زیادتی کی ممانعت جہاں جہاں وارد ہوئی ہے وہ عوارض کی وجہ سے ہے جہاں کوئی عارض اور مانع پیش آجائے گا وہاں غیر مستحسن ہوجائے گی، منجملہ ان عوارض کے اکتا جانا اور گھبرا کر بالکل ترک کردینا ہے مثل مشہور ہے کہ نہ بھاگ کر چلنا نہ اکھڑ کر گرنا، احادیث منع میں اس طرف اشارہ ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال اسی قدر کرو جتنے کا تحمل ہو سکے، اللہ جل شانہٗ ثواب عطا کرنے سے دریغ نہیں فرماتے جب تک کہ تم عمل سے نہ اکتا جاؤ اسی لئے علماء مجاہدات کی زیادتی سے روکتے ہیں کہ مبادا اکتا کر بالکل ہی ترک ہوجائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بہت بلند تھی، وہاں اکتا جانے کا کیا احتمال پیدا ہوسکتا ہے جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے اور کیوں نہ ہوتی جب کہ نماز اللہ کے ساتھ راز و نیاز ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مخلص بندے کیلئے آقا کے ساتھ سرگوشی میں جتنی بھی لذت ہو قرینہ قیاس ہے، اکتاوے وہ جو اس لذت سے محروم ہو، اسی طرح دوسرا مانع جو احادیث میں وارد ہوا ہے حقوقِ لازمہ کی ادا میں کوتاہی ہے کہ مجاہدات کی کثرت سے ضعف پیدا ہو کر حقوق میں کوتاہی ہوگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں یہ سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ جو قدسی ذات ان مجاہدات اور تقلیل طعام وغیرہ پر بھی ایک دفعہ میں نو بیبیوں سے صحبت کرسکتا ہو وہاں ضعف کا کیا سوال، اسی طرح دیگر عوارض کا حال ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں منتفی تھے اسلئے ان جیسی روایات پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

(۴) حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمّد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق عن الاسود بن یزید قال سَاَلْتُ عَائشة عَنْ صَلٰوة رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ باللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُوْمُ[1] فَاِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ اَوْتَرَ ثُمَّ اَتٰى فِرَاشَهٗ فَاِذَا[2] كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اَلَمَّ[3] بِاَهْلِهٖ فَاِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَثَبَ فَاِنْ كَانَ جُنُبًا اَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ وَاِلَّا تَوَضَّا وَخَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ.

حل لغات: اَلسَّحَرُ (ج) اَسْحَارٌ صبح سے کچھ پہلے کا وقت، کنارہ (س) صبح سویرے آنا۔ اَوْتَرَ (افعال، ض) جفت کو طاق بنانا، بے جوڑ کرنا، وِتْرٌ بمعنی طاق، بے جوڑ۔ اَلَمَّ (افعال) قریب ہونا (جماع اور صحبت وغیرہ کرنا) وَثَبَ (ض) مص وَثْبًا ، وُثُوْبًا کودنا، پھلانگ کر اٹھنا، مرادی ترجمہ ہے ''جلدی اٹھ جانا'' جُنُبًا ناپاک (ن،ض،س) ناپاک ہونا، جنبی ہونا۔ اَفَاضَ (افعال) پانی گرانا، پانی بہانا یعنی غسل کرنا (ض) جاری ہونا، بہنا۔

ترجمہ: اسودؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز یعنی تہجد اور وتر کے متعلق استفسار کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا، انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (عشاء کی نماز کے بعد) شب کے نصف اول میں استراحت فرماتے تھے اس کے بعد تہجد پڑھتے رہتے تھے یہاں تک کہ اخیر شب ہو جاتی تب وتر پڑھتے اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لے آتے، اگر رغبت ہوتی تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے یعنی صحبت

---

[1] ای یصلی فان قیام اللیل متعارف فی الصلٰوة فیه فیستمر یصلی السدس الرابع والخامس .م

[2] فاذا کانت قال میرك وفی اکثر الروایات بلفظ ثم وقیل فی کامة ثم فائدة وهی انه علیه السلام یقضی حاجته بعد احیاء اللیل بالتهجد فاداء العبادة قبل قضاء الشهوة جدیر به صلی اللّٰه علیه وسلم وقیل یحتمل ان ثم لتراخی الاخبار ای کان عادته صلی اللّٰه علیه وسلم هکذا ثم ان اتفق احیانا ان یقضی حاجته فیقضیها .

[3] الم باهله ای قریب من زوجته کنایة عن الجماع .

کرتے پھر صبح کی اذان کے بعد فوراً اٹھ کر اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

تشریح: اطباء کے نزدیک بھی صحبت کے لئے بہترین وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے نیز سو کر اٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے، اول شب میں پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے ایسی حالت میں صحبت مضر ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتدال کا ہوتا ہے لیکن یہ سب طبی مصالح ہیں شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اول شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے البتہ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو وہ اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔

---

⑤ حدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس ح وحدثنا اسحٰق بن موسٰى الانصارى حدثنا معن عن مالك عن مخرمة[1] بن سُليمان عن كريب عن ابن عباس اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَهِىَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِىْ عَرْضِ[2] الْوِسَادَةِ[3] وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْقَبْلَهٗ[4] بِقَلِيْلٍ فَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ

---

[1] مخرمة بفتح الميم وسكون الخاء المعجمة وفتح الراء المهملة .

[2] عرض بفتح العين على الاصح الاشهر وفى رواية بضمها وهو بمعنى مفتوح العين اى جانبها قاله القارى .

[3] الوسادة بكسر الواو المخداة المعروفة الموضوعة تحت الرؤس ونقل القاضى عياض وغيره ان المراد هناك الفراش لقوله اضطجع صلى اللّٰه عليه وسلم فى طولها الخ فكانّه نام تحت رحليه تادبا وتبركا قلت كان هذا احسن لو ساعده اللفظ فالاوجه عندى ان المراد بالمخداة هو معناه الحقيقى ولا محذور فيه كما لا يخفى .

[4] او قبله الظاهر انه ترديد من ابن عباسؓ بناءً على ترددهٖ فى ان غاية النوم نصف الليل او اقل منه او اكثر ويحتمل الشك من الراوى قاله القارى .

يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَرَءَ الْعَشْرَ الْاٰيٰتِ الْخَوَاتِيْمَ[1] مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِيْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِيْ الْيُمْنٰى فَفَتَلَهَا[2] فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ مَعْنٌ سِتُّ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ.

حل لغات: بَاتَ (ض) رات گذارنا، شب باشی کرنا، رات بسر کرنا۔ شَنٌّ مشکیزہ، مشک۔ فَتَلَ (ض) رسّی بٹنا، گوش مالی کرنا، کان پکڑ کر اینٹھنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات (لڑکپن میں) اپنی خالہ حضرت میمونہ (ام المؤمنینؓ) کے یہاں سویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل تکیہ کے طولانی حصہ پر سر رکھے ہوئے تھے اور میں تکیہ کے چوڑان پر سر رکھے ہوئے تھا (قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے بجائے تکیہ کے بستر ے کا ترجمہ فرمایا ہے لیکن جب کہ لفظ کا اصل ترجمہ تکیہ ہی کا ہے اور تکیہ مراد لینے میں کوئی بُعد بھی نہیں تو پھر بستر مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ مثلاً تکیہ کی لمبائی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ گئے اور ابن عباسؓ تکیہ کے چوڑان پر سر رکھ کر یعنی قبلہ کی طرف سر کر کے لیٹ گئے ہوں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی اہل سے تھوڑی باتیں فرمانے کے بعد) سو گئے اور تقریباً نصف رات ہونے پر اپنے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار کو دور فرمانے لگے پھر سورۂ آل عمران کے اخیر رکوع

---

[1] الخواتيم وفي نسخة الخواتم جمع ختام بمعنى الخاتمة منصوب على ان الايات بدل من العشر قاله المناوي.

[2] قال القاري وفتلها اما لينبهه على مخالفة السنة او ليزداد تيقظه لحفظه تلك الافعال او ليزيل ما عنده من النعاس لرواية فجعلت اذا اغفيت ياخذ بشحمة اذني زاد المناوي او استعطافا للصبي المحتاج الى العطف في مقام العبادة اولزعاجًا او تهييجًا او تحريضًا له على قيام الليل وتعلم الدين اهـ

انّ فی خلق السّمٰوٰت والارض کوتلاوت فرمایا (علماء کہتے ہیں کہ جاگنے کے بعد تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ لینا چاہئے کہ اس سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور ان آیات کا پڑھنا مستحب ہے) اس کے بعد مشکیزہ کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا لٹک رہا تھا تشریف لے گئے اور اس سے (برتن میں پانی لے کر) وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی، ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں بھی وضو کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی (بائیں جانب) برابر کھڑا ہو گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسلئے کہ مقتدی کو دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے) میرے سر پر ہاتھ مبارک رکھ کر میرا کان مروڑا (تنبیہ کے لئے ایسا کیا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ میں اونگھنے لگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑا، ایک روایت میں ہے کہ کان پکڑ کر دائیں جانب کو کھینچا تا کہ سنت کے موافق امام کے دائیں جانب کھڑے ہو جائیں) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعت پڑھتے رہے معن جو اس روایت کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ چھ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت پڑھی گویا بارہ رکعت ہو گئی (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک تہجد کی بارہ رکعتیں ہیں) پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے صبح نماز کیلئے جب بلالؓ بلانے آئے تو دو رکعت سنت مختصر قرأت سے پڑھ کر صبح کی نماز کیلئے تشریف لے گئے۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد کی مختلف رکعات نقل کی گئی ہیں جو مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں کہ وقت میں گنجائش زیادہ ہوئی تو زیادہ پڑھ لیں ورنہ کم پڑھ لیں، کوئی خاص تحدید تہجد کی رکعات میں ایسی نہیں ہے جس سے کم وبیش جائز نہ ہوں بسا اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود وسیع وقت ہونے کے بھی رکعات کم پڑھتے تھے البتہ ان میں قرآن پاک کی تلاوت زیادہ مقدار میں فرماتے تھے جیسا کہ اسی باب کی مختلف احادیث میں یہ مضامین آرہے ہیں۔

⑥ حدثنا ابو کریب محمّد بن العَلاء حدثنا وکیع عن شعبة عن ابی جمرةؒ عن ابن عباس قالَ کَانَ النبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی مِنَ

ؒ ابی جمرة بجیم وراء کطلحة اسمه نصر بن عمران الضبعی .

اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تہجد (مع وتر کبھی) تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: یعنی دس رکعت تہجد اور تین رکعت وتر، بعض علماء نے ان میں صبح کی دو سنتیں شمار کی ہیں اس صورت میں آٹھ رکعت تہجد کی ہوئیں۔

⑦ حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا ابوعوانة عن قتادة عن زرارةؒ[1] بن اوفى عن سعيد بن هشام عن عائشة اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ اَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ[2] عَشْرَةَ رَكْعَةً.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی عارض کی وجہ سے رات کو تہجد کو نہیں پڑھ سکتے تھے تو دن میں (چاشت کے وقت) بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔

تشریح: اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض تھا تو قضا ظاہر ہے اور اگر فرض نہیں تھا تب بیان افضلیت کے لئے قضا فرماتے تھے، مسلم شریف میں حضرت عمرؓ کی روایت سے حضور صلی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی وارد ہے کہ جو شخص اپنا ورد اور معمول رات کو پورا نہ کر سکے اس کو چاہئے کہ صبح کے بعد سے دوپہر تک کسی وقت پورا کر لے یہ ایسا ہی ہے گویا رات ہی کو پورا کر لیا، اسی سے مشائخ سلوک کا یہ معمول ماخوذ ہے کہ اذکار وغیرہ اگر رات کو پورا نہ ہو سکے تو صبح کے وقت اس کو پورا کر لے وقت گزر جانے کی وجہ سے بالکل ترک نہ کر دے کہ پھر نفس اس کا عادی ہو جاتا ہے۔

⑧ حدثنا محمّد بن العَلاء حدثنا ابواسامة عن هشام يعنى ابن حسّان

---

[1] زرارة بضم الزاى اول الحروف ثم مهملات .

[2] قال القارى فيه دليل على جواز قضاء النافلة بل على استحبابه وعلى ان صلوة الليل ثنتا عشرة ركعة كما هو المختار عند ابى حنيفة . اهـ

عن محمد بن سیرین عن ابی هریرة عن النّبی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قالَ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَفْتَتِحْ صَلٰوتَهٗ بِرَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب رات کو تہجد کے لئے اٹھو تو شروع میں اول دو مختصر رکعتیں پڑھ لو۔

تشریح: تاکہ شروع ہی سے طویل رکعتیں شروع کرنے سے تھکان نہ ہو جائے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضوء ہوتی تھیں اور تحیۃ الوضوء کا مختصر پڑھنا اولیٰ ہے اس لئے ان کو مختصر پڑھنے کا ارشاد ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مختصر پڑھتے تھے، حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں ایک لطیف بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اس کے بالوں میں تین گرہیں جادوگر کی طرح سے لگاتا ہے جن میں یہ افسون ہوتا ہے کہ ابھی تو رات بہت ہے اور سوتا رہوں جب آدمی اُٹھ کر اللہ کا پاک نام لیتا ہے یعنی کوئی دعاء وغیرہ پڑھتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھلتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری کھلتی ہے، چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری گرہ نماز پڑھنے پر کھلتی ہے اس لئے دو رکعت مختصر طور پر پڑھنے کا حکم ہے تاکہ وہ تیسری گرہ بھی کھل جائے اور پھر ساری نماز شیطان کے اثر سے محفوظ ہونے کے بعد پڑھی جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تسلط سے گو محفوظ تھے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول امت کی تعلیم کے لحاظ سے ایسے امور کی رعایت فرمانے کا تھا جن کی امت کو احتیاج ہو اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بسا اوقات ان مختصر رکعتوں کو پڑھتے تھے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔ اللھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ ولمن سعی فیہ۔

⑨ حدثنا قتیبة بن سعید عن مالك بن انس ح وحدثنا اسحٰق بن

لہ قال الخ مناسبة الحدیث بالترجمة بان امره صلی اللّٰه علیه وسلم بشیئ یقتضی فعله ، بیجوری

موسٰی حدثنا معن حدثنا مالك عن عبدُ[1] اللّٰه بن ابی بکر عن ابیه انّ عبداللّٰه بن قیس بن مخرَمة اخبره عن زید بن خالد الجهنیّ[2] انّه قال لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوة رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهٗ اَوْ فُسْطَاطَهٗ[3] فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رکعتین وَهُما دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُما ، ثُمَّ صَلّٰى رکعتین وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُما ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حل لغات: تَوَسَّدْتُ (تفعل) تکیہ لگانا، ٹیک لگانا۔ اَرْمُقَنَّ فعل مضارع بانون تاکید (ن) مص رَمْقًا دیر تک دیکھنا، غور سے دیکھنا۔ عَتَبَة (ج) عَتَبٌ ، عَتَبَاتٌ چوکھٹ (وہ جگہ جس میں دروازہ فٹ کیا جاتا ہے) فُسْطَاط (ج) فَسَاطِيْطُ خیمہ، اون کا خیمہ۔

ترجمہ: حضرت زید بن خالدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن یہ ارادہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو آج غور سے دیکھوں گا میں آپؐ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ گیا (تاکہ غور سے دیکھتا رہوں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دو مختصر رکعتیں پڑھیں اس کے بعد طویل طویل رکعتیں پڑھیں (تین دفعہ طویل کا لفظ اس کے زیادتی طول بیان کرنے کے لئے فرمایا) پھر ان سے مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر ان سے بھی مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر ان سے بھی مختصر دو رکعتیں، پھر ان سے بھی مختصر دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں۔

---

[1] هو عبد اللّٰه بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم فما فی بعض النسخ من زیادة التاء فی آخر لفظ ابی بکر سهو من الناسخ .

[2] الجهنی بضم الجیم وفتح الهاء نسبة الی قبیلة جهینة .

[3] بضم فاء وبکسر بیت من شعر وهو شك من الراوی عن زید انه توسد عتبة بیته او عتبة فسطاطه صلی اللّٰه علیه وسلم والظاهر الثانی لان الاطلاع علی صلوته صلی اللّٰه علیه وسلم انما یتصور حال کونه فی الخیمة فی زمان السفر الخالی عن الازواج الطاهرات قاله القاری وهو مختار المناوی اذ قال الظاهران ذلك کان فی السفر فانه صلی اللّٰه علیه وسلم عند نسائه فی الحضر فلا یمکن ان یرمقه زید . اهـ

تشریح: جولوگ وتر کی ایک رکعت ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک چھ مرتبہ دو دو رکعتیں نوافل اور ایک رکعت وتر کل تیرہ ہوئیں اور جن کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں ان کے نزدیک کل پندرہ رکعتیں ہوئیں تیرہ رکعتیں فرمانا اس بناء پر ہے کہ تحیۃ الوضوء شروع کی دو رکعت اس میں شمار نہیں کی گئیں، بعض روایتوں میں، پھر ان سے مختصر دو رکعت پڑھیں یہ لفظ بجائے چار مرتبہ کے تین مرتبہ ہے اس صورت میں تحیۃ الوضوء کی دو خفیف رکعتیں جو شروع میں وارد ہوئی ہیں ان کے باوجود دس رکعت نوافل ہوتی ہیں، ایسی حالت میں لامحالہ وتر کو تین ہی رکعت ماننا پڑے گا ایک رکعت ماننے کی صورت میں تیرہ رکعت کا عدد پورا نہ ہوگا، اس حدیث میں ایک لفظ گزرا ہے کہ آپؐ کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ پر یہ کسی راوی کو شک ہے کہ اسناد نے مکان کو چوکھٹ کہا تھا یا خیمہ کی اور یہ حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کی غایت احتیاط ہوتی ہے کہ جس لفظ میں ان کو ذرا بھی تردد ہوا کرتا ہے اس کو ظاہر فرمادیا کرتے ہیں لیکن ظاہر یہ ہے کہ خیمہ کی چوکھٹ مراد ہے اور یہ قصہ کسی سفر کا ہے اس لئے کہ مدینہ طیبہ کے قیام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول زنانہ مکان میں آرام فرمانے کا تھا وہاں کوئی سی بیوی پاس ہوتی تھیں اسلئے حضرت خالد کو دیکھنے کا موقعہ نہ مل سکتا تھا سفر میں یہ صورت کہ خیمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا آرام فرمارہے ہوں بیبیوں میں سے کوئی ساتھ نہ ہوں قرین قیاس ہے اسلئے یہی اقرب ہے اکثر علمانے اس قصہ کو سفر ہی کا تجویز فرمایا ہے۔

(۱۰) حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالك عن سعيد بن ابی سعيد المقبری عن ابی سلمة ابن عبدالرحمٰن انّه اخبره انّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ[1] فَقَالَتْ مَا

[1] قال القاری ای فی لیالیه وقت التهجد فلا ینافیه ما صلاه بعد صلوة العشاء من صلوة التراویح اھ، وکتب الشیخ فی البذل یشکل علیه ماورد من روایتها انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی من اللیل ثلث عشرة رکعة وایضًا یشکل علیه بصلوة التراویح فانه صلی اللّٰه علیه وسلم صلاها بثلث لیال ثم ترکها بعذر فرضیتها والجواب عن الاول ان السائل لما سال عن صلوة اللیل وزاد لفظ فی رمضان فظن ان عنده ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لعله کان یزید فی رمضان علی تهجده فی غیر رمضان فردته بقولها ماکان یزید فی بعض الاوقات واما عن الثانی فان هذا الحدیث لا تعلق له بصلوة التراویح لانفیا ولا اثباتا لانها صلوة اخری والاستدلال بهذا الحدیث علی ان التراویح ثمان رکعات لغو هکذا کتاب مولانا محمد یحیٰی المرحوم من تقریر شیخنا . اھ مختصر

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَزِيْدَ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا لَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا لَا تَسْئَلْ عن حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلٰثًا قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ[1] قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

ترجمہ: ابوسلمہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (گویا آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر چنانچہ خود اس کی تفصیل فرماتی ہیں) کہ اول چار رکعت پڑھتے تھے یہ نہ پوچھ کہ وہ کتنی طویل ہوتی تھیں اور کس عمدگی کے ساتھ بہترین حالت یعنی خشوع وخضوع سے پڑھی جاتی تھیں اسی طرح پھر چار رکعت اور پڑھتے تھے ان کی بھی لمبائی اور عمدگی کا حال کچھ نہ پوچھ، پھر تین رکعات پڑھتے تھے یعنی وتر، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے (یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ ان کے قلوب جاگتے رہتے ہیں)۔

تشریح: اس حدیث میں چند ضروری مباحث ہیں جن میں سے دو ذکر کیے جاتے ہیں اول تو یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی گیارہ رکعت سے زیادہ کی نفی فرماتی ہیں حالانکہ حضرت ابن عباسؓ زید بن خالدؓ وغیرہ وغیرہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات سے تیرہ ثابت ہیں بلکہ بعض روایات میں تیرہ سے زیادہ بھی وارد ہوئی ہیں چنانچہ ابوداؤد میں خود حضرت

---

[1] اتنام، المشهور عند الشراح فی معنی الحدیث انها تعنی ان الوتر ربما یفوت بان لا یستیقظ فی الوقت ثم اشکلوا علیه بقصة لیلة التعریس فاجابوا عنها باجوبة عدیدة والاوجه عندی ان الحدیث من باب نقض الوضوء بالنوم دون باب الوقت والمعنی انك تنام قبل الوتر ثم توتر بعد الاستیقاظ ولا تجدد الوضوء احیانا فاجابها علیه السلام بان قلبه یقظان فیدرك الحدث فلا ابراصولا جواب فتامل.

عائشہؓ نے عبداللہ بن ابی قیس کے سوال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز کی رکعات یہ گنوائی ہیں کہ چار اور تین چھ اور تین آٹھ اور تین دس اور تین جو تیرہ ہوتی ہیں، حتی کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی تیرہ رکعتیں نقل کی گئی ہیں چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور موطاء امام مالکؒ کی روایت ہے، عن عائشةؓ قالت كانَ رسُول اللّٰه صَلّى اللّٰه عَليه وسلم يصلّى باللّيل ثلث عشرة ركعة ثم يصلى اذا سمع النداء للصبح بركعتين خفيفتين، یعنی حضور اکرم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے تھے اس کے بعد صبح کی اذان پر دو رکعت صبح کی سنتیں پڑھتے تھے، بعض علماء نے تو اس اختلاف کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایتیں تہجد کی رکعات کے بارے میں مضطرب ہیں یعنی ضعیف ہیں لیکن مضطرب کہنے کی ضرورت نہیں ہے اس میں کیا اشکال ہے کہ گیارہ رکعات اکثر اوقات اور عام معمول کے اعتبار سے ہوں اور کبھی کبھی ان سے کم وبیش بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہوں جیسا کہ دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، دوسری بحث یہ ہے کہ بعض لوگ اس حدیث سے یہ بھی مسئلہ نکالتے ہیں کہ تراویح بھی آٹھ رکعت ہے حالانکہ اس روایت سے تہجد کا صرف آٹھ رکعت ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے گزر چکا چہ جائیکہ تراویح، اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں صلوٰۃ اللیل کے لفظی معنی رات کی نماز کے ہیں، لیکن اس سے مراد قرینہ سے تہجد کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا اسلئے کہ اس سے اگر رات کی ہر نماز مراد لی جائے تو تراویح کے ساتھ مغرب اور عشاء کے فرض اور ان کی سنتیں سب ہی خارج ہو جائیں گی جن کو کوئی بھی نہیں نکال سکتا، غرض اس حدیث میں صرف تہجد کا ذکر ہے وہی پوچھنا مقصود ہے اسی کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب مرحمت فرمایا اور بظاہر پوچھنے کی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ رمضان المبارک میں زیادتی عبادت کی تھی، جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے، اسلئے ابوسلمہ کو خیال ہوا کہ شاید تہجد کے عدد رکعات میں بھی کچھ

اضافہ فرماتے ہوں اس لئے پوچھا حضرت عائشہؓ نے اس کی نفی فرمادی ورنہ خود حضرت عائشہؓ کا بھی یہ مقصود نہیں کہ تراویح تو درکنار تہجد کی رکعات بھی گیارہ سے زیادہ کبھی نہیں ہوتی تھیں اس لئے کہ تیرہ رکعات تک خود حضرت عائشہؓ سے ثابت ہو چکا ہے۔

تراویح کے بارے میں حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مفصل رسالہ الرای الصحیح اردو میں شائع شدہ ہے جس کا دل چاہے اسے دیکھ لے، مختصر امر یہ ہے کہ احادیث میں تہجد کو صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تراویح کو قیام رمضان (رمضان کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ دونوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں، متعدد علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قیام رمضان سے تراویح مراد ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام رمضان کا بہت اہتمام تھا متعدد احادیث میں قولاً اور فعلاً اس کی اہمیت وارد ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ قیام رمضان کرے اس نے جتنے بھی گناہ کئے ہیں تمام معاف ہو جاتے ہیں (علماء کے نزدیک صغائر مراد ہیں) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کا ایجابی حکم تو نہ فرماتے تھے البتہ ترغیب دیا کرتے تھے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بڑی لمبی جماعت کے ساتھ اس نماز کو پڑھتے تھے اور ہمیشہ نہ پڑھنے کا یہ عذر فرماتے تھے کہ مجھے اس کے فرض ہو جانے کا اندیشہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ پڑھنے سے فرض ہو جانا کئی وجوہ سے محتمل تھا، البتہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین متفرق طور پر کچھ تنہا اور کچھ جماعت میں پڑھتے تھے جو تقریباً نصف رات تک پڑھتے تھے اور کبھی اس سے بھی زیادہ، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان متفرق جماعتوں اور علیحدہ پڑھنے والوں کو ایک امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم فرمادیا کہ انتشار نہ ہو، سائب کہتے ہیں کہ امام عموماً ہر رکعت میں سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھتے تھے ہم لوگ کھڑے کھڑے تھکان کی وجہ سے کسی چیز پر سہارا لگاتے تھے اور سحر کے قریب فارغ ہوتے تھے، بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ تراویح کے مسنون ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے

اور اہل قبلہ میں سے روافض کے سوا کوئی فرقہ بھی اس کا انکار نہیں کرتا، ائمہ اربعہ یعنی امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ سب حضرات کے فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں، البتہ امام مالکؒ کے نزدیک مشہور قول کے موافق چھتیس رکعتیں ہیں فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''مغنی'' میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک راجح قول بیس رکعت کا ہے اور یہی مذہب ہے سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ کا البتہ امام مالکؒ کے نزدیک چھتیس رکعات میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا کہ میرے پاس بادشاہ کا قاصد آیا کہ تراویح کی رکعات ہیں تخفیف کی اجازت دے دی جائے میں نے انکار کر دیا، امام مالکؒ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں اڑتالیس رکعات پڑھی جاتی تھیں، یعنی چھتیس تراویح اور تین وتر، اوجز میں یہ بحث مفصل ہے، میرے اساتذہ کا ارشاد ہے کہ مدینہ میں چھتیس رکعات جو پڑھی جاتی تھیں ان میں بیس تراویح ہوتی تھیں لیکن ہر ترویحہ میں اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعت پڑھے اس لئے وہ حضرات ہر ترویحہ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے تھے اس لئے یہ سولہ رکعات چار درمیانی ترویحوں کی بڑھ گئیں، بہر حال یہ مالکیہ کا مذہب ہے بقیہ تینوں اماموں کے نزدیک راجح قول بیس رکعات ہی کا ہے۔

(۱۱) حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا معن حدثنا مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ احْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ.

○ حدثنا ابن ابی عمر حدثنا معن عن مَالك عن ابن شهاب نحوه ح وحدثنا قتيبة عن مَالك عن ابن شهاب نحوهٗ.

لہ اختلفت النسخ فی ذکر لفظ نحوه ولفظ ح التحویل ففی بعضها احدهما وفی بعضهما ذکرهما معا ولا وجه لذکرهما معًا والا وجه الاقتصار علی احدهما والمقصود بیان الطرف لعدیدة الروایة المتقدمة قال القاری اجماع النسخ علی قوله وثنا قتیبة بالواو العاطفة یدل علی ثبوت التحویل سواء ضم معه لفظ نحوه للتاکید او حذف نعم کان حق التحویل ان یوتی بعد قوله حدثنا معن کما لا یخفی . اهـ

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے جس میں ایک رکعت وتر ہوتی تھی جب آپؐ اس سے فارغ ہوتے تو اپنی دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔

تشریح: یہ حدیث خود اس پہلی حدیث کے خلاف ہے جس میں آٹھ رکعت کا بیان تھا اسی وجہ سے بعض علماء نے حضرت عائشہؓ کی روایت میں کلام کیا ہے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا، البتہ توجیہ کے درجہ میں اس اختلاف روایات کو اختلاف اوقات پر محمول کیا جاسکتا ہے گاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اور گاہے کم وبیش، دوسرا مسئلہ وتر کی ایک رکعت کا ہے وتر کے بارے میں چند اختلافات ہیں سب سے اول اس کے حکم میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک وہ واجب ہے بعض دیگر ائمہ کے نزدیک مستحب ہے، حدیث چونکہ اس سے ساکت ہے اس لئے اس بحث کو چھوڑ دیا گیا۔ دوسرا اختلاف اس کی رکعات میں ہے حنفیہ کے نزدیک تین رکعتیں حتمی ایک سلام سے ہیں، دوسرے بعض امام کے نزدیک ایک ایک رکعت ہے ان میں بھی اختلاف ہے، بعض صرف ایک رکعت فرماتے ہیں اور بعض ائمہ ایک رکعت کے ساتھ اس سے پہلے دو رکعت علیحدہ سلام کے ساتھ واجب بتاتے ہیں احادیث میں مختلف روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں جن کی ترجیح میں ائمہ میں اختلاف ہوا اسی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا، حنفیہ اپنے مسلک میں چند احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

ترجمہ ۱: عبداللہ بن ابی قیس کی وہ روایت جو ابوداؤد وغیرہ نے ذکر کی ہے گزشتہ حدیث کی بحث اول میں گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعتیں ذکر فرمائی اس تکلف کے ساتھ ذکر کرنا اور تین رکعت کو ہر جگہ بلا کم وزیادہ علیحدہ ذکر کرنا اس پر صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی ایسی نماز ہے جس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی تھی یہ تین ہی رکعتیں رہتی تھی ورنہ حضرت عائشہ سات، نو، گیارہ فرماتیں، چار اور تین چھ اور تین وغیرہ

کیوں فرماتیں۔

ترجمہ ۲: ملا علی قاری نے حنفیہ کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صحابہؓ کا اس پر اجماع ہے کہ تین رکعات وتر جائز و مستحسن ہیں اور اس سے کم میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ قول اولیٰ ہے مختلف فیہ سے، حسن بصریؒ جو مشہور محدثین اور اکابر صوفیہ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز عمر ثانیؒ نے علمائے مدینہ سے تحقیق کے بعد یہ حکم نافذ کر دیا تھا کہ وتر تین رکعات پڑھی جائیں، حضرت حسنؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وتر کی تین رکعات میں دو پر سلام پھیرتے ہیں اور تیسری رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ان کے باپ حضرت عمرؓ تینوں رکعات ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے اور وہ ابن عمرؓ سے زیادہ عالم تھے

ترجمہ ۳: احادیث میں ایک رکعت پڑھنے کی ممانعت آئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ حضرت سعدؓ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی، اس کے علاوہ اور بہت سے طریقوں سے حنفیہ استدلال فرماتے ہیں علماء نے اس بارے میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں، اس رسالہ میں فقہی مسائل سے بحث نہیں کی گئی بقدر ضرورت مختصر اشارے کر دیئے گئے۔

---

(۱۶) حدثنا هناد حدثنا ابو الاحوص عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشةؓ قالت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ.

○ حدثنا محمود بن غيلان حدثنا يحيىٰ بن ادم حدثنا سفيٰن الثورى عن الاعمش نحوه.

لہ قال القرطبی استشکل حدیثها علی کثیر حتی نسب الی الاضطراب واجیب بانه انما یتم لو اتحد الراوی عنها والوقت والصلوة والصواب حمله علی اوقات متعددة واحوال مختلفة فتارة یصلی سبعا وتارة تسعا وتارة احدی عشرة هو الاغلب . ق م

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے تھے۔

تشریح: حنفیہ کے نزدیک چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر، چنانچہ عبداللہ بن ابی قیسؓ کی روایت میں خود حضرت عائشہؓ نے چھ اور تین فرمایا۔

---

(۱۳) حدثنا محمّد بن المثنٰی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن عمرو بن مرّة عن ابی حمزة[۱] رجل مِنَ الانصَار عن رجل من بنی[۲] عبس عن حُذَيْفَةَ بن اليمان انّهٗ صَلّٰی[۳] مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ[۴] قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ فِی الصَّلٰوة قَالَ[۵] اَللّٰهُ اَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ قَالَ ثُمَّ قَرَءَ الْبَقَرَةَ[۶] ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْواً مِنْ[۷] قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ[۸] سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ

---

۱ ابوحمزة قال القاری قال المؤلف فی جامعه ابوحمزة عندنا طلحة بن زید وقال النسائی هو عندنا طلحة بن یزید قال میرك هو قول الاكثر قلت وبه جزم اهل الرجال وسیاتی شیٔ منه فی آخر الحدیث .

۲ بنی عبس بمهملتین بینهما موحدة تحتیة ساكنة كفلس اسمه صلة ابن زفر العبسی الكوفی حكاه القاری عن المنذری .

۳ قال البیجوری ای جماعة فان كانت الصلوة صلوة التراویح فالامر ظاهر لان الجماعة مشروعة فیها وان كانت غیرها ففعلها جماعة جائز ویؤیده ظاهر السیاق من ان الاربع ركعات كانت بسلام واحد وعلی كونها صلوة التراویح یتعین انها كانت بسلامین لان التراویح یجب فیها السلام من كل ركعتین ولا یصح فیها لربع ركعات بسلام واحد .اهـ

۴ من للتبعیض او بمعنی فی ولفظ احمد والنسائی انه معه فی لیلة من رمضان .ق

۵ قال القاری الاظهر انه بعد تكبیرة التحریمة وقال المناوی ای لراد الدخول فیها .

۶ ای بعد الفاتحة لاكما توهم انه افتتحها بدون الفاتحة ولم یذكرها الراوی اعتمادًا علی فهم السامع وكان معروفًا من عادته فقد قال لا صلوة الا بفاتحة الكتاب .ق م

۷ قال القاری المراد ان ركوعه كان متجاوزًا عن المعهود كالقیام واغرب من زعم ان من هذه للبیان حیث قال هذا بیان لقوله نحوًا ای مثلاً، وقال المناوی والظرف متعلق بنحو المتضمن معنی القرب ای قریبًا .

۸ یقول الخ كرر الالفاظ لافادة التكثیر او اشارة الی جمع كل من ثنتین بنفس واحد ذكره جمع من الشراح .

وَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوْعِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُوْدُهٗ نَحْواً مِنْ قِيَامِهٖ وَكَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَكَانَ مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْواً مِنَ السُّجُوْدِ وَكَانَ يَقُوْلُ رَبِّ اغْفِرْلِيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ حَتّٰى[1] قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَاٰلِ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ اَوِ الْاَنْعَامِ شُعْبَةُ الَّذِيْ شَكَّ فِيْ الْمَائِدَةِ وَالْاَنْعَامِ قَالَ اَبُو عِيْسٰى[2] وابوحمزة اسمه طَلحة بن زيد وابوحمزة الضَّبْعي اسمه نصر بن عِمْرَانَ.

ترجمہ: حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی (بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ قصہ رمضان المبارک کی رات کا تھا اس لئے محتمل ہے کہ یہ تہجد کی نماز ہو یا تراویح ہوں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع فرما کر یہ دعا پڑھی۔ اللّٰہ اکبر ذوالملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة. (اللہ جل جلالہٗ عم نوالہ کی ذات والا صفات سب سے برتر ہے وہ ایسی ذات ہے جو بڑی بادشاہت والی ہے بڑے غلبہ والی ہے

---

[1] فيه حجة للجمهور منهم الائمة الثلثة ان من اطال الاعتدال او الجلسة تصح صلوته خلافا للشافعية قال المناوى لا دليل فيه لما ذهب اكثر الشافعية منهم النووى ان الاعتدال والقعود بين السجدتين ركنان طويلان بل المذهب انهما ركنان قصيران فمتى زاد فيهما على قدر الذكر المشروع عمدًا لبطلت صلوته.

[2] ظاهره انه قرأ السور الاربع فى الركعات الاربع وبه صرحت رواية ابى داؤد لكن رواية الشيخين ظاهرة فى انه قرأ الكل فى ركعة فلعل الواقعة تعددت قاله المناوى وتعقبه القارى بان الرواية لمسلم وحده لا البخارى وانه قرأ السور الثلث اى البقرة وآل عمران والنساء فى ركعة ثم قال فاما ان يحمل على تعدد الواقعة وتكون صلوة حذيفة معه صلى اللّٰه عليه وسلم وقعت فى ليلتين فى احداهما قرأ السور الثلث فى ركعة وفى الاخرى قرأ السور الاربع فى اربع ركعات او يقال ان فى رواية ابى داؤد والترمذى وهما والصواب رواية مسلم والنسائى فان فيهما التفصيل والتبيين. اهـ

[3] قال ابو عيسٰى الخ غرض المص ان ابا حمزة الراوى فى اول السند مختلف فى اسمه وايضًا كان يحتمل اللبس بابى حمزة الضبعى رجل آخر من الرواة فبين اولاً اسمه وذكر بعده اسم ابى حمزة الضبعى انه رجل اخر اسمه نصر بن عمران وابوطلحة هذا الذى فى سند الترمذى مختلف فى اسمه كما تقدم فى اول السند.

بڑائی اور بزرگی وعظمت والی ذات ہے) پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۂ فاتحہ پڑھ کر) سورۂ بقرہ تلاوت فرمائی، پھر رکوع کیا یہ رکوع قیام ہی جیسا تھا (اس کے دو مطلب علماء فرماتے ہیں اور دونوں محتمل ہیں، ایک تو یہ کہ یہ رکوع تقریباً اتنا ہی طویل تھا کہ جتنا قیام، یعنی اگر قیام مثلاً ایک گھنٹہ کا تھا تو تقریباً ایک ہی گھنٹہ کا رکوع بھی تھا، اس قول کے موافق اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر رکوع سجدہ نماز میں عام معمول سے زیادہ لمبا ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے، دوسرے یہ کہ جیسے قیام معمول سے زائد تھا ایسے ہی یہ رکوع بھی معمولی رکوع سے طویل تھا اس صورت میں قیام کے ایک گھنٹہ ہونے کی صورت میں رکوع اگر پندرہ منٹ کا بھی ہو گیا تو اس حدیث کا مصداق بن گیا، اس قول کے موافق نماز اپنے عام معمول کے موافق رہی یعنی جو رکن لمبا ہوتا ہے جیسا کھڑا ہونا وہ لمبا رہا اور جو مختصر ہوتا تھا جیسے رکوع یا سجدہ وہ مختصر رہا البتہ ہر رکن عام نمازوں کے اعتبار سے بڑھا ہوا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ فرماتے رہے پھر رکوع سے سر مبارک اٹھا کر کھڑے ہوئے اور یہ کھڑا ہونا بھی رکوع ہی جیسا تھا اس وقت لِرَبِّیَ الْحَمْدُ لِرَبِّیَ الْحَمْدُ فرماتے رہے پھر سجدہ ادا کیا اور وہ سجدہ بھی کھڑے ہونے کے برابر ہی تھا اس میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی فرماتے رہے، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے یہ بھی سجدہ کی طرح سے طویل تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رَبِّ اغفرلی رَبِّ اغفرلی فرماتے رہے غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس نماز میں سورۂ بقرہ سورۂ آلِ عمران سورۂ نساء سورۂ مائدہ یا سورۂ انعام، روای کو ان اخیر کی دو سورتوں میں شک ہو گیا کہ کونسی تھی لیکن اول کی تین محقق ہیں غرض تینوں سورتیں وہ اور ان دونوں میں سے ایک سورت یہ چاروں سورتیں تلاوت فرمائی۔

تشریح: اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ چاروں سورتیں چار رکعت میں تلاوت فرمائی، ابوداؤد کی روایت اس میں اور بھی واضح ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھی جن میں یہ سورتیں تلاوت فرمائی

لیکن مسلم وغیرہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ سورۂ نساء سورۂ آل عمران تین سورتیں ایک ہی رکعت میں تلاوت فرمائی اس لئے مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے موافق بظاہر دو قصے علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں اگر چہ یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی قصہ ہو اور کوئی سی روایت میں کچھ سہو ہو گیا ہو، لیکن غلطی پر حمل کرنے کی ضرورت نہیں جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبی لمبی نماز پڑھنا روزانہ کا معمول تھا اس لئے ایک مرتبہ چار سورتیں چار رکعت میں اور ایک مرتبہ تین سورتیں ایک رکعت میں پڑھی ہوں تو کیا مانع ہے۔

---

(۱۴) حدثنا ابوبکر محمد بن نافع البصری حدثنا عبدالصمد بن عبدالوارث عن اسمٰعیل بن مسلم العبدیؔ عن ابی المتوکلؔ عن عائشة رَضِیَ اللّٰهُ عنها قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاٰيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَيْلَةً.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد میں صرف ایک آیت کو تکرار فرماتے رہے۔

تشریح: وہ آیت سورۂ مائدہ کے اخیر رکوع کی آیت ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم، تھی، اے اللہ اگر تو ان سب کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں یعنی ہر طرح سے تیری ملک ہیں، تیری چیزیں ہیں، تو جو چاہے تصرف فرمادے، اور اگر تو ان کی مغفرت فرمادے اور سب کو معاف کر دے تو تیری شان سے کچھ بعید نہیں تو بڑی قدرت والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔

---

۱ العبدی نسبة لبنی عبد قیس قبیلة مشهورة .

۲ ابو المتوکل الناجی اسمه علی بن دواد بضم الدال وتقدیم الواو وقیل داؤد بفتح الدال .

۳ بآیة الخ وهی ان تعذبهم فانهم عبادك الآیة وکان علیه السلام بها یرکع ویسجد کما رواه ابو عبید وغیره ویشکل علیه ما فی روایة مسلم وغیره من النهی عن القراءة فی الرکوع والسجود واجیب بانه یحتمل ان یکون لبیان الجواز اشارة الی ان النهی للتنزیه او قبل النهی او یوجه بان المعنی یرکع ویسجد بمقتضی هذه الآیة مثلاً بلفظ سبحان ربی العزیز الحکیم .

تشریح: جس شخص کو زبردست قدرت حاصل ہو وہ جس مجرم کو چاہے معافی دے دے اور جو بڑی حکمت والا ہو اس کے ہر فعل میں حکمت اور مصالح ہو سکتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہونے میں اور رکوع سجدہ میں اس آیت کو پڑھتے رہنا اور بار بار دہراتے رہنا اللہ جل شانہٗ کی دو صفت عدل و مغفرت کے متحضر ہو جانے کی وجہ سے تھا کہ قیامت کا سارا منظر انہی دو صفتوں کا مظہر ہے، حضرت امام اعظمؒ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک شب تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ، اس آیت شریفہ میں بھی قیامت کے منظر کا بیان ہے کہ اس دن یہ حکم ہوگا کہ آج مجرم لوگ غیر مجرموں سے علیحدہ اور ممتاز ہو جائیں، کس قدر سخت اور کپ کپا دینے والا حکم ہے کہ آج اللہ والوں کے ساتھ ملے جلے ہیں ان کی برکات سے نفع اٹھا رہے ہیں لیکن اس وقت مجرم لوگوں کو ان سے علیحدہ کر دیا جائے گا، اللہ ہی اپنے فضل سے وہاں بھی ان مقدس نفوس کے زیر سایہ رکھے ورنہ بڑی ہی مشکلات ہیں۔

(۱۵) حدثنا محمود بن غيلان حدثنا سليمان بن حرب حدثنا شعبة عن الاعمش عن ابى وَائِلٍ عن عبدالله قَالَ صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِاَمْرٍ سُوْءٍ[1] قِيْلَ لَهٗ وَمَا هَمَمْتَ بِهٖ قَالَ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ[2] وَاَدَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

○ حدثنا سفيٰن بن وكيع حدثنا جرير عن الاعمش نحوهٗ.

حل لغات: هَمَمْتُ (ن) ارادہ کرنا، قصد کرنا، خیال کرنا، کسی چیز کا پختہ عزم کرنا۔ سُوْءٌ (ج) اَسْوَاءُ، یہ سَاءَ کا اسم ہے آفت، شر، فساد، بدی، غلطی (ن)

---

[1] بالفتح نقيض المسرة مصدر وبالضم اسم وشاع الاضافة الى المفتوح قاله المناوى وقال القارى بامر سوء بالاضافة وروى بقطعها على الصفة قال ميرك الرواية بالاضافة كما يفهم من كلام الحافظ ابن حجر وجوز الكرمانى ان يكون بالصفة . اهـ

[2] قال القارى اى اصلى قاعدًا واتركه صلى الله عليه وسلم يصلى قائما او معنى اقعد لا اصلى معه صلى الله عليه وسلم بعد ذلك الشفع واتركه يصلى وكلاهما امر سوء فى الجملة لظهور صورة المخالفة وما يتبادر الى الفهم مراده ابطال الصلوة للاطالة وقعوده للملالة فباطل لقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم فلا يجوز حمل فعل صحابى جليل على ذلك اهـ مختصرًا . وقال المناوى مؤولا على مسلك الشافعية اى ينوى قطع القدوة ويتم صلوته منفردًا لا انه يقطع صلوته كما ظنه القسطلانى وغيره لان ذلك لا يليق بجلالة ابن مسعودؓ اهـ قلت وظاهر السياق مع القسطلانى وغيره

مص سَوْءً، سَوَءً (ن) سَاءَ سَوْاً غمگین کرنا، سَاءَ سَوَاءً قبیح ہونا۔ اَدَعُ (ف) مص وَدْعًا چھوڑنا، جدا کرنا، رخصت کرنا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک بُرے کام کا ارادہ کرلیا کسی نے پوچھا کہ کس کام کا ارادہ کرلیا تھا کہنے لگے کہ میں بیٹھ جاؤں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دوں۔

تشریح: اس کے دو مطلب محتمل ہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا کھڑے رہیں یہ اس بناء پر برا ارادہ تھا کہ بے ادبی کو متناول تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ جاؤں کا یہ مطلب ہے کہ نماز ہی پڑھنی چھوڑ دوں، اس کا بُرا ہونا بالکل ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ نماز کی بھی بے ادبی اور اس سے لاپروائی بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھتے نیت توڑ کر بیٹھ جائیں مگر کھڑے کھڑے جب تھک گئے تو اس قسم کے خیال آنے لگے۔

---

(۱۶) **حدثنا اسحٰق بن موسٰی الانصاری حَدثنا معن حدثنا مَالك عن ابی النضر عن ابی سلمة عن عَائشة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْ جَالِسًا فَیَقْرَءُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِیَ[۱] مِنْ قِرَاءَتِهٖ قَدْرُ مَا یَكُوْنُ ثَلٰثِیْنَ[۲] اَوْ اَرْبَعِیْنَ[۲] اٰیَةً قَامَ[۳] فَقَرَءَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ صَنَعَ فِی الرَّكْعَةِ**

---

۱ بقی فیه ایماء الی ان الذی کان یقرأه قبل ان یقوم اکثر لان البقیة تطلق فی الغالب علی الاقل . قاری

۲ یحتمل ان یکون شکا من الراوی عن عائشة او ممن دونه ویحتمل ان یکون من کلامها اشارة الی ان ما ذکرته مبنی علی التخمین تحرزًا عن الکذب او اشارة الی التنویع بان یکون تارةً اذا بقی ثلثون وتارة اذا بقی اربعون اهـ زاد المناوی او بحسب طول الایات وقصرها والظاهر انها اشارة الی ان المذکورة مبنی علی التخمین قلت وهو المرجح عندی .

۳ فی الحدیث مسئلتان خلافیتان الاولی ما قال الزین العراقی الحدیث یقتضی ان من افتتح الصلوة قاعدًا ثم انتقل الی القیام لا یقرء حال نهوضه بخلاف عکسه فیقرأ حال الهوی وبه صرح الشافعیة فی فرض المعذور واما فی النفل فمخیر فی القرأة حال النهوض والهوی لکن الافضل القراءة هادیا لاناهضا اهـ والثانیة ما قال میرك ان فی الحدیث ردًا علی من اشترط علی من افتتح النافلة قاعدًا ان یرکع قاعدًا او قائما ان یرکع قائما وهو محکی عن اشهب وبعض الحنفیة قلت والائمة الاربعة علی جواز القیام لمن افتتح قاعدًا وعکسه وتفصیل الخلاف فی المطولات .

الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (زمانہ ضعف میں) نوافل میں قرآن شریف (چونکہ زیادہ پڑھتے تھے اس لئے) بیٹھ کر تلاوت فرماتے تھے اور جب رکوع کرنے میں تقریباً تیس چالیس آیت رہ جاتی تھیں تو کھڑے ہو کر تلاوت فرماتے اور رکوع میں تشریف لے جاتے اور کھڑے ہونے کی حالت میں رکوع فرماتے پھر سجدہ کرتے اور اسی طرح دوسری رکعت ادا فرماتے۔

تشریح: بعض علماء نے اس شخص کے لئے جو بیٹھ کر نماز پڑھے کھڑے ہو کر رکوع سجدہ کرنا ناجائز بتایا ہے، مگر جمہور علماء جن میں چاروں امام بھی شامل ہیں کے نزدیک یہ صورت جائز ہے اسی طرح اس کے خلاف جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھے اس کو بیٹھ کر رکوع سجدہ کرنا بھی جائز ہے مگر یہ سب نفلوں میں ہے، فرضوں میں جو شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے اس کو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہی نہیں ہے۔

⑰ حدثنا احمد بن منيع حدثنا هشيم حدثنا خالد الحذاءُ[1] عن عبدالله بن شقيق قالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ[2] فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ لَيْلاً[3] طَوِيْلاً قَائِمًا وَلَيْلاً طَوِيْلاً قَاعِداً فَإِذَا قَرَءَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ[4] وَهُوَ قَائِمٌ وَإِذَا قَرَءَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ.

---

[1] الحذاء بمفتوحة وشدة ذال معجمة هو خالد بن مهران ولم يكن بحذا ولكن كان يجلس اليهم فنسب اليهم.

[2] بدل مما قبله باعادة الجار وهذا فى البدل كثير تنبيهًا فى انه هو المقصود والمبدل منه توطية وفى لفظ التطوع اشعار الى ان صلوة الليل لم تكن فرضا عليه صلى اللّٰه عليه وسلم. م ق

[3] قال فى المفاتيح يعنى يصلى صلوةً كثيرةً من القيام والقعود او يصلى ركعات مطولة فى بعض الليالى من القيام وفى بعضها من القعود وكذا فى البذل وبسط القارى فى اعراب ليلا طويلاً فارجع اليه.

[4] لا ينافى حديث عائشةؓ المتقدم فان له صلى اللّٰه عليه وسلم احوالا مختلفة فى تهجده فكان يفعل مرة كذا ومرة كذا. م

حل لغات: تَطَوُّعٌ (تفعل) تبرع کرنا (نفل وغیرہ پڑھنا) اطاعت کرنا، اور نفل نماز ہی کیلئے ایک لفظ "سُبْحَة" بھی مستعمل ہے جو اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

ترجمہ: عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نوافل کے متعلق دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ رات کے طویل حصہ میں نوافل کھڑے ہو کر پڑھتے تھے اور طویل حصہ میں نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب کھڑے ہو کر قرآن مجید پڑھتے تو رکوع وسجود بھی کھڑے ہونے کی حالت میں ادا فرماتے اور جب قرآن مجید بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع وسجود بھی بیٹھنے ہی کی حالت میں ادا فرماتے۔

تشریح: رات کے طویل حصہ میں نوافل کے علماء نے دو مطلب تحریر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ ایک ہی رات میں بہت سا حصہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور بہت سا حصہ بیٹھ کر، اور دوسرا مطلب یہ کہ یہ مختلف راتوں کا حال ہے کہ بعضی راتوں میں طویل نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے اور بعض راتوں میں طویل نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے، دوسرا مطلب راجح ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رات کی نماز یعنی تہجد کی رکعات لمبی لمبی پڑھنے کا تو ہمیشہ ہی رہتا تھا اگر طبع مبارک پر ضعف اضمحلال ہوتا تو بیٹھ کر پڑھتے تھے ورنہ کھڑے ہو کر پڑھتے، اس حدیث کا اخیر مضمون بظاہر اس سے پہلی حدیث کے مخالف ہے اس لئے علماء نے ان دونوں کو دو حالتوں پر محمول فرمایا کہ نوافل کا دارومدار نشاط اور سرور پر ہے جس وقت جس طرح نشاط زیادہ حاصل ہوتا اسی طرح پڑھتے، اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے افعال میں تعلیم بھی مقصود ہوتی تھی یعنی بہت سے افعال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے بھی کرتے تھے کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس طرح بھی یہ کام کرنا جائز ہے اس کو بیان جواز کہتے ہیں اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب پورا ملتا ہے دوسروں کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر جتنا ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے

پر اس سے آدھا ملتا ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی نبوت کے مقصد کو پورا کرنا ہے یعنی اعمال کو کر کے دکھا دینا یہی نبیؐ کے آنے کی غرض ہوتی ہے۔

(۱۸) حدثنا اسحٰق بن موسی الانصاری حدثنا معن حدثنا مَالك عن ابن شهاب عن السَّائب بن يزيد عن المطلب بن ابی وداعةَ[1] السَّهميِّ عن حفصة زوج النبیّ صلی اللّٰهُ عَلَيه وسَلم قالت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ سُبْحَتِهٖ[2] قَاعِداً وَيَقْرَءُ بالسُّوْرَةِ وَيُرَتِّلُهَا حَتّٰى تَكُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْهَا.

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل بیٹھ کر پڑھتے اور اس میں کوئی سورت پڑھتے تو اس قدر ترتیل سے پڑھتے کہ وہ سورت اپنے سے لمبی سورت سے بھی بڑھ جاتی تھی۔

تشریح: یعنی چھوٹی سورت میں ترتیل اور قرأت سے پڑھنے کی وجہ سے بڑی سورتوں کے برابر دیر لگ جاتی تھی، مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کو نہایت اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے جس سے چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں ختم ہوتی جتنی دیر میں دوسرے آدمی لمبی سورت پڑھ لیں اور پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی لمبی سورتیں بھی پڑھتے تھے تو کتنی دیر لگتی ہوگی، اسی وجہ سے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔

(۱۹) حدثنا الحسن بن محمَّد الزعفرانیّ[4] حدثنا الحجاج بن محمد عن

---

[1] وداعة بفتح الواو وتخفيف الدال المهملة بعدها الف ثم عين مهملة.

[2] نسبة لقبيلة من قريش صحابي اسلم يوم الفتح. م

[3] في سبحته بضم السين وسكون الموحدة اى نافلته سميت سبحة لاشتمالها على التسبيح وانما خصت النافلة بذلك لان التسبيح الذى فى الفريضة ايضًا نافلة والتخصيص باعتبار الغالب وقد تطلق على الصلوة مطلقا يقال فلان يسبح اى يصلى فرضًا او نفلاً. ق ب

[4] الزعفراني بفتح الزاى المعجمة وسكون العين المهملة وفتح الفاء والراء وبعد الالف نون نسبة الى الزعفرانية قرية قرب بغداد وقيل محلة قديمة بكرخ بغداد كذا فى هامش تهذيب التهذيب

ابن جریج قال اخبرنی عثمان بن ابی سُلیمان انّ ابا سَلمة بن عبدالرّحمٰن اخبره ان عَائشة اَخبرته اَنَّ النبیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی کَانَ[1] اَکْثَرُ صَلٰوتِهٖ وَهُوَ جَالِسٌ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے قریب زمانہ میں اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: چونکہ زمانہ ضعف کا تھا اور نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت زیادہ فرماتے تھے جیسا کہ پہلی روایات میں گزر چکا ہے اس لئے اکثر حصہ نوافل کا بیٹھ کر ادا فرماتے تھے، گو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہونے سے آدھا ہوتا ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے جتنا کھڑے ہو کر ہوتا تھا جس کی وجہ پہلے گزر چکی ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ میں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اس بارے میں تم جیسا نہیں ہوں میرے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی اتنا ہی ثواب ہے۔

(۲۰) حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال صَلَّیْتُ مَعَ[2] رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَهَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِیْ بَیْتِهٖ[3]

---

[1] تامة ای وجد اکثر صلوته والحال انه جالس وقیل ناقصة والخبر محذوف مثل کان ضربی زیدًا قائمًا وقیل الواو زائدة کما هو شائع فی خبر کان وجملة وهو جالس خبر کان والرابطة محذوفة وقال ابن حجر هذا تکلف بعید لا یعول علیه . ق

[2] ای شارکته فی الصلوة بمعنی ان کلامنهما فعل تلك الصلوة ولیس المراد انه صلی معه جماعة لانه یبعد ذلك ههنا وان کانت الجماعة جائزة فی الرواتب لکنها غیر مشروعة فیها قاله البیجوری وقال ابوزرعة ذلك یحتمل ثلثة اوجه احدها المراد المعیة فی صلوة الجماعة وهو بعید لانه لم یفعل الراتبة جماعة الثانی المعیة فی الزمان او المکان او فیهما وان کانا منفردین والثالث المعیة فی اصل الفعل ای کل منهما فعل ذلك وان اختلف زمن الفعل ومحله وهذا ارجح .م

[3] فی بیته متصل بالثلثة قبله او بسنة المغرب فقط وهو الظاهر لقوله الاتی فی العشاء ایضًا فی بیته فانه لو کان هذا راجعا الی الثلثة لا یحتاج الی ذکره ههنا بل یکتفی بذکره بعد العشاء فقط واصرح منه دلالة ما فی روایة للبخاری فاما المغرب والعشاء ففی بیته واغرب ابن ابی لیلی فقال لاتجزی سنة المغرب فی المسجد قاله القاری .

وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِيْ بَيْتِهٖ.

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو عشاء کے بعد وہ بھی گھر میں پڑھی۔

تشریح: اس حدیث میں سنتوں کا ذکر ہے سنت موکدہ حنفیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہیں جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں گزرا، البتہ ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث میں یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعات پر مداومت کرے حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں ان بارہ رکعات کی تفصیل حضرت عائشہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ کی روایات سے کئی حدیثوں میں یہی آئی ہے جو حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں گزری، البتہ ظہر سے قبل ان روایتوں میں چار رکعت وارد ہوئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ہوں ان کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں یعنی بہت جلد قبول ہوتی ہیں، بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت کبھی ترک نہیں فرماتے تھے، حضرت عائشہؓ سے مسند احمد ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے وقت چار رکعت گھر سے پڑھ کر تشریف لے جاتے تھے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان پر پڑھ کر تشریف لاتے تھے اور وہ چار رکعت ہوتی تھیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کی روایات میں ہے، ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہؓ سے ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت میرے گھر پڑھتے تھے پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور فرض پڑھاتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے، اور مغرب کی نماز کے بعد میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے، اور عشاء کی نماز کے بعد بھی تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے، اور صبح

صادق کے بعد دو رکعت پڑھتے اور نماز کیلئے تشریف لے جاتے، اس مفصل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتیں اکثر گھر پر پڑھتے، اور مسجد میں تشریف لا کر غالب یہ ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھا کرتے تھے جس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے دو ہی رکعت سنت پڑھی ہوں جن کو حضرت ابن عمرؓ نے نقل فرمایا، نیز حضرت ابن عمرؓ کا اس حدیث میں یہ ارشاد کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ نمازیں پڑھیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے اور میں بھی پڑھتا تھا سنتوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

---

(۲۱) حدثنا احمد بن منیع حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم حدثنا ایوب عن نافع عن ابن عمر قال ابن عمر وحدثنیْ[1] حفصة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَيُنَادِي الْمُنَادِي قَالَ اَيُّوْبُ اُرَاهُ[2] قَالَ خَفِيْفَتَيْنِ[3].

حل لغات: يَطْلُعُ (ن،س،ف) نکلنا، طلوع ہونا، باہر آنا۔ اَلْفَجْرُ مص صبح کی روشنی (تفعل) صبح کا روشن ہونا (ن) فجر طلوع کرنا۔ يُنَادِيْ (مفاعلت) پکارنا، آواز لگانا (ن) مص نَدْوًا جمع ہونا، جمع کرنا۔

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے (میری بہن ام

---

[1] قيل الواو زائدة وقيل عطف على محذوف اى حدثنى غير حفصة وحدثتنى حفصة قاله القارى زاد المناوى هذا احسن من جعله زائدة .

[2] اراه الضمير المنصوب لنافع لان ايوب راوٍ عنه .

[3] وقد صح ذلك من طرق فى الصحيحين وغيرهما فيسن تخفيفهما والحديث المرفوع فى تطويلهما من مرسل سعيد بن جبير يحمل على بيان الجواز على ان فيه راويًا لم يسم فلا حجة فيه لمن قال يندب تطويلهما ولو لمن فاته شئ من قرائته صلوة الليل قاله القارى قال المناوى واخذ مالك من تخفيفهما انه لا يقرا فيهما غير الفاتحة وحكاه ابن عبد البر عن الاكثر وبالغ السلف فقال لا يقرأ فيهما شيئًا اصلاً .

المؤمنین) حضرت حفصہؓ کہتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد جس وقت مؤذن اذان کہتا ہے اس وقت دو مختصر رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: صبح کی سنتوں کے متعلق اکثر روایات میں یہی آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مختصر پڑھا کرتے تھے حتی کہ بعض علماء نے ان احادیث کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ ان میں صرف الحمد شریف پڑھی جائے اور کوئی سورت پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سورت کا پڑھنا ثابت ہے، البتہ مختصر سورت پڑھنا اولیٰ ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے اگرچہ بعض احادیث میں ان کے علاوہ کا پڑھنا بھی وارد ہے ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ یہ دونوں سورتیں کیسی اچھی ہیں کہ صبح میں پڑھی جاتی ہیں۔

---

(۴۲) حدثنا قتيبة بن سَعيد حَدثنا مروان بن معوية الفزاريؒ[1] عن جعفر بن برقان عن ميمون بن مهران عن ابن عمر قال حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَحَدَّثَتْنِيْ حَفصَةُ بِرَكْعَتَيِ الْغَدَاةِ وَلَمْ اَكُنْ اَرَاهُمَا[2] مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

---

[1] الفزاری بفتح الفاء وتخفیف الزای وبعد الالف راء نسبة الی فزارة وهی قبیلة.

[2] بفتح الهمزة ای لم اُبصرهما قال القاری قد وری المصنف ای فی الجامع والنسائی عن ابن عمر رمقت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم شهرًا کان یقرأ بهما ای بسورتی الاخلاص فی رکعتی الفجر ومن ثم استدل به بعضهم علی الجهر بالقراءة فیهما واجیب بانه لا حجة فیه لاحتمال انه عرف ذلك بقراءة بعض السورة وقد صح عن عائشة انه کان یسر فیهما بالقراءة ویوافقه قیاس الاخفاء فی سائر السنن النهاریة واللیلیة قال ابن حجر وهذا کله صریح فی انه رأی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یصلیهما فینا فی روایة الشمائل انه لم یره یصلیهما ویمکن ان یجاب بانه لم یره قبل ان تحدثه انتهی وتعرض المناوی عن التعارض وسکت عن الجواب وحکی البیجوری عن الشبراملسی ان النفی محمول علی الحضر فانه کان یصلیهما عند نسائه والرؤیة محمولة علی السفر فانه کان یصلیهما عند صحبه. اهـ

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتیں یاد کی ہیں، دوظہر سے قبل، دوظہر کے بعد، دومغرب کے بعد، دوعشاء کے بعد، مجھے میری بہن حفصہؓ نے صبح کی دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے جن کو میں نے نہیں دیکھا تھا۔

تشریح: یہ دو رکعتیں چونکہ ہمیشہ گھر میں ہی پڑھی جاتی تھیں اور صبح کا وقت زیادہ تر حاضر باشی کا ہوتا نہیں اس لئے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا کچھ مستبعد نہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ نہ دیکھنے کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت نہیں دیکھا تھا جس وقت حضرت حفصہؓ نے خبر دی تھی اس کے بعد دیکھنے کی نوبت آئی اس لئے کہ بعض روایات سے حضرت ابن عمرؓ کا اپنا مشاہدہ بھی ان سنتوں کے متعلق معلوم ہوتا ہے، تمام سنتوں میں صبح کی سنتیں سب سے زیادہ مؤکد ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کی تاکید اور اہتمام کثرت سے نقل کیا گیا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کو واجب بتایا ہے اسی وجہ سے ان کا بہت زیادہ اہتمام چاہئے۔

---

(۴۳) حدثنا ابوسلمة يحيى بن خلف حدثنا بشر بن المفضل عن خالد الحذاء عن عبدالله بن شقيق قالَ سَأَلْتُ عَائشة عن صَلٰوة النَّبِيِّ صَلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قالت كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ[1] وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ[2] الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ.

ترجمہ: عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ

---

[1] هكذا في هذه الرواية ركعتان قبل الظهر لكن المعروف عن عائشة المروى عنها بطرق اربع قبل الظهر ويؤيد ايضًا ما روى عنها مرفوعًا من ثابر على ثنتى عشر ركعة الحديث وفسر فيه باربع قبل الظهر فيمكن ان يوول حديث الباب على بعض الاوقات وقد اخرج البخارى فى صحيحه برواية ابن المنتشر عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان لا يدع اربعا قبل الظهر وركعتين قبل الغداة قال الطبرى الاربع كانت فى كثير من احواله والركعتان فى قليلهما قال ميرك وبهذا يجمع بين ما اختلف عن عائشة فى ذلك.

[2] قال المناوى افضل الرواتب ركعتا الفجر للخلاف فى وجوبهما قال العراقى ولم ار لاصحابنا تعرضًا لآكدها بعدهما وقال المالكية والحنابلة آكدها بعدهما الركعتان بعد المغرب ويشهد له ان الحسن قال بوجوبهما ايضًا ثم بعدهما يحتمل بعدية العشاء لانها من صلوة الليل وهى افضل ويحتمل سنة الظهر لاتفاق الروايات عليها اهـ، واختلف الحنفية فى ذلك كما بسط فى مراقى الفلاح والطحطاوى.

عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نوافل کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے دو رکعت ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اور دو عشاء کے بعد اور دو صبح کی نماز سے قبل بتلائیں۔

تشریح: اس میں بجز ظہر کے قبل دو سنتوں کے علاوہ باقی میں حنفیہ کا اتفاق ہے، ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے ذیل میں وضاحت سے گزر چکا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت اور صبح سے قبل دو رکعت نہیں چھوڑتے تھے یعنی ہمیشہ پڑھتے تھے اس لئے اس کو کبھی کسی ضرورت پر حمل کریں گے۔

اللّٰھم اغفر لکاتبه ولوالدیه ولمن سعٰی فیه

---

(۲۴) **حدثنا محمد بن المثنی حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق قال سمعت عاصم بن ضمرۃ[۱] یقول سَاَلْنَا علیا عن صلٰوۃ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ من النهار فقال اِنَّکُمْ لَا تُطِیْقُوْنَہٗ[۲] ذٰلِکَ قَالَ قُلْنَا مَنْ اَطَاقَ[۳] مِنَّا ذٰلِکَ صَلّٰی فَقَالَ کَانَ اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ ھٰھُنَا کَھَیْئَتِھَا مِنْ ھٰھُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ[۴] وَاِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ ھٰھُنَا کَھَیْئَتِھَا مِنْ ھٰھُنَا عِنْدَ الظھرِ صَلّٰی اَرْبَعًا وَیُصَلِّیْ قَبْلَ الظھرِ اَرْبَعًا وَبَعْدَھَا**

---

[۱] بفتح الضاد المعجمة وسكون الميم .

[۲] اى بحسب الكيفية والحالة او باعتبار الدوام والمواظبة وفيه اشارة الى ترغيب السائلين على المداومة فى المتابعة . ق

[۳] يعنى ومن لم يطق منا ذلك علم . ق

[۴] قال القارى والمناوى هذه صلوة الضحى والاربع الاتية عند الزوال تسمى صلوة الاوابين لما روى مسلم من حديث زيد بن ارقم مرفوعًا صلوة الاوابين حين ترمض الفصال قلت والاوجه عندى ان هذه صلوة الاشراق والاتية صلوة الضحى وهما واحد عند الفقهاء والمحدثين فانهم ذكروا ان وقت الضحى من ارتفاع الشمس الى قريب من الزوال وصلوتان عند مشائخ السلوك يسمون الاولى صلوة الاشراق ووقتها من ارتفاع الشمس الى ربع النهار والثانية صلوة الضحى ووقتها من ربع النهار الى قريب من نصف النهار وهو الاوجه عندى كما حققته فى اوجز المسالك على موطا مالك .

رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيْمِ عَلَى الْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ[1] وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ[2] وَالْمُسْلِمِيْنَ.

حل لغات: تُطِيْقُوْنَ (افعال) طاقت رکھنا، قدرت رکھنا۔ يَفْصِلُ (ض) جدا کرنا، علاحدہ کرنا، فاصلہ ہونا۔ تَبِعَ (س) تابع ہونا، کسی کے ماتحت ہونا۔

ترجمہ: عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن نوافل کے متعلق استفسار کیا جن کو آپ دن میں پڑھتے تھے (رات کی نوافل یعنی تہجد وغیرہ ان کو پہلے سے معلوم ہونگی تہجد کی روایات بالخصوص کثرت سے منقول ہیں اور مشہور ہیں) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت کہاں رکھ سکتے ہو (یعنی جس اہتمام وانتظام اور خشوع خضوع سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے وہ کہاں ہوسکتا ہے اس سے مقصود تنبیہ تھی کہ محض سوال اور تحقیق سے کیا فائدہ جب تک عمل کی سعی نہ ہو) ہم نے عرض کیا کہ جو طاقت رکھ سکتا ہوگا وہ پڑھے گا (اور جو طاقت نہیں رکھے گا وہ معلوم کرلے گا تاکہ دوسروں کو بتلا سکے اور خود عمل کرنے کی کوشش کرے) اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب آفتاب آسمان پر اتنا اوپر چڑھ جاتا جتنا اوپر عصر کی نماز کے وقت ہوتا اُس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت (صلوٰۃ الاشراق) پڑھتے تھے اور جب مشرق کی طرف اس قدر اُوپر ہوجاتا جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے تو اس وقت

---

[1] هذه قرينة قوية على ان المراد بالتسليم التشهد لا تسليم التحلل كما جزم به الشراح الشافعية قال القارى اى يفصل بالتشهد على قوله السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين فانه يشمل كل عبد صالح فى السماء والارض على ما ورد فى الصحيح ويؤيده حديث ابن مسعود فى المتفق عليه كنا اذا صلينا مع النبى صلى الله عليه وسلم قلنا السلام على الله قبل عباده السلام على جبرئيل السلام على ميكائيل السلام على فلان الحديث ذكره الطيبى وتبعه الحنفى واغرب ابن حجر حيث تعقبها بقوله فيه نظر اذ لفظ الحديث يابى ذلك وانما المراد بالتسليم فيه تسليم التحلل قال القارى ولا يخفى ان سلام التحليل انما يكون مخصوصا بمن حضر المصلى من الملئكة والمؤمنين ولفظ الحديث اعم من حيث ذكر الملئكة والمقربين والنبيين ومن تبعهم من المؤمنين الى يوم الدين . اهـ

[2] لعل الجمع بين الوصفين مع ان موصوفهما واحد للاشارة الى انقيادهم الباطنى والظاهرى والجمع بين النسبة العلمية والمباشرة العملية . ق

چار رکعت (چاشت کی نماز جس کا مفصل بیان دوسرے باب میں آرہا ہے) پڑھتے تھے، ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت (یہ چھ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں) اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے، چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر ملائکہ مقربین اور انبیاء و مؤمنین پر سلام بھیجتے تھے۔

تشریح: اس سے التحیات بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اس میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ الخ ہوتا ہے۔ اس صورت میں حدیث میں جہاں جہاں چار رکعت بیان کیا گیا ہے سب کو شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے دو رکعت پر سلام پھیرنا مراد ہو تو مقصود یہ ہے کہ ان چار رکعتوں میں جو عصر سے قبل پڑھی جاتی تھیں دو سلام پھیر دیتے تھے، عصر کی نوافل دو رکعت اور چار رکعت دونوں طرح ثابت ہیں خود حضرت علی سے بھی دونوں روایتیں ہیں۔

باب صلوٰۃ الضحیٰ[1]

باب چاشت کی نماز کا ذکر

تشریح: فقہا اور محدثین کے نزدیک صبح کے بعد وقت مکروہ نکل جانے کے بعد سے زوال تک سب صلوٰۃ الضحیٰ کہلاتی ہے لیکن صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے یہاں دو نمازیں ہیں ایک اشراق کی نماز کہلاتی ہے چوتھائی دن تک اشراق کا وقت رہتا ہے اور چوتھائی کے بعد سے نصف النہار تک چاشت کا وقت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ روایت جو گزشتہ باب کے اخیر میں ذکر کی گئی ہے اور ایسے ہی اور دیگر روایات صوفیہ کا ماخذ ہیں صلوٰۃ الضحیٰ میں علماء کا بہت اختلاف ہے شراح حدیث نے اس میں علماء کے آٹھ مذہب لکھے ہیں حنفیہ کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے علماء نے لکھا ہے کہ اس نماز

---

[1] اختلف فی ضبطه ومصداقه لغة كما بسط فی الاوجز واختلفت مذاهب السلف فی ندبه وعدمه كما بسط فی البذل فارجع اليهما قال المناوی شهد تسعة عشر من اكابر الصحب انهم رأوا المصطفی صلی اللّٰه عليه وسلم يصليهما حتی قال ابن جرير احاديثها بلغت حد التواتر قلت وبسط فی الاوجز اسماء من رواها من الصحابة فبلغت اكثر من خمس وعشرين فارجع اليه لو شئت تفصيل اسمائهم.

کے بارے میں بہت کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں، انیس حضرات صحابہ کرامؓ سے اس نماز کی حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور اوجز میں پچیس حضرات صحابہ کرامؓ کی روایات ذکر کی گئی ہیں، ان کے علاوہ اور بھی ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ لازم ہوتا ہے یعنی اس کے شکر میں حق تعالیٰ شانہ نے اس کو صحیح سالم اپنی وضع پر رکھا اُنگلی ہی کا ایک جوڑ دیکھ لیجئے اگر جدا ہو جائے تو انگلی بے کار ہے وہ بجائے نرم ہونے کے سخت بن جائے نہ انگلی حرکت کر سکے نہ کسی چیز کو پکڑ سکے وغیرہ وغیرہ۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ گنوائے ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بھی ایک قسم کا صدقہ ہے، الحمد للہ کہنا بھی وغیرہ وغیرہ پھر ارشاد فرمایا کہ چاشت کی دو رکعت ان تین سو ساٹھ جوڑوں کی سب کی طرف سے صدقہ ہے مصنفؒ نے اس میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

(۱) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو داؤد الطیالسی حدثنا شعبة عن یزید الرشکؒ قال سمعت معاذة قالت قلت لعائشة اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَتْ نَعَمْ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ وَیَزِیْدُ مَاشَاءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ.

ترجمہ: معاذہؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں چار رکعت (کم سے کم) پڑھتے تھے اور اس سے زائد جتنا دل چاہتا پڑھ لیتے۔

۱؎ الرشک بکسر الراء وسکون المعجمة کبیر اللحیة لقب یزید بن ابی یزید الضبعی کذا فی القاموس وقال ابو الفرج الحوزی هو بالفارسیة الکبیر اللحیة ولقب به لکبر لحیته قال ابن الحوزی دخل عقرب فی لحیته فاقام بها ثلثا هذا هو المشهور وقیل الرشک القسام کما یاتی فی الصیام من المصنف.

۲؎ اختلفت الروایات عن عائشةؓ فی صلوته صلی اللّٰہ علیه وسلم الضحی کما سیاتی قریبا وفی هذا الحدیث اثباتها عنها ملطقا وقال ابن عبد البر حدیث معاذة عن عائشة منکر وتعقبوا کلامه کما فی الاوجز.

تشریح: صلوٰۃ الضحیٰ نوافل ہیں اس لئے کم سے کم دو رکعت اور زیادہ جتنا دل چاہے پڑھے کوئی انتہا نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ رکعات تک پڑھنا ثابت ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا آٹھ ہی رکعت کا ثابت ہے البتہ ترغیب بارہ رکعات تک وارد ہوئی ہے۔

(۲) حدثنا محمد بن المثنی حدثنی حکیم بن معوية الزیادیؒ[1] حدثنا زیاد بن عبیدؒ[2] اللّٰہ بن الربیع الزیادی عن حمید الطویل عن انس بن مالك اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّی الضُّحٰی سِتَّ[3] رَکَعَاتٍ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحیٰ یعنی چاشت کی چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

تشریح: اختلاف اوقات کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ الضحیٰ کی رکعات بھی مختلف ہیں۔

لہٰذا ان احادیث کو کچھ ایک دوسرے سے تعارض نہیں ہے، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ کم از کم دو رکعت اور بہتر یہ ہے کہ آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تر آٹھ رکعت نقل کی گئی ہیں۔

(۳) حدثنا محمد بن المثنی حدثنا محمد بن جعفر انبانا شعبة عن عمرو بن مُرّة عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی قال مَا اَخْبَرَنِیْ اَحَدٌ[4] اَنَّہٗ رَاٰی

---

[1] الزیادی بکسر الزای وفتح التحتیة وبعد الالف دال مهملة نسبة الی احد اجداده زیاد .

[2] عبید الله مصغرًا وفی نسخة مکبرا قاله القاری قلت والمؤید بکتب الرجال هو المصغر .

[3] قال المناوی وهذا روی من حدیث علی وجابر وعائشة قال القسطلانی لایخلو اسناد کل منهما من مقال .اهـ

[4] ای من الصحابة وفی ابن ابی شیبة من وجه آخر عن ابن ابی لیلی قال ادرکت الناس وهم متوافرون فلم یخبرنی احد ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی الضحی الا ام هانی ولمسلم عن عبد الله بن الحارث قال سالت وحرصت علی ان احدًا من الناس یخبرنی ان النبی صلی الله علیه وسلم سبح سبحة الضحی فلم یخبرنی احد غیر ام هانی فذکر الحدیث وبین ابن ماجة فی روایته وقت سوال عبد الله بن الحارث عن ذلك ولفظه سالت فی زمن عثمان والناس متوافرون ان احدًا یخبرنی فلم احد غیر ام هانی .ق

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضحى اِلَّا اُمُّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا[1] يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِيَ[2] رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ.

حل لغات: اَلضُّحٰى مص چاشت کا وقت (ن،س) دھوپ کھانا، دھوپ لگنا۔ سَبَّحَ (تفعیل) تسبیح پڑھنا، خدا کی پاکی بیان کرنا، نماز پڑھنا۔ اَخَفُّ اسم تفضیل، بہت ہلکا (ض) مص خَفًّا ہلکا ہونا، کم وزن ہونا۔ يُتِمُّ مص اِتْمَامٌ (افعال) مکمل کرنا، پورا کرنا (ض) پورا ہونا۔

ترجمہ: عبدالرحمٰن ایک تابعی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا اور کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ الضحیٰ کی خبر نہیں پہنچائی، البتہ حضرت ام ہانیؓ نے یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس روز جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر آٹھ رکعات نماز پڑھی، میں نے اُن آٹھ رکعات سے زیادہ مختصر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی کوئی نماز نہیں دیکھی لیکن باوجود مختصر ہونے کے رکوع، سجود پورے پورے فرما رہے تھے یہ نہیں کہ مختصر ہونے

---

[1] بظاهره يخالف رواية الشيخين عنها قالت ذهبت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح فوجدته يغتسل وفاطمة ابنته يستره بثوب الحديث اللهم الا ان يقال فوجدته يغتسل فى بيتى او يقال كان لها بيتان احدهما كان صلى الله عليه وسلم نزل فيه والاخر سكناها فالاضافة باعتبار الملك او يحمل على تعدد الواقعة او كان فى بيتها فى ناحية عنها وعنده فاطمةؓ فذهبت اليه قال ميرك وظاهر حديث الباب ان الاغتسال وقع فى بيتها ولمسلم من طريق ابى مرة عنها انها ذهبت الى النبى صلى الله عليه وسلم وهو باعلى مكة فوجدته يغتسل ويجمع بينهما بان ذلك تكرر منه ويؤيده ما رواه ابن خزيمة من طريق مجاهد عنها وفيه ان اباذر ستره لما اغتسل ويمكن ان يكون نزل فى بيتها فى اعلى مكة وكانت هى فى بيت آخر واما الستر فيحتمل ان يكون احدهما ستره فى ابتداء الغسل والاخر فى اثنائه على ما اشاره اليه العسقلانى لكنه لا يخلو عن بعد . اهـ

[2] ثمانى وفى الطبرانى من حديث ابن ابى اوفى انه صلى الضحى ركعتين فسألته امرأته فقال ان النبى صلى الله عليه وسلم صلى يوم الفتح ركعتين وهو محمول على انه رأى من صلوته ركعتين وان ام هانى رأت بقية الثمان وهذا يقوى انه صلاها مفصولة كذا افاده الحافظ العسقلانى وروى ابوداؤد عنها انه صلى الله عليه وسلم صلى يوم الفتح سبحة الضحى ثمانى ركعات يسلم من كل ركعتين

کی وجہ سے رکوع اور سجدے ناقص ہوں۔

تشریح: عبدالرحمٰنؒ کے اس کہنے سے کہ حضرت ام ہانیؓ کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نماز حضرت ام ہانیؓ کے سوا کسی اور صحابی کو معلوم نہیں تھی، خود اسی باب میں چند صحابہؓ کی روایات موجود ہیں، ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ تو کہتے ہیں کہ صلوٰۃ الضحیٰ کی روایات اس کثرت سے موجود ہیں کہ تواتر تک پہنچ گئیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ انیس صحابہؓ سے یہ نماز منقول ہے البتہ عبدالرحمٰنؒ نے جن حضرات سے تحقیق کیا ان کو علم نہ ہوگا اس میں کوئی اشکال نہیں، بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ نماز جو اس حدیث میں ذکر کی گئی چاشت کی نماز نہ تھی بلکہ مکہ مکرمہ فتح ہونے کے شکرانہ کی نماز تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی مسرت کی بات ہوتی تو شکرانہ کی نماز پڑھتے تھے یہ بھی ممکن ہے کہ ان آٹھ رکعات میں سے کچھ حصہ چاشت کی نماز ہو اور کچھ حصہ شکرانہ کی نماز ہو۔

---

④ **حدثنا ابن ابی عمر حدثنا وکیع حدثنا کهمس بن الحسن عن عبداللّٰه بن شقیق قال قلت لعائشة اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ یَّجِیْءَ مِنْ مَغِیْبِهٖ.**

ل اختلفت الروایات عن عائشة فی صلوته صلی اللّٰه علیه وسلم الضحی ففی حدیث الباب تقییده بالمجی عن مغیبه وتقدم فی اول الباب من حدیث معاذة عنها الاثبات مطلقا وفی الصحیحین وغیرهما بروایة عروة عنها ما رأیته صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی سبحة الضحی قط الحدیث وهذا لفظ مالك فی الموطا ففیه نفی رؤیتها مطلقا مؤکدًا واختلف العلماء فی ذلك فذهب ابن عبد البر الی ترجیح ما اتفق علیه الشیخان وقالوا لا یستلزم من عدم رویتها عدم الوقوع فیقدم اثبات من روی عنه من الصحابة وذهب آخرون الی الجمع بین روایاتها فقال البیهقی عندی المراد بقولها ما سبحها ای مادام علیها وانت خبیر بان تاکید نفی الرؤیة بقط یابی هذا التاویل وحکی المحب انه جمع بعضهم بین روایتی الشمائل یعنی حدیثی معاذة وابن شقیق بان حدیث ابن شقیق محمول علی المسجد وحدیث معاذة علی البیت وینکر علیه حدیث عروة ویجاب عنه بان النفی صفة مخصوصة واخذ الجمع المذکور من کلام ابن حبان وقیل فی الجمع ایضا بان النفی محمول علی المعهودة حینئذ من هیئة مخصوصة بعدد محصور فی وقت مخصوص وکان صلی اللّٰه علیه وسلم یصلیها بغیر عدد مخصوص کما قالت یصلی اربعا ویزید ما شاء الله ملخص من جمع الوسائل والاوجه عندی فی الجمع ان حدیث عروة محمول علی صلوة الاشراق ویطلق علیها ایضا صلوة الضحی فی الروایات فانه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلیها فی المسجد فما رأتها عائشةؓ قط وحدیث معاذة علی البیت وحدیث ابن شقیق علی المسجد کما فی الاوجز.

حل لغات: مَغِیْبٌ مصدر میمی (ض) غائب ہونا، دور ہونا، یہاں مغیب سے مراد ''سفر'' ہے۔

ترجمہ: عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحیٰ پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ معمولاً تو نہیں پڑھتے تھے، ہاں سفر سے جب لوٹتے تو ضرور پڑھتے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ اکثر مدینہ منورہ میں صبح کے وقت داخل ہوتے اور اول مسجد میں تشریف لے جا کر نوافل ادا فرماتے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ جواب معاذؒ کے اس جواب کے بالکل خلاف ہے جو شروع باب میں گزر چکا ہے اس لئے علماء نے اس کی مختلف طرح سے توجیہ فرمائی امام بیہقی نے یہ توجیہ کی ہے کہ جس حدیث میں نفی وارد ہے اس میں نفی دوام کی مراد ہے جو گاہے گاہے پڑھنے کی منافی نہیں، یعنی ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے اور جس حدیث میں اثبات ہے اس میں اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے بعض علماء نے اس طرح جمع فرمایا کہ سفر سے لوٹنے کے علاوہ اور ایام میں مسجد میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ گھر میں پڑھتے تھے اس حدیث میں نفی خاصۃً مسجد میں پڑھنے کی مقصود ہے کہ مسجد میں جب ہی پڑھتے تھے جب سفر سے واپس تشریف لاتے جیسا کہ اوپر گزرا۔

⑤ حدثنا زیاد بن ایوب البغدادی حدثنا محمد بن ربیعة عن فضیل بن مرزوق عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الضُّحٰی حَتّٰی نَقُوْلَ لَایَدَعُهَا وَیَدَعُهَا حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُصَلِّیْهَا.

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الضحیٰ کبھی تو اس قدر اہتمام سے پڑھتے تھے کہ ہم لوگوں کا یہ خیال ہوتا تھا کہ اب کبھی نہیں چھوڑیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی (فرض ہونے کے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے) ایسا ترک فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ بالکل چھوڑ دی اب کبھی نہیں

پڑھیں گے۔

تشریح: بہت سے امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کی سہولت کے خیال سے ترک فرما دیتے تھے جس کی بہت سے مثالیں ہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعض امور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنے کو دل چاہتا تھا مگر اس ڈر سے اہتمام نہیں فرماتے تھے مبادا اُمت پر فرض ہو جائیں۔

---

(۶) حدثنا احمد بن منیع عن هشیم حدثنا عبیدة[۱] عن ابراهیم عن سهم[۲] بن منجاب عن قرثع[۳] الضبی او عن قَزَعَةَ[۴] عَنْ قَرْثَعٍ عن ابی ایوب الانصاری اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُدْمِنُ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ[۵] الشَّمْسِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُدْمِنُ هٰذِهِ الْاَرْبَعَ رَکَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْتَجُ حَتّٰی یُصَلَّی الظُّهْرُ فَاُحِبُّ اَنْ یَّصْعَدَ[۶] لِیْ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَیْرٌ قُلْتُ اَفِیْ کُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ هَلْ فِیْهِنَّ تَسْلِیْمٌ فَاصِلٌ قَالَ لَا حدثنا

---

[۱] عبیدة مصغرًا ابن معتب کما جزم به القاری وذکره المناوی بلفظ ابی عبیدة والظاهر انه وهم ابراهیم شیخه هو النخعی .

[۲] سهم بفتح سین وسکون هاء کفلس ابن منجاب بکسر میم فسکون نون فجیم فالف بعدها موحدة آخر الحروف .

[۳] قرثع بفتح قاف وسکون راء فمثلثة مفتوحة فعین مهملة علی وزن جعفر .

[۴] او عن قزعة بفتح قاف وزای وعین مهملة کدرجة وغرضه انه شك هشیم فی ان الروایة بواسطة قزعة او بدون الواسطة وسیاتی الحدیث الآتی بدون الشك بزیادة الواسطة .

[۵] عند زوال الخ قیل فی المناسبة بالترجمة ان لفظ عند کما یطلق علی عقب زوال الشمس یمکن حمله علی ماقبله فتکون صلوة الضحی وحکی البیحوری ان هذه الاحادیث وحدت فی باب العبادة کما فی بعض النسخ وهو الاحسن ولعل ایرادها فی هذا الباب من تصرف النساخ ولم یکن فی النسخ المقروة علی المصنف ترجمة بباب صلوة الضحی ولا بباب التطوع ولا بباب الصوم ووقعت هذه الاحادیث کلها فی باب العبادة فلا اشکال .

[۶] یشکل علیه ان الملئکة الحفظة لا یصعدون الا بعد صلوة العصر وبعد صلوة الصبح ویمکن ان العمل یصعد قبل صعودهم وقد یراد بالصعود القبول قاله البیحوری وقال المناوی قدیراد بالصعود تعلق علم اللّٰه به .

احمد[1] بن منیع حدثنا ابومعاویة[2] حدثنا عبیدة عن ابراهیم عن سهم بن منجاب عن قزعة عن القرثع عن ابی ایوب عن النبی صلی الله علیه وسلم نحوه.

حل لغات: یُدْمِنُ (افعال) مص اِدْمَانٌ ہمیشہ کرنا، پابندی سے کرنا یعنی اہتمام کرنا۔ تُرْتَجُ فعل مضارع مجہول (افعال) بند کرنا، خصوصاً ''دروازہ بند کرنے'' کے لئے مستعمل ہے۔ یَصْعَدُ (س) چڑھنا، اوپر جانا، قرآن کریم میں ہے اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ.

ترجمہ: ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زوال کے وقت چار رکعت پڑھتے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ ان چار رکعتوں کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کے دروازے زوال کے وقت سے ظہر کی نماز تک کھلے رہتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی کار خیر اس وقت آسمان پر پہنچ جائے میں نے عرض کیا کہ ان کی ہر رکعت میں قرأت کی جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قرأت کی جائے میں نے عرض کیا کہ ان میں دو رکعت پر سلام پھیرا جائے حضور اکرم صلی اللہ نے فرمایا کہ نہیں چاروں رکعات ایک ہی سلام سے ہونی چاہئیں۔

تشریح: یہ نماز صوفیہ کے یہاں صلوٰۃ الزوال سے تعبیر کی جاتی ہے اور ان کے نزدیک مستحب نمازوں میں زوال کی نماز کا بھی شمار ہے لیکن اکثر محدثین کے

---

[1] احمد بن الخ غرض المصنف بایراد هذا السند ان احمد بن منیع روی هذا الحدیث عن هشیم بالشك فی ذکر قزعة وعدمه وروی عن ابی معویة بالواسطة بدون الشك والجزم قاض علی الشك فکان واسطة قزعة ثابتة فی الروایة وکذا باثبات الواسطة اخرجه ابن ماجة والامام احمد فی مسنده الا ان ابا داؤد اخرجه عن ابن منجاب عن قرثع عن ابی ایوب فتامل.

[2] ابو معاویة قیل هو هشیم المذکور فی السند المتقدم واشکل بانه ان کان کذلك فلا فائدة لتکرار السند ووجّه بان الغرض ان ابن منیع روی تارة عن هشیم بالتردد وتارة بدونه قاله المناوی قلت وانت خبیر بان المشهور بهذه الکنیة عدة رجال لکن الظاهر هناك هو کونه هشیما المذکور فانه ایضًا یکنی بابی معاویة.

نزدیک یہ ظہر کی سنتیں ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ظہر کی سنت کے علاوہ اور کوئی نوافل زوال کے بعد ایسی نہیں ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے ہوں، بہر صورت دونوں قول کے موافق اس کو اور نیز آئندہ احادیث کو صلوٰۃ الضحیٰ سے کوئی ظاہری مناسبت نہیں اس لئے امام ترمذیؒ کا ان احادیث کو چاشت کی نماز کے ذیل میں ذکر کرنا مشکل ہے لیکن مشائخ نے اس کی مختلف توجہات فرمائی ہیں، اول یہ کہ چونکہ ان کا وقت چاشت کی نماز کا منتہا تھا اس لئے تبعاً ان کے ساتھ ذکر فرمادی مستقل باب کی ضرورت نہیں، بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کاتب کی غلطی سے اس جگہ نقل ہوگئی ہے ورنہ اس کا اصل محل گزشتہ باب ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں اس جگہ ذکر نہیں بلکہ اس پہلے باب میں ہی ذکر کی گئی ہیں اور بھی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

⑦ حدثنا محمد بن المثنی حدثنا ابوداؤد حدثنا محمد بن مسلم بن ابی الوضّاح عن عبدالکریمؒ[1] الجزری عن مجاهد عن عبدالله بن السائب اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا بَعْدَ اَنْ تَزُوْلَ[2] الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ اِنَّهَا سَاعَة تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَلِيْ فِيْهَا عَمَلٌ صَالِحٌ.

ترجمہ: عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، میرا دل چاہتا ہے کہ میرا

---

[1] عبد الكريم هو ابن مالك الجزری .

[2] هذه قرينة على ان المراد فی الرواية السابقة بقوله عند زوال الشمس هو بعد الزوال فان الصلوة عند الزوال لا تجوز واختلفوا فی هذه الصلوة بل هی صلوة الزوال او سنة الظهر قال القاری ابعد ابن حجر حيث قال هذه ورد مستقل سببه انتصاف النهار وبعده لا يخفى اذ لا يعرف منه صلى الله عليه وسلم المداومة حينئذ على غير سنة الظهر ولذا لم يعد احد من الفقهاء صلوة الزوال لا من السنن المؤكدة ولا من المستحبة اهـ مختصرًا ووافق المناوی ابن حجر اذ قال هذه الاربع ورد مستقل سببه انتصاف النهار الى آخر ما قاله .

کوئی عمل صالح اس وقت بارگاہِ عالی تک پہنچے۔

تشریح: اور نماز سے بڑھ کر کوئی اور عمل صالح کیا ہوسکتا ہے کہ تمام عبادات سے افضل ترین عبادت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ نماز پڑھنے والا اللہ جل شانہٗ سے سرگوشی کرتا ہے۔

---

(۸) حدثنا ابوسلمة يحيىٰ بن خلف حدثنا عمر بن على المقدمىٓ[1] عن مِسعر بن كِدام عن ابى اسحٰق عن عاصم بن ضمرة عن على اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّىْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا وَذَكَرَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمُدُّ فِيْهَا[2].

حل لغات: يَمُدُّ (ن) پھیلانا، طول دینا۔

ترجمہ: حضرت علیؓ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان چار رکعت کو پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرأۃ پڑھتے تھے۔

تشریح: امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ان چار رکعات میں بہتر یہ ہے کہ سورۂ بقرہ پڑھے ورنہ کوئی ایسی سورت جو سو آیت سے زیادہ ہو، تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع طویل قرأت میں ہوجائے۔

---

[1] المقدمى بضم الميم وفتح القاف وتشديد الدال المهملة المفتوحة هو عمر بن على بن عطاء بن مقدم المقدمى .

[2] قال الغزالى فى الاحياء وليطول هذه الركعات وليقرأ فيها سورة البقرة او سورة من المئين او اربعا من المثاني .اهـ

باب صَلٰوۃ التّطوّعِ[1] فی البیت

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل گھر میں پڑھنے کا ذکر

تشریح: نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے نبی کریمؐ سے قولاً اور فعلاً متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہے اور بہت سی مصالح اس میں ملحوظ ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ نماز کی برکات سے گھر میں برکت اور نورانیت بڑھے، گھر کے لوگ نماز کو سیکھیں اور ان کو بھی شوق پیدا ہو حضور اکرمؐ کا حکم بعض احادیث میں آیا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ گھر میں ادا کیا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ یعنی جیسا کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی یا جیسا کہ مردے نماز نہیں پڑھتے تمہارے گھر بھی قبرستان کے مشابہ بن جائیں ایسا نہ کرو، اس باب میں مصنفؒ نے ایک ہی حدیث ذکر فرمائی ہے۔

---

① حدثنا عباس العنبریؒ[2] حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی عن معوية بن صالح عن العلاء بن الحارث عن حرامؒ[3] بن معوية عن عمه عبدؒ[4]اللّٰه بن سعد قال سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ بَيْتِيْ وَالصَّلٰوةِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرٰى مَا اَقْرَبُ[5] بَيْتِيْ فَلَاَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ مَكْتُوْبَةً.

ترجمہ: عبداللہ بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] قال القاری المراد بالتطوع غیر الفرض فیشمل السنن المؤکدة والمستحبة وغیرها من صلوٰة الضحیٰ وامثالهما .

[2] نسبة لنبی عنبر حی من تمیم . م

[3] حرام بمهملتین مفتوحتین ابن معوية وهو حرام بن حکیم بن خالد بن سعد بن الحکم ووهم من جعلهما اثنین قاله القاری .

[4] عبد اللّٰه بن سعد الانصاری الحرامی ووهم من جعله عبد اللّٰه بن سعید بالیاء .

[5] صیغة تعجب وفیه زیادة فی الجواب اذ بین له ان ما یفعله یکون ادعی الی التاسی به ولیفهمه انه لافرق فی کونها افضل فی البیت بین اقرب المسجد عن بیته وبعده عنه .م

سے دریافت کیا کہ نوافل مسجد میں پڑھنی افضل ہیں یا گھر میں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے (جس کی وجہ سے مسجد کے آنے میں کسی قسم کی دِقت یا رکاوٹ نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود) فرائض کے علاوہ مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا مسجد سے زیادہ پسند ہے۔

تشریح: نوافل کا مبنیٰ چونکہ اخفاء پر ہے اس لئے ان کا گھر میں پڑھنا افضل ہے تاکہ اخفاء کامل ہو ریاکاری سے بُعد ہو جائے البتہ فرائض وغیرہ جن کا اخفاء مناسب نہیں وہ مسجد ہی میں افضل ہیں جیسے طواف کعبہ کی رکعتیں اور صلوٰۃ التراویح وغیرہ، صلوٰۃ التراویح اگرچہ فرائض میں نہیں لیکن رمضان المبارک کا خصوصی امتیاز ہے اور جماعت اس میں مسنون ہے اور اسی طرح ہر وہ نماز جو جماعت سے ادا کی جاتی ہو جیسے کسوف کی نماز کہ ان نمازوں کا اظہار مقصود ہے اس لئے ان کا مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے۔

باب مَا جاء فی صَوْمِ رَسول اللّٰه صَلی اللّٰه عَلَیْه وَسَلم

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا ذکر

تشریح: اس باب سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل روزوں کا بیان ہے آپ کی عادت شریفہ روزے بہت رکھنے کی تھی کبھی کبھی آپ مسلسل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے، روزہ کی فضیلتیں احادیث کی کتابوں میں بہت وارد ہوئی ہیں، حق تعالیٰ جل شانہٗ کے ہر حکم میں ہزار ہا ارشاد میں ہزاروں مصالح ہیں حکمتیں ہیں، آدمی کی عقل کی اتنی پرواز کہاں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ جیسے حکیم کی حکمتوں تک پہنچ سکے، ہر شخص کی جہاں تک پرواز ہے وہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے دینی اور دنیوی فوائد کا ادراک کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اس سے بھی اونچی ہوتی ہیں جس طرح اور

لہ قال البیجوری وفی بعض النسخ صیام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وکل منهما مصدر لصام فهما بمعنی واحد وهو لغة الامساك ولو عن الکلام ومنه قوله تعالٰی انی نذرت للرحمٰن صومًا الآیة وشرعا الامساك عن المفطرات جمیع النهار بنیة والمراد به ههنا ما یشمل الفرض والنفل اهـ

احکام میں ہزاروں مصلحتیں ہیں روزے میں بھی ہیں منجملہ ان کے چند مصالح ظاہر اور بدیہی ہیں جن میں سے ایک جذبہ مواساۃ اور ہمدردی ہے جو شخص خود بھوکا رہتا ہے اس کو بھوکے کی ہمدردی پیدا ہو سکتی ہے، جو خود بھوک کی تکلیف اٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ غریب پر کیا گزرتی ہے بھوکے کو کس مصیبت کا سامنا ہے ایسی حالت میں اس کو بھوکے کی امداد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور غریب کے ساتھ ہمدردی کو بھی طبیعت تقاضا کرتی ہے اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ روزہ سے قوت بہیمیہ اور شہوانیہ کا زور کم ہوتا ہے یہ قوت جب زور پکڑتی ہے تو بہت سے ایسے امور آدمی سے سرزد ہوتے ہیں جو دین و دنیا میں روسیاہی کا سبب بنتے ہیں، اسی کو مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

ایں نہ عشق است آں کہ در مردم بود ☆ ایں فسادِ خوردنِ گندم بود

یہ عشق یعنی جو آج کل لوگوں میں ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہے جو بھلے آدمیوں میں ہوتا ہے یہ پیٹ بھرنے کا فساد ہے کہ جب پیٹ بھرائی مل جاتی ہے تو ناپاک حرکتیں خوب سوجھتی ہیں اور جب بھوک کا غلبہ ہو رہا ہو تو عشق وشق سب بھول جاتا ہے اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو نکاح نہ کر سکتا ہو اس کو چاہئے کہ روزے کثرت سے رکھا کرے کہ یہ شہوت کو توڑنے والا ہے، اس کے علاوہ ایک بڑی مصلحت روحانیت کی قوت ہے، روزہ سے روحانیت کو بہت زیادہ ترقی ہوتی ہے اسی وجہ سے ہر ملت و مذہب میں کسی نہ کسی صورت سے روزے کا وجود ہے اور مذاہب حقہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے روزہ کی مشروعیت رہی ہے حضرات انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول روزے میں مختلف رہا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا معمول ہمیشہ بارہ مہینے روزے رکھنے کا تھا، اور حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ دو دن افطار کا تھا، اسی طرح دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مختلف معمولات رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اس میں بھی عجیب نرالا تھا کہ مصالح وقتیہ کے تحت میں بسا اوقات لگاتار روزے رکھتے اور بسا اوقات افطار فرماتے جس کی وجہ ظاہر ہے کہ

جب روزہ بمنزلہ ایک تریاق اور دوا کے ہے تو وقتی مصالح سے اس میں قلت و کثرت جیسا کہ دوا کا اصول ہے لابد ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معمولات نمونہ کے طور پر مصنفؒ نے ذکر فرمائے ہیں۔

---

① حدثنا قتيبة بن سعيد حماد بن زيد عن ايوب عن عبدالله بن شقيق قال سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْراً كَامِلاً مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ.

حل لغات: يَصُوْمُ (ن) مص صَوْمًا ، صِيَامًا روزہ رکھنا، کھانے پینے اور جماع سے رکنا۔ يُفْطِرُ (افعال) روزہ توڑنا، افطار کرنا۔ قَدِمَ مص قُدُوْمًا (س) آنا، تشریف لانا، قدم رنجہ ہونا۔

ترجمہ: عبداللہ بن شقیقؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متواتر روزے رکھتے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں افطار ہی نہیں فرمائیں گے اور کبھی ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے، لیکن مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے (ایسے ہی کسی ماہ کو کامل افطار میں گزار دیا ہو یہ بھی نہیں کیا کما فی ابی داؤد)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول کے متعلق کسی قدر تفصیل حدیث ۳ کے ذیل میں آئے گی۔

لہ بالنصب على الرواية الصحيحة وجوز بعضهم الرفع قال القسطلاني وهو ضعيف رواية ودراية

کہ اى الشهر كله او دلوم على الصيام وعبر عن المستقبل بالماضى دلالة على عدم الشك فى تحققه .م

کہ قيدت به لان الاحكام انما كثرت من حين قدمها ورمضان لم يفرض الا فيها .

(۴) حدثنا علی بن حجرٍ[1] حدثنا اسمٰعیل[2] جَعْفَر عن حُمید عن انس بن مالك انَّهٗ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَ یَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰی نَرٰی[3] اَنْ لَا یُرِیْدَ اَنْ یُّفْطِرَ مِنْهُ وَیُفْطِرَ مِنْهُ حَتّٰی نَرٰی اَنْ لَا یُرِیْدَ اَنَّهٗ یَصُوْمُ مِنْهُ شَیْئًا وَکُنْتُ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا اَنْ رَاَیْتَهٗ[4] مُصَلِّیًا وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَهٗ نَائِمًا[5].

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ عادتِ شریفہ اس میں تھی کسی ماہ میں تو اتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے جس سے یہ خیال ہو جاتا کہ اس میں افطار فرمانے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور کسی ماہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے جس سے ہم یہ سمجھتے کہ اس ماہ میں آپ کا روزہ کا ارادہ ہی نہیں ہے، آپ کی عادتِ شریفہ یہ بھی تھی اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی مل جاتا ہے اور اگر نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی میسر ہو جاتا۔

تشریح: مقصود یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ نہ تمام رات سونے کی تھی نہ تمام رات جاگنے کی تھی بلکہ درمیانی رفتار میں حقوق نفس کی رعایت فرماتے ہوئے عبادات کا اہتمام بھی پورا پورا فرماتے تھے اس لئے شب کو سوتے ہوئے دیکھنا بھی ممکن تھا کہ کچھ حصہ آرام بھی فرماتے تھے اور نماز کی حالت میں دیکھنا بھی کہ کچھ حصہ نماز میں گزرتا تھا، بعض علماء نے اس کا دوسرا مطلب بھی بتایا ہے وہ یہ کہ عادت

---

[1] بضم الحاء المهملة وسكون الجيم ق

[2] بنون الجمع او بالتحتانية على بناء المجهول او بالخطاب ثلثة وجوه قارى وجعل المناوى الثانى ايضا ببناء المعروف فقال وفيه ضمير من غير مرجع .

[3] بالنصب ووجهه ظاهر وروى بالرفع على ان ان مخففة من الثقيلة .ق

[4] قال المناوى لا يشكل على الحديث قول عائشة كان اذا صلى صلوة دوام عليها وقولها كان عمله ديمة لان المراد بذلك ما اتخذ راتبًا لا مطلق النفل فهذا وجه الجمع بين الحديثين والا فظاهرهما التعارض قال ميرك وهو لايشفى العليل كما ترى قال القارى والاظهر ان يقال اعمال العمل المسمى بالتهجد مثلا تارة فى اول الليل وتارة فى آخره لا ينافى مداومة العمل كما ان صلوة الفرض تارة يصلى فى اول الوقت وتارة فى آخره وهو ظاهر يشفى العليل . اهـ

شریفہ اس باب میں مختلف تھی کہ کبھی اول شب میں نوافل پڑھتے کبھی وسط رات میں کبھی اخیر میں اس لئے اگر رات کے کسی حصہ خاص میں کوئی سوتے ہوئے یا نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے یعنی اگر کوئی یہ چاہے کہ میں اول رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتا ہوا دیکھوں تو کسی دن یہ بھی مل جاتا اور اس وقت سوتا ہوا دیکھنا چاہے تو یہ بھی مل جاتا، اس لئے کہ رات کا ہر حصہ کسی نہ کسی دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں گزارتے تھے اور اس کی دو مصلحتیں سمجھ میں آئی ہیں اول تو یہ کہ عبادت جو اصل مقصد اور آدمی کے وجود کی غرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء کا سبب ہے رات کے ہر حصہ کو کبھی نہ کبھی اس کی برکات میسر ہو جائیں اور قیامت میں رات کا ہر حصہ اپنے اندر عبادت کا وجود رکھے دوسرے یہ کہ عبادت جب ایک ہی وقت میں ہوتی رہے تو بمنزلہ عادت کے بن جاتی ہے پھر مشقت کا لطف نہیں رہتا، اور جب رات کے مختلف حصوں میں عبادت کی جائے گی تو عادت نہ بنے گی۔

(۴) حدثنا محمد بن غیلان حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبة عن ابی بشر قال سمعت سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ مَا یُرِیْدُ اَنْ یُفْطِرَ مِنْہُ وَیُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ مَا یُرِیْدُ اَنْ یَصُوْمَ وَمَا صَامَ شَھْراً کَامِلاً مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ اِلَّا رَمَضَانَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ مروی ہے کہ کسی ماہ میں اکثر حصہ روزہ رکھتے تھے جس سے ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اس میں افطار کا ارادہ نہیں اور کسی ماہ میں ایسے ہی اکثر افطار فرماتے تھے لیکن کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے تمام ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول متعدد روایات میں گزر چکا ہے، اس معمول کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ باب کے شروع میں یہ گزر چکا ہے کہ روزہ حقیقت میں ایک تریاق ہے اور بسا اوقات روحانی اور دیگر وقتی مصالح کے لئے بطور دوا کے بھی

رکھا جاتا ہے ایسی صورت میں دوا کے عام اصول کے موافق بسا اوقات اس کے مسلسل استعمال کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات خاص ضرورت نہیں ہوتی یا اگر معمولی ضرورت بھی ہوتی ہے تو دوسرے وقتی عوارض کی وجہ سے دوا کا ترک ضروری ہوتا ہے جو اطباء کے یہاں ایک معروف چیز ہے اور نبی کریمؐ کے برابر روحانیت کا طبیب کون ہو سکتا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتی ضروریات کے لحاظ سے بسا اوقات مسلسل روزے رکھتے تھے اور بسا اوقات مسلسل افطار فرماتے تھے، امت کے لئے بھی جو حضرات خود روحانی طبیب ہیں وہ روحانی مصالح کے لحاظ سے روزے اور افطار کے اوقات متعین فرما سکتے ہیں اور جو شخص خود طبیب نہیں ہے وہ کسی روحانی طبیب کے زیر علاج عمل درآمد کرے، دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ کے کچھ خصوصی معمولات تھے مثلاً پیر جمعرات کا روزہ رکھنا ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض عشرہ محرم عشرۂ ذی الحجہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ معمولات بسا اوقات اسفار وغیرہ عوارض کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے، اس لئے عوارض دور ہو جانے کے بعد بطور قضا اور تلافی کے جتنے روزے معمول میں سے ترک ہو جاتے تھے ان کو پورا فرمالیا کرتے تھے کہ یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے تو اس پر دوام اور نباہ فرمایا کرتے تھے اس لئے جتنے روزے معمول سے رہ جاتے تو ان کو رکھتے اس لئے لگاتار روزے رکھنے کی نوبت آجاتی تھی۔ اللھم وفقنا اتباعہ۔

④ حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی عن سفیٰن عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن ابی سلمة عن ام سلمة قالت مَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ اِلَّا شَعْبَانَ[1]

[1] هذا ینافی ما سبق انه صلی اللّٰه علیه وسلم لم یصم شهرًا کاملا غیر رمضان وجمع بان المراد انه صام اکثره لروایة مسلم کان یصوم شعبان کله کان یصومه الا قلیلا قال النووی الثانی مفسر للاول یعنی معنی قولها کله غالبه فقد نقل الترمذی عن ابن المبارك انه جاء فی کلام العرب اذا صام اکثر الشهر ان یقال صام الشهر کله واستبعده الطیبی معللا بان الکل تاکید لارادة الشمول ودفع التجوز فتفسیره بالبعض مناف له قال فیحمل علی انه کان یصومه کله فی وقت ویصوم اکثره فی وقت آخر لئلا یتوهم انه واجب کرمضان فعلی هذا مراد عائشةؓ وابن عباسؓ من قولهما ما صام شهرًا ما صامه علی الدوام وقیل المراد بقولها کله انه یصوم من اوله تارة وآخره اخری واثناله طورًا فلا یخلی شیئًا منه من صیام ولایخلوا عن بعد علی انه صلی اللّٰه علیه وسلم صام شعبان کله واطلعت علیه ام سلمة ولم یطلع علیه ابن عباس وعائشة .ق

وَرَمَضَانَ، قال ابو عیسیٰ[1] هٰذَا اسنادٌ[2] صحیح وهٰكذا قال عن ابی سلمة عن ام سلمة وروىٰ هٰذا الحدیث غیرُ[3] واحدٍ عن ابی سلمة عن عائشة عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ویحتمل ان یکون ابوسلمة بن عبدالرحمٰن قدروی هٰذا الحدیث عن عائشة وام سلمة جمیعاً عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم .

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان وشعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

تشریح: یہ حدیث بظاہر گزشتہ تمام احادیث کے خلاف ہے کیونکہ اب تک سب روایتیں اس پر متفق تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے لیکن اس حدیث میں اس کے ساتھ شعبان کو بھی ملا دیا، ان دونوں کی تطبیق علماء نے مختلف طریقہ سے فرمائی ہے اول یہ کہ اس حدیث میں تمام شعبان کو مبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر حصہ شعبان کے روزے رکھنے کی تھی چنانچہ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خود اس کی تصریح موجود ہے دوسرے یہ کہ ممکن ہے کسی وقت میں اتفاقاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ماہ شعبان کے روزے رکھے ہوں جس کی حضرت ام سلمہؓ کو اطلاع ہوئی، اوروں کو نہیں ہوئی، تیسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباس وغیرہ حضرات کی روایت میں عادت کی نفی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

---

[1] قال ابو عیسٰی الخ غرض المص دفع ما یظهر فی هذا الحدیث من الاختلاف علی ابی سلمة بان سالمًا رواه عن ابی سلمة عن ام سلمة وغیر واحد رواه عنه عن عائشة فدفعه المص بقوله انه یحتمل ان ابا سلمة روی عنهما جمیعًا .

[2] یشکل علیه بان المصنف اخرج الحدیث فی الجامع بهذا الاسناد وحکم علیه بانه حسن فکیف حکم علیه فی الشمائل بالصحة واجیب بانه حکم ههنا بالصحة علی الاسناد والحکم علی الاسناد بالحسن انزل درجة من الحکم علی الحدیث بالصحة کما ذکره بن الصلاح .م

[3] ای کثیر من الرواة قال میرك رواه محمد بن ابراهیم التیمی عن ابی سلمة عن عائشة ووافقه یحیی بن ابی کثیر وسالم ابو النضر عند البخاری وغیره ومحمد بن ابراهیم وزید بن ابی غیاث عند النسائی وخالفهم یحیی بن سعید وسالم بن ابی الجعد فروياه عن ابی سلمة عن عائشة .ق

علیہ وسلم کی عادت شریفہ رمضان کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی نہیں تھی، اتفاقاً کسی ماہ کے پورے روزے رکھ لینا اس کے منافی نہیں ہے اس لئے اگر کسی سال کسی عارض کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے بھی پورے روزے رکھ لئے ہوں تو چونکہ وہ معمول نہ تھا اس لئے حضرت عائشہؓ وغیرہ نے ان کا تذکرہ نہیں کیا اور چونکہ پورے مہینے کے رکھے تھے اس لئے حضرت ام سلمہؓ نے ان کو ذکر کر دیا اس لئے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے چوتھے یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں شعبان کے تمام مہینے کے روزے رکھتے ہوں اور اخیر میں ضعف کی وجہ سے کم کر دیئے ہوں اس لئے جس نے آخری فعل ذکر کیا اس وجہ سے کہ وہ آخری فعل تھا اُس نے اکثر ذکر کر دیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ یہ عارض کی وجہ سے تھا اصل معمول تمام مہینہ ذکر کر دیا، بعض نے اس کا عکس بتایا ہے جیسا کہ روایت کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اکثر مہینے کے روزے رکھتے تھے بعد میں تمام مہینے کے رکھنے لگے۔

---

⑤ حدثنا هناد حدثنا عبدة عن محمد بن عمرو حدثنا ابوسلمة عن عائشة قالت لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ[1] فِي شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ فِيْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا بَلْ كَانَ[2] يَصُوْمُ كُلَّهٗ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے

---

[1] حال من مفعول لم ار ان كانت الرؤية بصرية والا بان كانت علمية وهو الاظهر فهى مفعول ثان وقوله اكثر صفة مفعول مطلق اى صيامًا اكثر من صيام النبى صلى الله عليه وسلم فى شعبان .ق

[2] بل كان الخ يعنى ان ما لا يصومه من شعبان فى غاية من القلة بحيث يظن انه صام كله فكلمة بل للترقى ولا ينافيه حينئذ قولها الا قليلا ولا ماسبق من انه ما صام شهرًا كاملا منذ قدم المدينة ويشكل اكثاره عليه السلام صيام شعبان مع انه ورد عند مسلم وغيره افضل الصيام بعد رمضان صوم شهر الله المحرم واجيب باحتمال انه كان يعرض له عليه السلام اعذار تمنعه عن الصوم فى المحرم كالسفر وغيره اولان لشعبان تخصيص رفع الاعمال وهو لا يوجد فى المحرم او لانه عليه السلام ما علم افضلية المحرم الا فى آخر عمره الشريف قاله البيجورى قلت يحتمل ان المراد بشهر المحرم صوم بعضه وهو يوم عاشوراء دون تمام الشهر وكان عليه السلام يصومه فلا ايراد .

نہیں دیکھا شعبان کے اکثر حصہ میں آپؐ روزے رکھتے تھے بلکہ قریب قریب تمام مہینہ کے روزے رکھتے تھے۔

تشریح: یہ ترقی کر کے حضرت عائشہ کا تمام ماہ شعبان کے روزوں کا ذکر صاف بتلا رہا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ اس مہینہ میں وہ دن بھی ہے جس میں سال کے اعمال حق تعالیٰ جل شانہ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں اس کے علاوہ اور بھی بعض وجوہ احادیث وغیرہ میں وارد ہوئی ہیں اور بعض اوقات ایک وجہ کا ہونا، دوسرے وقت میں دوسری وجہ کا ہونا بھی ممکن ہے اور متعدد وجوہ کا جمع ہو جانا بھی حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تین دن ہر ماہ میں روزہ رکھنے کا تھا وہ بسا اوقات عوارض کی وجہ سے رہ جاتے تھے اور سب کا مجموعہ شعبان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے اس کے ساتھ دوسری روایات میں پیر جمعرات کا روزہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نقل کیا گیا ہے ایسی صورت میں اگر دو تین مہینے بھی تمام سال میں کسی عذر سے چھوٹ گئے تو ایک مہینہ کے روزے بن جانا کیا مشکل ہے، ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان کی تعظیم کی وجہ سے شعبان کا روزہ افضل ہے یعنی جیسے فرض نمازوں سے قبل سنتیں پڑھی جاتی ہیں ایسے ہی رمضان سے قبل نفل روزے ہیں اگر چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف کے خیال سے رمضان شریف کے قبل روزے کو منع بھی فرمایا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ضعف روزہ کا کچھ ایسا اثر نہ ہوتا تھا اسی وجہ سے لگاتار روزے بھی رکھ لیتے تھے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے شعبان میں روزوں کی کثرت کا سبب پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں ہر اس شخص کا نام مرنے والوں میں لکھا جاتا ہے جو تمام سال میں مرنے والے ہوں، میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت ایسی حالت میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں، بعض علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر مہینہ میں نفل

روزے رکھنے کا مخصوص معمول تھا اور رمضان المبارک میں نفل روزے رکھنے کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے ماہ رمضان کے حصہ کے روزے بھی پیشگی شعبان ہی میں رکھ لیتے تھے اور اسی بناء پر شعبان رمضان دو مہینوں کے روزے مل کر اکثر حصہ مہینے کا ہو جاتا تھا۔

⑥ حدثنا القاسم بن دينار الكوفي حدثنا عبيدُ[1] الله بن موسىٰ وطلق بن غنامٍ[2] عن شيبان عن عاصم عن زرّ بن حبيش عن عبدِ[3] الله قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ[4] كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَقَلَّ[5] مَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

حل لغات: غُرَّةٌ (ج) غُرَرٌ ہر چیز کا ابتدائی حصہ، سفیدی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے شروع میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے اور جمعہ کے دن بہت کم افطار فرماتے تھے۔

تشریح: ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی ترغیب مختلف احادیث میں وارد

---

[1] عبيد الله بن موسى بلفظ التصغير فما فى بعض النسخ عن عبد الله بن موسىٰ غلط .

[2] بغين معجمة فنون مشددة .

[3] عبد الله اى ابن مسعود كما هو مصرح فى رواية المشكوٰة مع انه يكون هو المراد عند الاطلاق فى اصطلاح المحدثين قاله القارى .

[4] غرة بضم غين معجمة وتشديد راء اى اوله والمراد هناك اوائله .

[5] قيل ما كافة وقيل صلة لتاكيد معنى القلة وقيل مصدرية اى قل كونه مفطرًا يوم الجمعة وهو دليل لابى حنيفة ومالك حيث ذهبا الى ان صوم يوم الجمعة وحده حسن وعند جمهور الشافعية يكره افرادها بالصوم لرواية الصحيحين عن ابى هريرة مرفوعًا لا يصوم احدكم يوم الجمعة الحديث الى آخر مابسطه القارى وفيه ايضًا قال القاضى يحتمل ان يكون المعنى انه صلى الله عليه وسلم لا يتغدى الا بعد الجمعة كما روى عن سهل بن سعد الساعدى وبعده لا يخفى اهـ وبسط اختلاف المذاهب فى ذلك فى الاوجز واختلفت الاقوال فى كل مذهب من مذاهب الائمة والحملة المرجح عند الشافعية والحنابلة كراهة الافراد وعند المالكية ندب الصوم واختلف الترجيح عند الحنفية فى الندب والكراهة .

ہوئی ہے، ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہونے کی وجہ سے تین روزوں کا ثواب ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہو جاتا ہے اور اس حیثیت سے یہ شخص گویا عمر بھر روزہ دار رہنے کے حکم میں ہوگا، ان تین دن کی تعیین میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن کوئی مخالفت نہیں کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ کے شروع ہی میں تین روزے رکھ لیتے تھے، کبھی کبھی ہر پیر جمعرات کو کبھی تیرہ چودہ پندرہ کو ایسے ہی اور مختلف اوقات میں بھی اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کی آئندہ حدیث میں وارد ہے کہ متعین ایام نہ تھے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے کبھی سفر یا حضر میں ترک نہیں فرماتے تھے، دوسرا مضمون حدیث بالا میں جمعہ کے روزہ کے متعلق ہے اس حدیث سے جمعہ کے دن روزہ کا اہتمام معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری روایات میں روزہ کے لئے جمعہ کی تخصیص کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے بعض علماء حدیث بالا کی وجہ سے اس کے استحباب کے قائل ہوئے ہیں اور بعض علماء ممانعت کی وجہ سے جمعہ کی تخصیص کو مکروہ بتاتے ہیں خود حنفیہ کے یہاں بھی دونوں قول ہیں۔

⑦ **حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابوداؤد حدثنا شعبة عن يزيد الرشك قال سمعت معاذة قالت قلت لعائشة اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ مِنْ اَيِّهٖ كَانَ يَصُوْمُ قَالَتْ كَانَ لَا يُبَالِيْ مِنْ اَيِّهٖ صَامَ، قال ابوعيسىٰ[1] ويزيد الرشك هو يزيد الضبعيّ[2] البصرى وهو ثقة وروى عنه شعبة وعبدالوارث بن سعيد وحماد بن يزيد واسمٰعيل بن ابراهيم وغير واحد من الائمة وهو يزيد**

---

[1] قال ابو عيسى الخ غرض المصنف بيان توثيقه ويشكل عليه بانه تقدم ترجمته فى ابواب الضحى فكان الانسب ايراد التوثيق هناك واجيب بانه احتيج الى بيان توثيقه ههنا لان ما رواه ههنا يعارضه ما مر من انه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يصوم غرة كل شهر .

[2] الضبعى بضم المعجمة وفتح الموحدة بعدها مهملة نسبة الى ضبيعة بن قيس بن ثعلبة قاله السمعانى فى الانساب .

القاسم ویقال القسّام والرشكّ بلغة اهل البصرة هو القسّام.

ترجمہ: معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ رکھتے تھے، میں نے مکرر پوچھا کہ مہینہ کے کن ایام میں رکھتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ اس کا اہتمام نہیں تھا جن ایام میں موقعہ ہوتا رکھ لیتے۔

تشریح: یعنی کسی زمانہ میں یہ بھی معمول شریف رہا ہے کہ تعیین ایام کا اہتمام نہیں تھا اور کبھی مخصوص ایام میں مثلاً مہینہ کی پہلی تین تاریخوں میں کبھی مہینہ کے اخیر تین ایام میں کبھی ایک مہینہ میں شنبہ یکشنبہ دوشنبہ کو رکھتے اور دوسرے مہینہ میں سہ شنبہ چہار شنبہ پنج شنبہ کو رکھتے اسی لئے اس بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں اور اسی لئے حضرت عائشہؓ نے تعیین کا انکار فرمادیا۔

⑧ حدثنا ابوحفص عمرٌو[۲] بن علی حدثنا عبداللّٰه بنٌ[۳] داؤد عن ثور بن یزید عن خالد بن معدان عن ربیعة الجرشیّ[۴] عن عائشة قالت كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰىٓ[۵] صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.

حل لغات: يَتَحَرّٰى (تفعل) غور وفکر کرنا، کسی ایک چیز کو ترجیح دینا، منتخب

---

۱ والرشك الخ اختلف فی معنی الرشك وسبب تلقیبه به فقیل انه بمعنی کثیر اللحیة وتقدم فی باب الضحی ومال المص الی انه بمعنی القسمة وکان یزید یعرف علم القسمة او کان یباشرها من جهة المملکة وکان ماهرًا فی قسمة الاراضی وحرفها وقیل الرشك العقرب لقب به لدخوله فی لحیته ومکثه ثلثا وقیل لانه کان غیورًا فکان عین الغیرة والرشك قال العسقلانی هو المعتمد فالرشك بالفتحة فی الفارسیة بمعنی الغیرة وعرب فغیر اوله قاله القاری.

۲ عمرو بن علی بفتح اوله وبالواو هو ابوحفص الفلاس الحافظ.

۳ عبد اللّٰه بن داؤد کذا فی الاصل وکذا فی الجامع الترمذی والنسائی فما فی نسخة القاری والمناوی عن عبد اللّٰه بن ابی داؤد بزیادة لفظ ابی سهو من الناسخ.

۴ الحرشی بضم حیم وفتح راء فشین معجمة موضع بالیمن.

۵ تحراه تعمده وطلب ما هو احری بالاستعمال فالمعنی علی الاول یتعمد صومهما فیصبر عن الصوم منتظرًا لهما وعلی الثانی مجتهدًا فی ایقاع الصوم فیها. م

کرنا، یعنی کسی چیز کا اہتمام کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیر و جمعرات کے روزہ کا (اکثر) اہتمام فرماتے تھے۔

تشریح: بعض روایات میں ان دنوں کے روزے کے اہتمام کی وجوہ بھی وارد ہوئی ہیں، چنانچہ ایک وجہ ابو ہریرہؓ کی حدیث میں قریب ہی آرہی ہے کہ یہ دونوں دن اعمال کی پیشی کے ہیں، پیر کے دن کے متعلق مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ میں پیر ہی کے دن پیدا کیا گیا ہوں۔ اور پیر کے روز مجھ پر قرآن شریف نازل ہونا شروع ہوا ہے، ایک حدیث میں وارد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن حق تعالیٰ جل شانہٗ، ہر مسلمان کی مغفرت (بشرط قواعد) فرمادیتے ہیں مگر جن دو شخصوں میں آپس میں چھوٹ چھٹاؤ ہو ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی مغفرت کو اس وقت تک روک دیا جائے جب تک کہ یہ آپس میں صلح نہ کرلیں۔

---

(۹) حدثنا ابومُصْعَبٍ[1] المدینی عن مالك بن انس عن ابی النضر عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن عن عائشة قالت مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ فِیْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ فِیْ شَعْبَانَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شعبان سے کسی ماہ میں زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے۔

تشریح: اس کا بیان مفصل گزر چکا ہے۔

---

(۱۰) حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا ابوعاصم عن محمد بن رفاعةَ[2] عن سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[1] بصيغة المفعول واختلفت نسخ الشمائل فی صفته بين المدينی والمدنی والاكثر علی الاول قال المناوی هو عبد السلام بن حفص الليثی او السلمی ولهم ابو مصعب آخر وآخر. اهـ

[2] رفاعة بكسر الراء وبعد الالف عين مهملة وقال المناوی كعمامة بفاء ومهملات.

وَسَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ[1] الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضَ عَمَلِيْ وَاَنَا صَائِمٌ.

حل لغات: تُعْرَضُ فعل مضارع مجہول (علیٰ کے ساتھ) (ض) پیش کرنا، دکھلانا۔ اَعْمَالٌ عَمَلٌ کی جمع ہے، کام، عمل (س) کام کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال پیر و جمعرات کے دن حق تعالیٰ جل شانہٗ کی عالی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش ہوں۔

تشریح: تا کہ قبولیت کے زیادہ قریب ہو جائیں اعمال پیش ہونے میں یہ اشکال ہے کہ مسلم شریف کی ایک روایت کا یہ حاصل ہے کہ اعمال صبح شام دو مرتبہ روزانہ بارگاہ تک پہنچتے ہیں پھر پیر جمعرات کو پیش ہونے کا کیا مطلب ان دونوں کے درمیان میں محدثین نے مختلف طریقہ سے جمع کیا ہے سہل یہ ہے کہ رات دن کے اعمال تفصیلی طور پر روزانہ دو مرتبہ پیش ہوتے ہیں رات کے علیحدہ دن کے علیحدہ اور پھر معمولی تفصیل سے ہفتہ میں دو بار پیر جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اور تمام سال کے مجموعی اعمال اجمالی طور پر شعبان میں اور شب قدر میں بھی پیش ہوتے ہیں، اور بار بار کی پیشی میں منجملہ متعدد مصالح کے ایک مصلحت، فرشتوں کے سامنے نیک لوگوں کا اظہار شرف ہے کہ ان حضرات نے آدمی کی پیدائش کے وقت یہ اشکال کیا تھا کہ آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرما رہے ہیں جو دنیا میں کشت وخون اور فساد برپا کرے گی اسی لئے حق تعالیٰ شانہ بہت سے نیک اعمال پر فرشتوں کے سامنے تفاخر کے [illegible] بھی فرماتے ہیں ورنہ حق تعالیٰ شانہ ہر شخص کے ہر عمل سے ہر وقت واقف ہیں ان کے لئے اعمال پیش کرنے

---

[1] تعرض الخ اشكل عليه برواية مسلم يرفع اليه عمل الليل قبل عمل النهار وعمل النهار قبل عمل الليل واجيب بان الرفع غير العرض وفيه توجيهات اخر قال المناوى وكذا تعرض ليلة النصف من شعبان وليلة القدر فالاول لجمالى باعتبار الاسبوع والثانى والثالث باعتبار العام وفائدة تكرير العرض اظهار شرف العاملين بين الملأ الاعلى وبالخبر يعلم شذوذ قول الحليمى اعتياد صومها مكروه. اهـ

کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۱) حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابواحمد و معوية بن هشام قالا حدثنا سفيان عن منصور عن خيثمة[۱] عن عائشة قالت كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ[۲] وَالْاَحَدَ وَالْاِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهْرِ الْاٰخَرِ الثَّلَاثَاءَ وَالْاَرْبَعَاءَ وَالْخَمِيْسَ[۳].

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) ہر مہینہ کے تین روزے اس طرح بھی رکھتے تھے کہ ایک مہینہ میں بار اتوار پیر کو روزہ رکھ لیتے اور دوسرے ماہ میں منگل بدھ جمعرات کو۔

تشریح: تاکہ ہفتہ کے تمام دنوں میں روزے ہو جائیں اور جمعہ کا روزہ قصداً نہ رکھتے ہوں جیسا کہ بعض روایات میں اس کو عید کا دن قرار دیا گیا اور دوسرے اہم مشاغل اس میں ہوتے ہیں یا اس روایت میں ذکر نہیں کیا گیا، دوسری روایات میں اس کے روزے کا ذکر ہے ہی۔

(۱۲) حدثنا هارون بن اسحٰق الهمدانيّ[۴] حدثنا عبدة بن سليمان عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ[۵] وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا

---

۱ خيثمة بفتح خاء معجمة وثاء مثلثة بينهما تحتانية .

۲ سمى به لان السبت القطع وذلك اليوم انقطع فيه الخلق لانه عز اسمه خلق السمٰوات والارض فى ستة ايام ابتدأ يوم الاحد وختم يوم الجمعة بخلق آدم عليه السلام . اهـ

۳ بالنصب فيه وفيما قبله على انه مفعول فيه ليصوم قال المظهر اراد صلى اللّٰه عليه وسلم ان يبين سنية جميع ايام الاسبوع وانما لم يصمها متوالية لئلا ليشق على الامة الاقتداء به ولم يذكر فى هذا الحديث يوم الجمعة وقد ذكر فى حديث ابن مسعود قبل هذا انه صلى اللّٰه عليه وسلم قلما كان يفطره اى منفردًا او منضمًا الى ما قبله او بعده قاله القارى وقال المناوى ترك الجمعة لانه كان يكره صومه اهـ وانت خبير بان الكراهة ليست فى المنضمة .

۴ بسكون الميم وعبدة كطلحة .

۵ اى قبل بعثته صلى اللّٰه عليه وسلم تلقيا من اهل الكتاب او باجتهاد منهم وقال القرطبى لعلهم استندوا فى صومه الى شرع ابراهيم عليه السلام او نوح عليه السلام فقد ورد فى اخبار انه اليوم الذى استوت فيه السفينة على الجودى فصامه نوح شكرا ولذا كانوا يعظمونه ايضا لكسوة الكعبة وعن عكرمة انه سئل عن ذلك فقال اذ نبت قريش ذنبا فى الجاهلية فعظم فى صدورهم فقيل لهم صوموا عاشوراء يكفر ذلك .م ق

قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيْضَةَ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

حل لغات: عَاشُوْرَاءُ محرم کی دسویں تاریخ، یہ اسم ہے جو عَشْرٌ سے بنا ہے۔ اُفْتُرِضَ فعل ماضی مجہول (افتعال) واجب ہونا، فرض ہونا (ض) فرض کرنا، لازم کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عاشورہ کا روزہ زمانۂ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہجرت سے قبل (تطوعاً) رکھ لیا کرتے تھے (لیکن ہجرت کے بعد) جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو خود بھی (اہتمام سے) رکھا اور اُمت کو بھی (وجوباً) حکم فرمایا، مگر جب رمضان المبارک نازل ہوا تو وہی فرضی روزہ بن گیا اور عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی (اب استحباب باقی ہے) جس کا دل چاہے رکھے جس کا دل چاہے نہ رکھے۔

۱؎ وامر الخ فيه دليل لما قاله الحنفية انه كان فرضًا ثم نسخ خلافًا لجمهور الشافعية وقد روى مسلم عن سلمة بن الاكوع انه صلى الله عليه وسلم بعث رجلاً من اسلم يوم عاشوراء فامره ان يوذن فى الناس من كان لم يصم فليصم ومن اكل فليتم صومه الى الليل وقال ميرك هكذا وقع فى حديث عائشة وفيه اختصار واخرج الشيخان من حديث ابن عباسؓ ان النبى صلى الله عليه وسلم لما قدم المدينة وجد اليهود يصوم عاشوراء فسألهم عن ذلك فقالوا هذا يوم انجى الله فيه موسٰى واغرق فيه فرعون وقومه فصامه شكرا فقال نحن احق بموسٰى منكم فصامه وامر بصيامه واستشكل رجوعه صلى الله عليه وسلم اليهم فى ذلك واجيب باحتمال ان يكون اوحى اليه بصدقهم او بتواتر الخبر بذلك اواخبر به من اسلم منهم او باجتهاد منه صلى الله عليه وسلم .ق

۲؎ يعنى صارت الفريضة منحصرة فى رمضان وبان تعريف المسند مع ضمير الفصل يفيد قصر المسند على المسند اليه وهذا اصرح دليل فى ان الفرض قبل رمضان كان غيره .

۳؎ هذا ايضًا دليل على الوجوب السابق فانه ما ترك استحبابه بل هو باق قال الحافظ ابن حجر يوخذ من مجموع الاحاديث انه كان واجبا لثبوت الامر بصومه ثم تاكيد الامر بذلك ثم بالنداء العام ثم زيادته بامر من اكل بالامساك ثم زيادته بامر الامهات ان لا يرضعن فيه الاطفال وبقول ابن عباس وعائشةؓ لما فرض رمضان ترك عاشوراء مع العلم بانه ما ترك استحبابه بل هو باق فدل على ان المتروك وجوبه واما قول بعضهم ان المتروك تاكد استحبابه والباقى مطلق استحبابه فلا يخفى ضعفه بل تاكد استحبابه باقٍ ولاسيما استمرار الاهتمام به حتى عام وفاته صلى الله عليه وسلم حيث يقول ان عشت فلا صومن التاسع والعاشر ولترغيبه فى صومه وانه يكفر سنة واى تاكيد ابلغ من هذا . اهـ

تشریح: عاشورہ کے روزے کی فضیلت میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرفہ کے روزہ سے دوسال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور عاشورے کے روزہ سے ایک سال کے، بعض شروح میں لکھا ہے کہ عاشورے کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارہ پر آئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی اور فرعون غرق ہوا تھا اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اُسی دن آسمان پر اُٹھائے گئے، اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی اور اسی دن اُن کی امت کا قصور معاف ہوا، اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکالے گئے، اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مشہور مرض سے صحت عطا ہوئی اور اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی، اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا، اس کے علاوہ اور بھی کرامات اس دن کی شروح حدیث اور کتب سیر میں لکھی ہیں، محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی ہے مگر بہت سی کرامات صحیح طور سے ثابت ہیں کہتے ہیں کہ وحشی جانور بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں، اللہ اکبر کس قدر متبرک دن ہے جس کو ہم لوگ لہو ولعب میں ضائع کر دیتے ہیں، غالبًا انہیں میں سے کسی وجہ سے زمانۂ جاہلیت میں اس دن کی فضیلت مشہور تھی جس کی وجہ سے قریش اسلام سے قبل اس کا روزہ رکھتے تھے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود جو اہل کتاب ہیں وہ بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ روزہ کیوں رکھتے ہو، انہوں نے کہا کہ اس دن حق تعالیٰ شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خلاصی عطا کی تھی، اور فرعون کو غرق کیا تھا جس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کے تم سے زیادہ مستحق ہیں اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور اور امت کو بھی اس روزہ کا حکم

فرمایا مسلم شریف میں یہ قصہ مذکور ہے اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک رمضان سے پہلے یہ روزہ فرض تھا جب رمضان شریف کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی، استحباب اور ایک سال کے گناہ معاف ہونے کی فضیلت اب بھی باقی ہے۔

مسئلہ: عاشورہ کا روزہ اصل دسویں تاریخ کا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے کہ ان کا مذہب بہرحال آسمانی ہے اور مشرکین کے مذہب سے اولیٰ ہے مگر اخیر زمانہ میں اہل کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام ہوگیا تھا جو بہت سی وجوہ سے ضروری تھا اسی سلسلہ میں کسی صحابیؓ نے ادھر توجہ دلائی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اگر زندہ رہا تو آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا، ایک دوسری روایت میں ہے یہود کی مخالفت کرو اور نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھا کرو یعنی دسویں کے ساتھ ایک اور ملا لیا کرو کہ اس سے تشبہ جاتا رہتا ہے، اس لئے تنہا عاشورے کا نہیں رکھنا چاہیے بہتر تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ ملا لے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے اگر نویں کا نہ ملا سکے تو پھر گیارہویں کا ملا لے۔

---

(۱۳) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیٰن عن منصور عن ابراهیم عن علقمة قال سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ[1] كَانَ عَمَلُهُ دِيْمَةً[2] وَأَيُّكُمْ

---

[1] ولفظ البخاری بروایة یحیٰی عن سفیان فی هذا الحدیث قالت لا قال ابن التین استدل به بعضهم علی کراهة تحری صیام یوم من الاسبوع واجاب الزین بن المنیر بان السائل فی حدیث عائشة انما سال عن تخصیص یوم من حیث کونها ایاما واما ما ورد من التخصیص فانما خصص لامر لا یشارکه فیه بقیة الایام کیوم عرفة وعاشوراء وجمیع ما عین لمعنی خاص ویشکل علی هذا الجواب صوم الاثنین فقد وردت فیهما احادیث صحیحة فالجواب ان یقال لعل المراد بالایام المسئول عنها الایام الثلثة من کل شهر فکان السائل لما سمع انه صلی الله علیه وسلم کان یصوم ثلثة ایام ورغب فی انها تکون ایام البیض سال عائشةؓ هل یخصها بالبیض فقالت لا کان عمله دیمة یعنی لو جعلها البیض لتعینت وداوم علیها لانه کان یحب ان یکون عمله دیمة لکن لراد التوسعة بعدم تعیینها فکان لا یبالی من ای الشهر صامهما کما تقدمت الاشارة الیها فی حدیث عائشة ملخص من الفتح وحدیث عائشة هو المتقدم قریبا من حدیث معاذة عنها .

[2] دیمة فعلة من الدوام انقلب واوه یاءً لکسرة ماقبلها واصل الدیمة المطر یدوم ایامًا لا رعد فیه ولا برق اقله ثلث لیال ثم شبه به غیره ممالہ دوام .

يُطِيْقُ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيْقُ.

حل لغات: يَخُصُّ (ن) خاص کرنا، کسی کے لئے متعین کرنا، خاص ہونا۔ دِيْمَة مسلسل بارش، (ن) مص دَوْمًا ہمیشہ رہنا، ثابت رہنا۔ يُطِيْقُ (افعال، ن) قادر ہونا، قدرت رکھنا۔

ترجمہ: علقمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام کو عبادت کے لئے مخصوص فرمایا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ (نہیں) حضور اکرمؐ کے اعمال دائمی ہوتے تھے تم میں سے کون طاقت رکھتا ہے جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طاقت رکھتے تھے۔

تشریح: یعنی کسی دن کو کسی عبادت کے ساتھ مخصوص فرما لیتے ہوں مثلاً پیر کا دن روزہ کے ساتھ مخصوص ہو کہ ہر پیر کو روزہ رکھتے ہوں کبھی افطار نہ فرماتے ہوں یا یہ کہ پیر کے علاوہ روزہ نہ رکھتے ہوں یہ دونوں باتیں نہ تھیں البتہ یہ حضور اکرمؐ کا معمول تھا کہ جو کام شروع فرماتے اُس پر مداومت فرماتے تھے تم لوگ اس قدر مداومت اور اہتمام کی طاقت نہیں رکھتے جتنا حضور اکرمؐ اپنے معمولات کا اہتمام فرماتے تھے کہ جو معمول کسی عذر سے رہ جاتا دوسرے وقت اس کو پورا فرماتے جیسا کہ شعبان کے روزوں کے بیان میں گزرا، حاصل یہ کہ اس حیثیت سے تخصیص نہ تھی کہ وہ عمل اسی دن کیا جائے اور اس دن دوسرا عمل نہ کیا جائے، البتہ معمولات کے پورا کرنے کا اہتمام تھا جن میں خاص ایام کے روزے بھی داخل ہیں اس تقریر پر یہ اشکال نہیں رہا کہ خود حضرت عائشہؓ سے حدیث ۸ پر پیر جمعرات کے روزے کا اہتمام گزر چکا ہے، حافظ حدیث ابن حجرؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سوال جواب ان تین روزوں کے متعلق ہے جو ہر ماہ میں حضور اکرمؐ کے رکھنے کا معمول تھا جن کا ذکر حدیث ۷ میں گزرا، اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔

(۱۴) حدثنا هارون بن اسحٰق حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي

امْرَأَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قُلْتُ فُلَانَةُ[1] لَاتَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ[2] حَتّٰى تَمَلُّوْا[3] وَكَانَ اَحَبُّ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِىْ يَدُوْمُ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ[4].

حل لغات: تَنَامُ (ن) سونا۔ يَمَلُّ (س) تنگ دل ہونا، بد دل ہونا، رنجیدہ ہونا، زچ ہونا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف لائے تو میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھیں، حضور اکرمؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے میں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ نوافل اس قدر اختیار کرنی چاہئیں جن کا تحمل ہو سکے حق تعالیٰ جل شانہٗ ثواب دینے سے نہیں گھبراتے یہاں تک کہ تم عمل کرنے سے گھبرا جاؤ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی عمل زیادہ پسند تھا جس پر آدمی نباہ کر سکے۔

تشریح: یہ صحابیہ حضرت حولاءؓ تھیں، صحابہ کرامؓ میں عبادت کا ولولہ اور جوش

---

[1] زاد عبد الرزاق فی روایته حسنة الهيئة وفی روایة البخاری انها من بنی اسد وفی مسلم انها الحولاء بنت تویت .م ق

[2] فلانة قال الرضی یکنی بفلان وفلانة عن اعلام الاناسی خاصة فیجریان مجری المکنی عنه فیکونان کالعلم فلا یدخلهما اللام ویمتنع صرف فلانة ولایجوز تنکیر فلان فلا یقال جاءنی فلان وفلان آخر .قاری

[3] عبر به مع ان المخاطب النساء لتعمیم الحکم فغلب الذکور علی الاناث والمعنی اشتغلوا والزموا . م ق

[4] بفتح اولهما وثانیهما واسناد الملال الیه تعالی علیٰ سبیل المشاکلة کما فی قوله تعالیٰ نسوا اللّٰه فنسیهم والا فالملال وهو استثقال الشئ محال علیه تعالی باتفاق العلماء وقیل ان اللّٰه تعالی لما کان یقطع ثوابه عمن قطع عن العمل ملا لا عبر عنه بالملال من تسمیة الشئ باسم سببه وهذا کله اذا کان حتی علی بابها وقیل هی بمعنی الواو ای لا یمل اللّٰه ابدًا وانتم تملون وقیل بمعنی حین . ق م

تھا، حدیث کی کتابوں میں بہت سے قصے اس قسم کے مذکور ہیں کہ ان حضرات کا شوق ان کو حد سے زیادہ مجاہدہ پر مجبور کرتا تھا مگر حضور اکرمؐ اعتدال کی نصیحت فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ایک مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ یہ طے کرلیا کہ عبادت میں بہت ہی کوشش کروں گا، دن میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور رات کو روزانہ ایک کلام مجید ختم کیا کروں گا، میرے والد نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کر دیا، ایک مرتبہ والد نے بیوی سے میرا حال دریافت کیا اس نے عرض کیا بہت نیک آدمی ہیں رات بھر بستر پر نہیں آتے نہ کسی سے کوئی واسطہ رکھیں، میرے والد مجھ پر بہت خفا ہوئے کہ میں نے کیسی شریف عورت سے تو تیرا نکاح کیا تھا تو نے اس کو معلق چھوڑ رکھا ہے مجھ پر غلبہ شوق میں کچھ اثر نہ ہوا، والد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا، میں نے سنا ہے کہ تم دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرتؐ صحیح ہے۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ایسا نہ کیا کرو کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی افطار اسی طرح رات کو نمازیں بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے کہ رات بھر جاگنے سے ضعیف ہو جاتی ہیں تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، اولاد کا بھی حق ہے، ملنے والوں کا بھی حق ہے۔

(۱۵) حدثنا ابوهشام محمد بن يزيد الرفاعيؒ[1] حدثنا ابن فضيل عن الاعمش عن ابى صالح قال سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالَتَا مَادِيمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ.

ترجمہ: ابوصالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ پسند تھا، دونوں نے یہ جواب دیا کہ جس عمل پر مداومت کی جائے خواہ کتنا ہی کم ہو۔

---

[1] الرفاعي بكسر الراء وتخفيف الفاء نسبة الى احد اجداده رفاعة .

[2] بصيغة المعلوم من المتكلم وحده وفى نسخة سئلت ببناء المجهول بنصب عائشة وام سلمة على الاول ورفعهما على الثانى .ق م

تشریح: ان سب روایتوں سے یہ مقصود ہے کہ روزہ اور ایسے ہی ہر نفلی عمل خواہ قلیل ہو لیکن جتنا کر سکے اُتنا نباہ کرا ہتمام سے کرے مگر ایسا بھی نہ کرے کہ نہ نبھنے کے خوف سے نفل اعمال کو بالکل ہی خیر باد کہہ دے کہ فرائض میں کوتاہی کو پورا کرنے والی چیزیں نوافل ہی ہیں اس لئے اہتمام کے ساتھ جس قدر نباہ سکے اس کی سعی کرے۔

(۱۶) حدثنا محمد بن اسمٰعیل حدثنا عبداللّٰہ بن صالح حدثنی معٰویة بن صالح عن عمرو بن قیس انه سمع عاصم بن حمید قال سمعت عوف بن مالك یقول كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَبَدَاَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَاَلَ وَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهٖ وَيَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهٖ سُبْحَانَ ذِى الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَهِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوْعِهٖ وَيَقُوْلُ فِيْ سُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَ ذِى الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَهِ ثُمَّ قَرَءَ الٓمّٓ عِمْرَانَ ثُمَّ سُوْرَةً[۲] سُوْرَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ .

حل لغات: اِسْتَاكَ (استفعال، ن) مسواک کرنا۔ اِسْتَفْتَحَ (استفعال) اِسْتَفْتَحَ الْمَجْلِسَ آغاز کرنا، اَلْبَاب دروازہ کھلوانا۔ يَمُرُّ (ن) گذرنا، پار ہونا۔

---

[۱] قال میرك اعلم انه لم یظهر وجه مناسبة هذه الاحادیث بعنوان الباب وحكی انه وقعت فی بعض النسخ عقب حدیث حذیفة وهو اشبه بالصواب واظن ان ایرادها ههنا من تصرف النساخ وقیل لیس فی بعض النسخ المقروة علی المصنف باب صلوٰة الضحی لا باب صلوٰة التطوع ولا الصوم بل وقع جمیع الاحادیث فی باب العبادة فلا اشكال وقال المناوی فی حدیث عائشة وام سلمة اخره الی الصوم مع انه بباب العبادة الیق لان كثیرًا یداومون علیه اكثر من غیره فذكره فی ذلك زجرًا عن الملازمة وان كان لا اختصاص له بالصوم ثم قال فی حدیث عوف وجه ختم الباب بهذا الخبر انه لما استطرد الی ان افضل الاعمال ما یطاق بین ان لرتكاب المشق نادرًا لا یفوت الفضیلة وهذا اولی من قول القسطلانی انه وقع سهوًا من النساخ . اهـ

[۲] ای ثم قرأ سورة فی الثالثة واخری فی الرابعة ففیه حذف حرف العطف فزعم انه تاكید لفظی عدول عن ذلك قال میرك ویحتمل ان یكون المراد انه قرأ السور المذكورة فی ركعة واحدة كما فی حدیث حذیفة المقدم فی باب العبادة والاحتمال الاول اوفق بظاهر هذا السیاق . ق

وَقَفَ (ض) مص وُقُوْفًا وقف کرنا، کھڑا ہونا، ٹھہرنا۔ تَعَوَّذَ (تفعل، ن) پناہ چاہنا، استعاذہ کرنا (ب کے صلے کے ساتھ) رَکَعَ (ف) رکوع کرنا، سر جھکانا، بدن کے نصف اعلیٰ کو جھکانا۔ مَکَثَ (ن) رکنا، ٹھہرنا، قیام کرنا۔

ترجمہ: عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضور اکرمؐ نے مسواک فرمائی پھر وضو فرمایا پھر نماز کی نیت باندھ لی، میں نے بھی حضور اکرمؐ کا اقتداء کیا اور حضور اکرمؐ کے ساتھ نماز کی نیت باندھ لی، حضور اکرمؐ نے سورۂ بقرہ شروع فرمائی اور جس آیت رحمت پر گزرتے وہاں وقفہ فرما کر حق جل شانہ سے رحمت کا سوال فرماتے اور ایسے ہی جس آیت عذاب پر گزرتے وہاں وقفہ فرما کر حق تعالیٰ شانہ سے اس عذاب سے پناہ مانگتے پھر حضور اکرمؐ نے تقریباً اتنی ہی دیر رکوع فرمایا رکوع میں سبحٰن ذی الجبروت والملکوت والکبریاء والعظمة یہ دعاء پڑھتے رہے پاک ہے وہ ذات جو حکومت اور سلطنت والی نہایت بزرگی اور عظمت و بڑائی والی ہے، پھر رکوع ہی کی مقدار کے موافق سجدہ کیا اور اس میں بھی یہی دعاء پڑھی (پھر دوسری رکعت میں) سورۂ آل عمران (اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں) ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔

تشریح: یہ چار رکعتیں کتنی لمبی ہونگی الفاظ سے خود ہی ظاہر ہے کہ ایک سورۂ بقرہ ۲½ پارے کی سورۃ اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کہ نہایت اطمینان سے ہر حرف علیحدہ ظاہر ہو اس پر ہر آیت رحمت اور عذاب پر ٹھہر کر دعائیں مانگنا پھر اتنا ہی طویل رکوع اور پھر سجدہ بھی ایسا ہی، یہ ایک رکعت ہوئی اس طرح کی چار رکعت جو تمام رات میں بھی بمشکل پوری ہوں لیکن غلبۂ شوق کے سامنے بالخصوص ایسی ذات کے لئے جس کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہو یہ چیز کچھ بھی گراں نہ تھی، اخیر کی چند حدیثوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے تذکرہ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں، شمائل کے بعض نسخوں میں تو یہ متفرق باب چاشت کا بیان اور روزہ کا بیان وغیرہ ہیں ہی نہیں بلکہ یہ تمام حدیثیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے باب میں ہیں اس میں تو کوئی

اشکال ہی نہیں لیکن جن نسخوں میں یہ متفرق باب موجود ہیں ان میں ایک دقیق بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ عموماً جو لوگ روزوں کے شوقین ہوتے ہیں اکثر دیکھا گیا کہ وہ ایسا افراط کرنے لگتے ہیں کہ حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے اس لئے اول امام ترمذیؒ نے اعتدال اور میانہ روی کی حدیثیں ذکر کیں اور اخیر روایت سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اگر غلبۂ شوق میں کسی وقت کچھ معمول سے زیادتی ہو جائے تو مضائقہ نہیں، ایسا نہ ہونا چاہیے کہ عبادت سے ملال اور نفور پیدا ہو جائے۔

باب مَا جَاء فی قراءۃ[1] رسُول اللّٰہ صَلی اللّٰہُ علیہ وسلم

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا ذکر

تشریح: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی کیفیت کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طریقہ سے ترتیل اور تجوید کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا اللیثُ[2] عن ابن ابیؑ[3] ملیکة عن یعلٰی بن مملكٌ[4] انّهٗ سَالَ اُمَّ سَلْمَةَ عَن قِرَاءةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ تَنْعَتُ[5] قِرَاءَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

حل لغات: تَنْعَتُ (ف) تعریف کرنا، کیفیت بیان کرنا، اس کا مصدر "نَعْتٌ" ہے۔ نعت کا لفظ آج کل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کو بیان

---

[1] یعنی فی کیفیة قرأة القرآن ترتیلاً ومدًا ووقفا اسرارًا واعلانا وترجیعًا وغیرها .م

[2] وقع فی بعض النسخ لیث بن شهاب وهو غلط لیس فی الرواة احد اسمه لیث بن شهاب بل هو لیث بن سعد .

[3] ابن ابی ملیکة بالتصغیر اسمه عبد اللّٰه بن عبید اللّٰه .

[4] مملك بفتح المیم الاولی وسکون الثانیة وفتح اللام بعدها کاف .

[5] قال الطیبی وصفها بذلك اما بالقول بان تقول کانت قرأته کذا او بالفعل بان تقرأ کقرأته قال عصام هو الظاهر . م

کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مُفَسَّرَة اسم مفعول، علاحدہ، جداگانہ، واضح (تفعیل، ن، ض) ظاہر کرنا، واضح کرنا کسی مجمل بات کی تشریح کرنا، تفسیر کرنا۔

ترجمہ: یعلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ ام المؤمنین سے حضور اکرمؐ کی قرأت کی کیفیت پوچھی، انہوں نے ایک ایک حرف کی علیحدہ علیحدہ صاف صاف کیفیت بتائی۔

تشریح: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے میں حروف واضح طور سے ظاہر ہوتے تھے حضرت ام سلمہؓ نے زبانی یہ کیفیت بتائی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس طرح پڑھ کر بتایا ہو، جس سے یہ کیفیت ظاہر ہو شراح حدیث دونوں احتمال بتاتے ہیں مگر اقرب دوسرا احتمال ہے اس لئے کہ حضرت ام سلمہؓ سے اسی نوع کی ایک حدیث ۳ پر آرہی ہے اُس میں حضرت ام سلمہؓ نے پڑھ کر بتایا ہے کہ اس طرح تلاوت فرماتے تھے۔

---

(۲) حدثنا محمد بن بشار حدثنا وهب بن جرير بن حازم حدثنا ابى عن قتادة قال قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال مدًّا[1].

ترجمہ: قتادہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مد والے حرف) مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھتے تھے۔

تشریح: یعنی جو حروف ایسے ہوتے تھے کہ ان کو مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ان کو مد کے ساتھ پڑھتے تھے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جب اطمینان سے تلاوت کی جائے جلدی جلدی میں مد کے ساتھ پڑھنا مشکل ہے اس سے دونوں باتیں ظاہر ہو گئیں اطمینان سے پڑھنا بھی اور مدوں کی رعایت کرنا بھی شراح حدیث نے لکھا ہے کہ مد کے بھی قواعد ہیں جو تجوید کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں ان کی رعایت ضروری

---

[1] مدا بلفظ المصدر اى ذات مد والمراد به تطويل النفس فى حروف المد واللين وفى رواية البخارى كان يمد مدًا وفى بعض النسخ مداء على وزن فعلاء قال القارى لم نقف عليه رواية.

ہے، ہمارے زمانے کے بعض قاری مدوں کو اتنا کھینچتے ہیں کہ حدود سے بڑھ جاتا ہے ہر چیز اصول اور قواعد کے موافق ہی صحیح ہے افراط اور تفریط دونوں مذموم ہیں۔

(۳) حدثنا علی بن حجر حدثنا یحیٰی بن سعید الاموی[۱] عن ابن جریج عن ابن ابی[۲] ملیکة، عن ام سلمة قالت کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَطِّعُ قِرَاءَتَهٗ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ثُمَّ یَقِفُ[۳] ثُمَّ یَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ یَقِفُ وَکَانَ یَقْرَءُ مٰلِكِ[۴] یَوْمِ الدِّیْنِ[۵].

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت میں ہر آیت کو جدا جدا کر کے علیحدہ علیحدہ اس طرح پر پڑھتے تھے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر ٹھہرتے پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پر وقف کرتے پھر مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ پر

---

[۱] الاموی بضم الهمزة وفتح میم نسبة الی بنی امیة.

[۲] قال المصنف فی الجامع هکذا روی یحیٰی بن سعید وغیره عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمه ولیس اسناده بمتصل لان اللیث بن سعد روی هذا الحدیث عن ابن ابی ملیکة عن یعلی عن ام سلمة انها وصفت قرأة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم حرفا حرفا وحدیث اللیث اصح اهـ، قال المناوی تعقبه القسطلانی بان سماع ابن ابی ملیکة من ام سلمة ثابت عند علماء اسماء الرجال فما ادری کیف حکم بعدم اتصاله وروایة اللیث غیر نص فی الانقطاع لاحتمال کونه من المزید فی متصل الاسانید اهـ، وقال الحافظ العسقلانی نقلا عن ابن ابی ملیکة ادرکت ثلثین من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وذکر فی من سمع منهم ام سلمة قال القاری واذا ثبت سماعه منها فلم لا یجوز ان یسمع الحدیث بهذا اللفظ من ام سلمة وباللفظ المتقدم عن یعلی عنها .اهـ

[۳] یقول الخ فیه دلیل علی ان البسملة لیست جزءً من الفاتحة علی ما هو مذهبنا الحنفیة ومذهب مالکؒ قاله القاری خلافا للشافعیة.

[۴] قاله القاری الحاصل انه کان یقف علی رؤس الآی تعلیما للامة ولو فیه قطع الموصوف عن الصفة ولذا قال البیهقی والحلیمی وغیرهما یسن ان یقف علی رؤس الاٰی، وان تعلقت بما بعدها للاتباع فقدح بعضهم فی الحدیث بان محل الوقف یوم الدین غفلة عن قواعد القراء اذ اجمعوا علی ان الوقف علی الفواصل وقف حسن وانما الخلاف فی الافضل هل هو الوصل او الوقف فالجمهور کالسجاوندی وغیره علی الاول والجزری علی الثانی .ق

[۵] قال المناوی بالالف فی جمیع نسخ الشمائل قال القسطلانی اظنه وهمًا من النساخ والصواب ملك بحذف الالف ، قلت اختلفت روایات ام سلمة فی هذا اللفظ جدًا فاخرجه ابوداؤد واحمد والبیهقی بالالف والترمذی فی الجامع والحاکم بدون الالف .

وقف کرتے۔

تشریح: غرض ہر ہر آیت کو جدا جدا نہایت اطمینان سے ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے قراء کے یہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ہر آیت پر سانس لینا افضل ہے یا نہیں، مرشد عالم حضرت مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا ایک مستقل رسالہ ''ردالطغیان فی اوقاف القرآن'' ہے جو نہایت مختصر ہے اُردو زبان میں شائع ہے اس مسئلہ کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔

④ حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا الليث عن معوية بن صالح عن عبدالله بن ابى قيس قال سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِى الْاَمْرِ سَعَةً.

حل لغات: يُسِرُّ (افعال) مص اِسْرَارٌ چھپانا، پوشیدہ رکھنا، آہستہ آہستہ بات کرنا۔ يَجْهَرُ (ف) مص جَهْرًا باواز بلند بات کرنا یا پڑھنا۔

ترجمہ: عبداللہ بن ابی قیسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف آہستہ پڑھتے تھے یا پکار کر، انہوں نے فرمایا کہ دونوں طرح معمول تھا، میں نے کہا الحمدللہ اللہ کا شکر و احسان ہے جس نے ہر طرح سہولت عطا فرمائی (کہ بمقتضائے وقت جیسا مناسب ہو آواز سے یا آہستہ اسی طرح پڑھ سکے)۔

تشریح: یہ سوال جیسا کہ جامع ترمذی شریف کی روایت میں تصریح ہے تہجد کی نماز کے بارے میں تھا، اور اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ دونوں طرح معمول تھا یعنی آواز سے بھی اور آہستہ بھی اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک رات میں ہی دونوں طرح معمول تھا، اور یہ بھی صحیح ہے کہ کسی رات میں آواز سے پوری نماز پڑھنے کی نوبت آتی تھی اور کسی رات میں آہستہ تمام نماز پڑھ لیتے تھے دونوں صحیح ہیں اور تہجد میں دونوں طرح پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے وقت کی مناسبت سے بسا

اوقات آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے بالخصوص جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب بنے یا نشاط پیدا ہوتا ہو اور جہاں کسی کی تکلیف کا احتمال ہو یا ریا کا شائبہ ہو وہاں آہستہ پڑھنا اولیٰ ہوتا ہے۔ جہر سے پڑھنے میں دوسروں کی تکلیف کی رعایت ضروری ہے اور کسی وقت دونوں برابر ہوں تو معمولی جہر اولیٰ ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا معمول تہجد میں آہستہ پڑھنے کا تھا اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے پڑھتے تھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں حضراتؓ پر گزر ہوا دونوں کا حال دیکھا صبح کو جب دونوں حضراتؓ حاضر خدمت ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ فرمایا ابوبکرؓ میں تمہارے پاس سے گزرا تم بہت آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ میں جس پاک ذات سے باتیں کر رہا تھا وہ سن ہی رہا تھا، پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم بہت بلند آواز سے پڑھ رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ غفلت سے سونے والوں کو جگانا، اور شیطان کو اپنے سے دور رکھنا مقصود تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضراتؓ کی تصویب فرمائی اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا سا بڑھا لیا کرو اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم ذرا آہستہ کر دو۔

⑤ **حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا مِسْعر عن ابی العلاء العبدیؒ[1] عن یحییٰ بن جعدة عن ام هانی قالت کُنْتُ اَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ وَاَنَا عَلٰی عَرِیْشِیْ[2].**

حل لغات: عَرِیْشٌ (ج) عُرُشٌ جھونپڑی، چھت (ن، ض) گھر بنانا۔

ترجمہ: حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد حرام میں قرآن شریف پڑھتے تھے اور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] العبدی بفتح عین وسکون موحدة وفی بعض النسخ الغنوی بفتح الغین المعجمة والنون وکسر الواو قاله القاری قلت والمویدبکتب الرجال هو الاول.

[2] قال المناوی هو باثبات الیاء وفی نسخ بحذفها والعریش والعرش السریر وشبه بیت من جرید یجعل فوقه الثمام وسقف البیت وکلما یستظل به او یهیأ للکرم لیرتفع علیه قال القاری والمراد به السریر وفی روایة للنسائی وابن ماجة قالت کنت اسمع وانا نائمة علی فراشی وفی المواهب عن ابن ماجة قالت کنا نسمع قرأة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی جوف اللیل عند الکعبة وانا علی عریشی. اهـ

کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سنا کرتی تھی۔

تشریح: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہایت صاف صاف بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ میں اپنے مکان سے سن لیتی تھی رات کے وقت ایسے بھی آواز دور تک جایا کرتی ہے اور پھر مکان کی چھت پر تو اور بھی صاف جاتی ہے بالخصوص جب مکان قریب ہو۔

(۶) حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو داؤد انبانا شعبة عن معاویة عن قرّة[۱] قال سمعت عبداللّٰه بن مغفل یقول رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی نَاقَتِهٖ یَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ یَقْرَءُ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاخَّرَ قَالَ فَقَرَءَ وَرَجَّعَ[۲] قَالَ مُعٰوِیَةُ بْنُ قُرَّةَ لَوْلَا اَنْ یَّجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَیَّ لَاَخَذْتُ لَكُمْ فِیْ ذٰلِكَ الصَّوْتِ اَوْقَالَ اللَّحْنِ.

حل لغات: رَجَّعَ مص ترجیع (تفعیل) لوٹا کر پڑھنا، دوبارہ پڑھنا (ض) لوٹنا۔ یَجْتَمِعُ مص اجتماع (افتعال) جمع ہونا، اکٹھا ہونا (ف) جمع کرنا۔ الصَّوْتُ (ج) اَصْوَات آواز، ندا، نغمہ (تفعیل) زور سے آواز دینا یا آواز نکالنا۔ لَحْنٌ (ج) اَلْحَان لب ولہجہ، موزوں اور دل کش آواز، سریلی آواز (تفعیل) خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاخَّرَ پڑھتے دیکھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ترجیع کے ساتھ پڑھ رہے تھے معاویہ بن قرۃ (جو اس حدیث کے ایک روای ہیں وہ) کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس لہجہ میں پڑھ کر سناتا۔

---

[۱] قرة بضم قاف وتشديد راء مهملة.

[۲] قال القاری من الترجیع بمعنی التحسین واشباع المد فی موضعه وقال المناوی ای ردد صوته بالقرأة ومنه ترجیع الاذان اوقارب ضروب الحرکات فی الصوت وقد فسره عبد اللّٰه بن مغفل بقوله آآ آ وذلك ینشأ غالبًا عن اریحة وانبساط والمصطفی صلی اللّٰه علیه وسلم حصل له من ذلك حظ وافر یوم الفتح وزعم ابن الاثیر ان ذلك حصل من هز الناقة ورد بانه لو کان بغیر اختیار لما حکاه عبد اللّٰه وفعله اقتداءً اهـ، وفیه انه لم یفعله بل ترکه مخافة اجتماع الناس ولو کان هذا باختیاره ومما ینبغی ان یقتدی به فعله معویة ولو اجتمع بل احب ان یجتمع له الناس ولذا تعقب القاری علی المناوی بان حکایته لیس للتاسی بل للعلم بکیفیته. اهـ

تشریح: ترجیع کے معنی لغت کے اعتبار سے لوٹانے کے ہیں آواز کو لوٹا کر پڑھنا مراد ہے، خود عبداللہ بن مغفلؓ سے اسکی تفسیر آ آ منقول ہے اس کا مطلب بعض علماء نے آواز کو درست کر کے پڑھنے کا فرمایا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو مکہ مکرمہ کے فتح ہونے اور دارالاسلام بن جانے کی وجہ سے غایت سرور تھا، اسلئے نہایت لطف سے پڑھ رہے تھے مگر میرے اُستاذ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدسؐ چونکہ اونٹنی پر تشریف فرما تھے اسلئے اس کی حرکت سے آواز ترجیعی معلوم ہوتی تھی اسی بناء پر عبداللہ بن مغفلؓ نے اس کی تفسیر آ آ سے نقل کی، اور اسی وجہ سے معاویہ نے اس کی نقل کرنیکی ہمت نہیں کی کہ دانستہ اُسطرح آواز بنانے سے لوگ مجتمع ہو جائیں گے اس توجیہ کے موافق آئندہ حدیث کے بھی مخالف نہیں ہوگی، بندہ کے نزدیک یہی توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے اسلئے کہ اگر پہلے قول کے موافق آواز بنا کر اور درست کر کے پڑھنا مراد ہے تو پھر لوگوں کے مجتمع ہونے کا کیا خوف ہے، قرآن پاک کو اچھی آواز سے جس میں گانے سے مشابہت پیدا نہ ہو پڑھنا ہی چاہئے بہت سی احادیث میں مختلف عنوان سے قرآن پاک کو ترتیل سے اچھی آواز کیساتھ پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض روایات میں اپنے رسالہ ''چہل حدیث'' میں لکھ چکا ہوں، جس کا دل چاہے اسکو دیکھے۔

⑦ **حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا نوح بن قيس الحدّانيؒ[1] عن حسّامؒ[2] بن مصك عن قتادة قال مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَكَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَكَانَ لَا يُرَجِّعُ.**[3]

---

[1] الحدانی نسبة الی حدان بضم حاء وتشدید دال مهملتین قبیلة من الازد .

[2] حسام بضم حاء مهملة بعدها سین مهملة ، مصك بكسر میم ففتح مهملة وتشدید كاف ضعیف قال الدار قطنی حسام متروك ومن مناكیره حدیث ما بعث اللّٰه نبیًا الا حسن الصوت وقال القسطلانی حدیث مقطوع ضعیف قاله المناوی قلت وذلك لان قتادة تابعی .

[3] وفی هامش الكوكب عن شرح الشفاء للقاری حكی الترمذی عن قتادة مرسلاً ورواه الدار قطنی من حدیث قتادة عن انس موقوفًا ما بعث اللّٰه نبیا الا حسن الوجه حسن الصوت وكان نبیكم احسنهم وجهًا واحسنهم صوتا وفیه انه یشمل حسن صورة یوسف وحسن صوت داؤد علیهما السلام وتمامه فیه .

[4] ای قصدًا وترجیع الغناء قاله القاری وقد علمت ان الحدیث ضعّف وقال البیحوری ای لا یرجع فی بعض الاحیان او كان لایرجع ترجیع الغناء فلا ینافی مامر اهـ قلت وعلی الاول فیكون دلیلا علی جواز القرأة بدون تحسین الصوت فی بعض الاحیان للضرورة .

ترجمہ: قتادہؓ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز والا معبوث فرمایا ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور جمیل آواز والے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کو پہلی حدیث سے بظاہر تعارض ہے جس کی توجیہ گذشتہ حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے کہ آواز کو لوٹا کر پڑھنے کی نفی مقصود ہے، بعض علماء نے اس سے گانے کی آواز مراد لی ہے کہ گانے کی آواز سے تلاوت کی ممانعت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

---

(۸) **حدثنا عبداللّٰہ بن عبدالرحمٰن حدثنا یحییٰ بن حسان حدثنا عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن عمرو بن ابی عمرو عن عکرمة عن ابن عباس قال کَانَ قِرَاءَ ةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا یَسْمَعُھَا مَنْ فِی الْحُجْرَةِ[1] وَھُوَ فِی الْبَیْتِ.**

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز (صرف اس قدر بلند ہوتی تھی کہ) آپؐ اگر کوٹھڑی میں پڑھتے تو صحن والے سن لیتے تھے۔

تشریح: یعنی صحن سے آگے نہیں بڑھتی تھی، قرآن شریف کا آہستہ آہستہ آواز سے پڑھنا دونوں مواقع کے لحاظ سے افضل ہے، اگر ترغیب کا موقع ہو یا کوئی اور سبب جہر کی ترجیح کا ہو تو جہر سے پڑھے اور اگر ریا وغیرہ کا خوف ہو تو آہستہ پڑھے، غرض یہ کہ موقع کے لحاظ سے حکم مختلف ہوتا رہتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آواز سے قرآن پاک پڑھنے والا ایسا ہے جیسا اعلان سے صدقہ کرنے والا اور آہستہ

---

[1] الحجرة هي الارض المحجورة اى الممنوعة بحائط محوط عليهما والمراد صحن البيت والمعنى انه صلى اللّٰه عليه وسلم اذا قرأ فى البيت ربما يسمع قرأة من فى صحنه ولاتجاوز صوته عنهم الى ماوراء الحجرة وقال القارى يحتمل ان يكون المراد بالبيت هو الحجرة نفسها اى يسمع من فى الحجرة وهو صلى اللّٰه عليه وسلم فيها . اهـ

قرآن شریف پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنے والا اور صدقہ کے متعلق اظہار اور اخفاء کا افضل ہونا موقع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے اسی طرح تلاوت کا بھی حکم ہے۔

بَاب مَا جَاءَ فِیْ بُکَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ وزاری کا ذکر

تشریح: آدمی کا رونا چند وجوہ سے ہوتا ہے کبھی رحمت اور مہربانی کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی خوف کی وجہ سے ہوتا ہے کبھی اشتیاق ومحبت کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی غلبۂ خوشی سے ہوتا ہے کبھی کسی درد وغیرہ کی تکلیف کی وجہ سے اور کبھی رنج کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی کسی کے ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے ایک رونا توبہ کا ہوتا ہے جو کسی گناہ کے صادر ہو جانے سے آتا ہے، ایک رونا نفاق کا کہلاتا ہے جو کسی دوسرے کے دکھلانے کی وجہ سے نماز وغیرہ میں خشوع خضوع ظاہر کرنے کے طور پر رویا جائے، ایک رونا مانگنے کا کہلاتا ہے جیسے کسی کے مُردہ کو بلا مزدوری لئے رویا جائے، ایک رونا مزدوری کا رونا کہلاتا ہے جب کسی میت کے گھر مزدوری لے کر رویا جائے جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے ایک موافقت کا رونا کہلاتا ہے، وہ یہ کہ کسی کو روتا ہوا دیکھ کر رونا آجائے وغیرہ وغیرہ، نبی کریمؐ کا گریہ اکثر میت پر شفقت ورحمت یا اُمت پر خوف یا اللہ تعالیٰ کے ڈر یا اس کے اشتیاق سے ہوتا تھا جیسا کہ روایات سے معلوم ہوگا، انہی اقسام کا رونا محمود ہے، مشائخ نے لکھا ہے کہ ایک رونا جھوٹ کہلاتا ہے وہ اس شخص کا رونا ہے جو کسی گناہ پر روئے اور اس پر جمارہے شراح حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رونا رنج کا رونا تھا اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا رونا شوق کا رونا تھا، اور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰت والتسلیم کا رونا محبت کا رونا تھا، بندہ کے نزدیک اس کا مطلب

لہ قال القاری هو بضم الموحدة مقصورًا خروج الدمع مع الحزن وممدودًا خروجه مع رفع الصوت كذا ذكره بعض الشراح واطلق صاحب القاموس حيث قال بكى يبكى بكاء وبكاء اھ وقال المناوی قيل بالمد اذا كان الصوت اغلب وبالقصر اذا كان الحزن اغلب .

یہ ہے کہ راتوں کا اکثر رونا اس ذیل میں تھا ورنہ جیسا ابھی گزرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا مختلف انواع کا ہوتا تھا، چنانچہ مختلف انواع کی روایات آرہی ہے، اس باب میں مصنفؒ نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

① حدثنا سوید بن نصر حدثنا عبداللّٰہ بن المبارك عن حماد بن سلمة عن ثابت عن مطرفٌ[1] وهو ابن عبداللّٰہ بن الشخیر عن ابیه قال اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِيْزٌ[2] كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ[3] الْبُكَاءِ.

حل لغات: بُکَاءٌ مص (ض) رونا، آنسو بہانا۔ جَوْفٌ (ج) اَجْوَاف خالی حصہ، پیٹ (یہاں سینہ مراد ہے) (س) خالی ہونا، کھوکھلا ہونا۔ اَزِیْزٌ بادل کی گرج، دیگ کی سنسناہٹ (ن،ض) مص اَزًّا جوش مارنا، ابلنا۔ اَلْمِرْجَلُ (ج) مَرَاجِلُ ہانڈی، دیگ۔

ترجمہ: عبداللہ بن شخیر کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپؐ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔

تشریح: یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خشوع وخضوع کی وجہ سے تھا بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ یہ حالت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ہوتی تھی جب کہ اللہ جل جلالہٗ کی صفاتِ جلالیہ اور صفاتِ جمالیہ دونوں کا ظہور اکٹھے ہوتا تھا اور صفاتِ جلالیہ کے ظہور کی تو کوئی چیز طاقت ہی نہیں رکھتی البتہ صرف صفاتِ جمالیہ کا جس وقت ظہور ہوتا تھا اس وقت ایک سرور اور انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور حضور اکرم

---

[1] مطرف بضم الميم وفتح الطاء المهملة وكسر الراء المشددة ابن الشخير بكسر المعجمتين المشددتين فمثناة تحتية فراء مهملة.

[2] بالزائين المعجمتين بينهما تحتية على وزن فعيل اى غليان وقيل صوت والمرجل بكسر الميم وفتح الجيم القدر من نحاس اوحجر اوحديد وغيرذلك او القدر مطلقا لما اختاره الحافظ ابن حجر

[3] قال الحرانى ومن هذا الحديث ونحوه استن اهل الطريق الوحد والتواجد فى احوالهم .م

صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مشائخ سلوک کو بھی یہی دو کیفیتیں پیش آتی ہیں۔

(۴) حدثنا محمود بن غيلان حدثنا معوية بن هشام حدثنا سفين[1] عن الاعمش عن ابراهيم[2] عن عَبيدة[3] عن عبدالله بن مسعود قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءْ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَءُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَءْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا[4] قَالَ فَرَءَيْتُ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ تَهْمِلَانِ[5].

حل لغات: بَلَغْتُ (ن) پہنچنا (افعال) پہنچانا۔ تَهْمِلَان فعل مضارع صیغۂ تثنیہ (ن،ض) آنسو بہانا، دھیرے دھیرے مسلسل برسنا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور اکرمؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف سناؤ (شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ارشاد فرمایا ہو کہ سننے میں غور وتدبر پڑھنے سے زیادہ ہوتا ہے یا کسی اور وجہ سے سننے کی رغبت فرمائی ہو کہ بہت سی وجوہ اس کی ہوسکتی ہیں مثلاً یہی کہ قرآن شریف سننے کی سنیت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو جائے) میں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہی پر تو نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سناؤں، (شاید ابن مسعودؓ کو یہ خیال ہوا ہو کہ سنانا تبلیغ اور یاد کرانے کے واسطے ہوتا ہے) حضور

---

[1] قال المناوی لعله سفيان بن وكيع اهـ والظاهر عندی انه الثوری فان الحديث اخرجه البخاری عنه عن الاعمش وذكر الحافظ فی مشائخ معاوية بن هشام الثوری .

[2] قال المناوی هو متعدد فليحرر ما المراد به اهـ قلت هو ابراهيم النخعی التابعی الشهير جزم به الحافظان فی الفتح والعينی ثم الحديث اخرجه المصنف برواية ابی الاحوص عن الاعمش عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله ثم قال هكذا روی ابوالاحوص وانما هو ابراهيم عن عبيدة عن عبد الله

[3] عبيدة بفتح عين مهملة وكسر باء موحدة ابن عمر والسلمانی التابعی كذا فی الشروح وكتب الرجال .

[4] ای مزكيا او مثنيا او شاهدًا او حاضرًا . ق

[5] بفتح التاء وكسر الميم وضمها ای تسيلان ولفظ الصحيحين حتی اتيت هذه الآية قال حسبك فالتفت اليه فاذا عيناه تذرفان .

اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں، میں نے امتثال حکم میں سنانا شروع کیا اور سورۂ نساء (جو چوتھے سیپارہ کے پونے سے شروع ہوتی ہے) پڑھنا شروع کی، میں جب اس آیت پر پہنچا، فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ط تو میں نے حضور اکرمؐ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا کہ دونوں آنکھیں گریہ کی وجہ سے بہہ رہی تھیں۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام الٰہی کے سننے سے ہو کہ تلاوت کلام اللہ کی شان یہی ہے، امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ تلاوت کے وقت رونا عارفین کی شان ہے اور صالحین کا شعار ہے، حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی تعریف کی ہے چنانچہ ارشاد ہے اذا یُتلٰی علیھم ایٰتُ الرحمٰن الآیہ سورۂ مریم، جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو زمین پر گر جاتے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد ہے، اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ. (سورۂ بنی اسرائیل) کہ یہ قرآن شریف جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن شریف یعنی اس کا سننا اُن کے خشوع کو اور بڑھا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ان آیات کے مطابق اور کون ہو سکتا ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام اللہ شریف کی عظمت وجلال کی وجہ سے ہونا قرین قیاس ہے۔ اس صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے رو رہے ہوں اور عبداللہ بن مسعودؓ کی نگاہ اسی وقت پڑی ہو قرین قیاس ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص اُس آیت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رونا آیا ہو کہ اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے، اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپؐ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے، یہ قیامت کا منظر ہے کہ اس دن ہر نبی کو ان کی امت پر گواہی دینے کے لئے بطور سرکاری گواہ کے لایا جائے گا جس کے حالات محشر کی احادیث میں مفصل موجود ہیں اس صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا قیامت اور محشر کے سخت حالات کے تصور سے ہو کہ نہایت

ہی سخت دن ہوگا اور ہر شخص نفسی نفسی میں مبتلا ہوگا اور ممکن ہے کہ حضور اکرمؐ کو چونکہ اس آیت شریفہ میں بطور گواہ کے پیش ہونے کا ارشاد ہے تو اس گواہی کی شدت کی وجہ سے خوف ہو چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے اس وقت جب یہ آیت پڑھی گئی یہ کہا کہ یا اللہ جو لوگ میرے سامنے نہیں ہیں ان پر کیسے گواہی دوں گا، بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس گواہی کے سلسلہ میں قیامت کا منظر سامنے آیا اور امت کا فکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت رہتا ہی تھا اس لئے امت کے گنہگاروں کے حال پر شفقت کی وجہ سے رونے کا غلبہ ہو گیا ان میں سے ہر وجہ ایسی ہے کہ وہ گریہ کا سبب بن سکتی ہے اور ان سب کا مجموعہ اور ان کے علاوہ اور بھی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

---

(۳) حدثنا قتيبة حدثنا جريرٌ عن عطاء بن السّائب عن ابيه عن عبدالله بن عمر وقَالَ انكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا[۱] عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتّٰى لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ[۲] فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَلَمْ يَكَدْاَنْ يَّسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَجَعَلَ يَنْفُخُ[۳] وَيَبْكِيْ وَيَقُوْلُ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَّا

---

۱ یومًا اختلفوا فی ان الکسوف وقع فی عهده علیه السلام مرة او اکثر منها فالجمهور من اهل الحدیث واهل السیر علی الاول وقوی النووی وغیره الثانی .

۲ یرکع اختلفت الروایات فی عدد الرکوع الی ست رکوعات فقالت الشافعیة وغیرهم ان ما زاد علی الرکوعین وهم او مرجوح والراجح روایات الرکوعین وقالت الحنفیة ان الاصل فی الصلوٰة رکوع واحد وهو المؤید بالروایات القولیة وروایات الفعل متعارضة فبقی الاستدلال بالقول سالمًا عن المعارضة .

۳ ولفظ ابی داؤد ثم سجد فلم یکد یرفع ثم رفع وفعل فی الرکعة الاخریٰ مثل ذلك ثم نفخ فی آخر سجوده فقال اف اف ثم قال رب الم تعدنی الحدیث علم منه ان فی روایة الشمائل اختصارًا

۴ قوله ینفخ قال القاری والمناوی ای بغیر ان یظهر من فمه حرفان قلت فلا بطلان للصلوة ولا حاجة الی تضعیف الحدیث ولفظ ابی داؤد ثم نفخ فی آخر سجوده فقال اف اف وکتب الوالد المرحوم فی تقریره علیه هذه حکایة لصوته صلی اللّٰه علیه وسلم ثمة ولا یستلزم صدور الحروف فی الحکایة صدورها فی المحکی عنه ولایلزم فساد الصلوٰة وهذا کما فی حکایتهم لصوت الغراب بغاق مع ان شیئًا من الحروف لا یصدر منه فاثبات الحروف فی الحکایة لضرورة النقل او الکتابة انتهی فللّٰه دره بردا للّٰه مضجعه فما اجاد .

تُعَذِّبُهُمْ وَاَنَا فِيْهِمْ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا انْكَسَفَا فَافْزَعُوْا[1] اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى.

حل لغات: اِنْكَسَفَتْ (انفعال، ض) سورج گہن ہونا، آفتاب کی روشنی کا ختم ہونا۔ يَسْجُدُ (ن) عاجزی سے جھکنا، عبادت کے لئے پیشانی زمین پر رکھنا۔ تَعِدُ (ض) وعدہ کرنا، عہد و پیمان کرنا۔ تُعَذِّبُ (تفعیل) عذاب دینا، سزا دینا۔ يَسْتَغْفِرُوْنَ (استفعال) مغفرت چاہنا، (ض) معاف کرنا، مغفرت کرنا۔ اِنْجَلَتْ (انفعال) ظاہر ہونا، واضح ہونا، (ن) ظاہر کرنا۔ اَثْنٰى (افعال) تعریف کرنا، ثنا کرنا۔ اِفْزَعُوْا فعل امر حاضر (س) گھبرانا، فریاد چاہنا، پناہ لینا (ف) ڈرنا، خوف کرنا۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کے زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا (یہ قصہ جمہور کے نزدیک ۱۰ھ دس کا ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز شروع فرما کر اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہے (دوسری راویت میں ہے کہ سورۂ بقرہ پڑھی تھی) اور پھر رکوع اتنا طویل کیا کہ گویا رکوع سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر ایسے ہی رکوع کے بعد سر

---

[1] بفتح الزای ای عافوا وتضرعوا والتجاوا بادروا الی ذکر اللّٰہ وفی روایۃ لابی داؤد والنسائی انما ھذہ الایات یخوف اللّٰہ بھا عبادہ فاذا رأیتموھا فصلوا وتذکر واو جاء فی بعض الروایات آیتان من آیات اللّٰہ وان اللّٰہ سبحانہ اذا تجلی لشیٔ من خلقہ خضع لہ وظاھرہ ان سبب الکسوف خشوعھا لہ وسببہ ان النور والاضاءۃ من عالم الجمال فاذا تجلت صفۃ الجلال انطمست الانوار لھیبۃ وذلک لایبطل قول اھل الھیئۃ ان الکسوف امر عادی لا یتقدم ولا یتاخر لان ذلک لاینافی کون ذلک تخویفًا لعبادہ ومن ثم قال القشیری لاتنافی بین ماقالوہ وبین الحدیث لان لہ تعالی افعالاً بحسب العادۃ وافعالا خارجۃ عنھا وقدرتہ حاکمۃ علی کل سبب یقطع مایشاء عن الاسباب والمسببات بعضھا عن بعض فالعارفون لقوۃ اعتقادھم فی عموم قدرتہ علی خرق العادۃ اذا وقع شیٔ غریب قوی خوفھم وذلک لایمنع ان یکون ثم اسباب تجری علیھما العادۃ . ق م

مبارک اٹھا کر قومہ میں بھی اتنی دیر تک کھڑے رہے گویا سجدہ کرنا ہی نہیں ہے پھر سجدہ کیا اور اس میں بھی سر مبارک زمین پر اتنی دیر تک رکھے رہے گویا سر مبارک اٹھانا ہی نہیں ہے اسی طرح سجدہ سے اُٹھ کر جلسہ اور پھر جلسہ کے بعد دوسرے سجدہ میں، غرض ہر ہر رکن اس قدر طویل ہوتا تھا کہ گویا یہی رکن اخیر تک کیا جائے گا دوسرا کوئی رکن نہیں ہے، (اسی طرح دوسری رکعت پڑھی اور اخیر سجدہ میں) شدت غم اور جوش کے سے سانس لیتے تھے اور روتے تھے اور حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ عالی میں یہ عرض کرتے تھے کہ اے اللہ تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میری موجودگی تک امت کو عذاب نہ ہوگا اے اللہ تو نے ہی یہ وعدہ کیا تھا کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے عذاب نہیں ہوگا اب ہم سب کے سب استغفار کرتے ہیں (حضورؐ کا یہ ارشاد اس مضمون کی طرف اشارہ ہے جو کلام اللہ شریف میں نویں پارہ کے اخیر میں ہے، **وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللّٰہ معذبھم وھم یستغفرون** اس آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ ایسا نہ کریں گے کہ ان لوگوں میں آپؐ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اس حالت میں بھی ان کو عذاب نہ دیں گے کہ وہ استغفار کرتے رہتے ہوں) حضورؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آفتاب نکل چکا تھا، حضورؐ نے اس کے بعد وعظ فرمایا جس میں حق تعالیٰ شانہٗ کی حمد وثنا کے بعد یہ مضمون فرمایا کہ شمس وقمر کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گہن نہیں ہوتے بلکہ یہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی دو نشانیاں ہیں (جن سے حق سبحانہٗ اپنے بندوں کو عبرت دلاتے ہیں اور ڈراتے ہیں) جب یہ گہن ہو جایا کریں تو اللہ جل جلالہ کی طرف فوراً متوجہ ہو جایا کرو (اور استغفار و نماز شروع کر دیا کرو)

تشریح: اس وعظ کی یہ مصلحت تھی کہ ایام جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ چاند وسورج کا گہن کسی بڑی موت یا کسی بڑے شخص کی پیدائش کی وجہ سے ہوتا ہے اور اتفاق وقت کہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں جب گہن ہوا تو اسی دن صاحبزادۂ اقدس حضرت ابراہیم بن رسول اللہؐ کا وصال بھی ہوا تھا، اس لئے اس سے جاہلی خیال کی اور بھی تائید ہوتی تھی، اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ گہن حضرت ابراہیم کے

انتقال کی وجہ سے ہوا، صلوٰۃ الکسوف میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ ایک رکوع سے پڑھنا چاہئے یا ایک سے زائد رکوع کے ساتھ حنفیہ کا مسلک ایک ہی رکوع کا ہے اس حدیث سے ان کی تائید ہوتی ہے باقی علمی بحث اور فریقین کے دلائل اس جگہ سے مناسبت نہیں رکھتے۔

(۴) حدثنا محمو بن غیلان حدثنا ابو احمد حدثنا سفین عن عطاء بن السائب عن عکرمة عن ابن عباس قال اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنَةٌ[۱] لَهٗ تَقْضِیُّ[۲] فَاحتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَاتَتْ وَهِیَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَاحَتْ اُمُّ اَيْمَنَ[۳] فَقَالَ يَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَبْكِيْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَالَتْ اَلَسْتُ اَرٰكَ تَبْكِیْ[۴] قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ اَبْكِیْ اِنَّمَا هِیَ رَحْمَةٌ اِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اِنَّ نَفْسَهٗ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ وَهُوَ

[۱] ابنة قیل لا یحملوا هذا الحدیث عن اشکال لان المراد بنته حقیقة کما هو ظاهر اللفظ فهو مشکل لان لرباب السیر والحدیث اتفقوا علی ان بناته صلی اللّٰه علیه وسلم کلهن متن فی الکبر واما ان ایراد ابنة احدی بناته فیکون الاضافة مجازیة وهو لیس ببعید لکن لم ینقل ان ابنة احدی بناته ماتت فی اصغر الا مافی مسند احمد عن اسامة قال اتی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بامامة بنت ابی العاص عن زینب بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهو فی النزع لکنه اشکل ایضًا بان اهل التاریخ قالوا ان امامة عاشت بعده علیه السلام حتی تزوجها علیؓ ولذا حملوا روایة احمد علی انها اشرفت علی الموت ثم عافاها اللّٰه ببرکة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وهو مختار الحافظ فی الفتح قالوا وقع الوهم فی حدیث الباب والمراد به احد بنیه فانهم ماتوا صغارًا فی حیاته صلی اللّٰه علیه وسلم او المراد ابن بعض بناته قال القاری وهو الظاهر ففی الاسباب المیلادی ان عبد اللّٰه بن عثمان من رقیة مات فی حجره صلی اللّٰه علیه وسلم فبکی وقال انما یرحم اللّٰه من عباده الرحماء وفی مسند البزار عن ابی هریرة قال ثقل ابن لفاطمة فبعث الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الحدیث وللبخاری عن اسامة قال ارسلت بنت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الیه ان ابنا لی قبض فائتنا الحدیث .

[۲] تقضی بفتح التاء وکسر الضاد المعجمة یرید ان تموت من القضاء وهو الموت وقیل اصل قضی مات فاستعماله ههنا للاشراف علی الموت مجاز .

[۳] هی حاضنة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ومولاته ورثها من ابیه واعتقها حین تزوج خدیجة وزوجها لزید مولاه فولدت له اسامة . ق

[۴] تبکی ولا ینافی قول عائشة ما بکی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی میت قط وانما غایة حزنه ان یمسك لحیته لان المراد ما بکی اسفا بل رحمة قاله القاری قلت بل ما بکی صیاحًا بل اسال دمعًا .

يَحْمَدُ اللّٰهَ تَعَالٰى.

حل لغات: تَقْضِيْ (علیٰ کے ساتھ) (ض) مص قَضَاءً مرنا، یہاں موت کا قریب ہونا مراد ہے، قرآن میں ہے "فَوَكَزَهُ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ" اِحْتَضَنَ (افتعال، ن) گود میں لینا، سینے سے لگانا، حِضْنٌ بمعنی گود۔ مَاتَتْ (ن) مرنا، وفات پانا سمع سے بھی آتا ہے قرآن پاک میں ماضی سمع سے اور مضارع (ن) سے استعمال ہوا ہے "أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا" صَاحَتْ (ض) چیخنا، بلند آواز سے رونا، شور مچانا، چلانا۔ تُنْزَعُ فعل مضارع مجہول (ض) اکھاڑنا، نکالنا، کھینچنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی قریب الوفات تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گود میں اٹھایا اور اپنے سامنے رکھ لیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی رکھے رکھے ان کی وفات ہوگئی، ام ایمن (جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی تھی) نے چلا کر رونا شروع کر دیا حضور نے فرمایا کیا اللہ کے نبی کے سامنے ہی چلا کر رونا شروع کر دیا (چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی آنسو ٹپک رہے تھے اس لئے) انہوں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تو رو رہے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ یہ رونا ممنوع نہیں، یہ اللہ کی رحمت ہے (کہ بندوں کے قلوب کو نرم فرمائیں اور ان میں شفقت و رحمت کا مادہ عطا فرمائیں) پھر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ مؤمن ہر حال میں خیر ہی میں رہتا ہے حتی کہ خود اس کا نفس نکالا جاتا ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی حمد کرتا ہے۔

تشریح: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ قصہ کس صاحبزادی کا ہے، محدثین اور مؤرخین کی تحقیق کے موافق صاحبزادیوں میں سے کسی کا بھی یہ واقعہ نہیں بنتا بلکہ دھیوتی یا دھیوتے کا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی سے صاحبزادہ کا ہو کہ بواسطہ اولاد کے واقعات میں اس قسم کے حالات پیش آئے ہیں جس کا بھی واقعہ ہو، اس جگہ مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا بیان کرنا ہے کہ سنگدلی شفقت کے خلاف ہے اور اولاد کے ساتھ فطری محبت نہ نبوت کے منافی ہے نہ ولایت کے بلکہ نرم دلی ممدوح ہے۔

⑤ حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیٰن عن عاصم بن عبید اللّٰه عن القاسم بن محمد عن عائشة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مُظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ[1] وَهُوَ يَبْكِىْ اَوْقَالَ وَعَيْنَاهُ تُهَرْقَانِ[2].

حل لغات: قَبَّلَ مص تَقْبِيْلٌ (تفعیل) بوسہ لینا، چومنا۔ تُهَرْقَان (افعال، ف) آنسو بہانا، گرانا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کی پیشانی کو ان کی وفات کے بعد بوسہ دیا، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو ٹپک رہے تھے۔

تشریح: یہ جلیل القدر صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، ابتداء اسلام میں تیرہ نفر کے بعد مسلمان ہوئے تھے اول حبشہ کو ہجرت کی اس کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت کی، بڑے عابد زاہد تھے، شراب پینا جب جائز تھا، جب بھی انہوں نے اس کا استعمال ترک کر رکھا تھا، مہاجرین میں سب سے پہلے ان کی ہی وفات ہوئی ہے، شعبان ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے۔

⑥ حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا ابوعامر حدثنا فليحٌ[3] وهو ابن سليمان عن هلال بن علّى عن انس بن مالك قال شَهِدْنَا ابْنَةً[4] لِرَسُوْلِ

---

[1] وفی کتاب الوفاء لابن الجوزی عن عائشة قالت لما مات عثمان بن مظعون کشف النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الثوب عن وجهه وقبل بین عینیة ثم بکی طویلاً فلما رفع عن السریر قال طوبی لك یا عثمان لم تلبسك الدنیا ولم تلبسها .ق

[2] بضم التاء وفتح الهاء وسکونها مضارع مبنی للمفعول قال العصام فیه لغتان فتح الهاء علی انها عوض عن الهمزة وحینئذ ماضیه هراق وسکون الهاء علی انها زیدت والماضی اهراق وروایة الکتاب علی الوجهین .ق

[3] بضم فاء وفتح لام وسکون تحتیة فحاء مهملة .ق

[4] هی ام کلثوم کما رواه الواقدی عن فلیح بهذا الاسناد وکذا اخرجه ابن سعد فی الطبقات فی ترجمة ام کلثوم ووهم من قال انها رقیة لانها دفنت والنبی صلی اللّٰه علیه وسلم ببدر والقول بانها بنت له صغیرة غیرهما رد بانه لم یثبت وبالاول جزم الحافظ فی الفتح وذکر له الشواهد ورد القولین الآخرین .

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ اَفِيْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ[1] اللَّيْلَةَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَا قَالَ انْزِلْ فَنَزَلَ[2] فِيْ قَبْرِهَا.

حل لغات: تَدْمَعَان (س،ف) آنسو بہانا، اور استفعال سے بھی اسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ يُقَارِفْ (مفاعلت) جماع کرنا، قریب ہونا (س) قریب ہونا۔ قَبْرٌ (ج) قُبُوْرٌ دفن ہونے کی جگہ، قبر، مدفن (ن،ض، افعال) دفن کرنا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی (ام کلثوم) کی قبر پر تشریف فرما تھے اور آپؐ کے آنسو جاری تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ قبر میں وہ شخص اُترے جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو، ابوطلحہؓ نے عرض کیا کہ میں ہوں، حضورؐ کے فرمانے سے وہ قبر میں اُترے۔

تشریح: کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض تھی کہ وہ باوجود یکہ ان کی بیوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سخت بیمار تھیں حتی کہ اُسی دن انتقال ہوگیا اس کے باوجود وہ اس شب میں اپنی ایک باندی کے ساتھ مشغول رہے، بعض علماء نے لم يقارف کا ترجمہ صحبت نہ کرنے کا نہیں کیا بلکہ گناہ نہ کرنے کا کیا ہے

---

[1] بقاف وفاء زاد ابن المبارك عن فليح اراه يعنى الذنب ذكره البخارى عنه تعليقا وقيل معناه لم يجامع الليلة وبه جزم ابن حزم ويقويه ما فى رواية بلفظ لا يدخل القبر احد قارف اهله البارحة فتنحى عثمان وحكى عن الطحاوى انه قال لم يقارف تصحيف والصواب لم يقاول اى لم ينازع غيره الكلام لانهم كانوا يكرهون الحديث بعد العشاء وتعقب بانه تغليط للثقة بغير مستند وكانه استبعدان يقع لعثمان ذلك لحرصه على مراعاة الخاطر الشريف ويجاب عنه باحتمال ان يكون مرض المراة طال واحتاج عثمان الى الوقاع ولم يظن انها تموت تلك الليلة وليس فى الخبر مايقتضى انه واقع بعد موتها بل ولاحين احتضارها . فتح البارى

[2] قوله فنزل فى قبرها يشكل عليه نزول الاجانب فى قبر المرأة مع وجود المحرم ويمكن ان يجاب عنه بانه لامحظور فيه الا ترك الاستحباب كما صرح به ابن نجيم فى البحر وترك الاستحباب لمثل هذا التنبيه الذى كان مقصودا هناك مما لا استبعاد فيه مع انه يحتمل ان يكون بعض الاعذار هناك فى المحارم وان كان المقصود بيان الجواز فلا اشكال .

اور بعض علماء نے بات نہ کرنے کا ترجمہ کیا ہے کہ عشاء کے بعد بات کرنا پسند نہ تھا مشہور معنی پہلے ہیں، اور تعریض میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ تعلقات کی قوت پر شکایت ہوتی ہے، حضرت عثمانؓ کا یہ فعل بضرورت ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور پھر موت کا حال کس کو معلوم ہو سکتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی غالباً لطیف تنبیہ تھی نہ کہ عتاب، اور عجب نہیں کہ تنبیہ کی غرض یہ ہو کہ حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اہم تھا کہ اللہ جل شانہٗ کے حکم سے ہوا تھا حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی بیوی کا جب انتقال ہوا تو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے مرتی رہتیں تو میں سب کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کرتا، یہ جبرئیلؑ کہہ رہے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کروں ایسی صورت میں ام کلثومؓ جیسی بیوی کی بیماری یقیناً لطیف تنبیہ اور تعریض کے مناسب تھی۔ واللہ اعلم۔

بَاب مَا جاء فی فراشِ رسول اللّٰہ صَلی اللّٰہ علیہ وسلم

باب اُن روایات کا ذکر جو حضور اقدس ﷺ کے بستر کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے وہ ان روایات سے معلوم ہوگا جو مصنفؒ نے اس میں ذکر فرمائی ہیں اور ہم اُمتیوں کے قالینوں اور فرشوں کا کیا حال ہے وہ نگاہوں کے سامنے ہے مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا علی بن حجر حدثنا علی بن مسہرؒ عن ہشام بن عروۃ عن

۱؎ الفراش بکسر الفاء ما یبسط الرجل تحته ویجمع علی فرش بضمتین فعال بمعنی مفعول کلباس بمعنی ملبوس.

۲؎ بضم میم وسکون سین مهملة وکسرها.

ابیه عن عائشة قالت اِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِىْ يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ[1] حَشْوُهٗ[2] لِيْفٌ.

حل لغات: اَدَمٌ مص چمڑا، چرم (س) گندم گوں ہونا۔ حَشْوٌ مص کسی چیز کا بھراؤ، وہ شئ جس سے کوئی دوسری شئ بھری جائے (ن) تکیہ وغیرہ بھرنا۔ لِيْفٌ لِيْفَة کی جمع، کھجور کے درخت کی چھال (تفعیل) بہت چھال والا ہونا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ کبھی چمڑہ کا ہوتا تھا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کبھی صرف ٹاٹ کا جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے کبھی صرف بوریا ہوتا تھا، متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ صحابہؓ جب نرم بسترہ بنانے کی درخواست کرتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمادیا کرتے تھے کہ مجھے دنیاوی راحت وآرام سے کیا کام میری مثال تو اس راہ گیر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستہ میں ذرا آرام لینے کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا ہو اور تھوڑی دیر بیٹھ کر آگے چل دیا ہو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت آئیں انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ دیکھا کہ عباء بچھا رکھا ہے، انہوں نے واپس جا کر ایک بسترہ تیار کیا جس کے اندر اون بھر رکھی تھی اور حضور اکرمؐ کے لئے میرے پاس بھیج دیا، حضور اکرمؐ تشریف لائے اس کو رکھا ہوا دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری عورت آئی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھ کر یہ بنوا کر بھیجا ہے، حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو واپس کردے، مجھے وہ اچھا معلوم ہوتا تھا اس لئے دل نہ چاہتا تھا کہ واپس کروں مگر حضور اکرمؐ نے اصرار فرمایا اور یہ ارشاد

---

[1] بفتحتين جمع اديم وهو الجلد المدبوغ او الاحمر او مطلق الجلد على ما فى القاموس .ق

[2] بالفتح اى محشوه والضمير للفراش وقيل للادم باعتبار اللفظ وان كان معناه جمعًا به جزم المناوى وغيره ورده القارى بانه انما يصح لو كان الادم اسم جمع وحيث انه جمع فلا مطابقة بين الضمير والمرجع .

فرمایا کہ واللہ اگر میں چاہوں تو حق تعالیٰ شانہٗ میرے لئے سونے اور چاندی کے پہاڑ چالو کردیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر میں نے اس کو واپس کردیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریئے پر آرام فرمارہے تھے جس کے نشانات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر پر ظاہر ہورہے تھے، میں یہ دیکھ کر رونے لگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہوئی کیوں رورہے ہو میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ قیصر وکسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر سوئیں آپؐ اس بوریئے پر، حضورؐ نے فرمایا رونے کی بات نہیں ہے ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے، حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی ایک مرتبہ اس قسم کا واقعہ پیش آیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی نوع کے سوال جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئے جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں ہے۔

(۲) حدثنا ابوالخطاب زياد بن يحيى البصرى حدثنا عبدُاللّٰه[1] بن ميمون حدثنا جعفرٌ[2] بن محمد عن ابيه قال سُئِلَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِكِ قَالَتْ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ مِنْ لِيْفٍ وَسُئِلَتْ حَفْصَةُ مَا كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِكَ قَالَتْ مِسْحًا نَثْنِيْهِ[3] ثِنْيَتَيْنِ[4] فَيَنَامُ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَانَ ذَاتُ لَيْلَةٍ قُلْتُ لَوْ ثَنَيْتُهٗ اَرْبَعَ ثِنْيَاتٍ كَانَ اَوْطَاَلَهٗ فَثَنَيْنَاهُ بِاَرْبَعِ ثِنْيَاتٍ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مَا فَرَشْتُمُوْلِيْ اللَّيْلَةَ قَالَتْ قُلْنَا هُوَ فِرَاشُكَ اِلَّا اَنَّا ثَنَيْنَاهُ بِاَرْبَعِ ثِنْيَاتٍ قُلْنَا هُوَ اَوْطَا لَكَ قَالَ رُدُّوْهُ لِحَالَتِهِ الْاُوْلٰى فَاِنَّهٗ مَنَعَتْنِيْ وَطَاَتُهٗ صَلٰوتِي اللَّيْلَةَ.

---

[1] عبد اللّٰه بن ميمون بن داؤد القداح فما فى المصرية عبد اللّٰه بن مهدى غلط .

[2] جعفر الصادق الامام المشهور وابوه الامام محمد الباقر لكن الحديث منقطع لانّه لم يلق حفصًا ولا عائشة . قارى

[3] بصيغة المتكلم مع الغير المبنى للفاعل من الثنى من باب ضرب يقال ثناه عطفه ورد بعضه على بعض .

[4] ثنيتين وفى رواية ثنيين بدون الثاء بكسر الثاء فيهما فالاولى تثنية ثنية كسدرة والثانية تثنية ثنى كحمل اى نعطفه عطفا يحصل منه طاقان .

حل لغات: مِسْحًا (ج) اَمْسَاحٌ بوریہ، ٹاٹ۔ نَثْنِي (ض) ڈبل کرنا، دوہرا کرنا۔ اَوْطَأُ اسم تفضیل، بہت زیادہ نرم، ملائم (ک) نرم ہونا (تفعیل) نرم کرنا۔ فَرَشْتُمْ (ن،ض) فرش بچھانا، بستر بچھانا، پھیلانا، کشادہ کرنا۔ رُدُّوْا (ن) واپس کرنا، رد کرنا، لوٹانا۔

ترجمہ: امام محمد باقرؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپؐ کے یہاں حضورؐ کا بسترہ کیسا تھا انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی، حضرت حفصہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپؐ کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ کیسا تھا، انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے، ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے گا میں نے ایسی ہی بچھا دیا، حضور اکرمؐ نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی، میں نے عرض کیا کہ وہی روز مرہ کا بسترہ تھا رات کو اسے چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کو پہلے ہی حال پر رہنے دو اس کی نرمی رات کو مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔

تشریح: یعنی تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی یا معمول کے لحاظ سے دیر میں کھلی کہ نرم بسترہ پر نیند گہری آتی ہے اور زیادہ آتی ہے، اور اگر کھردری چارپائی ہو اول تو نیند ہی غفلت سے نہیں آتی دوسرے آنکھ بھی جلدی ہی کھل جاتی ہے۔

☆☆☆

بَاب مَا جاء فی تواضعؔ رسُول اللّٰہ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب ان روایات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کثرت تواضع فرمانے کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ متواضع تھے، صوفیہ کہتے ہیں کہ حقیقتاً تواضع تجلی شہود کے دوام بغیر حاصل نہیں ہوتی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زائد ہیں اس لئے ان کا احاطہ تو کیسے ممکن ہوسکتا ہے تاہم نمونۃً مصنفؒ نے کچھ ذکر فرمائے ہیں ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اُس کا کام تقسیم فرمالیا ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا کیا دوسرے نے کھال نکالنا، کسی نے پکانا، حضورؐ نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کام ہم لوگ خود کرلیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کرلو گے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز ہوں اور اللہ جل جلالہٗ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے، ایسے ہی اور سیکڑوں واقعات ہیں، اس باب میں مصنفؒ نے تیرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

---

① حدثنا احمد بن منیع وسعید بن عبدالرحمٰن المخزومی وغیر واحد قالوا حدثنا سفیٰن بن عیینة عن الزهری عن عبیدؔ اللّٰہ عن عبداللّٰہ بن عباسؓ عن عمر بن الخطاب قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

ؔ التواضع هو التذلل یقال وضع الرجل یوضع صار وضیعا ووضع منه فلان ای حط من درجته وضعضعه الدهر فتضعضع ای خضع وذل وقال الحافظ العسقلانی التواضع مشتق من الضعة بکسر اوله وهی الهوان والمراد من التواضع اظهار التنزل عن المرتبة یراد تعظیمه وقیل هو تعظیم من فوقه لفضله

ؔ قال العلماء کان حق المصنف ان یعینه لان المسمی به فی الرواة کثیرون لکن فی البخاری انه عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن عتبة بن مسعود قاله البیجوری .

وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ[1] كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُه.

حل لغات: تُطْرُوْا (ن، افعال) تعریف میں مبالغہ کرنا، بے حد مدح کرنا۔ تَوَاضُع (تفاعل) پست ہونا، عاجز ہونا، خاکسار ہونا۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میری ایسی تعریف مبالغہ آمیز حد سے فزوں نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (کہ اللہ کا بیٹا ہی بنا دیا) میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

تشریح: یعنی ایسی کوئی تعریف نہ کرو جو بندگی کے منافی ہو اس میں رب کے ساتھ شرکت پائی جاتی ہو کہ بندہ بہر حال بندہ ہے اسی طرح کوئی ایسی تعریف نہ کرو جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اللہ کا قاصد ہونے کے خلاف ہو۔

---

(۴) حدثنا علی بن حجر حدثنا سوید بن عبدالعزیز عن حمید عن انس بن مالك اَنَّ امْرَاَةً[2] جَاءَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ

---

[1] بضم اوله من الاطراء وهو المبالغة فی المدح كما بالغت النصاری فی مدح نبیه فجعله بعضهم الٰهًا وبعضهم ابن اللّٰه فحرفوا قوله فی الانجیل عیسٰی نبی وانا ولدته بتشدید اللام فجعلوا الاول بنی بتقدیم الموحدة وخففوا اللام فی الثانی والی ذلك اشار صاحب البردة فی قوله ـ دع ما ادعته النصاری فی نبیهم ☆ واحكم بما شئت مدحًا فیه واحتكم.

[2] ای ملكه یتصرف فی بما شاء وكیف شاء فلا خروج عن دائرة العبودیة بوجه كسائر العباد فالاضافة للعهد الذهنی والقصر قصر القلب او اضافی فلا ینافی ان له اوصاف غیر العبودیة .م

[3] ای لا تقولوا فی حقی شیئًا ینافی العبودیة والرسالة فلا ینافی القول بانه سید ولد آدم .

[4] وكان فی عقلها شئ كما فی روایة مسلم قال الحافظ العسقلانی لم اقف علی اسم المرأة وقال میرك رأیت فی كلام بعض من كتب الحواشی علی كتاب الشفاء ان اسم المرأة المذكورة فی مسلم ام زفر ماشطة خدیجة واظنه سهوًا فان ام زفر لیست من الانصار وروایات البخاری صریحة فی انها انصاریة اللهم الا ان یقال ان المذكورة فی روایة مسلم غیر المذكورة فی روایة البخاری لكن الظاهر اتحاد القصة كما هو الظاهر من سیاق الروایات .ق

لِیْ اِلَیْكَ حَاجَةً فَقَالَ اجْلِسِیْ فِیْ اَیِّ طَرِیْقِ[1] الْمَدِیْنَةِ شِئْتِ اَجْلِسْ[2] اِلَیْهِ.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کسی عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کچھ تخلیہ میں عرض کرنا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی سڑک کے راستہ پر بیٹھ جائیں وہیں آ کر سن لونگا۔

تشریح: بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ عورت کچھ بے عقل سی تھیں اس کے باوجود ان کی باتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ راستہ میں بیٹھنے کا ارشاد اس لئے تھا کہ اجنبیہ کے ساتھ تنہائی نہ ہو، اور بعض نے لکھا ہے کہ چونکہ ان کی عقل میں کچھ فتور تھا اس لئے ظاہر یہ ہے کہ گلی کوچوں میں پھرتی رہتی ہونگی اس لئے حضور اکرمؐ نے وہیں تشریف لے جا کر بات سننے کو ارشاد فرمادیا، بندہ کے نزدیک بعید نہیں کہ ایسی عورتوں کو زنانہ مکان پر بلانے میں مستورات کو دقتیں اور مشکلات پیش آیا کرتی ہیں جیسا کہ بسا اوقات مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑک ہی پر بات سن لی۔

③ حدثنا علی بن حجر حدثنا علی بن مُسْهِر عن مسلم الاعور عن انس بن مالك قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَكَانَ يَوْمَ بَنِیْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيْفٍ عَلَيْهِ اِكَافٌ مِنْ لِيْفٍ.

حل لغات: يَعُوْدُ (ن) مص عَوْدًا ، عِيَادَةً عیادت کرنا، بیمار پرسی کرنا، تیمارداری کرنا۔ يَشْهَدُ (س) حاضر ہونا، شریک ہونا۔ يَرْكَبُ (س) سوار ہونا، سواری پر چڑھنا، سواری پر بیٹھنا۔ اَلْحِمَارُ (ج) حُمُرٌ حَمِيْر گدھا۔ يُجِيْبُ مص اِجَابَةً قبول کرنا، جواب دینا۔ مَخْطُوْمٌ اسم مفعول، نکیل لگا ہوا جانور، خِطَامٌ

---

[1] ای فی ای طریق فی المدینة فالاضافة للطریق بمعنی فی لان طریق الشئ ما یوصل الیه او فی ای طریق من طرق المدینة ای سکة من سککها کما فی روایة لمسلم وقیل المعنی فی ای جزء من اجزاء الطریق .م

[2] بصیغة المتکلم وحده مجزوم فی جواب الامر ای اقعدانا ایضا فی ذلك الطریق متوجهًا الیك .ق م

بمعنی نکیل، مہار (ض) نکیل لگانا۔ حَبْلٌ (ج) حِبَالٌ حُبُوْلٌ رسّی، باندھنے کی چیز (ن) رسّی سے باندھنا۔ اِکَافٌ (ج) اُکُفٌ، اَکِفَّۃٌ پالان، کاٹھی اَکَّفَ (تفعیل) پالان باندھنا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے تھے، جنازوں میں شرکت فرماتے تھے گدھے پر سوار ہو جاتے تھے غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے، آپؐ بنو قریظہ کی لڑائی کے دن ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پھٹوں کی تھی اور کاٹھی بھی اُسی کی تھی۔

تشریح: عرب میں گدھوں کی ایک خاص قسم ہے جو حبشہ میں یہاں کے موٹے خچروں سے بڑے ہوتے ہیں اور تیز اس قدر کہ معمولی ٹٹوؤں سے تیز ہوتے ہیں دو دو تین تین آدمی ان پر بے تکلف بیٹھ جاتے ہیں وہ یہاں کے معمولی گھوڑوں سے بہتر ہوتے ہیں ممکن ہے کہ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں بھی یہی ہوں لیکن گھوڑوں کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ کی سواری شمار ہوتی ہے، یہی مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس عزت و رفعت کے جو دو جہاں کی سرداری سے حاصل تھی گدھے کی سواری سے استنکاف نہ تھا اسی طرح مریضوں کی عیادت جس درجہ کا بھی بیمار ہو شریف ہو یا کوئی معمولی آدمی ہو حتی کہ غیر مسلموں تک کی عیادت بھی فرمایا کرتے تھے، ایک یہودی لڑکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا کرتا تھا کوئی خدمت بھی کبھی کر دیتا تھا وہ بیمار ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی عیادت کو تشریف لے گئے اس کا آخری وقت تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کے طور پر اپنا حق ادا فرمایا اور اس کو اسلام کی تبلیغ فرمائی اس نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا اُس نے اجازت دے دی اور وہ مسلمان ہو گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ہی حمد کا سزاوار ہے جس نے میری وجہ سے اس کو عذاب جہنم سے بچا دیا، یہی نہیں بلکہ راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی عیادت کے لئے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حالانکہ اُس سے بہت سی اذیتیں پہنچی تھیں، اسی طرح معمولی معمولی جنازوں میں بھی شرکت کے متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں۔

④ حدثنا واصل بن عبدالاعلی الکوفی حدثنا محمد بن فضیل عن الاعمش عن انس بن مالك قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعٰى اِلٰى خُبْزِ الشَّعِيْرِ وَالْاِهَالَةِ[1] السَّنِخَةِ[2] فَيُجِيْبُ وَلَقَدْ[3] كَانَتْ لَهٗ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ فَمَا وَجَدَمَا يَفُكُّهَا حَتّٰى مَاتَ.

حل لغات: يُدْعٰى فعل مضارع مجہول (ن) بلانا، پکارنا، دعوت کرنا۔ خُبْزٌ (ج) اَخْبَاز روٹی، چپاتی (ض) روٹی بنانا، روٹی کھلانا۔ اِهَالَة پگھلی ہوئی چربی، ہر وہ روغن جس کو بطور سالن استعمال کیا جائے۔ سَنِخَةٌ بدبودار، سڑی ہوئی چیز (س) بگڑنا، خراب ہونا، متغیر ہونا۔ دِرْعٌ (ج) دُرُوْعٌ، اَدْرُعٌ، اَدْرَاعٌ زرہ۔ يَفُكُّ (ن) مص فِكَاكًا چھڑانا، الگ کرنا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ ہی کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ جَو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت کئے جاتے تو آپؐ (اس کو بھی بے تکلف) قبول فرمالیتے، آپؐ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی، اخیر عمر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس کے چھڑانے کے لائق دام نہیں ہوئے۔

تشریح: چکنائی میں پرانی ہونے کی وجہ سے بُو کا اثر بھی آجاتا ہے یہ بات کہ دعوت جَو کی روٹی اور پرانی چکنائی کی ہے دعوت کرنے والے کی حالت اور تجربہ سے معلوم ہوجاتی یا ان کی تصریح سے یہ بات معلوم ہونے کے باوجود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قبول فرمانے میں کوئی عذر نہ فرماتے، اخیر واقعہ قرض کا اتفاقاً ذکر کردیا گیا کہ اس حدیث میں تھا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ بھی غایت تواضع کی وجہ سے تھا اور فقر کے تمام ہی حالات اسی وجہ سے تھے ورنہ اللہ جل شانہٗ نے آپ کو اختیار دیا تھا کہ

---

[1] بكسر الهمزة كل شئ من الادهان مما يوتدم او يختص بما اذيب من الالية والشحم وقيل الدسم الجامد.

[2] بفتح السين المهملة وكسر النون فالخاء المعجمة المتغيرة الريح من الطعام بطول المكث.

[3] ذكر هذه القصة لا تمام الحديث لا لبيان التواضع وقيل بل فيها غاية التواضع لانه صلى الله عليه وسلم لو سال مياسير الصحابة فى رهن درعه لرهنوها على اكثر من ذلك فاذا تركهم وسال يهوديا ولم يبال بان منصبه الشريف يابى ان يسال مثل يهودى فى ذلك دل على غاية تواضعه.

بندگی کے ساتھ رسول بننا چاہتے ہو یا بادشاہت کے ساتھ حضورؐ نے خود ہی پہلی صورت کو پسند فرمایا۔

⑤ حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابوداؤد الحفریّ[1] عن سفین عن الربیع بن صبیح عن یزید[2] بن ابان عن انس بن مالك قال حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ[3] عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ لَا تُسَاوِىْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَآءَ[4] فِيْهِ وَلَا سُمْعَةَ[5].

حل لغات: رَحْلٌ (ج) رِحَالٌ کاٹھی، پالان، کجاوہ (س) کوچ کرنا، سفر کے لئے نکلنا۔ رَثٌّ (ج) رَثَاثٌ ردّی سامان، گھٹیا چیز، بیکار (ض) بوسیدہ ہونا، خراب ہونا۔ قَطِيْفَةٌ (ج) قُطُفٌ ، قَطَائِفُ چھورے دار چادر، معمولی کپڑا مراد ہے (ض) کاٹنا۔ تُسَاوِيْ (مفاعلت) برابر ہونا، مساوی ہونا (تفعیل) برابر کرنا۔ رِيَاءٌ مص دکھاوا (ف) دیکھنا (افعال) دکھانا۔ سُمْعَةٌ شہرت، وہ کام جو سنانے کے لئے کیا جائے (س) سننا (افعال) سنانا۔ حَجَّ (ن) حج کرنا، قصد کرنا (مقامات مخصوصہ کی زیارت کا قصد کرنا)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا، اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو چار درم کا بھی نہیں ہوگا، (یہ ممکن ہے کہ اس پر سے مراد حضورؐ کی ذات والا ہو یعنی آپؐ ایک معمولی سی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو چار درم کی بھی نہیں تھی بعض فضلائے درس کے نزدیک یہ

---

[1] الحفری بفتح المهملة والفاء تقدم بیانه فی باب تعطره علیه السلام .

[2] تکلموا علی الحدیث لاجل یزید بن ابان والربیع بن صبیح کما بسطه شراح الشمائل وذکروا له شواهد فارجع الیها لو شئت التفصیل .

[3] بفتح راء وتشدید مثلثة ای خلق وبال . ق

[4] قال المناوی ای علی رسول الله صلی الله علیه وسلم او علی الرحل وجزم القاری بالثانی وقال لا علی الرسول صلی الله علیه وسلم مما توهمه الحنفی .

[5] قال المناوی الریاء العمل لغرض مذموم کأن یفعل لیراه الناس والسمعة ما یعمل لیسمع الناس ویصیر به مشهورًا فیکرم ویعظم جاهه فی قلوبهم قال القاری والتحقیق انهما متغائران باعتبار اصل اللغة من حیث الاشتقاق وان کان یطلق احدهما علی الآخر تغلیباً .اهـ

مطلب زیادہ پسندیدہ ہے لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک پہلا مطلب زیادہ راجح ہے اور اس باب کی گیارہویں حدیث اس کی تائید کرتی ہے) اور حضورؐ یہ دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ اس حج کو ایسا حج فرمایئے جس میں ریا اور شہرت نہ ہو۔

تشریح: یہ دعا امت کی تعلیم کی غرض سے تھی یا حضور اقدسؐ کے کمال تواضع اور غایت عبودیت کی وجہ سے تھی کہ باوجود یکہ ریا وشہرت کا احتمال بھی حضورؐ کے فعل میں نہ تھا لیکن پھر بھی حضورؐ اس کی دعا فرمارہے ہیں اور اللہ جل شانہ سے یہ مانگ رہے ہیں کہ اس حج کو ریا وشہرت سے محفوظ رکھ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر یا پالان پر جو کپڑا تھا وہ اس قدر معمولی کہ ایک روپیہ قیمت کا بھی نہ تھا یہ بھی اسی غایت تواضع کا اثر تھا جو نبی کریم ﷺ کی عام عادت تھی گو بعض مصالح سے بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیش قیمت لباس پہننا بھی ثابت ہے، لیکن عام عادت یہی تھی۔

---

(۶) حدثنا عبداللّٰه بن عبدالرحمٰن حدثنا عفان حدثنا حمّاد بن سلمة عن حُميد عن انس قال لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ

لہ قيل هذا مشكل لان الاحيية لا تقتضى القيام لان الولد احب الى الوالد ولا يقوم له واجيب بان الولد لو كان له فضل يقتضى القيام له سن للاب القيام له كما صرحوا ورد بان الناس اتفقوا على استحسان قيام الوالد للولد وان عظم قلت ولو سلم فان هذا القيام ايضا لفضله ولذا قالوا لو كان له فضل يقتضى القيام له فالاوجه فى الجواب ان المحبة اذا كانت ناشئة عن الفضيلة تقتضى القيام على وجه الكرامة لا ان كانت المحبة طبعية او لغرض آخر.

لہ اختلفت الروايات فى اباحة القيام لآخر ومنعه كما بسط فى المطولات لاسيما فى فتح البارى واخرج ابوداؤد عن ابى هريرة كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يجلس معنا فى المسجد فاذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت ازواجه قال المناوى فيه دليل لما عليه محرر مذهب الشافعية النووى من ندب القيام لاهل الفضل والشرف اكراما واعظاما قد قام صلى اللّٰه عليه وسلم لعكرمة بن ابى جهل لما قدم عليه وكان يقوم لعدى بن حاتم كلما دخل عليه حسبما جاء ذلك فى خبرين وهما وان كانا ضعيفين يعمل بهما فى الفضائل وحكى القارى عن الامام الغزالى ان القيام مكروه على سبيل الاعظام لا على سبيل الاكرام وعن النووى ان القيام للقادم من اهل الفضل من علم او اصلاح او شرف مستحب وقد جاءت فيه احاديث ولم يثبت فى النهى عنه شئ صريح وعن القاضى عياض ان القيام المنهى عنه انما ذاك فيمن يقومون عليه وهو جالس ويمكثون قياما طول جلوسه اهـ قلت وفى الدر المختار عن الوهبانية يجوز بل يندب القيام تعظيما للقادم كما يجوز القيام ولو للقارى بين يدى العالم وحكى ابن عابدين عن مشكل الآثار القيام لغيره ليس بمكروه لعينه انما المكروه محبة القيام لمن يقام له. اهـ

لِذٰلِكَ.

حل لغات: كَرَاهِيَة مص ناپسندیدگی (س) ناپسند کرنا، برا سمجھنا (ک) قبیح وبدشکل ہونا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا، اس کے باوجود پھر بھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا۔

تشریح: یہ بھی نبی کریمؐ کی غایت تواضع پر مبنی تھا کہ باوجود اس علوشان اور رفعت اور دو جہان کی سرداری کے اس چیز کو حضور اکرمؐ پسند نہ فرماتے تھے اور اسی وجہ سے کبھی صحابۂ کرامؓ باوجود تقاضائے محبت کے حضور اکرمؐ کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ اس روایت کا مقتضا ہے اور کبھی بتقاضائے محبت کھڑے ہو جاتے تھے، چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے ساتھ باتیں کرتے تھے اور جب حضور اکرمؐ کھڑے ہو جاتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ حضور اکرمؐ دولت خانہ میں تشریف نہ لے جاتے، اسی طرح اس بارے میں بہت مختلف روایات کتب حدیث میں ہیں حتی کہ بعض روایات میں کھڑے ہونے کی سختی سے ممانعت ہے اور بعض روایات میں بعض آنے والوں کے لئے کھڑے ہونے کا حکم بھی ہے، اسی وجہ سے علماء اس کھڑے ہونے کے جواز اور عدم جواز میں مختلف ہو گئے ہیں اور اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے بلکہ کھڑے ہونے کے اسباب اور وجوہ مختلف ہیں اسی وجہ سے احادیث میں مختلف احکام ملتے ہیں، ابوالولید بن رشید کہتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے کھڑا ہونا چار طرح ہوتا ہے ۱ ناجائز ہے وہ ایسے شخص کے واسطے کھڑا ہونا ہے جو تکبر کی وجہ سے اس کو پسند کرتا ہو کہ جب وہ آئے لوگ کھڑے ہو جائیں ۲ مکروہ ہے وہ ایسے شخص کے لئے کھڑا ہونا ہے جو متکبر تو نہیں ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اُس کے ساتھ اگر ایسا معاملہ کیا

جائے تو اُس میں تکبر اور عجب پیدا ہو جائے ۳ جائز ہے وہ ایسے شخص کے لئے جہاں یہ اندیشہ نہ ہو ۴ مستحب ہے، وہ اس شخص کے واسطے کھڑا ہونا جو سفر وغیرہ سے آیا ہو اُس کے آنے کی خوشی میں کھڑا ہو جائے، امام نوویؒ کہتے ہیں کہ اہل علم، اہل فضل، اہل شرف کے آنے پر کھڑا ہونا مستحب ہے، قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ ممانعت اس قیام کی ہے جو بڑا آدمی بیٹھا رہے اور لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں چنانچہ ممانعت کی احادیث میں یہ ارشاد بھی ہے کہ ایسی طرح نہ کھڑے ہو جیسے کہ عجمی لوگ اپنے سرداروں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، حضرت گنگوہیؒ کی تحقیق جو والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے واسطے بذل المجہود میں نقل کی گئی ہے یہ ہے کہ فی حد ذاتہٖ کھڑا ہونا جائز ہے جب تک کہ کوئی عارض ایسا پیش نہ آئے جو اس کو ناجائز بنا دے، مثلاً اس شخص کا فتنہ میں پڑ جانا جس کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ اس میں تکبر وغیرہ امور پیدا ہو جانے سے اس کو دینی نقصان پہنچے، اسی طرح سے نفاق کے طور پر کھڑا ہونا کہ جس کے لئے کھڑا ہوا ہے اس کی کوئی وقعت اور عظمت دل میں نہ ہو ریا کاری اور نفاق کے طور پر کھڑا ہو کہ یہ صورتیں ناجائز ہیں اور ان میں بھی اگر کھڑے نہ ہونے کی صورت میں اس شخص کو خود کسی قسم کا جانی مالی یا آبرو کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے جائز ہوگا۔

⑦ حدثنا سفين بن وكيع حدثنا جُميع بن عمرؔ بن عبدالرحمٰن العجلیؔ حدثني رجل من بني تميم من ولد ابي هالة زوج خديجة يكني ابا عبدالله عن ابن ابي هالة عن الحسن بن علي رضي الله عنهما قال سَئَلْتُ خَالِيْ هِنْدَبْنَ اَبِيْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حُلْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَشْتَهِيْ اَنْ يَّصِفَ لِيْ مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا۳ مُفَخَّمًا يَتَلَالَأُ وَجْهُهٗ تَلَالُؤَ

۱ ابن عمر بلا واو وفی نسخة بالواو قال القاری صوابه عمیر بالتصغیر وتقدم فی مبدء الکتاب بیانه
۲ بکسر العین وسکون الحیم .ق
۳ فخما بسکون المعجمة وکسرها ای عظیما فی ذاتہٖ ومفخما ای معظما فی صفاته وفی النهایة ای عظیما معظما فی الصدور والعیون .ع

الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ[1] بِطُولِهِ قَالَ الْحَسَنُ فَكَتَمْتُهَا[2] الْحُسَيْنَ زَمَانًا ثُمَّ حَدَّثْتُهُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَمَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ وَوَجَدْتُهُ قَدْ سَأَلَ أَبَاهُ[3] عَنْ مَدْخَلِهِ[4] وَعَنْ مَخْرَجِهِ وَشَكْلِهِ[5] فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ الْحُسَيْنُ فَسَأَلْتُ أَبِي عَنْ دُخُولِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى مَنْزِلِهِ جَزَّءَ دُخُولَهُ ثَلٰثَةَ أَجْزَاءٍ جُزْءً لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَجُزْءً لِأَهْلِهِ وَجُزْءً لِنَفْسِهِ ثُمَّ جَزَّءَ جُزْئَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ فَيَرُدُّ ذٰلِكَ[6] بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَامَّةِ وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَكَانَ مِنْ سِيرَتِهِ فِي جُزْءِ الْأُمَّةِ إِيثَارُ أَهْلِ الْفَضْلِ بِأَذْنِهِ وَقَسْمُهُ[7] عَلٰى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِي الدِّينِ فَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَةِ وَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَتَيْنِ وَمِنْهُمْ ذُو الْحَوَائِجِ فَيَتَشَاغَلُ[8] بِهِمْ وَيَشْغَلُهُمْ[9] فِيمَا

---

[1] الحديث تقدم بهذا السند فی باب الخلق وبعضه فی باب کیف کان الکلام .

[2] ای لیختبر اجتهاده فی تحصیل العلم بحلیة جده او لیستمعه الحسین من هند فیعرفه باقصر اسناد او ینتظر ان یسأل ذلك الحسین فان التبلیغ بعد الطلبة ابلغ او کان ذلك الکتم اتفاقیا ورجحه عصام .م

[3] اباه وفی نسخة ابی وهو علی بن ابی طالبؓ. ق م

[4] ای طریق سلوکه حال کونه داخل بیته وعن اطوار خارج بیته قاله القاری وقال المناوی ای عن دخوله وخروجه بیته او عن حالة فیهما او عن زمانیهما ای زمن دخوله وخروجه .اهـ

[5] شکله بفتح اوله ای طریقه ای المسلوکة بین اصحابه فی مجلسه فهو اخص من مخرجه وقیل بکسر اوله حسن طریقته وهیئته قاله القاری .

[6] ذلك ای جزء الناس بسبب الخاصة وواسطتهم علی العامة وقال ابن الانباری فیه ثلثة اقوال الاول ان الخاصة تدخل علیه فی ذلك الوقت دون العامة فتستفید ثم تخبر العامة بما سمعت من العلوم والمعارف فکان صلی اللّٰه علیه وسلم یوصل العلوم الی العامة بواسطتهم ویدل علیه ما سیاتی یدخلون روادًا ویخرجون ادلة والثانی ان الباء فیه بمعنی من ای یرد علی العامة من جزء الخاصة والثالث ان یجعل العامة مکان الخاصة فیرد ذلك علی العامة بدلاً من الخاصة کذا نقله میرك والظاهر عندی الاول .

[7] بالفتح مصدر قسم ای قسم ذلك الجزء فیهم قال القاری والضمیر راجع الیه صلی اللّٰه علیه وسلم والمفعول مقدر ای ما عنده من خیری الدنیا والآخرة وجوز ان یکون للجزء الذی بینه وبین الناس .اهـ

[8] ای یجعل نفسه الشریفة مشغولة بهم .

[9] من الاشغال او بفتح الیاء والغین من الشغل قال الحنفی هذا اولی لانه قال فی التاج الاشغال لغة ردیة فی الشغل وقال الجوهری قد شغلت فلانا فلانا ولا تقل اشغلت لانها لغة ردیة وقال المجد فی القاموس اشغله لغة جیدة او قلیلة او ردیة قال القاری لو صحت الروایة بالضم لکفر من قال بالردیة . اهـ

يُصْلِحُهُمْ وَالْأُمَّةَ مِنْ[1] مَسْئَلَتِهِمْ عَنْهُ وَإِخْبَارِهِمْ بِالَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَيَقُوْلُ لِيُبَلِّغ الشاهِدُ منكم الغائِبَ وابلغونى حاجة من لا يستطيع ابلاغها فانه من ابلغ سلطانا حاجة من لا يستطيع ابلاغها ثبت اللّٰه قَدَمَيْهِ يوم القيـمة ولا يذكر عنده الا ذٰلكَ[2] ولا يَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ غَيْرَهُ يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا وَلَا يَفْتَرِقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ[3] وَيَخْرُجُوْنَ اَدِلَّةً يَعْنِيْ عَلَى الْخَيْرِ قَالَ فَسَاَلْتُهُ عَنْ مَخْرَجِهٖ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْزُنُ[5] لِسَانَهُ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنَفِّرُهُمْ[6] وَيُكْرِمُ كَرِيْمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ وَيَحْذَرُ[7] النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ[8] مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّطْوِيَ عَلٰى اَحَدٍ مِنْهُ بِشْرَهٗ[9] وَلَا خُلُقَهٗ وَيَتَفَقَّدُ[10] اَصْحَابَهٗ وَيَسْاَلُ النَّاسَ عَمَّا[11] فِيْ

---

[1] قال الحنفی بیان لما فی قوله ما یصلحهم یعنی ان ما یصلحهم والامة هو مسئلتهم عنه وتعقبه ابن حجر بان الاصوب ان من تعلیلیة والمعنی من اجل سوالهم ایاه عنه قال المناوی وفی نسخة عنهم ای عن احوالهم .

[2] الا ذلك ای ما یذکر من حاجات الناس والمحتاج الیه وقوله ولا یقبل الخ بمنزلة تاکید لما تقدم والمعنی لا یذکر عنده الا ما یفیدهم فی دینهم او دنیاهم دون مالا ینتفع بها فانها لاتذکر عنده غالبًا . ق

[3] بضم فتشدید جمع رائد بمعنی طالب ای طالبین للمنافع فی دینهم ودنیاهم .

[4] ذواق بفتح اوله فعال بمعنی مفعول ای عن مطعوم حسی علی ما هوالاغلب او معنوی من العلم وغیره فانه یقوم لروح مقام الطعام للجسد . ق

[5] یخزن بضم الزای وکسرها ای یحبس ویحفظ ویعنیه بفتح اوله ای یهمه .

[6] بتشدید الفاء ای لا یفعل بهم مایکون سببا لتفرقهم عنه لما عنده من العفو والصفح والرافة التی لا نظیر لها .

[7] یحذر ای یحذر بعض الناس من بعض ویامرهم بالحزم او یخوفهم من عذاب اللّٰه والیم عقابه قاله المناوی قال القاری ووقع فی بعض الروایات ویحذر الناس الفتن فان صح فهو وجه آخر اهـ قلت وعلی هذه المعانی کلها هو من التحذیر وضبطه بعضهم وحکاه میرك عن اکثر الرواة بفتح الیاء وتخفیف الذال المفتوحة من الحذر بمعنی الاحتراس فیکون فی معنی قوله ویحترس منهم والاوجه عندی الاول کما فی ابی داؤد من قوله صلی اللّٰه علیه وسلم اخوك البکری فلا تامنه .

[8] قال القاری ای یحفظ نفسه من اذاهم وقال المناوی ای یتحفظ من کثرة مخاطبتهم المؤدیة الی سقوط هیبته وجلالته من قلوبهم .

[9] بشره بکسر فسکون طلاقة وجهه وبشاشته وفیه رفع توهم نشأ من قوله یحترس ولذا اکده بقوله ولا خلقه بضمتین او ضم اوله ای ولا حسن خلقه قاله القاری .

[10] ای یطلبهم ویسأل عنهم حال غیبتهم فان کان احد منهم مریضًا یعوده او مسافرًا یدعو له او میتا فیستغفرله.

[11] ای عما وقع فیهم من المحاسن والمساوی الظاهرة لیدفع ظلم الظالم عن المظلوم.او عما هو متعارف فیما بینهم ولیس المعنی انه یتحبسس عن عیوبهم ویتفحص عن ذنوبهم . ق

النَّاسِ وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيْهِ وَيُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَيُوَهِّيْهِ مُعْتَدِلَ الْاَمْرِ غَيْرَ مُخْتَلِفٍ وَلَا يَغْفُلُ مَخَافَةَ اَنْ يَّغْفُلُوْا وَيَمِلُّوْا[1] لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهٗ عَتَادٌ[2] لَا يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهٗ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ اَفْضَلُهُمْ عِنْدَهٗ اَعَمُّهُمْ نَصِيْحَةً وَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهٗ مَنْزِلَةً اَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُؤَازَرَةً[3] قَالَ فَسَئَلْتُهٗ عَنْ مَجْلِسِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ وَلَا يَجْلِسُ اِلَّا عَلٰى ذِكْرٍ[4] وَاِذَا انْتَهٰى اِلٰى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِيْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَاْمُرُ بِذٰلِكَ يُعْطِيْ كُلَّ جُلَسَائِهٖ بِنَصِيْبِهٖ لَا يَحْسِبُ جَلِيْسُهٗ اَنَّ اَحَدًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهٗ اَوْ فَاوَضَهٗ[5] فِيْ حَاجَةٍ صَابَرَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفَ وَمَنْ سَاَلَهٗ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهٗ اِلَّا بِهَا اَوْ بِمَيْسُوْرٍ[6] مِنَ الْقَوْلِ قَدْ وَسِعَ النَّاسَ[7] بَسْطُهٗ وَخُلُقُهٗ فَصَارَ لَهُمْ اَبًا[8] وَصَارُوْا عِنْدَهٗ فِي الْحَقِّ سَوَاءً مَجْلِسُهٗ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَحَيَاءٍ وَصَبْرٍ وَاَمَانَةٍ لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ[9] فِيْهِ الْحُرَمُ وَلَا تُنْثٰى[10] فَلَتَاتُهٗ مُتَعَادِلِيْنَ[11] يَتَفَاضَلُوْنَ فِيْهِ بِالتَّقْوٰى

---

[1] بفتح الميم وتشديد اللام من الملالة وفي نسخة او يملوا بكلمة او للتنويع وما قال الحنفي للشك غير صحيح وفي نسخة او يميلوا من الميل اى يميلوا الى الدعة والرفاهية .

[2] عتاد بفتح اوله هو العدة والتاهب يعنى انه صلى الله عليه وسلم اعد لكل امر من الامور حكمًا من الاحكام ودليلا من ادلة الاسلام .

[3] اى معاونة فى مهمات الامور لقوله تعالى وتعاونوا على البرّ والتقوٰى ماخوذ من الوزير وهو الذى يوازر الامير اى يعاونه او يحمل عنه وزره وثقله بمساعدته له فيما يثقل عليه من الراى .

[4] قال القارى قوله على ذكر الله كما فى نسخة وفى عدم ذكره دلالة على كمال ذكره .

[5] اى راجعه مفاعلة من التفويض كان كل واحد منهما رد ما عنده الى صاحبه واو للتنويع وابعد الحنفى فى تحويزها للشك .

[6] اى حسن لا بمعسور خشن لقوله تعالى واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربك ترجوها فقل لهم قولا ميسورا ومن الميسور الوعد والشفاعة والرغبة فى العقبى والرهبة عن الدنيا .

[7] اجمعين حتى المنافقين بسطه اى بشره وطلاقة وجهه وانبساطه او جوده وكرمه .

[8] اى فى الشفقة والرحمة والاصلاح بل اعظم من اب اذ غاية الاب ان يسعى فى اصلاح الظاهر وهو صلى الله عليه وسلم يسعى فى اصلاح الظاهر والباطن .

[9] لا تؤبن بضم المثناة الفوقانية فهمزة ساكنة فموحدة مخففة مفتوحة وتشدد ايضًا آخره نون من الابن هى العقد فى القضبان لانه تعييها فالمراد به العيب قاله المناوى والحرم بضم الحاء وفتح الراء المهملتين جمع الحرمة وهى ما لا يحل انتهاكه وقيل المراد بها القبائح وروى بضمتين فالمراد به النساء والحاصل ان مجلسه صلى الله عليه وسلم كان يصان من رفث القول وفحش الكلام .

[10] لا تنثى بضم اوله وسكون النون وفتح المثلثة اى لا تشاع فلتاته بفتح الفاء واللام اى زلاته يعنى اذا فرطت من بعض حاضريه سقطة لم تنشر عنه ذكره المناوى .

[11] اى متوافقين كانه خبر لكان المقدر اى كانوا متعادلين متساويين لايتكبر بعضهم على بعض بالحسب والنسب .

مُتَوَاضِعِيْنَ يُوَقِّرُوْنَ فِيْهِ الْكَبِيْرَ وَيَرْحَمُوْنَ فِيْهِ الصَّغِيْرَ وَيُؤْثِرُوْنَ ذَاالْحَاجَةِ وَيَحْفَظُوْنَ الْغَرِيْبَ.

حل لغات: اَشْتَهِيْ (افتعال) چاہنا، خواہش کرنا۔ فَخْمًا مص موٹا، بڑا (ک) موٹا ہونا، بڑا ہونا (تفعیل) تعظیم کرنا۔ كَتَمْتُ (ن) چھپانا، پوشیدہ رکھنا، راز میں رکھنا۔ سَبَقَ (ن، ض) سبقت کرنا، پہل کرنا، آگے نکل جانا۔ مَدْخَل ظرف مکان، دخول کی جگہ، داخل ہونے کا راستہ (ن) داخل ہونا، اندر آنا۔ مَخْرَج ظرف مکان، جائے خروج، نکلنے کا راستہ (ن) نکلنا، باہر آنا۔ شَكْلٌ مص چہرہ، طور وطریق، نظیر ومثال (تفعیل) شکل بنانا، تصویر کھینچنا۔ اَوٰى (ض) مص اُوِيًّا، اِوَاءً آنا، اترنا، پناہ لینا۔ جَزَّءَ (تفعیل) تقسیم کرنا، اجزاء کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ يَدَّخِرُ (افتعال) جمع کرنا، بچا کر رکھنا، ذخیرہ اندوزی کرنا۔ يَتَشَاغَلُ (تفاعل) باہم مشغول ہونا (ف) مشغول کرنا، مشغول رکھنا۔ يُصْلِحُ (افعال) درست کرنا، اصلاح کرنا (ن، ف، ک) درست ہونا، صحیح ہونا۔ اِبْلَاغ (افعال) پہنچانا (ن) پہنچنا۔ ثَبَّتَ (تفعیل) ثابت قدم رکھنا، قدم جمانا (ن) ثابت قدم رہنا۔ رُوَّاد (بروزن حُجاج) رَائِد اسم فاعل کی جمع دوسری جمع رَادَةٌ بمعنی طالب، تلاش کرنے والا (ن) طلب کرنا، جستجو کرنا، تلاش کرنا۔ يَفْتَرِقُوْنَ (افتعال) جدا ہونا، الگ ہونا (ن، ض، تفعیل) جدا کرنا، الگ کرنا۔ ذَوَاقٌ مص مزہ، ذائقہ (ن) مص ذَوَاقًا، مَذَاقًا چکھنا۔ اَدِلَّةٌ دليلٌ کی جمع ہے، راہبر، گائڈ، رہنما، مرشد (ن) راستہ بتانا، رہنمائی کرنا۔ يَخْزُن (ن) ذخیرہ کرنا، زبان روک کر رکھنا، زبان محفوظ رکھنا۔ يَعْنِيْ (ض) مص عَنْيًا مفید ہونا، مراد لینا۔ يُؤَلِّفُ (تفعیل) جمع کرنا، اکٹھا کرنا، دو دلوں میں محبت ڈالنا۔ يُنَفِّرُ (تفعیل) نفرت دلانا، وحشی بنانا۔ يُكْرِمُ (افعال) اعزاز واکرام کرنا (ک) معزز ومکرم ہونا۔ يُوَلِّيْ (تفعیل) والی بنانا، حاکم بنانا۔ يُحْذِرُ (افعال) ڈرانا، چوکنا کرنا (س) ڈرنا، چوکنا رہنا۔ يَحْتَرِسُ (افتعال) بچنا، محفوظ رہنا (ن، ض) حفاظت کرنا، بچنا۔ يَطْوِيْ (ض) سمیٹنا، لپیٹنا۔ بِشْرٌ خندہ روئی، خوشی، چہرہ، پیشانی، ظاہری کھال (ک) مص بَشَارَةٌ حسین وخوب رو ہونا۔ خُلُقٌ (ج) اَخْلَاق خصلت، عادت (س) نرم ہونا۔ يَتَفَقَّدُ (تفعل) گم شدہ چیز تلاش کرنا، خبر گیری کرنا، جائزہ لینا

(ض) گم کرنا، غائب کرنا۔ یُحَسِّنُ (تفعیل) اچھا کرنا، عمدہ کرنا، اصلاح کرنا (ک) اچھا ہونا، حسین ہونا۔ یُقَبِّحُ (تفعیل) قبیح قرار دینا، بدشکل بتانا (ک) بدشکل ہونا، قبیح ہونا۔ یُقَوِّي (تفعیل) قوت بخشنا، طاقتور بنانا (ض) قوی ہونا، طاقتور ہونا۔ یُوَهِّي (تفعیل، افعال) ختم کرنا، زائل کرنا (ض، س) زائل ہونا، گرنا، کمزور ہونا۔ یَغْفُلُ (ن) غافل ہونا، غفلت برتنا، لاپرواہ ہونا۔ یَمَلُّوْا (س) اکتا جانا، تنگ دل ہوجانا، بددل ہوجانا۔ عَتَادٌ وہ سامان جو کسی خاص مقصد کے تحت تیار کیا جائے یہاں مراد ''خاص انتظام'' ہے (ک) تیار ہونا۔ یُقَصِّرُ (تفعیل) کمی کرنا، کوتاہی کرنا۔ یُجَاوِزُ (مفاعلت) تجاوز کرنا، حد سے گزرنا۔ یَلُوْنَ وَلِيَ ، وَلِيَ (ض، س) مص وَلْيًا قریب ہونا، نزدیک ہونا، مرادی ترجمہ ''حاضر ہونا'' مُوَاسَاة (مفاعلت) غمگسار ہونا، غم میں شریک ہونا۔ مُؤَازَرَة (مفاعلت) مدد کرنا، مدد دینا۔ اِنْتِهٰي (افتعال) انتہا کو پہنچنا، ختم ہونا۔ یُعْطِي (افعال) دینا، عطا کرنا، نوازنا، بخشنا۔ جُلَسَآءُ جَلِيْسٌ کی جمع ہے، صیغۂ صفت ہم نشین، شریک محفل، ہم مجلس (ض) بیٹھنا۔ نَصِيْبٌ (ج) نُصُبٌ ، اَنْصِبَاءُ حصہ (افعال) حصہ مقرر کرنا، طے کرنا۔ یَحْسِبُ ماضی حَسِبَ ہے یہ ثلاثی مجرد شاذ کا خود ایک باب ہے، گمان کرنا، خیال کرنا۔ جَالَسَ (مفاعلت) ایک ساتھ بیٹھنا، باہم بیٹھنا۔ فَاوَضَ (مفاعلت) بات چیت کرنا، شریک ہونا۔ صَابَرَ (مفاعلت) صبر کرنے میں غالب رہنا، یہاں ''بیٹھنے میں غالب رہنا'' مراد ہے۔ مُنْصَرِف اسم فاعل (انفعال) لوٹنا، واپس ہونا۔ مَيْسُوْرٌ (ج) مَيَاسِرُ اسم مفعول، آسان شدہ، آسان مَيْسُوْر من القول نرم بات۔ وَسِعَ (س) کشادہ ہونا، وسیع ہونا۔ بَسْطٌ مص خنداں، کھلا ہوا، پھیلا ہوا (ک) خوش مزاج ہونا، خوش طبع ہونا، بسیط ہونا (ن) وسیع ہونا، پھیلانا۔ حَيَاءٌ مص شرم وحیا (س) حَيِيَ (مِن کے صلے کے ساتھ) منقبض ہونا، شرمانا (استفعال) (مِن اور بغیر مِن دونوں طرح درست ہے) شرمانا، حیا کرنا۔ اَمَانَة (ج) اَمَانَات امانت ودیعت، فریضہ خداوندی (ک) امین ہونا۔ صَبْرٌ مص (ض) رک جانا، کسی چیز سے اپنے آپ کو روکنا۔ تُؤْبَنُ فعل مضارع مجہول (ن، ض) مص اَبْنًا عیب لگانا، تہمت لگانا۔ اَلْحُرَمُ ، وحُرْمَة کی جمع ہے، تقدیس، عزت وعظمت، دوسری جمع حُرُمَات ہے۔ تُنْثٰى فعل

مضارع مجہول (ن) مص نَثْوًا غیبت کرنا، پیٹھ پیچھے برائی کرنا، پھیلانا۔ فَلَتَات "فَلْتَة" کی جمع ہے کلام کی غلطیاں لغزشیں (ض) قبضہ سے نکلنا۔ مُتَعَادِلِیْنَ اسم فاعل، برابر وہم پلہ حضرات، ایک درجے کے لوگ (تفاعل) باہم برابر ہونا۔ یَتَفَاضَلُوْنَ (تفاعل) فضیلت والا ہونا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنا، سبقت کرنا۔ تَقْوٰی مص عظمت کا خوف، خوفِ خدا، پرہیزگاری (تفعل) پرہیز کرنا، بچنا۔ یُوَقِّرُوْنَ (تفعیل) عزت کرنا، توقیر وتعظیم کرنا، احترام کرنا۔ یَرْحَمُوْنَ (س) رحم کھانا، رحم کرنا، نرمی کا معاملہ کرنا۔ یُؤْثِرُوْنَ (افعال) مص اِیْثَارٌ ترجیح دینا، فضیلت دینا (علٰی کے صلے کیساتھ) اَلْغَرِیْبُ (ج) غُرَبَآءُ مسافر، اجنبی (ن) مسافر ہونا۔

ترجمہ: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا وہ حضور اکرمؐ کے حالات اکثر بیان کرتے تھے، اور مجھے ان کے سننے کا اشتیاق تھا تو انہوں نے میرے پوچھنے پر حضور اکرمؐ کے حلیہ شریف کا ذکر فرمایا کہ حضور اکرمؐ بلند پایہ بلند مرتبہ تھے، آپؐ کا چہرۂ انور بدر کی طرح چمکتا تھے، اور پورا حلیہ شریف (جیسا کہ شروع کتاب میں پہلے باب کی ساتویں حدیث میں مفصل گزر چکا ہے) بیان فرمایا، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (بعض وجہ سے) اس حدیث کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عرصہ تک ذکر نہیں کیا، ایک عرصہ کے بعد ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس حدیث کو سن چکے تھے، اور صرف یہی نہیں کہ ماموں جان سے یہ حدیث سن لی ہو بلکہ والد صاحب حضرت علیؓ سے حضور اکرمؐ کے مکان تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور حضور اکرمؐ کا طرز وطریقہ بھی معلوم کر چکے تھے، چنانچہ حضرت امام حسینؓ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرمؐ کے مکان تشریف لے جانے کے حالات دریافت کیے تو آپ نے فرمایا کہ حضور اقدسؐ مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں پر منقسم فرماتے تھے ایک حصہ حق تعالیٰ شانہٗ کی عبادت میں خرچ فرماتے تھے یعنی نماز وغیرہ پڑھتے تھے، دوسرا حصہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے تھے، مثلاً ان سے ہنسنا بولنا بات کرنا ان کے حالات کی تحقیق کرنا، تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات راحت آرام کے لئے رکھتے تھے پھر اس اپنے والے حصہ کو بھی دو حصوں پر اپنے اور

لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے اس طرح پر کہ خصوصی حضرات صحابۂ کرام اس وقت میں داخل ہوتے اُن خواص کے ذریعہ سے مضامین عوام تک پہنچتے ان لوگوں سے کسی چیز کو اٹھا کر نہ رکھتے تھے، (یعنی نہ دین کے امور میں نہ دنیوی منافع میں، غرض ہر قسم کا نفع بلا دریغ پہنچاتے تھے) اُمت کے اس حصہ میں آپ کا یہ طرز تھا کہ ان آنے والوں میں اہل فضل یعنی اہل علم وعمل کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے تھے اس وقت کو ان کے فضل دینی کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے، بعض آنے والے ایک حاجت لے کر آتے اور بعض حضرات دو دو حاجتیں لے کر حاضر خدمت ہوتے اور بعض حضرات کئی کئی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے، حضور اکرمؐ ان کی تمام حاجتیں پوری فرمایا کرتے تھے اور ان کو ایسے امور میں مشغول فرماتے جو خود ان کی اور تمام اُمت کی اصلاح کے لئے مفید اور کار آمد ہوں مثلاً ان کا دینی امور کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی طرف سے مناسب اُمور کی اُن کو اطلاع فرمانا اور ان علوم و معارف کے بعد حضورؐ یہ بھی فرمادیا کرتے تھے کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور ضروری اصلاحی امور کو غائبین تک بھی پہنچادیں اور نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ کسی عذر (پردہ یا دوری یا شرم یا رعب) کی وجہ سے مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کر سکتے تم لوگ ان کی ضرورتیں مجھ تک پہنچادیا کرو، اس لئے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو حق تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے، لہٰذا تم لوگ اس میں ضرور کوشش کیا کرو، حضور اکرمؐ کی مجلس میں ضروری اور مفید ہی باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسے ہی اُمور کو حضور اقدس صحابہؓ سے خوشی سے سنتے تھے اس کے علاوہ لایعنی اور فضول باتیں حضور اکرمؐ کی مجلس میں نہ ہوتی تھیں، صحابہؓ حضور اکرمؐ کی خدمت میں دینی اُمور کے طالب بن کر حاضر ہوتے تھے اور بلا کچھ چکھے وہاں سے نہیں آتے تھے (چکھنے سے مراد امور دینیہ کا حاصل کرنا بھی ہوسکتا ہے اور حسی چکھنا بھی مراد ہوسکتا ہے اس لئے کہ حضورؐ جو کچھ موجود ہوتا اس کی تواضع فرماتے اور خصوصی احباب کا جب مجمع ہوتا ہے تو موجودہ چیز کی تواضع ہوتی ہی ہے) صحابۂ کرامؓ حضور اقدسؐ کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے لئے مشعل اور راہنما بن کر نکلتے تھے کہ وہ ان علوم کو حسبِ ارشاد دوسروں تک

پہنچاتے رہتے تھے، امام حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ حضورؐ ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے، فضول تذکروں میں وقت ضائع نہیں فرماتے تھے، آنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے ان کو مانوس فرماتے، متوحش نہیں فرماتے تھے (یعنی تنبیہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان کو حاضری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے امور ارشاد نہ فرماتے تھے جن کی وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے) ہر قوم کے کریم اور معزز کا اکرام و اعزاز فرماتے اور اس کو خود اپنی طرف سے بھی اسی قوم پر متولی اور سردار مقرر فرمادیتے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے (یا مضر امور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط رکھنے کی تاکید فرماتے)

ف اس لفظ کے مختلف ترجمے کئے گئے ہیں بندہ کے نزدیک اقرب یہی ہے دوسرے جملہ کے مناسب بھی ہے حاصل یہ ہے کہ حضورؐ خود بھی اپنی حفاظت اور احتیاط فرماتے اور دوسروں کو بھی لوگوں سے احتیاط کی تعلیم دیتے تھے جس کی توضیح یہ ہے کہ بلاوجہ کسی شخص پر بدگمانی کرنا جائز ہے لیکن بغیر بدگمانی کے اپنی حفاظت کرنا اور احتیاط رکھنا بہتر ہے احادیث میں مختلف عنوانات سے حزم اور احتیاط کی تعلیم بکثرت وارد ہے ابوداؤد شریف میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے مکہ مکرمہ تقسیم کے لئے کچھ مال بھیجنے کا ارادہ کیا اور ایک صحابی ابن الفغواء کو مال لے جانے کے لئے تجویز فرما کر ان سے کہہ دیا کہ کوئی ساتھی اپنے ساتھ لے جانے کے لئے تلاش کرلیں وہ تلاش میں تھے کہ عمرو نامی ایک شخص ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم مکہ جانے کے لئے کسی ساتھی کی تلاش کررہے ہو میں تمہارے ساتھ چلوں گا، ابن الفغواء حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ساتھی مل گیا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کون ہے انہوں نے پتہ بتادیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اس کی قوم کی آبادیوں کے قریب پہنچو تو اس سے محتاط رہنا اس لئے کہ ایک ضرب المثل ہے کہ اپنے بکری بھائی سے (جو ایک قبیلہ کا نام ہے) محتاط رہنا، ابن الفغواء کہتے ہیں کہ ہم دونوں چل دیئے جب میرے ساتھی کی قومی آبادیاں آئیں تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ میں ان لوگوں سے مل آؤں تم میرا انتظار کرنا میں نے کہا کیا مضائقہ ہے اس کے جانے کے بعد مجھے حضورؐ کا ارشاد یاد آیا میں جلدی سے اپنا اونٹ تیار کرکے چل دیا تھوڑی دیر میں میں نے دیکھا کہ وہ چند لوگوں کے ساتھ آرہا ہے مگر میں احتیاط کی وجہ سے جلدی جلدی چلا گیا، اس میں کئی نوع سے احتیاط کا مضمون وارد ہے اس کے علاوہ متعدد روایات میں حضور اکرمؐ سے لوگوں کو احتیاط کی تعلیم منقول ہے اسی لئے یہی معنی بہتر ہیں۔

اور خود اپنی بھی لوگوں کے تکلیف پہنچانے یا نقصان پہنچانے سے حفاظت فرماتے لیکن باوجود خود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خلقی کو نہیں ہٹاتے تھے، اپنے دوستوں کی خبر گیری فرماتے لوگوں کے حالات، آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر ان کی اصلاح فرماتے اچھی بات کی تحسین فرما کر اس کی تقویت فرماتے اور بری بات کی برائی بتا کر اس کو زائل فرماتے اور روک دیتے حضور اکرمؐ ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے تھے نہ کہ تلون اور گڑبڑ کہ کبھی کچھ فرمادیا کبھی کچھ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے تھے کہ مبادا وہ دین سے غافل ہو جائیں یا کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دین سے اُکتا جائیں، (اس لئے حضورؐ ان کے حالات سے غفلت نہ فرماتے تھے) ہر کام کے لئے آپؐ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا امر حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے تجاوز فرماتے تھے، آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونے والے خلقت کے بہترین افراد ہوتے تھے، آپؐ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جس کی خیر خواہی عام ہو یعنی ہر شخص کی بھلائی چاہتا ہو آپؐ کے نزدیک بڑے رتبہ والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے، حضرت امام حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کے ساتھ ہوتی تھی اور جب کسی جگہ آپؐ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں جگہ خالی مل جائے بیٹھ جایا کریں لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر آگے نہ جایا کریں یہ امر جداگانہ ہے کہ جس جگہ حضورؐ تشریف رکھتے وہی جگہ پھر صدر مجلس بن جاتی آپؐ حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اس کا استحقاق ہوتا اس کو پورا فرماتے کہ آپؐ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور اکرمؐ میرا سب سے زیادہ اکرام فرمارہے ہیں جو آپؐ کے پاس بیٹھتا یا کسی امر میں آپؐ کی طرف مراجعت کرتا تو حضور اکرمؐ اس کے پاس بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہ خود اُٹھنے کی ابتدا کرے جو آپؐ سے کوئی چیز مانگتا آپ اس کو مرحمت فرماتے یا

(اگر نہ ہوتی) تو نرمی سے جواب فرماتے آپؐ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے عام تھی، آپؐ تمام خلقت کے شفقت میں باپ تھے اور تمام خلقت حقوق میں آپؐ کے نزدیک برابر تھی آپؐ کی مجلس مجلس علم وحیاء اور صبر وامانت تھی (یعنی یہ چاروں باتیں اس میں حاصل کی جاتی تھیں یا یہ کہ یہ چاروں باتیں اس میں موجود ہوتی تھیں) نہ اُس میں شور وشغب ہوتا تھا نہ کسی کی عزت وآبرو اُتاری جاتی تھی، اس مجلس میں اگر کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کو شہرت نہیں دی جاتی تھی آپس میں سب برابر شمار کئے جاتے تھے (حسب نسب کی بڑائی نہ سمجھتے تھے البتہ) ایک دوسرے پر فضیلت تقویٰ سے ہوتی تھی ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتا تھا، بڑوں کی تعظیم کرتے تھے چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے اہل حاجت کو ترجیح دیتے تھے، اجنبی مسافر آدمی کی خبر گیری کرتے تھے۔

تشریح: الغرض ہر بات اور ہر امر شریفانہ اخلاق کے منتہا سے اوپر تھی اور کیوں نہ ہوتی جب کہ آپؐ کی بعثت ہی تکمیل اخلاق کے لئے ہوئی، چنانچہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **بعثت لا تمم مکارم الاخلاق او کما قال** میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دعاء فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ جیسا کہ تو نے مجھے حسن صورت عطا کی ہے حسن اخلاق بھی عطا کر حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک کی بڑائی کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے اور کئی قسم کی تاکید کے ساتھ اللہ جل جلالہٗ نے آپؐ کے خُلق عظیم کو ذکر فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نرم مزاجی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو اور کسی چیز پر عطا نہیں کرتے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ بڑی خیر سے محروم ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق بہترین ہوں، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے زیادہ محبوب مجھے وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، ایک صحابیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آدمی کو سب

سے بہترین چیز جو عطا ہوئی ہے وہ کیا ہے؟ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ خوش خلقی، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں اعمال نامہ کی ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو ہوگی وہ اچھے اخلاق ہونگے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی اچھے اخلاق کی بدولت شب بیدار، روزہ دار کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے، حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ جب میں یمن بھیجا گیا اور سواری پر سوار ہونے کے لئے رکاب میں پاؤں رکھا تو حضورؐ نے سب سے آخری وصیت جو فرمائی وہ یہ تھی کہ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا، حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہوں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات میں حُسنِ اخلاق کی تاکید فرمائی گئی اور یہ نمونہ ہے جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

---

⑧ حدثنا محمد بن عبداللّٰہ بن بزیعؒ[1] حدثنا بشر بن المفضلؒ حدثنا سعید عن قتادة عن انس بن مالك قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ كُرَاعٌ[2] لَقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِيْتُ عَلَيْهِ لَاَجَبْتُ.

حل لغات: اُهْدِيَ مص اِهْدَاءٌ (افعال) ہدیہ دینا، ہدیہ پیش کرنا۔ كُرَاعٌ (ج) اَكْرُعٌ، اَكَارِعُ گائے، بکری وغیرہ کے پائے۔ قَبِلْتُ (س) مص قُبُولاً (بفتح القاف وضمہا) قبول کرنا، لے لینا۔ دُعِيْتُ فعل ماضی مجہول، میری دعوت کی گئی، مجھے بلایا گیا (ن) بلانا، دعوت کرنا۔ اَجَبْتُ (افعال) جواب دینا، کسی کی بات ماننا، قبول کرنا، یہاں دعوت قبول کرنا مراد ہے۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے بکری کا ایک پیر بھی دیا جائے تو میں قبول کروں اور اگر اس کی دعوت کی جائے تو میں ضرور جاؤں۔

---

[1] بفتح موحدة وكسر زاى فتحتية فعين مهملة .ق

[2] بتشديد الضاد المعجمة المفتوحة .

[3] بضم الكاف مادون الركبة من الساق على ما فى النهاية وما دون الكعب من الدواب على ما فى المغرب .ق

تشریح: یعنی مجھے ہدیہ قبول کرنے میں بلکہ کسی جگہ جانے میں بھی اس کا خیال نہیں ہوتا کہ اتنی ذرا سی چیز کے لئے کیا جاؤں، بلکہ اللہ کی نعمت سمجھ کر اُس کو کمالِ رغبت سے قبول کرتا ہوں، اور اصل یہ ہے کہ دعوت کے قبول کرنے میں وہ کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ دعوت کرنے والے کی دلداری مقصود ہوتی ہے۔

---

(۹) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرَّحمٰن حدثنا سفيٰن عن محمّد بن المنكدر عن جابر قال جَاءَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِرَاكِبٍ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ.

حل لغات: بَغَلٌ اور مؤنث بَغَلَة ہے (ج) بِغَالٌ، اَبْغَال خچر۔ بِرْذَوْنٌ (ج) بَرَاذِيْن گھوڑا ٹٹو، ترکی گھوڑا۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ (میری عیادت کے لئے) تشریف لائے نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر (یعنی نہ گھٹیا سواری پر سوار تھے نہ بڑھیا پر بلکہ پاپیادہ تشریف لائے)۔

تشریح: حضور اقدسؐ کی تواضع مقصود ہے کہ امراء وسلاطین زمانہ کی طرح سواری کے عادی نہ تھے، بلکہ پیادہ کثرت سے چلتے تھے، بخاری شریف کی ایک روایت میں اس عیادت کا قصہ ذرا مفصل ہے وہ یہ کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا حضور اقدسؐ اور حضرت ابوبکرؓ دونوں حضرات پاپیادہ میری عیادت کو تشریف لائے، یہاں پہنچ کر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوں حضور اقدسؐ نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے افاقہ ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ حضور اکرمؐ تشریف فرما ہیں تو میں نے اپنے ترکہ کے متعلق سوال کیا جس پر میراث کی آیت نازل ہوئی۔

ك برذون بكسر موحدة وسكون راء وفتح ذال معجمة هو الفرس الاعجمى وقيل التركى اى لم يكن راكب بغل ولا فرس بل كان ماشيا طالبًا لمزيد الثواب ويدل عليه رواية البخارى من طريق عبدالله بن محمد عن سفيان بهذا الاسناد مرضت مرضا فاتانى النبى صلى الله عليه وسلم يعودنى وابوبكر وهما ماشيان الحديث قال ميرك وهذه الرواية صريحة فى انه صلى الله عليه وسلم جاء لعيادته ماشيا وفيه ابطال ماتوهمه بعض المتحدثين من انه راكب لكنه ليس براكب بغل ولا برذون.

(۱۰) حدثنا عبداللّٰه بن عبدالرحمٰن حدثنا ابونعیم حدثنا یحییٰ بن ابی الهیثم العطار قال سمعت یوسف بن عبداللّٰه بن سلامؓ قال سَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْسُفَ وَاَقْعَدَنِیْ فِیْ حَجْرِهٖ وَمَسَحَ عَلٰی رَاْسِیْ.

حل لغات: سَمَّا (تفعیل) نام رکھنا، نشان لگانا، متعین کرنا۔ اَقْعَدَ فعل ماضی معروف (افعال) بٹھانا (ن) بیٹھنا، قعدہ کرنا۔ حِجْرٌ (بفتح الحاء وکسرہا) (ج) حُجُوْرٌ، اَحْجَار گود۔

ترجمہ: یوسف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف تجویز فرمایا تھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھلایا تھا اور میرے سر پر دست مبارک پھیرا تھا۔

تشریح: اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ شفقت اور بچوں پر کمالِ رحمت معلوم ہوتی ہے نیز تواضع کا کمال یہی ہے کہ ایسے کم عمر بچوں کو گود میں لینے سے اعراض واستنکاف نہ فرماتے تھے، ایک حدیث میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ میرے لئے برکت کی دعاء فرمائی اس حدیث سے بچوں کا بزرگوں کی خدمت میں لے جانا ان سے نام تجویز کرانا ثابت ہوتا ہے، دوسری احادیث میں صحابہؓ کرام کا نومولود بچوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جانا وارد ہے۔

۱؎ قال المناوی بتخفیف اللام لا غیر نص علیه الائمة لکن فی شرح الشفاء للتلمسانی عن بعضهم انه یخفف ویشدد اهـ قلت وبالتخفیف جزم القاری وقال صحابی صغیر وقد ذکره العلّی فی ثقات التابعین وانت تعلم ان هذا الحدیث یدل علی الاول قال میرك شاه اختلف فی صحبته فاثبتها البخاری ونفاها ابو حاتم.

۲؎ قال القاری بفتح الحاء وکسرها ذکره میرك ففی المغرب حجر الانسان بالفتح والکسر حضنه وهو مادون الابط الی الکشح وقال البیجوری والمراد به حجر الثوب وهو طرفه المقدم لان الصغیر یوضع فیه عادة ویطلق الحجر علی معان کما قال بعضهم ؎

رکبت حجرًا وطفت البیت خلف الحجر ☆ وحزت حجرًا عظیما ما دخلت الحجر

لله حجر منعنی من دخول الحجر ☆ ما قلت حجرًا ولو اعطیت ملء الحجر

(۱۱) حدثنا اسحقُ[1] بن منصور حدثنا ابوداؤد الطيالسي انبانا الربيع وهو ابن صبيح حدثنا يزيد الرقاشي عن انس بن مالك اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ وَقَطِيْفَةٍ كُنَّا نَرٰى ثَمَنَهَا اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَالَ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيْهَا وَلَا رِيَاءَ.

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے ایک کجاوہ پر حج کیا جس پر ایک کپڑا تھا جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درم ہوگی حضورؐ یہ دعا کرتے تھے کہ خدایا اس حج کو ریا اور شہرت سے مبرّا فرمائیے۔

تشریح: یہ حدیث اسی باب میں پانچویں نمبر پر گزر چکی ہے۔

(۱۲) حدثنا اسحق حدثنا عبدالرزاق حدثنا معمر عن ثابت البناني وعاصم الاحول عنْ[2] انس بن مالك اَنَّ رَجُلًا خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ لَهٗ ثَرِيْدًا عَلَيْهِ دُبَّاءٌ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُ الدُّبَّاءَ وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ قَالَ ثَابِتٌ فَسَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ فَمَا صُنِعَ[3] لِيْ طَعَامٌ اَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّصْنَعَ فِيْهِ دُبَّاءٌ اِلَّا صُنِعَ.

حل لغات: خَيَّاط صیغۂ صفت درزی، کپڑے سینے والا (ض) کپڑا سینا۔ قَرَّبَ (تفعیل) قریب کرنا، سامنے کرنا، نزدیک کرنا۔ ثَرِيْدٌ شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی (ایک خاص قسم کا کھانا) دُبَّاءٌ لوکی، کدو۔ اَقْدِرُ (ض) قادر ہونا، وسعت رکھنا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدسؐ کی دعوت

---

[1] تقدم الحديث في اوائل هذا الباب برواية محمود بن غيلان عن ابي داؤد الحضرمي عن سفيان عن الربيع بن صبيح بهذا السند والمتن.

[2] تقدم الحديث في صفة ادامه صلى الله عليه وسلم برواية اسحق بن عبد الله بن ابي طلحة عن انس بمعنى هذا الحديث وتقدم هناك ما يتعلق باسم الخياط.

[3] صنع ببناء المجهول ومانافية واقدر بكسر الدال من القدرة صفة لطعام.

کی کھانے میں ثرید تھا اور اس پر کدو پڑا ہوا تھا حضور اکرمؐ کو کدو چونکہ مرغوب تھا اس لئے حضور اکرمؐ اس پر سے کدو نوش فرمانے لگے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرے لئے کوئی کھانا تیار نہیں کیا گیا جس میں مجھے کدو ڈلوانے کی قدرت ہو اور کدو اس میں نہ ڈالا گیا ہو۔

تشریح: ثرید شوربے کی بھیگی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں، یہ قصہ حضور اکرمؐ کے سالن کے باب کی گیارہویں حدیث میں گزر چکا ہے وہاں بجائے ثرید کے شوربے روٹی کا ذکر تھا ممکن ہے کہ دونوں چیزیں ہوں، شوربا روٹی بھی ہو اور ثرید بھی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ثرید اس کو مجازاً کہہ دیا ہو یا اس حدیث میں شوربا روٹی اجزاء کے لحاظ سے کہہ دیا ہو کہ ثرید بھی شوربا روٹی ہی ہوتی ہے۔

---

(۱۳) **حدثنا محمّد بن اسمٰعیل حدثنا عبداللّٰہ بن صالح حدثنی معٰویة بن صالح عن یحیٰی بن سعید عن عمرة[۱] قالت قِیْلَ لِعَائِشَةَ مَاذَا کَانَ یَعْمَلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِہٖ قَالَتْ کَانَ[۲] بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ یَفْلِیْ[۳] ثَوْبَہٗ وَیَحْلِبُ شَاتَہٗ وَیَخْدِمُ[۴] نَفْسَہٗ.**

---

[۱] قال البیجوری بفتح العین وسکون المیم هی فی الرواة ستة والمراد بها ههنا عمرة بنت عبد الرحمٰن بن سعد بن زرارة .

[۲] ای فردًا من افراده مهدت به لما تذکره بعده لانها رأت من اعتقاد الکفار انه لا یلیق بمنصبه ما یفعله غیره من العامة وقالوا ما لهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق الآیة .

[۳] بفتح فسکون فکسر ویجوز ان یکون من التفلیة ففی القاموس فلی راسه بحثه عن القمل کفلاه ای یفتش قاله القاری وقال المناوی ظاهر الحدیث ان القمل کان یوذی بدنه لکن ذکر ابن سبع وتبعه بعض شراح الشفا انه لم یکن فیه قمل لانه نور ولان اصله من العفونة ولا عفونة فیه واکثره من العرق وعرقه طیب ومن قال ان فیه قملا فهو کمن نقصه ولایلزم من التفلیة وجود القمل فقد یکون للتعلیم او التفتیش لما فیه من نحو خرق لیرقعه او لما علق به من نحو شوك ووسخ وقیل انه کان فی ثوبه قمل ولا یوذیه وانما کان یلتقطه استقذارًا له .اهـ

[۴] بضم الدال ویکسر فهذا تعمیم بعد تخصیص وفسر بصب الماء فی الوضوء والغسل علی الاعضاء وفی روایة لاحمد وابن حبان یخیط ثوبه ویخصف نعله ولابن سعد یرفع ثوبه ویعمل ما یعمل الرجال فی بیوتهم وفی روایة یعمل عمل البیت واکثر ما یعمل الخیاطة وفی روایة لاحمد ویرفع دلوه کذا فی شرحی الشمائل وفی البدایة والنهایة بروایة احمد بسنده الی الاسود قلت لعائشة ماکان یصنع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی اهله قالت کان فی مهنة اهله فاذا حضرت الصلوة خرج الی الصلوة وبسط الروایات .

حل لغات: بَشَرٌ بمعنی انسان، یہ واحد، جمع، مذکر، مؤنث سب کیلئے یکساں طور پر مستعمل ہے۔ یَفْلِیْ (ض، تفعیل) مص فَلْیًا ، تَفْلِیَۃً جوئیں تلاش کرنا، جوئیں نکالنا۔ یَحْلِبُ (ن،ض) دودھ نکالنا، دودھ دوہنا۔ یَخْدِمُ (ض) خدمت کرنا۔

ترجمہ: عمرۃ کہتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور اقدسؐ دولت کدہ پر کیا کرتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے، اپنے کپڑے میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے اور خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔

تشریح: ''آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے'' کا یہ مطلب ہے کہ عام آدمیوں کی طرح اپنے گھر کا اکثر و بیشتر کام خود کر لیا کرتے تھے، اپنی ضروریات اور گھر کے کاروبار کرنے میں حضور اکرمؐ کو کچھ گرانی یا تکبر مانع نہ ہوتا تھا، ایک حدیث میں ہے کہ جو کام اور لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضور اکرمؐ بھی کر لیا کرتے تھے، بعض روایات میں مثال کے طور پر کچھ کام بھی گنوا دیئے جیسا کہ اس روایت میں گزرا ہے اسی طرح دوسری روایات میں ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے اپنے جوتہ کا پیوند خود ہی لگا لیا کرتے تھے اپنے کپڑے کو پیوند لگا لیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ، حدیث بالا میں جوں تلاش کرنے کا بھی ذکر ہے، اور علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدسؐ کے بدن یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جوں بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور پسینہ سے بڑھتی ہے اور حضور اقدسؐ سراسر نور تھے وہاں میل کچیل کہاں تھا، اسی طرح آپ کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوشبو میں استعمال کیا جاتا تھا، بھلا عرق گلاب میں جوں کا کہاں گزر ہو سکتا ہے اس لئے اس تلاش کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے کی جوں چڑھ گئی ہو تلاش فرماتے تھے، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تلاش کرنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا کہ جب حضور اکرمؐ کو اس کا اہتمام کرتے دیکھیں گے تو زیادہ اہتمام کریں گے۔

بَاب مَا جَاء فی خُلقِ رَسُول اللّٰہِ صَلی اللّٰہ عَلیْہ وَسلّم

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اَخلاق وعادات میں

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شہرۂ آفاق ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ نے بھی کلام اللہ شریف میں اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ط سے آپؐ کے خُلق کی تعریف فرمائی، آپؐ کے اخلاقِ جمیلہ اور عادات شریفہ آج دنیا میں ضرب المثل ہیں اور اخلاق محمدیؐ کی عالم میں دھوم ہے اور اس سے زیادہ کیا ہوگا۔

کہ خود حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن شریف میں آپؐ کے اخلاق کی تعریف فرمائی، چنانچہ سورۂ نون میں ارشاد ہے وانك لعلٰی خُلق عظیمٌ اس آیت شریفہ میں کئی نوع کی تاکید کے ساتھ ارشاد ہے کہ بے شک تم بڑے اخلاق پر ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کا احاطہ اور احصاء دشوار ہے کتب حدیث کا بہت بڑا حصہ انہیں احادیث پر مشتمل ہوتا ہے نمونہ کے طور پر اس باب میں مصنفؒ نے پندرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

ل خلق بضم فسکون وبضمتین السجیة والطبیعة وهو الصورة الباطنة من النفس واوصافها ومعانیها بمنزلة الخلق للصورة الظاهرة واوصافها ومعانیها ولهما اوصاف حسنة او قبیحة واختلف هی حسن الخلق غریزیة طبعیة او مکتسبة اختیاریة فقیل بالاول لخبر البخاری ان اللّٰہ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم ارزاقکم وقیل بل بعضه مکتسب لما صح فی خبر الاشج ان فیك خصلتین یحبهما اللّٰہ الحلم والاناءة قال یا رسول قدیما کان فی او حدیثا قال قدیما الحدیث قال ابن حجر فترديد السوال وتقریره صلی اللّٰہ علیه وسلم یشعر بان منها ما هو جبلی ومنها ما هو مکتسب وهذا هو الحق ومن ثم قال القرطبی هو جبلة فی نوع الانسان وهم متفاوتون فیه فمن غلبه حسنه فهو المحمود والا امر بالمجاهدة حتی یصیر حسنا قال القاری الاظهر ان الاخلاق کلها باعتبار اصلها جبلیة قابلة للزیادة والنقصان فی الکمیة والکیفیة بالریاضات کما یدل علیه العبارات النبویة والارشادات الصوفیة منها حدیث انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق رواه البخاری فی تاریخه والحاکم واحمد عن ابی هریرة والبزار بلفظ مکارم الاخلاق قال المناوی قال ابو علی الدقاق قد خصه اللّٰہ عزوجل بمزایا کثیرة ثم لم یثن علیه بشئ بمثل ما اثنی علیه بخلقه فقال وانك لعلی خلق عظیم وناهیك بهذا التفخیم.

(۱) حدثنا عباس بن محمد الدوری حدثنا عبداللّٰہ بن یزید المقرئ[۱] حدثنا لیث[۲] بن سعد حدثنی ابوعثمان الولید بن ابی الولید عن سلیمان بن خارجة عن خارجة بن زید بن ثابت قال دَخَلَ نَفَرٌ عَلٰی زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوْا لَهٗ حَدِّثْنَا اَحَادِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاذَا[۳] اُحَدِّثُکُمْ کُنْتُ جَارَهٗ[۴] فَکَانَ اِذَا نَزَلَ عَلَیْهِ الْوَحْیُ بَعَثَ اِلَیَّ فَکَتَبْتُهٗ لَهٗ فَکُنَّا اِذَا ذَکَرْنَا الدُّنْیَا ذَکَرَهَا[۵] مَعَنَا وَاِذَا ذَکَرْنَا الْاٰخِرَةَ ذَکَرَهَا مَعَنَا وَاِذَا ذَکَرْنَا الطَّعَامَ ذَکَرَهٗ مَعَنَا فَکُلُّ[۶] هٰذَا اُحَدِّثُکُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حل لغات: جَارٌ (ج) جِیْرَانٌ ، جِوَارٌ پڑوسی، ہم سایہ (مفاعلت) پڑوس میں رہنا۔ بَعَثَ (ف) بھیجنا، کسی کو بلانے کے لئے خبر بھیجنا۔

ترجمہ: خارجہ کہتے ہیں کہ ایک جماعت زید بن ثابت کے پاس حاضر ہوئی، اور عرض کیا کہ حضور اکرمؐ کے کچھ حالات سنائیں، انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ کے کیا حالات سناؤں (وہ احاطۂ بیان سے باہر ہیں) میں حضور اکرمؐ کا ہمسایہ تھا (اس لئے گویا ہر وقت حاضر باش تھا اور اکثر حالات سے واقف اس کے ساتھ ہی کاتب وحی بھی تھا) جب حضور اکرمؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ مجھے بلا بھیجتے میں حاضر ہو کر اس کو لکھ لیتا تھا (حضور اکرمؐ ہم لوگوں کے ساتھ غایت درجہ دلداری اور بے تکلفی فرماتے تھے) جس قسم

---

۱ المقرئ اسم فاعل من الاقراء بمعنی تعلیم القرآن .ق

۲ قیل کان دخله فی السنة ثمانین الف دینار وما وجبت علیه زکوٰة قط .م

۳ ای ای شیٔ احدثکم فان شمائله لا یحاط بها وان انتهٰی المحدث بها الی اقصی الغایات فهو الحقیق بقول شاعر ؎ تجاوز حق المدح حتی کانه ☆ باحسن ما یثنی علیه یعاب ، ولکن لما کان من القواعد المقررة مالا یدرك کله لا یترك کله افادهم بعض ذلك .ق م

۴ ای کان بیتی یقرب بیته فانا اعرف بحاله واشار بذلك الی غایة ضبطه واتقانه لاحواله .ق م

۵ قال المناوی فکان لکمال خلقه وحسن عشرته وغایة تلطّفه یتخلق معنا لئلا ندهش ونتکلم فی مجلسه بما نشاء ولا یحتشم التکلم معنا لئلا نخجل وکل ذلك لیزید اقبالهم واستفادتهم منه .

۶ قال القاری بالرفع علی ما هو الثابت فی الروایة والرابطة فی خبره محذوف والتقدیر احدثکم ایاه وقال ابن حجر یجوز النصب وقال المناوی الروایة بالرفع لکنه لا یمنع جواز النصب بل هو اولی لاستغنائه عن الحذف .

کا ذکر تذکرہ ہم کرتے تھے حضور اکرمؐ بھی ہمارے ساتھ ویسا ہی تذکرہ فرماتے تھے، جب ہم لوگ کچھ دنیاوی ذکر کرتے تو حضور اکرمؐ بھی اس قسم کا تذکرہ فرماتے (یہ نہیں کہ بس آخرت ہی کا ذکر ہمارے ساتھ کرتے ہوں اور دنیا کی بات سننا بھی گوارا نہ کریں) اور جس وقت ہم آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تو حضور اکرمؐ بھی آخرت کے تذکرے فرماتے، یعنی جب آخرت کا کوئی تذکرہ شروع ہو جاتا تو اسی کے حالات اور تفصیلات حضور اکرمؐ بیان فرماتے اور جب کچھ کھانے پینے کا ذکر ہوتا تو حضورؐ بھی ویسا ہی تذکرہ فرماتے (کھانے کے آداب فوائد لذیذ کھانوں کا ذکر، مضر کھانوں کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ، چنانچہ گذشتہ ابواب میں بہت سے ارشادات حضورؐ کے اس نوع کے گزر چکے ہیں کہ سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے، زیتون کا تیل استعمال کیا کرو کہ مبارک درخت سے ہے وغیرہ) یہ سب کچھ آپؐ ہی کے حالات کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں مختلف مضامین تھے جن کی کسی قدر توضیح ترجمہ کے ساتھ ذکر کی گئی، اخیر جملہ کا ترجمہ مشائخ درس کے نزدیک یہی ہے جو لکھا گیا، لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک شروع حدیث میں (حضورؐ کے کیا حالات سناؤں) کے ساتھ مرتبط اور ترجمہ یہ ہے کہ (حضورؐ کے ہر نوع کے حالات سنا سکتا ہوں) اس لئے جس قسم کے تذکرہ کی درخواست کرو وہ سناؤں کہ میں پڑوسی بھی تھا اور کاتب وحی بھی اور حضور اکرمؐ کے معمولات میں دین اور دنیا کھانا پینا غرض ہر قسم کے تذکرے شامل تھے اس لئے کیا سناؤں اور کونسا تذکرہ کروں کہ ہر تذکرہ عجیب تھا اور اور ہر سماں لطیف و لذیذ، اس حدیث میں حضرت زیدؓ کا یہ فرمانا کہ جب وحی نازل ہوتی مجھے بلایا جاتا یہ اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے کہ قریب رہتے تھے ورنہ ان کے علاوہ وحی کے لکھنے والے یہ حضرات بھی شمار کئے گئے ہیں، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبیؓ، امیر معاویہؓ، خالد بن سعیدؓ، حنظلہؓ، علاء حضرمیؓ، ابان بن سعیدؓ، یہ نو حضرات ہیں جو کاتبین وحی ہیں، حدیث بالا میں ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ دنیا کا ذکر کھانے پینے کا ذکر ایک فضول تذکرہ معلوم ہوتا ہے اور حضورؐ کی عادتِ شریفہ لایعنی چیزوں میں مشغول ہونے کی نہیں تھی، جیسا کہ

بہت سی احادیث میں وارد ہے گزشتہ باب کی طویل حدیث جو ہے پر گزری ہے اس میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضروری اُمور کے علاوہ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کا ہر تذکرہ فضول نہیں بلکہ دنیا کے اور کھانے پینے کے بہت سے تذکرے ضروری بلکہ حضورؐ کے لئے تو واجب تھے اس لئے کہ ان چیزوں میں جائز ناجائز کسی چیز کا اچھا ہونا یا برا ہونا وغیرہ امور حضورؐ ہی کے ارشاد سے یا حضورؐ کے سامنے تذکرہ آنے پر حضورؐ کے اس پر سکوت فرمانے ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں، چنانچہ اسی حدیث میں یہ مضمون بھی گزرا ہے کہ لوگوں کے حالات کی تحقیق فرما کر اچھی بات کی تحسین فرماتے اور بری بات کی برائی بتاتے اسی لحاظ سے دنیاوی تذکرے حضورؐ کی مجلس میں ہوتے تھے نہ یہ کہ لغویات ہوتی ہوں۔

---

(۲) حدثنا اسحٰق بن موسٰی حدثنا یونس بن بکیر عن محمد بن اسحٰق عن زیاد بن ابی زیاد عن محمد ابن کعب القرظیؒ[۱] عن عمرو بن العاص قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَحَدِيْثِهٖ عَلٰى اَشَرِّ[۲] الْقَوْمِ يَتَأَلَّفُهُمْ[۳] بِذٰلِكَ فَكَانَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهٖ وَحَدِيْثِهٖ عَلَيَّ حَتّٰى ظَنَنْتُ[۴] اَنِّيْ خَيْرُ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَيْرٌ اَوْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَيْرٌ اَمْ عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا خَيْرٌ. اَمْ عُثْمَانُ فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَمَّا سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[۱] نسبة الى قريظة مصغرًا قبيلة معروفة من يهود المدينة .ق

[۲] استعمال الالف فيه قليل وقيل لا يقال اشر الا فى لغة ردية وقال ميرك اشرحاء على الاصل ومنه صغراها شراها ويقال خيرا خير وشرا شر لكن الذى بالالف اقل استعمالاً .اهـ ق

[۳] اى يوانسهم بتلك المواجهة والاقبال والجملة استينافية من اسلوب الحكيم كانه قيل لماذا يفعل ذلك قال لتالفهم والضمير لاشر لانه جمع معنى او للقوم لان التاليف عام لهم لكنه فى الاشرازيد ولاينافيه استواء صحبه فى الاقبال عليهم على ما سبق لان ذلك حيث لا ضرورة وههنا التخصيص للضرورة .م

[۴] لانى كنت حديث عهد بالاسلام اذا سلامه كخالد بن الوليد قريب الفتح فكان لا يعرف شيمته صلى اللّٰه عليه وسلم فى التالف فظن لكثرة اقباله انه خير القوم .م

وَسَلَّمَ فَصَدَّقَنِيْ فَلَوَدِدْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ سَئَلْتُهٗ.

حل لغات: يُقْبِلُ مص اِقْبَالٌ (افعال) توجہ کرنا، متوجہ ہونا، التفات کرنا۔ يَتَاَلَّفُ (تفعیل) مانوس کرنا، محبت ڈالنا (تفعل) ظاہری محبت کرنا۔ وَدِدْتُّ (س) چاہنا، پسند کرنا، محبت کرنا۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تالیف قلوب کے خیال سے اپنی توجہ اور اپنی خصوصی گفتگو مبذول فرماتے تھے (جس کی وجہ سے اُس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہو جاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضورؐ کی توجہات عالیہ اور کلام کا رخ بہت زیادہ رہتا تھا حتی کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضور اکرمؐ سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں، میں نے اسی خیال پر ایک دن دریافت کیا کہ حضورؐ میں افضل ہوں، یا ابوبکرؓ، حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمرؓ، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ، پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمانؓ، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عثمانؓ، جب میں نے حضور اکرمؐ سے تصریحاً پوچھا تو حضورؐ نے بلا رعایت صحیح صحیح فرما دیا (میری مدارات میں مجھے افضل نہیں فرمایا مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی) اور یہ خیال ہوا کہ مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہئے تھی۔

تشریح: یہ اولاً حضور اکرمؐ کی خاص توجہ کی بناء پر اپنے کو سب سے افضل سمجھتے تھے اس لئے کہ پہلی طویل روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور اکرمؐ کی عادت شریفہ افضل کے ترجیح دینے کی تھی، لیکن بسا اوقات تالیف قلب کے خیال سے مدارات میں غیر افضل کو بھی ترجیح دی جاتی تھی حتی کہ کفار و منافقین تک کے ساتھ حضور اقدسؐ کا

۱؎ بتخفيف الدال اى احابنى بجواب حق من غير مراعاة وفى النسخ صدقنى بدون الفاء وهو الظاهر لان اتيان الفاء فى جواب لما غير مشهور لكنه سائغ كما صرح به بعض ائمة النحو .ق

۲؎ بكسر الدال اى احببت وتمنيت قال المناوى حياءً لظهور خطأه وظنه قال المناوى انما ود ذلك لانه قبل السوال كان يظن اقبال عليه لخيريته فلما ساله بان له ان اقباله عليه انما هو للتاليف فالمعنى لما ظهر خطاى ندمت على السوال استحياء من فحش خطائ .م

تالیف میں خصوصی برتاؤ ہوتا تھا، حدیث بالا میں یہ ترتیب سوال کی اس بناء پر ہے کہ خود حضور اقدسؐ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ حضرت صدیق اکبرؓ کو افضل الناس جانتے تھے، چنانچہ احادیث میں اس کی تصریح آتی ہے کہ ہم حضور اکرمؐ کے زمانہ میں سب سے زیادہ ابوبکرؓ کو پھر حضرت عمرؓ کو سمجھتے تھے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرمؐ کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے ان کے بعد سب سے افضل حضرت عمرؓ کو ان کے بعد حضرت عثمانؓ کو، پھر ان کے بعد اور صحابہؓ میں کچھ ترجیح نہ دیتے تھے، مطلب یہ ہے کہ ان تین حضرات کی اس ترتیب سے ترجیح اور افضلیت ایسی عیاں تھی کہ حضور اکرمؐ کی حیات ہی میں ہم صحابہؓ کی جماعت اس کو مانتے تھے، حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد نے اپنے والد یعنی حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حضور اکرمؐ کے بعد سب سے افضل شخص کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ، میں نے پوچھا ان کے بعد انہوں نے فرمایا عمرؓ اسی طرح سے اور بہت سی روایات ہیں جن سے حضور اکرمؐ کے زمانہ ہی سے یہ ترتیب معلوم ہوتی ہے اسی لئے انہوں نے اپنے سے مقابلہ کے لئے اسی ترتیب سے سوال کیا کہ اول ان سے مقابلہ کیا جو سب سے افضل شمار ہوتے تھے پھر ۲ پھر ۳ سے کہ میں اگرچہ افضل ترین شخص سے نہیں بڑھ سکا تو شاید ۲ یا ۳ ہی سے بڑھ جاؤں۔

(۳) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي[1] عن ثابت عن انس بن مالك قال خَدَمتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ[2]

[1] الضبعي بضم الضاد المعجمة وفتح الموحدة نسبة الى ضبيعة بن قيس او ضبيعة بن ربيعة كذا في هامش التهذيب .

[2] هكذا في اكثر الروايات وفي رواية لمسلم تسع سنين قال المناوي وحملت على التحديد والاولى على التقريب وقال النووي لعل ابتداء خدمة انس في اثناء السنة ففي رواية التسع لم يجبر الكسر واعتبر السنين الكوامل وفي رواية العشر جبرها واعتبرها سنة كاملة وقال الحافظ ابن حجر لا مغائرة بينهما لان ابتداء خدمة انس كان بعد قدومه صلى الله عليه وسلم المدنية وبعد تزويج امه ام سليم بابي طلحة وعلى هذا يكون مدة خدمة انس تسع سنين واشهر فالغى الكسر مرة وجبره اخرى ويشكل عليه ما في مغازي البخاري عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم طلب من ابي طلحة لما اراد الخروج الى خيبر من يخدمه فاحضر له انسًا واجيب بانه طلب منه من يكون اسن من انس واقوى على الخدمة في السفر فعرف ابو طلحة من انس القوة فقال ان انسًا غلام كيس فيخدمك في الحضر والسفر .ق

سِنِيْنَ فَمَا قَالَ لِيْ اُفٍّ[1] قَطُّ[2] وَمَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا مَسِسْتُ[3] خَزًّا وَلَا حَرِيْرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ[5] رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حل لغات: اُفٍّ (بکسر الہمزۃ وضمہا) ناگواری اور اکتاہٹ کی وجہ سے نکلنے والا لفظ اَفَّ اَفًّا (ن) تکلیف یا بے چینی کی وجہ سے اُف اُف کہنا۔ مَسِسْتُ (س) مص مَسًّا چھونا، مس کرنا۔ خَزٌّ (ج) خُزُوْزٌ ریشم کا کپڑا، ریشمی کپڑا۔ اَلْيَنُ اسم تفضیل بہت زیادہ نرم (ض) مص لِيْنًا نرم ہونا۔ شَمَمْتُ (ن،س) مص شَمًّا، سونگھنا۔ مِسْكٌ (ج) مِسَكٌ مشک، کستوری (ہرن کا خون جو اس کی ناف میں جمع ہو کر نہایت عطر بیز اور روح پرور بن جاتا ہے) عِطْرٌ (ج) عُطُوْر خوشبو (س) خوشبودار ہونا، عطر بیز ہونا۔ اَطْيَبُ اسم تفضیل (ج) اَطَايِبُ بہت زیادہ عمدہ، خوشبودار (ض) عمدہ ہونا، پاکیزہ ہونا۔ عَرَقٌ پسینہ (س) پسینہ آنا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس حضور اقدسؐ کی خدمت کی ہے مجھے کبھی کسی بات پر حضور اکرمؐ نے اُف تک بھی نہیں فرمایا نہ کسی کام کے کرنے میں یہ فرمایا کہ کیوں کیا اور اسی طرح نہ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں نہیں

---

[1] بضم الهمزة وتشديد الفاء مكسورة بلا تنوين وبه ومفتوحة بلا تنوين فهذه ثلث لغات قرئ بها فى السبع وذكروا فيه اربعين لغات كلمة تبرم وملال يستوى فيها الواحد والمثنى والجمع والمذكر والمؤنث. ب

[2] قط بفتح قاف وتشديد طاء مضمومة كذا فى اصول اى ابدًا وهى لتوكيد نفى الماضى.

[3] اى مما يتعلق بآداب خدمته لا فيما يتعلق بالتكاليف الشرعية قاله القارى وفى المشكوٰة برواية الشيخين عن عائشة ما انتقم رسول الله عليه وسلم لنفسه فى شئ قط الا ان ينتهك حرمة الله فينتقم لله بها وتقدم فى باب كلامه شئ منه.

[4] لهذا الجزء من الحديث تسلسل بالمصافحة ذكره الشاه ولى الله الدهلوى فى رسالته المسلسلات برواية ابى هرمز عن انس وقد ذكره الحافظ فى اللسان بسنده بروايت ثابت عن انس.

[5] بفتحتين معروف وفى نسخة عرف بفتح عين وسكون راء ففاء والمعتمد الاول. ق

کیا، حضور اقدسؐ اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے، (ایسے ہی خلقت کے اعتبار سے بھی حتی کہ) میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور اقدسؐ کی ہابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو، اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

تشریح: یہ کوئی مبالغہ آمیز یا اعتقادی بات نہیں، حضور اقدسؐ کا پسینہ مبارک جمع کر کے خوشبو کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا جس سے آپؐ مصافحہ کرتے تھے تمام دن اس کے ہاتھ سے خوشبو مہکتی تھی گناہوں کی کثرت سے بدن کی سڑاہند مجرب ہے حضور اکرمؐ کا کسی چیز کے متعلق اُف تک نہ فرمانا یہ کمال اخلاق اور غایت تواضع کی بناء پر تھا کہ حضرت انسؓ کے کرنے نہ کرنے کو ان کا اپنا فعل نہ سمجھتے تھے بلکہ منجانب اللہ سمجھ کر اُسی پر راضی ہو جاتے تھے، چنانچہ ایک حدیث میں اس کے بعد یہ مضمون بھی ہے کہ حضور اکرمؐ یہ ارشاد فرمادیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا، یہ محبوب کے فعل کے ساتھ غایت لذت ہے اور صوفیہ کی اصطلاح میں رضا بر قضا کی اصل اور سند ہے، رابعہ بصریہ کا مشہور مقولہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اے اللہ اگر تو میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو میری محبت میں اس سے کچھ اضافہ ہی ہوگا اور کاملین صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور اقدسؐ کے مختلف احوال سے اخذ کئے گئے ہیں لیکن نبی کریمؐ کی ذات جامعیت کے کمال پر تھی بعد میں جامعیت کا یہ درجہ نہیں رہ سکا اس لئے حضرات صوفیہ کرام میں کسی جگہ حضورؐ کی کسی عادات کا ظہور ہوا اور کسی جگہ کسی دوسری حالت کا شیوع ہوا، یہاں یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ حضور اکرمؐ کا یہ معاملہ اپنی ذات کے متعلق تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی بھی انتقام نہیں لیا، البتہ اللہ جل شانہ کی کسی حرمت کا ہتک کیا جائے (مثلاً کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا جائے) تو اس کا بدلہ ضرور لیتے تھے حضور اکرمؐ کی گفتگو کے باب میں ۳ پر بھی اس قسم کا مضمون گزر چکا ہے۔

لطیفہ: اس حدیث کے اخیر جزء کے متعلق ایک عجیب قصہ ہے جس سے

حضرات صحابہ کرام اور محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور اکرمؐ کے ساتھ غایت محبت اور عشق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ ایک مرتبہ غایت فرحت ولذت کے ساتھ کہنے لگے کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور اکرمؐ کے ساتھ مصافحہ کیا میں نے کبھی کسی قسم کی حریر یا ریشم حضور اکرمؐ کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھی، شاگرد نے جس کے سامنے یہ حدیث بیان کی اسی شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں جن ہاتھوں نے حضورؐ سے مصافحہ کیا، اس کے بعد سے یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ تک یہ سلسلہ جاری ہے اور مصافحہ کی حدیث سے یہ مشہور ہے کہ اس حدیث میں مسلسل مصافحہ ہوتا آیا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے رسالہ مسلسلات میں بھی اس کو ذکر کیا ہے جس کے ذریعہ سے میرے استاذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ تک بھی اسی طرح پہنچی۔

④ حدثنا قتيبة بن سعيد واحمد بن عبدة هو الضبيّ[1] والمعنى واحد قالا حدثنا حماد بن زيد عن سلمٍ[2] العلوى عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انَّهٗ كَانَ عِنْدَهٗ رَجُلٌ بِهٖ اَثَرُ صُفْرَةٍ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ اَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهٗ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهٗ يَدَعُ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ[3].

حل لغات: اَثَرٌ (ج) آثَار ، اَثْوٌ نشان، علامت اَثَرَهٗ اَثْرًا (ن) نشان چھوڑنا۔ صُفْرَةٌ زرد رنگ، پیلا (تفعیل) زرد کرنا، پیلا کرنا، زرد رنگنا، پیلا رنگنا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا

---

[1] الضبى بفتح الضاد المعجمة والباء المكسورة المشددة نسبة الى بنى ضبة وهم حماعة .

[2] سلم بفتح فسكون قاله القارى هو سلم بن قيس العلوى البصرى والعلوى نسبة لقبيلة بنى على بن ثوبان قاله المناوى وقال ابوداؤد فى سننه ليس هو علويا كان يبصر فى النحوم يعنى فنسب اليه .

[3] قال المناوى لان فيها نوع تشبه بالنساء ولعله كان مباحاً والا لما اخر امره بتركه وقال القارى هذا على الشئ المكروه اذ وجود اثر صفرة من غير قصد التشبه بالنساء مكروه والا فلو كان محرمًا لم يوخره صلى الله عليه وسلم الى مفارقة المجلس .

جس پر زرد رنگ کا کپڑا تھا، حضور اقدسؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ ناگوار بات کو منہ در منہ منع نہ فرماتے تھے اس لئے سکوت فرمایا اور جب وہ شخص چلا گیا تو حضور اکرمؐ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس کو زرد کپڑے سے منع کر دیتے تو اچھا ہوتا۔

تشریح: حضور اقدسؐ کی یہ اُمت پر غایت شفقت تھی کہ اکثر بالمواجہ ایسے امور کو منع نہ فرماتے اس لئے کہ مبادا وہ شخص انکار کر بیٹھے یا اعتراض کا سبب بن جائے جس سے کفر تک نوبت پہنچ جائے اگر ان امور سے اطمینان ہوتا تو منع بھی فرما دیتے، چنانچہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کو ایسے ہی کپڑوں سے حضور اکرمؐ نے خود منع فرمادیا تھا، اسی طرح اور بہت سے واقعات حدیث کی کتابوں میں ہیں، نیز یہ تاخیر اور بالمواجہ منع نہ فرمانا ایسے ہی مواقع میں تھا جہاں خلاف اولیٰ بات ہو یا تاخیر میں کوئی نقصان نہ ہو، ورنہ حرام چیز کے ارتکاب میں یہ صورت نہ تھی، چنانچہ حضور اکرمؐ کی گفتگو کے باب میں ۳۲ پر جو مفصل روایت گزری ہے اُس میں ہے کہ جب امرِ حق سے تجاوز کیا جاتا تو اُس وقت آپؐ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لاسکتا تھا اور نہ کوئی اس کو روک سکتا تھا جب تک کہ حضور اکرمؐ اس کا انتقام نہ لے لیں، آئندہ حدیث میں بھی اسی قسم کا مضمون آرہا ہے۔

---

⑤ حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی اسحٰق عن ابی عبد اللّٰه الجدلی[1] لی واسمه عبد بن عبد عن عائشة انها قالت لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا[2] وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا[3] فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ[4].

---

[1] الجدلی بفتح الجیم والدال المهملة منسوب الی قبیلة جدیلة .

[2] ای ذا فحش فی اقواله وافعاله وصفاته وهو ما خرج عن مقداره حتی یستقبح الا ان استعماله فی القول اکثر والمتفحش المتکلف للفحش والمعنی لم یکن الفحش طبعیا له ولا کسبیا

[3] المقصود نفی الصخب لا نفی المبالغة کانها نظرت الی ان المعتاد هو المبالغة فیه ففنفته علی صیغة المبالغة وقیل فعال قد یکون للنسبة کالتمار واللبان وقیل المقصود من امثال هذا الکلام مبالغة النفی لا نفی المبالغة کما فی قوله تعالی وما انا بظلام للعبید .

[4] ای یعرض بظاهره واصله الاعراض بصفحة الوجه والمراد عدم المقابلة بذکره وظهور اثره والمعنی یعفوه بباطنه ویعرض عنه بظاهره کانه لم یطلع علیه .

حل لغات: فَاحِشٌ (ج) فَوَاحِش اسم فاعل ہے بمعنی بدخُلق، قبیح، بُرا (س،ک) قبیح ہونا، برا ہونا۔ مُتَفَحِّشٌ اسم فاعل، بدکلام، گالی دینے والا (تفعل) بدکلامی کرنا، گالی دینا، گالم گلوچ کرنا۔ صَخَّابٌ صفت ہے، بہت زیادہ شور مچانے والا (س) شور مچانا، غل کرنا۔ یَجْزِیْ مص جَزَاءً (ض) بدلہ دینا، اردو میں جزاء اچھے بدلے کے لئے اور سزاء برے بدلے کیلئے بولا جاتا ہے

نیک کاموں کی جزا سمجھو ثواب ☆ اور سزا بدکام کی جانو عذاب

یَعْفُوْ مص عَفْوًا (ن) معاف کرنا، عفو ودرگذر کرنا۔ یَصْفَحُ (ف) درگذر کرنا، قرآن کریم میں فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ استعمال کیا گیا ہے۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضور اقدسؐ نہ تو طبعاً فحش گو تھے نہ بتکلف فحش بات فرماتے تھے، نہ بازاروں میں چلا کر (خلاف وقار) باتیں کرتے تھے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا ذکر تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

تشریح: بعض آدمی طبعاً فحش اور بے ہودہ مذاق کی عادی ہوتے ہیں اور بعض لوگ بتکلف مجلس کے طرز کو نبھانے کے لئے فحش گوئی کیا کرتے ہیں اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں کی نفی فرمادی، بازار میں بضرورت جانے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن وہاں جا کر شور وشغب کرنا وقار کے خلاف ہے، سکون کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کر کے چلا آئے بازار میں شور کی نفی سے یہ لازم نہیں ہے کہ اور جگہ شور وشغب کرتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بازار میں عموماً شور وغل ہوتا ہے اور جو شخص وہاں بھی سکون ووقار سے رہے گا اس کا دوسری جگہ سکون سے رہنا ظاہر ہے، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے کے متعلق حضور اکرمؐ کی ساری سوانح بھری ہوئی ہے کہ کفار سے کیا کیا اذیتیں نہیں پہنچی، احد کی لڑائی میں حضورؐ کے ساتھ کیا کیا پیش نہیں آیا اور جب صحابہؓ نے ان حالات سے متاثر ہو کر حضورؐ سے بددعا کی درخواست کی تو حضورؐ نے دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ ناواقف ہیں، زید بن سعنہ پہلے سے

یہودی تھے ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جس کو میں نے حضورؐ میں نہ دیکھ لیا ہو، بجز دو علامتوں کے جن کی اب تک نوبت نہیں آئی، ایک یہ کہ آپؐ کا حلم آپؐ کا غصہ پر غالب ہوگا، دوسری یہ کہ آپؐ کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپؐ کا تحمل زیادہ ہوگا، میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد و رفت بڑھاتا رہا ایک دن آپؐ حجرہ سے باہر تشریف لائے حضرت علیؓ آپ کے ساتھ تھے کہ ایک بدوی جیسا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نہ نکل جائیں اگر رائے مبارک ہو تو آپؐ کچھ اعانت ان کی فرمائیں، حضورؐ نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علیؓ تھے دیکھا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ موجود تو کچھ نہیں رہا زید جو اس وقت تک یہودی تھے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہنے لگے کہ محمدؐ اگر آپؐ ایسا کر سکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معیّن پر مجھے دے دو تو میں قیمت پیشگی اب دے دوں اور وقت معیّن پر کھجوریں لے لونگا، حضورؐ نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں، میں نے اس کو قبول کر لیا اور میں نے کھجوروں کی قیمت اسّی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ساڑھے چار ۴½ ماشہ کا ہوتا ہے) دے دیا، آپ نے وہ سونا اس بدوی کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضرورت پوری کر لو، زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے دو تین دن باقی رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ بھی تھے کسی کے جنازے کی نماز سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے، میں آیا اور آپؐ کے کرتے اور چادر کے پلوں کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا کہ اے محمد! (صلعم) آپؐ میرا قرضہ ادا نہیں کرتے خدا کی قسم میں تم سب اولاد عبدالمطلب کو خوب جانتا ہوں کہ بڑے نادہند ہو، حضرت عمرؓ نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا کہ اے خدا کے دشمن یہ کیا بک رہا ہے، خدا کی قسم اگر مجھے

(حضورؐ کا) کا ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اُڑا دیتا، لیکن حضورؐ نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے، اور تبسم کہ لہجہ میں عمرؓ سے فرمایا کہ عمرؓ میں اور یہ ایک اور چیز کے زیادہ محتاج تھے وہ یہ کہ مجھے حق کے ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقہ کی نصیحت کرتے جاؤ اس کو لے جاؤ اس کا حق ادا کردو اور تم نے جو اس کو ڈانٹا ہے اس کے بدلے میں بیس صاع کھجوریں، اس کے مطالبہ سے زیادہ دے دینا حضرت عمرؓ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے، زید نے کہا کہ عمرؓ تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں، اُنہوں نے فرمایا کہ جو یہود کا بڑا علامہ ہے میں نے کہا کہ ہاں وہی ہوں، انہوں نے فرمایا کہ اتنا بڑا آدمی ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم نے یہ کیسا برتاؤ کیا، میں نے کہا کہ علاماتِ نبوت میں سے دو علامتیں ایسی رہ گئی تھیں جن کی مجھ کو اب تک تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی، ایک یہ کہ آپؐ کا حلم آپ کے غصہ پر غالب ہوگا، دوسری یہ کہ ان کے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ ان کے حلم کو بڑھائے گا اب ان دونوں کا بھی امتحان کرلیا، لہٰذا تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صدقہ ہے، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے، اُس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (جمع الفوائد وجمع الوسائل)

---

(۶) حدثنا هٰرون بن اسحٰق الهمدانی حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا ضَرَبَ خَادِمًا وَّلَا امْرَءَةً.

حل لغات: يُجَاهِدُ مص مُجَاهَدَةً (مفاعلت) (ف،س) مص جِهَادًا

لے خصهما بالذكر اهتماما بشانهما او كثرة وقوع الضرب عليهما عادة فضربهما وان جاز بشرطه فالاولى تركه قالوا وهذا بخلاف الولد فالاولى تاديبه والفرق ان ضربه مصلحة تعود عليه فلم يندب العفو بخلاف ضربهما فانه لحظ النفس فندب العفو عنهما. ق

پوری طاقت صرف کرنا، جنگ کرنا، کوشش کرنا، مجاہدہ کرنا، جہاد کرنا، کلمہ خداوندی کو بلند کرنے کی نیت سے لڑنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدسؐ نے اپنے دست مبارک سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کبھی کسی خادم کو نہ کسی عورت (بیوی باندی وغیرہ) کو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کے راستہ اور جہاد ہی میں حدود بھی داخل ہیں، نیز اس مارنے سے غصہ میں قصداً مارنا مراد ہے اسی کو مارنا عرف میں کہتے ہیں بلا ارادہ یا مزاح میں کبھی لگ جانا جیسا کہ بعض روایات میں ہے اس کے منافی نہیں۔

⑦ حدثنا احمد بن عبدة الضبی حدثنا فضیل بن عیاض عن منصور عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت مَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِراً مِنْ مَظْلَمَةٍ[1] ظُلِمَهَا[2] قَطُّ مَالَمْ یُنْتَهَكْ مِنْ مَحَارِمِ[3] اللّٰهِ تَعَالٰی شَیْءٌ فَإِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ تَعَالٰی شَیْءٌ كَانَ مِنْ اَشَدِّهِمْ فِیْ ذٰلِكَ غَضَباً[4] وَمَا خُیِّرَ[5] بَیْنَ اَمْرَیْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَیْسَرَهُمَا مَالَمْ یَكُنْ[6] مَاثِمًا.

---

[1] مظلمة بكسر اللام اسم لما تطلبه عن الظالم وهو ما اخذ منك وبفتح اللام مصدر ظلمه وقيل بالكسر والفتح الظلم وهو وضع الشئ فی غير محله .ق

[2] ظلمها بصيغة المجهول والضمير المستتر راجع الى رسول الله صلى الله عليه وسلم والظلم متعد الى مفعول واحد فلا يظهر لتعدى ظلم ههنا بالضمير المنصوب وجه الا ان يقال بنزع الخافض قاله القارى .

[3] جمع محرم اى شئ حرمه الله تعالى قال القارى الظاهر انه مصدر ميمى بمعنى المفعول اى ما لم يرتكب مما حرمه الله على عباده .

[4] قال المناوى ليس هذا داخلا فيما قبله حتى يحتاج لاستدراكه لان انتقامه لله عند انتهاك حرماته ليس انتقاما لنفسه فهو كالاستثناء المنقطع .

[5] ببناء المجهول وقوله بين امرين قال المناوى اى فى الدين والدنيا كذا قال شارح وليس بقويم فقد قال الحافظ ابن حجر اخذًا من كلام ابن السير المراد امور الدنيا فقط بدليل قوله ما لم يكن اثما لان امور الدين لا اثم فيها وحكى القارى عن غيره التخيير اما بان يخيره الله تعالى فيما فيه عقوبتان فيختار الاخف او فى قتال الكفار واخذ الجزية فيختار اخذها او فى حق امته فى المجاهدة فى العبادة والاقتصاد فيختار الاقتصاد او تخيير من الله تعالى فى حق امته بين وجوب الشئ وندبه او حرمته واباحته .اهـ

[6] اى ما لم يكن الايسر ماثما فان كان ماثما اختار الاشد وماثما بالفتح اى مفضيا الى الاثم ففيه مجاز مرسل من اطلاق المسبب على سببه وبعضهم جعل الاستثناء منقطعا ان كان التخيير من الله ومتصلا ان كان من غيره اذ لا يتصور تخيير الله تعالى الا بين جائزين .ب

حل لغات: مُنْتَصِرًا اسم فاعل (انتعال) بدلہ لینا، انتقام لینا۔ مَظْلَمَة مصدر میمی، ظلم وزیادتی (انفعال، بروزن اِدِّخَارٌ) ظلم برداشت کرنا (ض) ظلم کرنا۔ ظُلِمَ فعل ماضی مجہول (ض) زیادتی کرنا، ظلم کرنا، ظلم کی اصل تعریف ہے وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّهٖ (کسی شئ کو اس کے مقام اصلی سے ہٹا کر رکھنا) یُنْتَهَكُ فعل مضارع مجہول (افتعال، ض) بے عزتی کرنا، بے آبرو کرنا، پردہ دری کرنا۔ خُیِّرَ فعل ماضی مجہول (تفعیل) دو میں سے ایک کو پسند کرنے کا اختیار دینا (ض) منتخب کرنا۔ اِخْتَارَ مص اِخْتِیَارٌ (افتعال) پسند کرنا، منتخب کرنا، چن لینا۔ اَیْسَرُ اسم تفضیل، بہت آسان (س) آسان ہونا، سہل ہونا۔ مَاثَمٌ مصدر میمی ہے، گناہ، (س) گناہ کرنا (ن، ض) گناہ گار قرار دینا، مجرم ٹھہرانا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور اقدسؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے ظلم کا بدہ لیا ہو، البتہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کا ہتک ہوتا (یعنی مثلاً کسی حرام فعل کا کوئی مرتکب ہوتا شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اسی میں آدمیوں کے حقوق بھی داخل ہیں) تو حضور اکرمؐ سے زیادہ غصہ والا کوئی شخص نہیں ہوتا تھا، حضور اقدسؐ جب کبھی دو امروں میں اختیار دیئے جاتے تھے تو ہمیشہ سہل کو اختیار فرماتے تاوقتیکہ اس میں کسی قسم کی معصیت وغیرہ نہ ہو۔

تشریح: تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جنگِ اُحد میں جب عتبہ نے آپؐ پر پتھر چلایا اور آپ کا دندان مبارک شہید ہو گیا اور چہرۂ انور خون آلودہ ہو گیا تو بعض حاضرین نے عرض کیا کہ اس موذی کے لئے بددعا فرمائیں حضورؐ نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! میرے قوم کو ہدایت فرما، یہ ناواقف ہیں ایک بدوی ایک مرتبہ آیا اور حضورؐ کی چادر مبارک پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ میرے ان اونٹوں پر غلہ لدوا دو تم اپنے مال میں سے یا اپنے باپ کے مال میں سے نہیں دیتے ہو (گویا بیت المال کا مال ہم ہی لوگوں کا ہے تمہارا نہیں ہے) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تو اس چادر کھینچنے کا بدلہ نہیں دے گا میں غلہ نہیں دوں گا اس نے کہا خدا کی قسم

میں بدلہ نہیں دیتا، حضورؐ تبسم فرمارہے تھے اور اس کے اونٹوں پر غلہ لدوادیا، ہم لوگ حضورؐ کے نام لیوا ہیں اتباع کے دعویٰ دار ہیں یہاں ذرا سی بات خودداری کے خلاف ہو جاتی ہے کوئی ذرا سخت لفظ کہہ دے تو وقار کے خلاف بن جاتی ہے حدیث کے اخیر جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے جب آپ کو بالخصوص اُمت کے حق میں دو امروں کا اختیار دیا جاتا تو آپ امت کے لئے جو سہل ہوتا اس کو اختیار فرماتے اور اسی طرح دنیاوی اُمور میں جہاں دو رائیں ہوتیں ان میں سے سہل کو اختیار فرماتے جب تک کہ اس میں کسی قسم کا شرعی نقصان نہ ہو، بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے حضورؐ کے ارشادات بھی اس مضمون میں وارد ہوئے ہیں کہ سہولت اختیار نہ کرنا اور خواہ مخواہ اپنے کو مشقتوں میں ڈالنا حضور اکرمؐ کو پسند نہ تھا۔

(۸) حدثنا ابن ابی عمر حدثنا سفیٰن عن محمد بن المنکدر عن عروة عن عائشة قالت اِسْتَاذَنَ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ اَوْاَخُ[1] الْعَشِيْرَةِ ثُمَّ اَذِنَ لَه فَاَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ اَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اَوْدَعَهُ النَّاسُ اِتِّقَاءَ[2] فُحْشِهٖ[3].

---

[1] قال المناوی هو عینیة بن حصن الفزاری الذی یقال له الاحمق المطاع وجاء فی روایة عبد الغنی التصریح عن عائشة بانه مخرمة بن نوفل فان کانت الواقعة تعددت فظاهر والا فالذی علیه المعول هو الاول لصحة روایته ولذا قال الخطیب وعیاض الصحیح انه عیینة قالوا ویبعد ان یقول المصطفٰی فی حق مخرمة ما قال لانه کان من خیار الصحابة اهـ زاد المناوی وکان عیینة اذ ذاك مضمر النفاق ویدل علی ذلك انه اظهر الردة بعده صلی اللّٰه علیه وسلم وجی به الی ابی بکر اسیرًا فکان الصبیان یصیحون علیه فی زقة المدینة ویقولون هذا الذی خرج من الدین فیقول له عمکم لم یدخل حتی یخرج فکان قوله صلی اللّٰه علیه وسلم هذا علما من اعلام النبوة حیث اشار لمغیب یقع لکن اسلم بعد ذلك وحسن اسلامه وحضر بعض الفتوحات فی زمن عمرؓ .اهـ

[2] او للشك والظاهر انه شك من سفیان فان جمیع اصحاب ابن المنکدر رووه بدون الشك ولا یبعد ان یکون او للتخییر او بمعنی الواو فان فی البخاری بئس ابن العشیرة وبئس اخو العشیرة بدون الشك قاله القاری .

[3] نصب علی العلة والمعنی انی انما ترکت الانقباض فی وجهه اتقاء فحشه وفی روایة البخاری متی عهدتنی فحاشا ان شر الناس عند اللّٰه منزلة یوم القیٰمة من ترکه الناس اتقاء شره .ق

حل لغات: اِسْتَاْذَنَ (استفعال) اجازت چاہنا، اجازت طلب کرنا (س) اجازت دینا۔ اَلْعَشِیْرَۃُ (ج) عَشَائِرُ خاندان، قبیلہ، برادران (تفاعل) مل جل کر رہنا۔ اَلَنْتَ (افعال) مص اِلَانَۃ ، اِلْیَانًا نرم کرنا (مفاعلت) نرم برتاؤ کرنا (ض) نرم ہونا۔ اِتِّقَاءٌ مص (افتعال، تفعل) بچنا، پرہیز کرنا، خوف کرنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا کیسا برا آدمی ہے یہ ارشاد فرمانے کے بعد اس کو حاضری کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس کے اندر آنے پر اس کے ساتھ نہایت نرمی سے باتیں کیں، جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ حضورؐ نے اس کے بارہ میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ لفظ ارشاد فرمایا تھا پھر اس قدر نرمی سے اس کے ساتھ کلام فرمایا یہ کیا بات ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ! بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں۔

تشریح: اس شخص کا نام اکثر علماء نے عیینہ لکھا ہے کہتے ہیں کہ یہ دل سے اُس وقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا بلکہ نفاق کے طور پر بظاہر مسلمان تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اُس وقت تک منافقین کے ساتھ مسلمانوں ہی جیسا تھا اس لئے اس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ تھا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو یہ مرتد ہوگیا تھا اور اپنے مخفی کفر کو ظاہر کردیا تھا اور جب حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پکڑ کر لایا گیا اور مدینہ کے نوعمر لڑکوں نے آوازے کسنے شروع کئے کہ یہ بھی مرتد ہوگیا تھا تو اس نے یہ جواب دیا تھا کہ میں مسلمان ہی کب ہوا تھا جو مرتد ہوتا لیکن اس کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جہاد میں بھی شریک ہوئے، حضور اقدسؐ نے اسی لئے اس کے آنے سے قبل اس کی حالت پر تنبیہ فرمادی اور چونکہ یہ بہ نیت اصلاح اور دوسروں کو مضرت سے بچانے کے لئے تھی اس لئے یہ کلام شرعاً غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ کسی شخص کی برائی کو اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کی برائی کا شکار نہ بن جائیں اور کسی نقصان میں نہ پھنس جائیں غیبت

کی ممانعت میں داخل نہیں ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شخص علی الاعلان فاسق تھا اور جو کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہو اس کی غیبت جائز ہے اس کے حاضر ہونے پر اس کے ساتھ نرم کلامی اس کی تالیف قلب اور اس کے مانوس کرنے کے لئے فرمائی، جیسا کہ حضور اکرمؐ کی خصوصی عادت شریفہ تھی، نیز حضور اقدسؐ کی عادت شریفہ سب ہی کے ساتھ نرم کلامی کی تھی، اور اسی وجہ سے اس کے آنے سے پہلے حضرت عائشہؓ وغیرہ کو اس امر پر متنبہ بھی کر دیا کہ حضور اکرمؐ کے اس طرز کی وجہ سے اس کو مخلص نہ سمجھیں وہ کچھ بھلا آدمی نہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اکرمؐ کے اس طرز معاشرت کی وجہ سے اس کو مخلص اور خیر خواہ سمجھیں اور اس دھوکہ کی وجہ سے کسی مضرت میں پڑ جائیں یا کوئی راز کی بات اس کے سامنے کہہ دیں کہ ایسے منافق لوگ خصوصیات جتانے کے لئے ایسے ہی خصوصی اور اہم تذکرے چھیڑا کرتے ہیں، اخیر جملہ میں حضور اقدسؐ کے پاک ارشاد بدترین شخص کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ اس کا تعلق آنے والے سے ہو یعنی اس کی فحش گوئی سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا کہ یہ فحش گو ہے یا اس کا تعلق حضور اکرمؐ کی ذات سے ہے یعنی مجھے فحش گو تو نے کب دیکھا تھا کہ اس کی منتظر تھی وہ برا شخص ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس کے پاس آنا چھوڑ دیں میں اگر ایسے گفتگو کروں تو لوگ میرے پاس کی آمد و رفت بھی چھوڑ دیں جس سے اگرچہ ان کو ہی نقصان ہے مگر حضور اکرمؐ ان کا نقصان کب گوارا فرما سکتے ہیں۔

⑨ حدثنا سفين بن وكيع حدثنا جُميع بن عمرؓ بن عبدالرحمٰن العجلي حدثني رجل من بني تميم من ولد ابي هالة زوج خديجة يكنى ابا عبدالله عن ابن لابي هالة عن الحسن بنؓ علي رضي الله عنهما قال قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ سَئَلْتُ اَبِیْ عَنْ سِيْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱؎ كذا في جميع النسخ الموجودة عندي وتقدم في مبدء الكتاب ان المرجح فيه عمير بالتصغير

۲؎ هذا الحديث جزء من الحديث الطويل الذي جزأه المصنف على ابواب ذكر جزء منه في الباب الاول من الكتاب وجزء منه في كلامه صلى الله عليه وسلم وجزءً في تواضعه صلى الله عليه وسلم وذكره صاحب جمع الفوائد بطوله برواية الموصلي والبزار والاوسط.

وَسَلَّمَ فِيْ جُلَسَائِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ[1] سَهْلَ الْخُلُقِ[2] لَيِّنَ[3] الْجَانِبِ لَيْسَ بِفَظٍّ[4] وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا صَخَّابٍ[5] وَلَا فَحَّاشٍ وَلَا عَيَّابٍ وَلَا مُشَاحٍّ[6] يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا[7] يَشْتَهِيْ وَلَا يُؤْيِسُ[8] مِنْهُ وَلَا يُجِيْبُ[9] فِيْهِ قَدْ تَرَكَ نَفْسَهٗ مِنْ ثَلَاثٍ الْمِرَاءِ وَالْإِكْبَارِ[10] وَمَا لَا يَعْنِيْهِ وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلَاثٍ كَانَ لَا يَذُمُّ[11] اَحَدًا وَلَا يُعَيِّرُهٗ وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهٗ وَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا فِيْمَا رَجَا ثَوَابَهٗ وَاِذَا تَكَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَائُهٗ كَاَنَّمَا عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرُ فَاِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوْا لَا يَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَهُ الْحَدِيْثَ وَمَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهٗ اَنْصَتُوْا

---

[1] بكسر اوله طلاقة الوجه وبشاشته واستشكل بما مر انه كان متواصل الاحزان واجيب بان حزنه بسبب احوال الاخرة اما بالنسبة لامور الدنيا يكون دائم البشر فكان حزنه ليس على فوت مطلوب او حصول مكروه قاله المناوى .

[2] بضم الخاء اى ليس يصعبه او ليس بخشنه فعلى الاول هو وصف لخلقه بالنسبة اليه صلى الله عليه وسلم يعنى لم يكن خلقه آبيا غير منقادله وعلى الثانى وصف له بالنسبة لغيره يعنى لم يكن خشنا يتاذى به جليسه .ق م

[3] بكسر التحتية المشددة اى سريع العطف كثير اللطف وقيل قليل الخلاف قاله القارى وقال المناوى اى سليما مطيعًا منقادًا قليل الخلاف .

[4] بفتح فاء وتشديد ظاء معجمة وهو من الرجال سيى الخلق قاله الحزرى وقال الجوهرى هو الغليظ لاكنه لا يلائم قوله ولا غليظ اللهم الا ان يحمل احدهما على فظاظة اللسان والاخر على فظاظة القلب قال عز اسمه ولو كنت فظا غليظ القلب لا انفضوا من حولك .ق

[5] مشاحٍ بضم الميم وتشديد الحاء اسم فاعل من مفاعلة الشح وهو البخل وفى نسخة صحيحة بدله مداح اى لم يكن مبالغًا فى المدح وفى اخرى ولا مزاح قاله القارى وقال المناوى قال القسطلانى فى اكثر النسخ المصححة بدله ولامداح وكذا فى نسخة الحافظ ابن حجر قلت وكذا فى جمع الفوائد .

[6] اى يتكلف الغفلة والاعراض عما لا يستحسنه من القول والفعل .ق

[7] بضم ياء فسكون واو فهمزة مكسورة اى لا يجعل غيره آيسا مما لا يشتهى من يئس بمعنى قنط .ق م

[8] بالجيم من الاجابة اى لا يجيب احدًا فيما لا يشتهى قاله القارى وقال المناوى اى لو دعى الى ما لا يشتهى لا يجيب اليه بل يرد الداعى بميسور من القول .

[9] الاكبار بكسر فسكون فموحدة استعظام نفسه فى الجلوس والمشى وغيره فى نسخة الاكثار واختاره القاضى عياض فى شفاءه والمراد به اكثار الكلام .

[10] قال المناوى هذا تاكيد اذ الذم والعيب متحدان وقال القارى اى لا يذمه مواجهة ولا يعيبه غيبة او لا يذمه فى الامور الاختياريه ولا يعيبه فى الخلقية فالتاسيس اولى من التاكيد .

لَهٗ حَتّٰی یَفْرُغَ حَدِیْثُهُمْ عِنْدَهٗ حَدِیْثٌ اَوَّلُهُمْ یَضْحَكُ مِمَّا یَضْحَكُوْنَ مِنْهُ وَیَتَعَجَّبُ مِمَّا یَتَعَجَّبُوْنَ وَیَصْبِرُ لِلْغَرِیْبِ عَلَی الْجَفْوَةِ فِیْ مَنْطِقِهٖ وَمَسْاَلَتِهٖ حَتّٰی اِنْ كَانَ اَصْحَابُهٗ یَسْتَجْلِبُوْنَهُمْ وَیَقُوْلُ اِذَا رَاَیْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ یَطْلُبُهَا فَارْفُدُوْهُ وَلَا یَقْبَلُ الثَّنَاءَ اِلَّا مِنْ مُكَافِئٍ وَلَا یَقْطَعُ عَلٰی اَحَدٍ حَدِیْثَهٗ حَتّٰی یَجُوْزَ فَیَقْطَعَهٗ بِنَهْیٍ اَوْ قِیَامٍ.

حل لغات: سِیْرَة سارَ کا اسم ہے، عادت، طریقہ، طرزِ زندگی (ض) چلنا، جانا۔ دَائِمٌ اسم فاعل (ن) دائم رہنا، ہمیشہ رہنا۔ اَلْبِشْرَةُ چہرے کی رونق، کشادہ روئی (تفعیل) خندہ پیشانی سے ملنا۔ سَهْلٌ (ک) نرم ہونا، ملائم ہونا، سہل ہونا۔ لِیْنٌ صیغۂ صفت (ج) لُیُوْنٌ نرم، نرم آدمی (ض) نرم ہونا۔ اَلْجَانِبُ (ج) جَوَانِب گوشہ، کنارہ، انسان کا پہلو۔ فَظٌّ صیغۂ صفت، بہت بدخُلق، بدخصلت، قرآن کریم میں ہے وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (اگر آپ تندخو، سخت طبیعت ہوتے تو آپ کے پاس سے سب منتشر ہوجاتے) (س) مص فَظَاظَةً بدخُلق وبدکلام ہونا۔ غَلِیْظ صیغۂ صفت، سخت (ک) سخت ہونا، گاڑھا ہونا۔ عَیَّابٌ مبالغہ کا صیغہ ہے، بہت زیادہ عیب لگانے والا (ض) عیب لگانا۔

---

۱ ای کحدیث اولهم فی عدم الملال منه او فی الاصغاء الیه اذ العادة جاریة بالملال اذ اکثر المقال قاله القاری وقیل لا یتحدث اولا الا من جاء او لا علی الترتیب وقیل المراد باولهم افضلهم ای یصغی لحدیث کلهم کما یصغی لحدیث افضلهم .

۲ بفتح الجیم وقد یکسر ای علی الجفاء والغلظة وسوء الادب مما کان یصدر من جفاة الاعراب وقد ورد من بدا جفا .ق

۳ ای یتمنون مأتی الغرباء الی مجلسه لیستفیدوا بسبب اسئلتهم ما لا یستفیدونه فی غیبتهم لانهم یهابون بسواله وقیل معناه یستجلبون خواطرهم بما رأوه من صبره لهم وقیل المراد جذبهم عن مجلسه ومنعهم عن الجفاء .ق م

۴ یعنی اذا اصطنع فاثنی علیه علی سبیل الشکر والجزاء قبله واذا ابتدئ بثنائه کرهه ذکره الزمخشری وقیل معناه مقارب ومماثل ای فی مدحه غیر مجاوز به عن حد الا یری انه قال لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ .

۵ یجوز بالحیم والزای ای یتجاوز عن الحد وفی نسخة بالجیم والرای من الحور والمیل .

مُشَاحّ بخیل (ن،ض،س) مص شَحًّا بخل کرنا، حرص کرنا۔ یَتَغَافَلُ (تفاعل) غفلت برتنا، لاپرواہی سے کام لینا۔ یَشْتَهِي (افتعال) پسند کرنا، چاہنا، رغبت رکھنا، مائل ہونا۔ یُؤْنِسُ (افعال) مایوس کرنا، محروم کرنا۔ اَلْمِرَاءُ مص (مفاعلت) جھگڑا کرنا، مناظرہ کرنا، بحث ومباحثہ کرنا، یہ قرآن کریم میں بھی استعمال ہوا ہے فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ اِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا (سوآپ ان کے بارے میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے) اِكْبَارٌ مص (افعال) تکبر کرنا، بڑا خیال کرنا، بڑا سمجھنا۔ یَذُمُّ (ن) مذمت کرنا، برائی کرنا۔ عَوْرَةٌ (ج) عَوْرَات عیوب، راز، پردہ کی چیز، ہر وہ چیز جس سے شرم محسوس ہو۔ رَجَاء مص (ن) امید کرنا، امید باندھنا، آس رکھنا۔ اَطْرَقَ (افعال) خاموش ہوجانا، گردن جھکا کر بیٹھ جانا۔ طَيْرٌ (ج) طُيُور پرندہ (ض) اڑنا، پرواز بھرنا۔ سَكَتَ (ن) خاموش رہنا، چپ رہنا، نہ بولنا۔ يَتَنَازَعُوْنَ (تفاعل) جھگڑنا، نزاع کرنا۔ اَنْصَتُوْا (افعال،ض) بات سننے کے لئے خاموش رہنا، چپنا۔ يَفْرُغُ (ن) خالی ہونا، فارغ ہونا۔ يَضْحَكُ (س) ہنسنا۔ يَتَعَجَّبُ (تفعل) تعجب کرنا، حیران ہونا، کسی بات کو پسند کرنا۔ يَصْبِرُ (ض) صبر کرنا، نفس کو کسی کام سے روکنا، باز رکھنا۔ جَفْوَةٌ بدسلوکی، بدکلامی، اجڈپن (ن) بدسلوکی سے پیش آنا۔ مَنْطِقٌ مصدر میمی، گفتگو، کلام (ض) واضح بیان کرنا، بولنا۔ مَسْاَلَةٌ مصدر میمی (ف) مص سُؤَالًا پوچھنا، معلوم کرنا، طلب کرنا، مانگنا۔ يَسْتَجْلِبُوْنَ (استفعال) کھینچ کرلانا، لانے کا سبب بننا (ن،ض) ہانک کرلانا۔ اَرْفِدْهُ فعل امر حاضر (ض،افعال) مدد کرنا، مدد دینا۔ اَلثَّنَاءُ مص (ض) تعریف کرنا، خوبی بیان کرنا۔ مُكَافِئٌ اسم فاعل (مفاعلت) بدلہ دینا، برابری کرنا۔ يَقْطَعُ (ف) کاٹنا قَطَعَ كَلَامَه درمیان میں کسی کی بات کاٹنا۔ نَهْيٌ مص (س) منع کرنا، روکنا۔ قِيَامٌ مص (ن) کھڑا ہونا، مجلس سے اٹھ کر چلا جانا۔

ترجمہ: (یہ اُس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو قریب ہی حضور اقدسؐ کی

تواضع کے بیان میں بے پر گزر چکی ہے) حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے (میرے چھوٹے بھائی) حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت علیؓ سے حضورؐ کا اپنے اہل مجلس کے ساتھ کا طرز پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے، یعنی چہرۂ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں ہوتا تھا آپؐ نرم مزاج تھے یعنی کسی بات میں لوگوں کو آپؐ کی موافقت کی ضرورت ہوتی تھی تو آپؐ سہولت سے موافق ہو جاتے تھے نہ آپؐ سخت گو تھے اور نہ سخت دل تھے نہ آپ چلاّ کر بولتے تھے نہ فحش گوئی اور بدکلامی فرماتے تھے، نہ عیب گیر تھے کہ دوسروں کے عیوب پکڑیں، نہ زیادہ مبالغہ سے تعریف کرنے والے نہ زیادہ مذاق کرنے والے نہ بخیل (تین لفظ اس جگہ نقل کئے گئے تینوں کا ترجمہ لکھ دیا) آپؐ ناپسند بات سے اعراض فرماتے تھے یعنی ادھر التفات نہ فرماتے گویا سنی ہی نہیں، دوسرے کی کوئی خواہش اگر آپؐ کو پسند نہ آتی تو اس کو مایوس بھی نہ فرماتے تھے اور اس کا وعدہ بھی نہ فرماتے تھے آپؐ نے تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل علیٰحدہ فرما رکھا تھا، جھگڑے سے اور تکبر سے اور بے کار بات سے اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا، نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے نہ کسی کو عیب لگاتے تھے، نہ کسی کے عیوب تلاش فرماتے تھے آپؐ صرف وہی کلام فرماتے تھے جو باعث اجر وثواب ہو جب آپؐ گفتگو فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ ذرا بھی حرکت ان میں نہ ہوتی تھی کہ پرند ذرا سی حرکت سے اڑ جاتا ہے) جب آپؐ چپ ہو جاتے تب وہ حضرات کلام کرتے (یعنی حضور اقدسؐ کی گفتگو کے درمیان میں کوئی شخص نہ بولتا تھا جو کچھ کہنا ہوتا حضور اکرمؐ کے چپ ہونے کے بعد کہتا تھا) آپؐ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے تھے، آپؐ سے جب کوئی شخص بات کرتا تو اس کے خاموش ہونے تک سب ساکت رہتے، ہر شخص کی بات (توجہ سے سننے میں) ایسی ہوتی جیسے پہلے شخص کی گفتگو (یعنی بے قدری سے کسی کی بات نہیں سنی جاتی تھی ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ مجلس کی ابتداء میں تو توجہ تام ہوتی ہے، پھر کچھ دیر ہونے سے اُکتانا شروع کر دیتے ہیں اور کچھ بے توجہی سی ہو جایا کرتی ہے) جس بات سے سب ہنستے آپؐ بھی تبسم

فرماتے اور جس سے سب لوگ تعجب کرتے تو آپؐ بھی تعجب میں شریک رہتے یہ نہیں کہ سب سے الگ چپ چاپ بیٹھے رہیں بلکہ معاشرت اور طرز کلام میں شرکاء مجلس کے شریک حال رہتے، اجنبی مسافر آدمی کی سخت گفتگو اور بے تمیزی کے سوال پر صبر فرماتے، یعنی گاؤدی لوگ جا بیجا سوالات کرتے آداب کی رعایت نہ کر کے ہر قسم کے سوالات کرتے حضور اکرمؐ ان پر گرفت نہ فرماتے ان پر صبر کرتے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگ ہر قسم کے سوالات کر لیتے تھے، بعض صحابہؓ آپؐ کی مجلس اقدس تک مسافروں کو لے کر آیا کرتے تھے (تا کہ ان کے ہر قسم کے سوالات سے خود بھی منتفع ہوں اور ایسی باتیں جن کو ادب کی وجہ سے یہ حضرات خود نہ پوچھ سکتے تھے وہ بھی معلوم ہو جائیں) آپؐ یہ بھی تاکید فرماتے رہتے کہ جب کسی طالب حاجت کو دیکھو تو اس کی امداد کیا کرو (اگر آپ کی کوئی تعریف کرتا تو آپؐ اس کو گوارا نہ فرماتے) البتہ بطور شکریہ اور اداء احسان کے کوئی آپؐ کی تعریف کرتا تو آپ سکوت فرماتے (کہ احسان کا شکر اس پر ضروری تھا اس لئے وہ گویا اپنا فرض منصبی ادا کر رہا ہے بعض علماء نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ تعریف حدود کے اندر کرتا تو سکوت فرماتے یعنی حد سے تجاوز کرتا تو روک دیتے) کسی کی گفتگو قطع نہ فرماتے تھے کہ دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی شروع فرمائیں، البتہ اگر کوئی حد سے تجاوز کرنے لگتا تو اس کو روک دیتے تھے یا مجلس سے تشریف لیجاتے تا کہ وہ خود رک جائے۔

تشریح: یہ حدیث گزشتہ باب کی ساتویں حدیث کا ٹکڑا ہے، مفصل روایت جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام سوالات یکجا ہیں جمع الفوائد اور شفائے قاضی عیاض میں موجود ہے، امام ترمذیؒ نے مختلف بابوں کی مناسبت سے اس حدیث کو کئی بابوں میں تھوڑی تھوڑی ذکر کی ہے۔

---

(۱۰) حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیٰن عن مهدی بن المنکدر قال سمعت جابر بن عبدالله یقول مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا[1].

---

[1] فقال بینه الحدیث السابق بانه لم یرده الا بها او بمیسور من القول ولنعم ما قیل:
ما قال لا قط الا فی تشهده ☆ لو لا التشهد کانت لاؤه نعما

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔

تشریح: اگر اس وقت موجود ہوتی تو عطا فرما دیتے ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ فرما لیتے، یا اس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کو کسی اور طریقہ سے عطا فرمائیں۔

---

⑪ **حدثنا عبداللّٰہ بن عمران ابو القاسم القرشی المکی حدثنا ابراھیم بن سعدٍ عن ابن شھاب عن عبیدِ اللّٰہ عن ابن عباس قال کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَیْرِ وَکَانَ اَجْوَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی یَنْسَلِخ فَیَاْتِیْہِ جِبْرِیْلُ فَیَعْرِضُ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنَ فَاِذَا لَقِیَہٗ جِبْرِیْلُ**

---

۱ قال المناوی یحتمل انه عبید اللّٰه بن عیاض ویحتمل عبید اللّٰه بن ابی رافع کاتب علی فانهما یرویان عن ابن عباس وعنهما الزهری اهـ، مختصرًا وقال القاری انه ابن عبد اللّٰه ابن عتبة بن مسعود واخطأ من قال انه ابن ابی ملیکة اهـ، وقال البیجوری انه ابن عبد اللّٰه بن عتبة خلافا لما قال المناوی اهـ، قلت وبابن عبد اللّٰه بن عتبة جزم الحافظان ابن حجر والعینی فی شرحی البخاری فان البخاری اخرجه فی صحیحه فی خمسة مواضع .

۲ بالنصب علی انه خبر کان افعل تفضیل من الجودة هو اعطاء ما ینبغی لمن ینبغی علی ما ینبغی والخیر شامل لجمیع انواعه حالا ومالا من العلم والخلق والمال والجاه افضالاً وکمالاً فکان یسمح بالموجود لکونه صلی اللّٰه علیه وسلم مطبوعًا علی الجود فکان اذا وجد جاد وان لم یجد وعد ولا یخلف المیعاد .ق

۳ قال المناوی برفع اجود وذکروا له عشرة اوجه وقال القاری الرفع فی اجود اجود علی ما روی فی اکثر الروایات کما صرح به العسقلانی علی انه اسم کان وخبره محذوف حذفا واجبا وما مصدریة ومعناه اجود اکوانه وفی رمضان فی محل الحال واقع موقع الخبر الذی هو حاصل فمعناه اجود اکوانه حاصلاً فی رمضان . اهـ

۴ قال میرك فاعل یعرض یحتمل ان یکون جبرئیل وضمیر علیه للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم کما هو ظاهر السیاق ویحتمل العکس لما فی البخاری یعرض علیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وترجم علیه فی فضائل القرآن کان جبرئیل یعرض القرآن قال العسقلانی هذا عکس الحدیث وکانه اشار الی بعض طرقه فاشاره الی ان کلا منهما کان یعرض علی الاخر ویؤیده ما فی روایة للبخاری بلفظ فیدارسه القرآن اذ المدارسة مفاعلة من الجانبین .ق

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ[1] مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

حل لغات: اَجْوَدُ (ج) جُوْدٌ ، اَجَاوِيْدُ اسم تفضیل، بہت زیادہ سخی (ن) مص جَوْدًا سخاوت کرنا، بخشش کرنا۔ يَنْسَلِخُ (انفعال) گذرنا، ختم ہونا، قرآن کریم میں ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوْا الْمُشْرِكِيْنَ (سو جب اشہر حرم گذر جائیں تو ان مشرکین کو مارو) اَلْمُرْسَلَةُ (ج) مُرْسَلَاتٌ ہوا، بارش لانے والی ہوائیں، اسم مفعول (افعال) چھوڑنا، بھیجنا، قرآن کریم میں ہے وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا (قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ اول تو تمام لوگوں سے زیادہ ہر وقت ہی سخی تھے (کہ کوئی بھی حضورؐ کی سخاوت کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا کہ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کے درجہ میں پہنچی، جب ہی ایک شخص نے مانگ لی اس کو مرحمت فرمادی، قرض لے کر ضرورت مندوں کی ضرورت پورا کرنا اور قرض خواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آگیا اور اداء قرض کے بعد بچ گیا تو اتنے وہ تقسیم نہ ہو جائے گھر نہ جانا، ایسے مشہور واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ہو ہی نہیں سکتا) بالخصوص رمضان المبارک میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (کہ خود حضورؐ کی گیارہ مہینے کی فیاضی بھی اس مہینہ کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی) اور اس مہینہ میں بھی جس وقت حضرت جبرائیلؑ تشریف لاکر آپ کو کلام اللہ شریف سناتے اُس وقت آپؐ بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش

---

[1] الجود بالخير اى اسخى ببذل الخير من الريح المرسلة بفتح السين فانها ينشأ عنها جود كثير لانها تنشر السحاب وتملوها ماءً ثم تبسطها لتعم الارض فيحيا به الموات ويخرج النبات وتعميره بافعل نص فى كونه اعظم جودا منها لانها قد تخلو عن المطر وهو عليه السلام لا ينفك عن مطر الجود والسخاء والتشبيه فى تعميم العطاء والسرعة والحاصل انه فضل جوده صلى الله عليه وسلم على جود الناس ثم فضل جوده فى رمضان على جوده فى غيره ثم فضل جوده فى رمضان عند لقاء جبرئيل على جوده فى غيره فانه وقت اتيان الملئكة الى افضل الخلق بافضل كلام من افضل متكلم فى افضل اوقات .

لانے والی ہوا سے زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

تشریح: اس ہوا کے ساتھ تشبیہ تیزی اور سرعت میں ہے کہ ہوا اس قدر تیز نہیں چلتی جتنی تیز حضورؐ کی سخاوت چلتی تھی، یا نفع کے عام ہونے میں ہے کہ بارش کا نفع اس قدر عام اور سب کو شامل نہیں ہوتا جتنی عام حضورؐ کی سخاوت تھی بارش کے ساتھ تشبیہ صورت کے اعتبار سے ہے ورنہ حضورؐ کی سخاوت کو بارش سے کیا نسبت کہ یہ صرف مادی چیزوں کو اُگانے والی ہے اور حضورؐ کی بارش ظاہر و باطن ضروریات دینویہ اور دینیہ کو پورا کرنے والی تھی یہ زمین کو زندہ کرتی ہے وہ دلوں کو بھی زندہ کرتی تھی، ترمذی کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدسؐ کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم جس کے تقریباً ۲۰ ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتے ہیں کہیں سے آئے، حضور اقدسؐ نے ایک بوریے پر ڈلوا دیئے اور وہیں پڑے سب تقسیم کرا دیئے ختم ہو جانے کے بعد ایک سائل آیا جس کا قصہ تیسری حدیث میں حدیث ۱۳ کے ذیل میں آرہا ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ رہا نہیں ہے تو کسی سے میرے نام سے قرض لے لے جب میرے پاس ہوگا ادا کردوں گا، یہ تو حضورؐ کی عام عادت شریفہ تھی اور رمضان المبارک کے اس وقت کا تو کیا پوچھنا کہ وہ مالک الملک کی طرف سے افضل البشر کے پاس افضل الکلام افضل ترین اوقات میں فرشتوں کے لے کر آنے کا وقت تھا اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ حضور اقدسؐ حق تعالیٰ شانہٗ کے اخلاق کے ساتھ کمال درجہ میں متصف تھے کہ اصل کمال عاداتِ الٰہیہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس ماہ مبارک میں جس قدر رحمت و انعام کے دروازے کھلتے ہیں اس کا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو بندہ کا رسالہ فضائل رمضان دیکھو۔

(۱۲) **حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا جعفر بن سليمان عن ثابت عن انس بن مالك قال كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ[1] شَيْئًا لِغَدٍ.**

---

[1] ای لخاصة نفسه فلا ينافی ما فی الصحيحين انه صلی اللّٰه عليه وسلم كان يدخر لاهله قوت سنة وقيل علم الادخار عالب احواله او فی اوائل امره اذ قد ثبت فی البخاری عن انس يقول ما امسی عند آل محمد صاع بر ولا صاع حب وان عنده تسع نسوة والاولی ان يجمع بانه كان يدخر لهم قوت سنة ثم من جوده وكرمه علی الوافدين كان يفرغ زادهم قبل تمام السنة .ق

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ دوسرے دن کے واسطے کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔

تشریح: یعنی جو چیز ہوتی کھلا پلا کر ختم فرما دیتے اس خیال سے کہ کل کو ضرورت ہوگی اس کو محفوظ نہ رکھتے تھے، یہ حضورؐ کا غایت توکل تھا کہ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی عطا کرے گا یہ اپنی ذات کے لئے تھا، بیبیوں کا نفقہ ان کے حوالہ کر دیا جاتا وہ جس طرح چاہیں تصرف کریں چاہیں رکھیں یا تقسیم کر دیں مگر وہ بھی تو حضورؐ ہی کی بیبیاں تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک مرتبہ دو گونیں درہموں کی نظرانہ کے طور پر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درم تھے، انہوں نے طباق منگایا اور بھر بھر کر تقسیم فرما دیا خود روزہ دار تھیں افطار کے وقت ایک روٹی اور زیتون کا تیل تھا جس سے افطار فرمایا، باندی نے عرض کیا کہ ایک درم کا اگر آج گوشت منگا لیتیں تو آج ہم اُسی سے افطار کر لیتے، ارشاد فرمایا کہ اب طعن دینے سے کیا ہو سکتا ہے اُس وقت یاد دلا دیتی تو میں منگا دیتی، ''حکایاتِ صحابہؓ'' میں ان سچے اتباع کرنے والوں کے کچھ نمونے دکھائے گئے ہیں اس لئے اگر حدیث کا مطلب یہ ہو کہ نہ اپنے لئے نہ گھر والوں کے لئے دوسرے دن کا ذخیرہ ہوتا تھا تب بھی بے محل نہ ہوگا۔

(۱۴) حدثنا هارون بن موسى بن ابى علقمة الفروىٔ[۱] المدنى حدثنى ابى عن هشام بن سعد عن زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر بن الخطاب اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَئَلَهٗ اَنْ يُّعْطِيَهٗ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِنْدِىْ شَىْءٌ وَلٰكِنِ ابْتَعْ[۲] عَلَىَّ فَاِذَا جَاءَنِىْ شَىْءٌ قَضَيْتُهٗ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَعْطَيْتَهٗ[۳] فَمَا كَلَّفَ اللّٰهُ مَالَا تَقْدِرُ

---

[۱] الفروى بفتح الفاء وسكون الراء نسبة الى فرو اسم لجده .

[۲] بتقديم الموحدة على المثناة الفوقية اى اشتروا عدد واحسب الثمن على وروى بتقديم المثناة على الموحدة اى احل علينا بدينك الذى عليك قال الزمخشرى اتبعت فلانا عن فلان .م

[۳] قد اعطيته اى السائل قبل هذا او اعطيت الميسور من القول وهو قولك ما عندى شئ قاله المناوى قلت ويحتمل ان يكون الضمير الى المال والقصة مختصرة وفى نشر الطيب عن الترمذى انه اتى اليه تسعون الف درهم فوضعت على حصير فما رد سائلا حتى فرغ منها فجاءه رجل فسأله فقال ما عندى شئ ولكن ابتع على الحديث فيحتمل ان يكون المرجع ذلك المال الذى قسمه صلى الله عليه وسلم لكن ظاهر الشفاء انهما قصتان متغائران وهو ظاهر شروح الشفاء وهو الظاهر عندى

عَلَيْهِ فَكَرِهَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا[1] فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُرِفَ الْبِشْرُ فِيْ وَجْهِهٖ لِقَوْلِ الْاَنْصَارِيِّ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا[2] اُمِرْتُ.

حل لغات: اِبْتَعْ فعل امر حاضر (افتعال) خریدنا، مول لینا، فعل ماضی اِبْتَاعَ ہے۔ قَضَيْتُ (ض) دینا، اداء کرنا، علیٰ کے ساتھ، موت دینا۔ كَلَّفَ (تفعیل) مکلف بنانا، ذمہ دار بنانا، تکلیف دینا۔ تَقْدِرُ (ض) قادر ہونا، قدرت رکھنا۔ كَرِهَ (س) مکروہ جاننا، ناپسند کرنا، برا سمجھنا۔ اَنْفِقْ فعل امر حاضر (افعال) خرچ کرنا، راہِ خدا میں دینا، قرآن کریم میں کئی جگہ ہے وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور راہِ خدا میں خرچ کرو) لَاتَخَفْ فعل نہی حاضر (س) ڈرنا، خوف کرنا، گھبرانا۔ اِقْلَالًا مص (افعال) کمی کرنا، کم کرنا (ض) کم ہونا۔ تَبَسَّمَ (تفعل) مسکرانا۔ عُرِفَ فعل ماضی مجہول (ض) جاننا، پہچاننا۔ اُمِرْتُ فعل ماضی مجہول (ن) حکم دینا۔

ترجمہ: حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت مند نے حضور اقدسؐ سے کچھ سوال کیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ موجود نہیں ہے، تم میرے نام سے خرید لو جب کچھ آجائے گا تو میں ادا کردوں گا، حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ آپ کے پاس جو کچھ تھا آپ دے چکے ہیں، اور جو چیز آپؐ کی قدرت میں نہیں ہے اس کا حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو مکلف نہیں بنایا ہے حضور اکرمؐ کو حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ ناگوار گزرا تو ایک انصاری صحابیؓ نے عرض کے کہ یارسول اللہؐ جس قدر جی چاہے خرچ کیجئے اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے (کہ جو ذات پاک عرش بریں کا مالک ہے اُس کے یہاں آپؐ کو دینے میں کیا کمی ہوسکتی ہے) حضور اکرمؐ کو انصاری کا یہ کہنا بہت پسند آیا اور حضور اکرمؐ نے تبسم فرمایا جس کا اثر چہرۂ مبارک پر ظاہر

---

[1] قال القاری هو مصدر قل الشئ یقل واقله غیره وزاد فی التاج ان معناه الافتقار وقال المناوی من اقل بمعنی افتقر وهو فی الاصل بمعنی صار ذا قلة.

[2] بکسر ة الموحدة ای ظهر فی وجهه البشاشة.

ہوتا تھا اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے اسی کا حکم فرمایا ہے۔

تشریح: خود نبی کریمؐ کا حضرت بلالؓ سے بھی یہی ارشاد ہے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ نے حضرت بلالؓ کے پاس کھجوروں کی ایک ڈھیر لگی ہوئی دیکھی حضور اکرمؐ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ آئندہ کی ضروریات کے لئے روک لیا ہے، حضور اکرمؐ نے فرمایا تجھے اس کا ڈر نہیں ہے کہ اس کی بدولت کل قیامت کے دن جہنم کا کچھ دھواں تجھ تک پہنچ جائے اس کے بعد ارشاد فرمایا انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلا لا، اے بلالؓ خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر، حضورؐ کی سخاوت اور کرم کے واقعات جس کثرت سے ہیں ان کے احاطہ کی کس کو طاقت ہے اس کرم کے لئے یہ بھی ضروری نہ تھا کہ حضور اکرمؐ کے پاس موجود ہی ہو ضرورت مندوں کے لئے قرض لے کر اُن پر خرچ کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا جیسا کہ اوپر کی حدیث میں خود موجود ہے، ایک شخص نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت تھی، انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو کچھ رہتا ہی نہ تھا میں ہی اخیر تک اس کا منتظم رہا، عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوتا اور آپؐ اس کو ننگا دیکھتے تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے، میں کہیں سے قرض لے کر اس کے کپڑے بنواتا اور کھانے کا انتظام کرتا، ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور آ کر کہنے لگا کہ مجھے بڑی وسعت حاصل ہے تمہیں جو کچھ قرض لینا ہو مجھ سے لے لیا کرو اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے، میں اُس سے قرض لینے لگا ایک دن میں وضو کر کے اذان کہنے ہی کو تھا کہ وہ مشرک چند تاجروں کو ساتھ لئے ہوئے آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ او حبشی، میں نے کہا حاضر ہوں، وہ نہایت ترش روئی سے مجھ کو برا بھلا کہنے لگا اور کہا کہ اس مہینہ کے ختم میں کتنے دن باقی ہیں میں نے کہا کہ مہینہ ختم کے قریب ہے کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر اس وقت تک قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے قرضہ میں غلام بنالوں گا اور جیسا کہ پہلے غلامی کی حالت میں بکریاں چرایا کرتا تھا

وہی صورت پھر ہو جائے گی حضرت بلالؓ کہتے ہیں کہ اس کی یہ باتیں سن کر جو لوگوں پر گزرتی ہے وہ مجھ پر بھی گزری، میں عشاء کی نماز کے بعد حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ سارا قصہ سنا کر عرض کیا کہ حضور اکرمؐ اتنی جلدی انتظام کیا ہو سکتا ہے کہ ادائیگی کے لئے نہ آپؐ کے پاس کچھ ہے نہ میرے پاس، میں روپوش ہو جاؤں، جب آپؐ ادائیگی فرمادیں گے میں حاضر ہو جاؤں گا ورنہ وہ مجھے سخت ذلیل کرے گا، صبح کی نماز سے قبل ایک شخص دوڑتا ہوا آیا کہ حضور اکرمؐ بلا رہے ہیں میں حاضر ہوا تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے تیرے قرضہ کا انتظام کر دیا یہ چار اونٹنیاں جو سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہیں یہ فدک کے حاکم نے ہدیہ بھیجا ہے میں نے صبح کو وہ سب قرضہ بے باق کیا اور حضورؐ کو اطلاع دی کہ اللہ جل شانہٗ نے قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا، حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اس سامان میں سے کچھ بچا ہے یا نہیں، میں نے عرض کیا کچھ بچ گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو تقسیم کر دے کہ مجھے راحت ملے، شام ہو گئی کچھ پھر بھی بچ گیا، عشاء کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ مستحقین آئے ہی نہیں ابھی کچھ باقی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رات مسجد میں گزاری مکان پر تشریف نہیں لے گئے دوسرے دن عشا کے بعد پھر دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ نے اس کے بارے آپؐ کو سبکدوش فرمایا وہ سب تقسیم ہو گیا، تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے مکانوں پر تشریف لے گئے۔ (ابوداؤد)

(۱۴) حدثنا علیؒ بن حجر حدثنا شریك عن عبدالله بن محمد بن عقیل عن الربیع بنت معوّذ بن عفراء قالت اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَاَجْرِ زُغْبٍ فَاَعْطَانِیْ مِلْاَ كَفِّهٖ حُلِیًّا وَذَهَبًا.

حل لغات: قِنَاعٌ (ج) اَقْنَاعٌ کھانا رکھنے کی تھالی، ڈلیہ۔ رُطَبٌ پکی

ؒ علی بن حجر الخ الحدیث بسنده ومتنه مکرر تقدیم فی آخر باب فاکهة النبی صلی الله علیه وسلم الا ان الروایة هناك بالشك وههنا بلفظ حلیا وذهبًا بالجزم.

ہوئی تازہ کھجوریں۔ اجْر چھوٹی ککڑیاں۔ زُغْبٌ اَزْغَبُ (واحد مذکر) کی جمع ہے، مؤنث زَغْبَاءُ رواں، رویں دار چیز (س) رواں نکلنا، بالوں کا نکلنا۔ مِلْأٌ (ج) اَمْلَاءٌ چلوبھر (ف) پُر کرنا، بھرنا (س) پُر ہونا۔

ترجمہ: ربیع کہتی ہیں کہ میں ایک طباق کھجوروں کا اور کچھ چھوٹی پتلی پتلی ککڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا دست مبارک بھر کر سونا اور زیور مرحمت فرمایا۔

تشریح: یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میوہ کے ذکر میں ۱۶ ویں پر گزر چکی ہے۔

---

(۱۵) حدثنا علی بن خشرم وغیر واحد قالوا حدثنا عیسیٰ[1] بن یونس عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْبَلُ الْهَدِیَّةَ وَیُثِیْبُ عَلَیْهَا .

حل لغات: یَقْبَلُ (س) قبول کرنا، لینا۔ یُثِیْبُ (افعال) بدلہ دینا، لوٹانا (ن) ثَابَ ثَوْبًا لوٹنا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اُس پر بدلہ بھی دیا کرتے۔

تشریح: کمال خلق ہے کہ ہدیہ واپس کرنے میں دوسرے کی دل شکنی کا خیال ہے اور بدلہ نہ دینے میں اس کو کوئی نفع نہیں، بلکہ بسا اوقات غلبۂ محبت میں آدمی خود مشقت اُٹھا کر ہدیہ دیا کرتا ہے بدلہ کی صورت میں اس کی دلداری بھی ہوگئی اور اس کو کوئی نقصان بھی نہ ہوا بلکہ نفع ہوا۔

اس لئے کہ بعض حدیثوں میں ویثیب منها کی جگہ ویثیب خیراً منها وارد

---

[1] قال الترمذی والبزار لا نعرف هذا الحدیث موصولاً الا من حدیث عیسیٰ بن یونس وهو عند الناس مرسل وقال البخاری بعد ایراد هذا الحدیث لم یذکر وکیع ومحاضر عن هشام عن ابیه عن عائشة واشار بهذا ان عیسیٰ تفرد بوصله قال الحافظ العسقلانی روایة وکیع وضعها ابن ابی شیبة عنه بلفظ ویثیب ماهو خیر منها وروایة محاضر لم اقف علیها .ق

ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اُس سے بہتر بدلہ دیتے تھے اور دوسری روایت سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ سے زیادہ بدلہ دیتے تھے۔

ما جَاء فی حَیَاءِ رَسُول اللّٰہ صَلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء کا ذکر

تشریح: یہ مضمون اگرچہ عادات کا جزو ہے اور اس لحاظ سے گزشتہ باب میں داخل ہوسکتا تھا مگر غایت اہتمام کی وجہ سے اس کو مستقل ذکر کیا کہ خالق اور مخلوق دونوں کی ساتھ کے معاملات میں حیاء پر ایک مستقل مدار ہے حدیث میں وارد ہے کہ جب تجھ سے حیاء جاتی رہے پھر جو چاہے کر گزر، حضور اقدسؐ کا ہر کمال درجہ منتہی پر تھا جس باب کو شروع کیا جائے اس میں آپؐ کے اوصاف بیان کرنے کے لئے الفاظ کماحقہٗ میسر نہیں ہوتے، آپؐ کی حیاء کے دو چار واقعات نہیں ہیں سیکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کثرت حیاء کی وجہ سے کسی شخص کے چہرہ پر نگاہ نہیں جماتے تھے، یعنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کسی سے بالمقابل نہ ہوتے تھے، امام ترمذیؒ نے بھی نمونۃً اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں علماء نے لکھا ہے کہ حیاء کئی قسم کی ہوتی ہے ایک کرم کی حیاء کہلاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ کیا تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چند لوگ بیٹھے رہے اور باتوں میں مشغول رہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بیٹھنا بار تھا اور بار بار کبھی باہر تشریف لے جاتے تھے کبھی اندر تشریف لاتے تھے مگر شرم کی وجہ

لہ الحیاء ههنا بالمد واما بالقصر فهو بمعنی المطر وکلاهما ماخوذ من الحیٰوة فان احدهما حیٰوة الارض والاخر حیاة القلب وهو فی اللغة تغیر وانکسار یعتری الانسان من خوف ما یعاب به وفی الشرع خلق یبعث علی اجتناب القبیح وهو اقسام منها حیاء الکرم کاستحیائه صلی اللّٰه علیه وسلم ان یقول لمن طول القیام فی ولیمة زینبؓ انصرف وحیاء المحب من محبوبه حتی اذا خطر بقلبه هاج الحیاء وحیاء العبودیة بان یشهد تقصیره فیها فیزداد خجلة وحیاء المرء من نفسه بان تشرف همته فیستحی من رضی نفسه بالنقص فیجد نفسه مستحیا من نفسه حتی کان له نفسین وهذا اکمل انواع الحیاء .ق م

سے ان کو اٹھنے کا حکم نہیں فرمایا، قرآن پاک میں بھی سورۂ احزاب کے اخیر کے قریب اس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے دوسری قسم عاشق کی اپنے محبوب سے شرم ہوتی ہے کہ بولنا بھی دشوار ہوتا ہے ؎

شوق افزوں مانع عرض تمنا داب حُسن ☆ بارہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے

تیسری قسم بندگی کی شرم ہوتی ہے کہ بندگی میں اپنے آپ کو قاصر پائے اور مولا سے شرم میں بڑھتا جائے، چوتھی خود اپنی ذات سے شرم ہوتی ہے کہ آدمی ہمت سے کسی کام کو شروع کرے اور اس میں کوئی نقص رہ جائے تو خود اپنے سے شرم آنے لگتی ہے کہ ذرا سا کام بھی نہ ہوا کہتے ہیں کہ یہ شرم کا اعلیٰ درجہ ہے جو شخص خود اپنے سے شرماتا ہے وہ دوسرے سے بطریق اَولیٰ شرمایا کرتا ہے۔

---

(۱) حدثنا محمد بن غيلان حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت عبدالله بن ابی عتبة يحدث عن ابی سعيد الخدری قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِهَا وَكَانَ اِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِیْ وَجْهِهٖ.

حل لغات: اَشَدُّ اسم تفضیل، بہت سخت، بہت قوی (ض) قوی ہونا، شدید ہونا، مضبوط ہونا۔ اَلْعَذْرَآءُ (ج) عَذَارٰی ، عَذْرَاوَات کنواری لڑکی، باکرہ اَلْعُذْرَة بکارت، دوشیزگی۔ خِدْرٌ (ج) اَخْدَارٌ پردہ، مکان کا مخصوص حصہ (تفعیل، افعال) پردے میں رکھنا۔

۱؎ بكسر الخاء المعجمة وسكون الدال المهملة ستر يجعل للبكر فی ناحية البيت والظرف حال من العذراء او صفة لها وهو تتميم للفائدة فان العذراء اذا كانت متربية فی سترها تكون اشد حياء لتسترها حتى عن النساء بخلافها اذا كانت فی غير بيتها او كانت داخلة خارجة فانها حينئذ تكون قليلة الحياء، واغرب ابن حجر حيث قال تبعًا لميرك اذ الخلوة مظنة وقوع الفعل بها ووجه غرابته لا يخفى فانه لو كان المراد هذا المعنى القيل اشد حياءً من العذراء وقت رفافها . ق

۲؎ لانه كان يتكلم بالشئ الذی يكرهه حياء بل يتغير وجهه فيفهم كراهته له وكذا البنت المخدرة غالبًا لم تتكلم فی حضور الناس بل يرى اثر رضاها وكراهتها فی وجهها وبهذا يظهر وجه الارتباط بين الجملتين .

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدسؐ شرم وحیاء میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو کہیں زائد بڑھے ہوئے تھے جب حضور اکرمؐ کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپؐ کے چہرہ سے پہچان لیتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (غایت شرم کی وجہ سے اظہار ناپسندیدگی نہ فرماتے تھے)

تشریح: ''کنواری جو اپنے پردہ میں ہو'' کے دو مطلب علماء نے لکھے ہیں، ایک جماعت علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے پردہ نشین کنواری لڑکی مراد ہے کہ وہ اُس کنواری لڑکی سے جو باہر پھرتی ہو بہت زیادہ شرمیلی ہوتی ہے گو کنواری ہر ایک ہی شرم دار ہوتی ہے اسی لئے شریعت نے کنواری لڑکی کے نکاح کی اجازت کے لئے اُس کے سکوت کو کافی بتایا ہے کہ کنواری کے لئے شرم طبعی چیز ہے اور بالخصوص پردہ نشین لڑکی، اور بعض علماء نے پردہ نشین سے وہ لڑکی مراد لی ہے جو پردہ میں تربیت دی گئی ہو کہ اُس کو عورتوں سے بھی پردہ کرایا گیا ہو، چنانچہ باہر کی پھرنے والی عورتوں سے پردہ بہت سے خاندانوں میں مروّج ہے کہ یہ لڑکی جس قدر شرمیلی ہوگی ظاہر ہے، دوسرا مطلب بعض علماء نے اپنے پردہ میں ہونے سے کنایہ بتایا ہے شب عروس کا کہ کنواری لڑکی پہلی شب میں جس قدر شرمیلی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔

---

(۴) حدثنا محمود بن غيلان حدثنا وكيع حدثنا سفيٰن عن منصور عن موسىٰ بن عبدالله بن يزيد الخطمیٔ[1] عن مولىٰ العائشة قال قَالَتْ عَائِشَةُ مَا نَظَرْتُ[2] اِلٰى فَرْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَتْ مَا رَاَيْتُ فَرْجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ.

حل لغات: فَرْجٌ (ج) فُرُوْجٌ شرم گاہ (اس کا اطلاق قُبل، دُبر دونوں پر ہوتا ہے) سوراخ، پھٹن (ض، تفعیل) کھولنا، کشادہ کرنا، وسیع کرنا۔

---

[1] الخطمی بفتح معجمة وسكون مهملة نسبة الى خطم قبيلة من العرب كذا قاله القاری وغيره وضبطه المناوی بكسر اوله.

[2] قال الحنفی فان حياءه صلى الله عليه وسلم كان مانعًا منه وجاء في روايته عنها ما رأيت منه ولا رأى منى يعنى الفرج.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء اور تستر کی وجہ سے) مجھے کبھی آپؐ کے محل شرم دیکھنے کی ہمت نہیں پڑی اور کبھی نہیں دیکھا۔

تشریح: جب حضورؐ کی شرم کی وجہ سے ہمت نہیں پڑی تو خود حضورؐ تو کیا دیکھتے اور اصولی بات ہے کہ شرمیلے آدمی کے سامنے دوسرے کو مجبوراً شرم کرنا پڑتا ہے، اور ایک دوسری روایت میں بالتصریح اس کی بھی نفی ہے کہ نہ حضورؐ نے کبھی میرے ستر کو دیکھا نہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کو دیکھا اور جب حضرت عائشہؓ باوجود یکہ تمام بیبیوں میں سب سے زیادہ بے تکلف تھیں، اُن کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا ذکر، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضورؐ بیوی سے صحبت کرتے تو آنکھیں بند کر لیتے، اور سر جھکا لیتے اور بیوی کو بھی سکون و وقار کی تاکید فرماتے، حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حجروں کے پیچھے جا کر غسل کیا کرتے حضورؐ کے محل ستر کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا، نبوت سے قبل جب کہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضورؐ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے عرب کے دستور کے موافق کہ ستر کے چھپانے کا کچھ ایسا اہتمام نہ تھا، حضورؐ نے لنگی کو پتھر کے نیچے رکھ لیا اُسی وقت بے ہوش ہو کر گر گئے، حالانکہ شرعی احکام اس وقت تک نازل بھی نہ ہوئے تھے۔

باب مَا جَاءَ فی حجامةِ[1] رسُول اللّٰهُ صَلّی اللّٰه عَلَیْه وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی پچھنے لگوانے کا ذکر

تشریح: اس باب میں مصنفؒ نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، جن میں سینگی کے استعمال کے مختلف واقعات ذکر فرمائے ہیں، مقصود یہ ہے کہ معمولاتِ نبویہ میں علاج بدن اور دوا کا استعمال کرنا بھی تھا علاج کرنا توکل کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر متوکل کون ہوگا مگر اس کے باوجود حضورؐ سے علاج کے طور پر سینگی کا استعمال متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے اور حق یہ ہے کہ توکل اسباب کے منافی نہیں ہے، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے اُس رسالہ میں جس میں اپنے مبشرات کو جمع کیا ہے اور اپنے بہت سے مکاشفات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خوابوں میں جو سوالات کئے ہیں ذکر کئے ہیں لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدسؐ سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اسباب کے ترک کرنے میں کونسی چیز افضل ہے تو مجھ پر حضور اقدسؐ کی طرف سے ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے اسباب واولاد غرض ہر چیز سے طبیعت سرد پڑ گئی، اُس کے بعد میری طبیعت پر ایک انکشاف ہوا جس کا اثر یہ ہوا کہ طبیعت تو اسباب کی طرف متوجہ ہے اور روح تسلیم وتفویض کی طرف مائل ہے فقط، حق یہ ہے کہ یہی اصل توکل ہے کہ اسباب کو بالکل غیر مؤثر سمجھیں اسباب میں تاثیر بھی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہی کی طرف سے ہے اُس کی مشیت بغیر اسباب بھی کچھ نہیں بنا سکتے ؎

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود ☆ روغنِ بادام خشکی مے نمود

---

[1] هو بالكسر اسم من الحجم على ما ذكره الجوهرى وفى القاموس الحجم المصدر والمحجم والمحجمة بكسرهما ما يحجم به وحرفته الحجامة ككتابة قال القارى ولعلها مشتركة بينهما والا فالمناسب للمقام المعنى الاول وقال المناوى وجه مناسبة هذا الباب بالشمائل ان من اجلها التوكل وقضيته ان يكل حفظ بدنه اليه سبحانه وتعالى ولا يتداوى بحجم ولا بغيره فازال ذلك ببيان ان تدبير البدن مشروع غير مناف للتوكل لانه اسناد الامر اليه تعالى واعتقاد استغنائه فى التاثير.

مقدراتِ الٰہیہ کے سامنے کسی کا بھی بس نہیں ہے، سرکہ کے استعمال سے صفرا بڑھ جائے، اور بادام روغن کے استعمال سے خشکی ہونے لگے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے ایک دوسرے رسالہ میں ہے کہ یہ اسباب کا مسئلہ منجملہ اُن تین وصیتوں کے ہے جن کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی اور شاہ صاحبؒ کے طبعی رجحان کے خلاف پر مجبور کیا گیا، دوسرا تفضیل شیخین کا ہے، حضرت علیؓ پر اور تیسرا مسئلہ تقلید کے نہ چھوڑنے کا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا میلان تقلید کے چھوڑنے پر تھا مگر مجبور کیا گیا کہ کسی ایک امام کی تقلید ضرور کریں، تفصیل کا یہاں محل نہیں ہے، شاہ صاحبؒ کے رسائل فضل مبین اور فیوض الحرمین میں ہر دو کی تفصیلات ہیں۔

---

(۱) حدثنا علی بن حجر حدثنا اسمٰعیل بن جعفر عن حمید قال سئل انس بن مالك عن كسب الحجّام فقال انس اِحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَمَهُ اَبُوْطَيْبَةُ[۱] فَاَمَرَلَهٗ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ اَهْلَهٗ فَوَضَعُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهٖ[۲] وَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ[۳] اَوْ اِنَّ مِنْ اَمْثَلِ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ[۴].

حل لغات: اِحْتَجَمَ (افتعال) پچھنے لگوانا، فاسد خون نکلوانا، حجام، پچھنے لگانے والا۔ كَلَّمَ (تفعیل) بات کرنا، گفتگو کرنا، یہاں سفارشی گفتگو کرنا مراد ہے۔ وَضَعُوْا (ف) رکھنا (عَن کے صلے کے ساتھ) ختم کرنا، وضع کرنا، معاف کرنا۔

---

[۱] بفتح طاء مهملة وسكون تحتية بعدها موحدة قن لبنى حارثة او لابى مسعود الانصارى او غيره وخطأ الحافظ ابن حجر من قال كالثورى لبنى بياضة اسمه نافع على الصحيح وقول البغوى ميسرة رد بانه اشتبه عليه باسم ابى حميلة الراوى حديث الحجامة وقول ابن عبد البر اسمه دينار وهموه فيه لان دينار الحجام تابعى روى عن ابى طيبة لا ابو طيبة نفسه .م

[۲] خراجه بفتح الخاء المعجمة ما يوظف على المملوك كل يوم ولفظ كلم مشعر بالشفاعة دون الامر .

[۳] الخطاب للشباب من اهل الحرمين ككل دموى بقطر حار كالحجاز .م

[۴] شك من الراوى قال القسطلانى واظنه اسمٰعيل وكذا حكاه القارى عن ميرك شاه ثم قال فان البخارى اخرجه من طريق ابن المبارك عن حميد عن انس بلفظ ان من امثل ما تداويتم به الحجامة .

خَرَاجٌ محصول، ٹیکس۔ تَدَاوَیْتُمْ (تفاعل) دوا کرنا، علاج کرانا، داءٌ بمعنی مرض، بیماری۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سینگی لگوانے کی اُجرت کا مسئلہ پوچھا کہ جائز ہے یا نہیں، انہوں نے فرمایا کہ ابوطیبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی لگائی تھی آپؐ نے دو صاع کھانا (ایک روایت میں کھجور بھی آیا ہے) مرحمت فرمایا اور اُن کے آقاؤں سے سفارش فرما کر اُن کے ذمہ جو محصول تھا اُس میں کمی کرادی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے۔

تشریح: جب حضور اکرمؐ نے خود قیمت ادا فرمائی تو مسئلہ کا جواب ظاہر ہو گیا، غالباً سوال کا منشاء یہ ہوگا کہ بعض حدیثوں میں اس پیشہ کی مذمت آئی ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ اس میں چونکہ خون چوسنا پڑتا ہے جو ایک ناپاک چیز ہے اس لئے اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے کہ مُنہ کو پاک کرنے کا اہتمام کیا جائے اور اس کی احتیاط رکھی جائے اسی طرح بعض دوسرے پیشوں کے متعلق بھی بعض احادیث میں کچھ تنبیہات وارد ہوئی ہیں جس سے بعض لوگوں کو اشکالات اور اشتباہات پیدا ہو گئے حالانکہ روایات کا مفہوم صاف اور واضح ہے کہ جس پیشہ کے متعلق بھی ارشاد عالی وارد ہوا ہے اُس میں کوئی خاص اہم بات قابل لحاظ اور قابل اصلاح تھی جس پر تنبیہ مقصود ہے حدیث بالا میں محصول سے یہ مراد ہے کہ غلام کو اس شرط پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اتنی مقدار روزانہ ہمارے حوالہ کر دیا کرو بقیہ سے ہمیں کچھ کام نہیں وہ تمہارا ہے، اس طرح کا غلام عبد ماذون کہلاتا ہے، ان کا روزانہ تین صاع مقرر تھا، حضور اکرمؐ کی سفارش سے ایک صاع کم ہو کر دو صاع رہ گیا تھا، صاع میں علماء کا اختلاف ہے فقہاء حنفیہ کے نزدیک تقریباً چار سیر وزن کا ایک صاع ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے بالکل صحیح ہے مگر اس کے مخاطب حرمین کے نوجوان ہیں اور ایسے ہی ہر گرم ملک کے رہنے والے کہ ان کا خون رقیق ہونے کی وجہ سے بدن کے سطح ظاہر کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے، اور ملکی حرارت اس کو ظاہر کے زیادہ قریب کر دیتی

ہے، اسی وجہ سے علماء چالیس سال سے زیادہ عمر والے کے لئے سینگی کو مفید نہیں بتاتے۔

(۲) حدثنا عمرو بن علیّ حدثنا ابوداؤد حدثنا ورقاء بن عمر عن عبدالاعلٰی عن ابی جمیلۃ[1] عن علی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَاَمَرَنِیْ فَاَعْطَیْتُ الْحَجَّامَ اَجْرَہٗ.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگی لگوائی اور مجھے اس کی مزدوری دینے کا حکم فرمایا میں نے اُس کو ادا کیا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی دو فائدے ہیں سینگی کے استعمال اور اُس کی اُجرت ادا کرنے کا جواز۔

(۳) حدثنا ھرون بن اسحٰق الھمدانی حدثنا عبدۃ عن سفیٰن الثوری عن جابر عن الشعبیّ[2] عن ابن عباس اظنُّہٗ قال اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فِی الْاَخْدَعَیْنِ وَبَیْنَ الْکَتِفَیْنِ وَاَعْطَی الْحَجَّامَ اَجْرَہٗ وَلَوْ کَانَ حَرَامًا لَمْ یُعْطِہٖ.

حل لغات: اَخْدَعَیْن ، اَخْدَعُ اسم تفضیل کا تثنیہ ہے، گردن کی دونوں جانب دو پوشیدہ رگیں۔

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں جانب پچھنے لگوائے اور دونوں شانوں کے درمیان اور اُس کی اُجرت بھی مرحمت فرمائی، اگر ناجائز ہوتی تو حضور اکرمؐ کیسے مرحمت فرماتے۔

تشریح: چونکہ سینگی لگانے میں مُنہ سے خون کھینچنا پڑتا ہے، اس وجہ سے بعض احادیث میں اس کمائی اور اس پیشہ کی برائی آئی ہے جیسا کہ شروع میں گزرا ہے، بعض

---

[1] بجیم مفتوحۃ اسمہ میسرۃ بن یعقوب .

[2] بفتح شین معجمۃ وسکون عین مھملۃ عامر بن شراحیل نسبۃ لشعب بطن من ھمدان .

روایتوں میں اس کی کمائی کو خبیث فرمایا ہے، جس کی بناء پر بعض علماء اس کی اجرت کو ناجائز فرماتے ہیں، امام احمد بن حنبل دونوں روایتوں میں اس طرح جمع کرتے ہیں کہ ممانعت کی روایت کو آزاد لوگوں کے حق میں بتاتے ہیں اور اجازت کی روایات کو غلاموں کے حق میں اور چونکہ ابوطیبہ بھی غلام تھے اس لئے اُجرت دینے میں کوئی اشکال نہیں، ابن جوزی فرماتے ہیں کہ خبیث اس لئے فرمایا کہ یہ ایک مسلمان کی ضرورت ہے جس کی اعانت دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے اس لئے بلا اُجرت سینگی لگانا چاہئے تھا، غرض علماء اس بارے میں مختلف ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے جواز پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ ناجائز ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مرحمت فرماتے۔

(۴) حدثنا هرون بن اسحٰق حدثنا عبدة عن ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمر اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا حَجَّامًا فَحَجَمَہٗ وَسَاَلَہٗ کَمْ خَرَاجُکَ فَقَالَ ثَلٰثَۃُ اٰصُعٍ فَوَضَعَ عَنْہُ صَاعًا وَاَعْطَاہُ اَجْرَہٗ.

حل لغات: حَجَمَ (ض) مص حَجْمًا پچھنے لگانا، بدن سے فاسد مادّہ نکالنا۔ اٰصُعٌ صَاعٌ کی جمع ہے، ناپنے کا خاص پیمانہ، ماپ کا مخصوص برتن، ایک صاع کا وزن حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق تین کلو تین سو بتیس گرام (۳،۳۳۲) ہوتا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگی لگانے والے کو بلایا جس نے آپؐ کے سینگی لگائی حضور اکرمؐ نے اُن سے اُن کا روزانہ کا محصول دریافت فرمایا تو اُنہوں نے تین صاع بتلایا، حضور اکرمؐ نے ایک صاع کم کرادیا اور سینگی لگانے کی اُجرت مرحمت فرمائی۔

تشریح: بظاہر یہ وہی ابوطیبہ ہیں جن کا قصہ باب کی پہلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ ابتدا میں ان کا روزانہ محصول تین صاع یومیہ تھا، حضور اکرمؐ کی سفارش پر ایک

لہ اعترض علی هذا الجمع بانه لیس فی القاموس ولا فی الصحاح وانما فیهما اصوع بالواو او اصوع بالهمزة واجیب بان اصع مقلوب اصوع بالهمز فصار اصع بهمزتین ثم قلبت الثانیة الفا. ق

صاع کم کردیا گیا، اور دو صاع رہ گیا۔

⑤ حدثنا عبد القدوس بن محمد العطار البصری حدثنا عمرو بن عاصم حدثنا همام وجریر بن حازم قالا حدثنا قتادة عن انس بن مالك قال كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ[1] وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعٍ[2] عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ.

حل لغات: اَلْكَاهِلُ (ج) كَوَاهِلُ گردن کے قریب پیٹھ کا بالائی حصہ، کاندھا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں جانبوں میں اور ہر دو شانوں کے درمیان سینگی لگواتے تھے اور عموماً ۱۷ یا ۱۹ یا ۲۱ تاریخ میں اس کا استعمال فرماتے تھے۔

تشریح: ان تاریخوں کی اور بھی بعض روایتوں میں خصوصیت آئی ہے، اطباء کا قول بھی اس کے موافق ہے ابن سینا سے نقل کیا گیا ہے کہ سینگی لگانا مہینے کے شروع میں اور ختم میں اچھا نہیں ہے بلکہ مہینے کے وسط میں ہونا چاہئے، اس روایت سے حضور اقدس کا کثرت سے بار بار مختلف ایام میں سینگی لگوانا معلوم ہوتا ہے اور بھی جو روایات اس باب میں ذکر کی جارہی ہیں ان سے مختلف مقامات پر سینگی کا لگانا معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہود نے خیبر میں حضور اکرم کو زہر قاتل کھلا دیا تھا جو نہایت سخت تھا اور مقصد یہ تھا کہ حضور اکرم کے وصال سے یہ مخالفت کا قصہ ہی ختم ہو جائے اگرچہ اُس

---

[1] بكسر الهاء ما بين الكتفين وقال ميرك هو مقدم الظهر مما يلى العنق وهو الكند قالوا والحجامة على الاخدعين تمنع من امراض الراس والوجه والاذنين والعينين والاسنان وعلى الكاهل تنفع من وجع المنكب والحلق وعلى ظهر القدم من قروح الفخذين والساقين وانقطاع اللمس والحكة العارضة فى الانثيين.

[2] واخرج ابوداؤد من حديث ابى هريرة مرفوعًا من احتجم لسبع عشرة وتسع عشرة واحدى عشرين كان شفاء من كل داء وهو من رواية سعيد بن عبد الله الجمحى وثقه الاكثرون ولينه بعضهم وله شاهد من حديث ابن عباس عند احمد والترمذى رجاله ثقات لكنه معلول وشاهد لمعنى من حديث انس عند ابن ماجة وسنده ضعيف. ق

گوشت کو جس میں زہر تھا حضور اکرمؐ نے پورا نوش نہ فرمایا تھا مگر جس قدر کھایا گیا تھا اُس کا اثر یہ تھا کہ وہ سمیت مختلف اوقات میں بالخصوص گرمی کے زمانہ میں بار بار عود کرتی تھی اور جس جانب مادہ کا زور ہوتا تھا اُسی جانب حضور اکرمؐ کو سینگی کے استعمال کی ضرورت ہوتی تھی اور سمی مادہ چونکہ خون میں حلول کرتا ہے اور وہ سارے بدن میں سرایت کرتا ہے اس لئے مختلف مقامات پر اس کا زور ہوتا تھا۔

(۶) حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا عبدالرزاق عن معمر عن قتادة عن انس بن مالك اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ[1] بِمَلَلٍ[2] عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ.

حل لغات: مُحْرِمٌ اسم فاعل (افعال) احرام باندھنا، ایام حج کا مخصوص لباس پہننا۔ مَلَلٌ یہ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان میں مدینہ سے ۱۷ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ ظَهْرٌ (ج) ظُهُوْر، اَظْهَارٌ پیٹھ، پشت، اوپر کا حصہ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع ملل میں (جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے) حالتِ احرام میں پشت قدم پر سینگی لگوائی۔

تشریح: حالتِ احرام میں سینگی لگوانا بعض ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، بشرطیکہ بال نہ اکھڑیں، ان روایات میں سینگی کا استعمال کثرت سے نقل کیا گیا ہے اور بھی احادیث کی کتابوں میں سینگی کا استعمال حضور اکرمؐ کے قول اور فعل دونوں سے نقل کیا گیا ہے اور فصد کا استعمال نقل نہیں کیا گیا، حالانکہ اطباء کے نزدیک فصد بہ نسبت سینگی کے زیادہ نافع ہے اور بہت سے امراض میں اکسیر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں علی الاطلاق نافع نہیں ہیں بلکہ ان میں تفصیل

---

[1] وهو محرم كرهه مالكٌ مطلقا والحديث حجة عليه وقالت الحنفية لا باس فى احتجام المحرم مالم ينقض شعرًا.

[2] بملل كجعل موضع بين مكة والمدينة على سبعة عشر ميلا من المدينة ظرف لاحتجم.

ہے حجاز کا ملک گرم ہے اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اس ملک کے سینگی زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ موسم کے گرم اور سرد ہونے سے مزاجوں میں بے حد تفاوت ہو جاتا ہے، گرم ملکوں میں اور اسی طرح دوسرے ملکوں میں گرمی کے زمانہ میں حرارت بدن کے ظاہری حصہ پر آجاتی ہے اور باطنی حصہ میں برودت کا اثر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ گرمی کے زمانہ میں پسینہ کی کثرت ہوتی ہے اور باطنی برودت کی وجہ سے کھانے کے ہضم میں دیر لگتی ہے اور مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں بخلاف سرد ملکوں کے اور اسی طرح سے سردی کے زمانہ میں دوسرے ملکوں میں آدمی کی حرارت ماحول کی سردی کی وجہ کے اندرونِ بدن میں چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہضم میں قوت پیدا ہوتی ہے، پیشاب میں بھاپ نکلتی ہے امراض میں کمی ہوتی ہے، اسی لئے بقراط کا مقولہ ہے کہ سردی کے موسم میں اندرونِ بدن گرم زیادہ ہوتا ہے اور نیند زیادہ آتی ہے اور کھانا بسہولت ہضم ہوتا ہے، اسی وجہ سے ثقیل غذائیں سردی میں بسہولت ہضم ہو جاتی ہیں اور گرمی میں بدقت، اسی وجہ سے اہل حجاز کو شہد کھجور وغیرہ گرم چیزوں کے استعمال سے نقصان نہیں ہوتا، سینگی میں چونکہ خون ظاہر بدن سے نکلتا ہے اور حجاز میں ظاہر بدن پر حرارت زیادہ ہوتی ہے اس لئے سینگی وہاں کے زیادہ مناسب ہے اور فصد میں اندرون بدن سے اور رگوں سے خون کھنچتا ہے اس لئے فصد وہاں کے مناسب نہیں ہے، اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں یہ منقول نہیں ہے۔

بَاب مَا جَاءَ فِیْ اَسْمَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نام اور بعض القاب کا ذکر

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے القاب معنی کے لحاظ سے

لہ جمع اسم وھی کلمة وضعت بازاء شئ متی اطلقت فھم منھا وھی اما معرفة او مخصصة وفی کون الاسم عین المسمی او غیرہ خلاف طویل الذیل قال القاری المراد بالاسماء ھھنا الفاظ تطلق علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اعم من کونہ علما او وصفًا وقد نقل ابن العربی فی شرح الترمذی عن بعضھم ان للّٰہ الف اسم وللنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الف اسم ثم ذکر منھا علی سبیل التفصیل بضعا وستین والمصنف ذکر منھا تسعة وقد افرد السیوطی رسالة فی الاسماء النبویة سماھا بالبھجة السنیة وقد قاربت الخمس مائة .

تعظیماً اور تعریفاً استعمال کئے گئے ہیں چنانچہ ترمذی کی شرح میں ابن العربی سے ایک ہزار نام نقل کئے جاتے ہیں علامہ سیوطی نے ایک رسالہ مستقل حضور اقدسؐ کے ناموں میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پانچ سو نام ذکر کئے ہیں، احادیث میں خاص خاص مواقع میں خاص خاص ناموں کا ذکر کیا ہے سب ناموں کا احصاء کسی ایک روایت میں نہیں ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ میرے قرآن شریف میں سات نام ہیں، محمد، احمد، یٰس، طٰہٰ، مزمل، مدثر، عبداللہ، ناموں کی کثرت شرافت اور عزت پر عموماً دلالت کیا کرتی ہے، مصنفؒ نے ہر باب میں مختصر نمونہ کے طور پر چند احادیث وارد کی ہیں اس لئے اس باب میں بھی صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی جن میں نو نام آگئے ہیں۔

① حدثنا سعید بن عبدالرحمن المخزومی وغیر واحد قالوا حدثنا سفیٰن عن الزهری عن محمد ابن جُبَیر بن مطعم عن ابیه قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً[1] اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ[2] النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ[3] لَیْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ.

حل لغات: اَسْمَاءُ اِسْمٌ (بکسر الہمزۃ وضمہا) کی جمع ہے، بمعنی نام (تفعیل) نام رکھنا، متعین کرنا۔ مُحَمَّدٌ اسم مفعول، جس کی تعریف کی گئی ہو، بہت عمدہ خصائل والا (س، تفعیل) تعریف کرنا۔ اَحْمَدُ اسم تفضیل، بہت زیادہ حمد وثنا کرنے والا (س، تفعیل) حمد وثنا کرنا، تعریف کرنا۔ اَلْمَاحِیُ اسم فاعل، مٹانے والا (ن)

---

[1] وفی روایة للبخاری ان لی خمسة اسماء ای اختص بها لم یسم بها احد قبلی او هی معظمها او هی مشهورها فی الامم الماضیة فالحصر الذی افاده تقدیم الجار اضافی .ق

[2] بینناء المجهول والمعنی انه صلی اللّٰه علیه وسلم یحشر قبل الناس کما جاء فی حدیث آخر انا اول من تنشق عنه الارض فالمعنی انهم یحشرون بعدی او یتبعونی وقیل یحشرون علی اثر زمان نبوتی لیس بعدی نبی ثم کل من الماحی والحاشر فی الحقیقة هو اللّٰه فاطلاقهما علیه لکونه سببا لهما .ق

[3] قیل هذا قول الزهری قال الحافظ العسقلانی ظاهره انه مدرج لکن فی روایة سفیان بن عینیة عند الترمذی ای فی الجامع بلفظ الذی لیس بعدی نبی .

مص مَحْوًا مٹانا، محو کرنا، ختم کرنا۔ اَلْحَاشِرُ اسم فاعل جمع کرنے والا (ن،ض) جمع کرنا، یکجا کرنا، اکٹھا کرنا۔ اَلْعَاقِبُ اسم فاعل، پیچھے آنے والا، جانشین (ن،ض) بعد میں آنا، پیچھے آنا۔

ترجمہ: جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں منجملہ اُن کے محمدؐ ہے اور احمدؐ ہے اور ماحیؐ ہے، جس کے معنی مٹانے والے کے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ نے میرے ذریعہ سے کفر کو مٹایا ہے اور ایک نام حاشرؐ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت میں حشر کے لئے سب سے پہلے آپؐ کو اُٹھائیں گے اور تمام اُمت آپؐ کے بعد حشر کی جائے گی اور اُٹھائی جائے گی تو گویا حضور اقدسؐ تمام اُمت کے حشر کا سبب بنے، اور ایک نام میرا عاقبؐ ہے، جس کے معنی پیچھے آنے والے کے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاءؑ سے پیچھے تشریف لائے ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

تشریح: آخیر کے تین نام مع وجہ تسمیہ کے ذکر کئے گئے لیکن اول کے دو ناموں کی وجہ روایت میں نہیں ہے بظاہر اس وجہ سے کہ پہلے دو نام ہیں اور باقی صفات ہیں یا اس وجہ سے کہ ان ناموں کی بہت سی وجوہ ہوسکتی ہیں یا اس وجہ سے کہ ان کی وجوہ ظاہر تھیں، علماء نے لکھا ہے کہ محمدؐ حمد کا مبالغہ ہے، جس کے معنی ہیں بہت حمد کیا گیا، یا تو اس وجہ سے حضور اکرمؐ کا نام ہے کہ آپؐ کی خصال حمیدہ بہت زیادہ ہیں یا اس وجہ سے کہ آپؐ کی تعریف مرۃً بعد مرۃٍ کی گئی یا اس وجہ سے کہ اللہ جل شانہٗ نے آپؐ کی کثرت سے حمد کی ہے اور اسی طرح ملائکہ نے، سابقین انبیاءؑ نے، اولیاء نے۔ یا تفاؤل کے طور پر ہے کہ بہت زیادہ حمد کی جائے یا اس وجہ سے کہ اولین و آخرین سب ہی آپؐ کے ثناء خواں ہیں اور قیامت میں سب ہی آپؐ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے جس کا نام حمد کا جھنڈا ہے اور احمد کے معنی زیادہ تعریف کرنے والا ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے معنی بھی زیادہ تعریف کئے گئے ہوں، اس صورت میں یہ لفظ پہلے لفظ کے ہم معنی ہے لیکن پہلے معنی زیادہ مشہور ہیں، اس معنی کے اعتبار سے آپؐ سب سے زیادہ اللہ جل

شانہٗ کی تعریف کرنے والے ہیں، جو دنیا کے اعتبار سے بھی ظاہر ہے اور آخرت میں ہے ہی کہ قیامت میں حمد کا جھنڈا آپؐ کے ہاتھ میں ہوگا مقام محمود آپؐ کے لئے ہے شفاعت کے وقت آپؐ اللہ جل شانہٗ کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی بھی کسی نے نہ کی ہو، حضور اکرمؐ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اُس وقت اللہ جل شانہٗ کی وہ تعریفیں مجھے القا ہوں گی جو اس وقت مستحضر نہیں ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ محمد حضور اکرمؐ کا مخصوص نام ہے جو پہلے لوگوں میں سے کسی نے نہیں رکھا البتہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا زمانہ قریب تھا تو بہت سے لوگوں نے اس امید پر کہ شاید ہماری ہی اولاد ان بشارتوں کی مستحق بن جائے جو پہلی کتابوں میں ہیں اور یہی نبی بن جائے محمد نام رکھا، لیکن اللہ اعلم حیث یجعل رسالته، اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے اُس جگہ کو جہاں اپنی رسالت کو تجویز فرماتا ہے۔

④ حدثنا محمد بن طريف الكوفي حدثنا ابوبكر بن عياش[1] عن عاصم عن ابي وائل عن حذيفة قال لَقِيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَاَنَا الْمُقَفّٰى[2] وَاَنَا الْحَاشِرُ وَنَبِيُّ الْمَلَاحِمِ[3].

حدثنا اسحٰق بن منصور حدثنا النضر بن شميل حدثنا حماد بن

---

[1] بفتح عين مهملة وتشديد مثناة تحتية آخره معجمة .

[2] بفتح القاف وكسر الفاء المشددة اى الذى قفى آثار من سبقه من الانبياء وتبع اطوارهم قال تعالى اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده يعنى انه متبع للانبياء فى اصل التوحيد ومكارم الاخلاق وان كان مخالفا لبعضهم فى بعض الفروع وروى بصيغة المفعول اى انا الذى قفى بى على آثار الانبياء اى ارسلت الى الناس بعدهم وختم بى الرسالة يقال قفوت اثر فلان اى تبعته وقفيت على اثره بفلان اى اتبعته اياه قال تعالى وقفينا على آثارهم برسلنا فحذف حرف الصلة فى الحديث تخفيفاً ق

[3] بفتح الميم وكسر الحاء المهملة جمع ملحمة وهى الحرب ذات القتل الشديد سمى بها لاشتباك الناس فيها كالسدى واللحمة فى الثوب وقيل لكثرت لحوم القتلى فيها سمى صلى الله عليه وسلم لكثرة الجهاد مع الكفار فى ايام دولته وكذا بعده مستمر فى امته الى ان يقتل آخرهم الدجال وفى القاموس سمى به لانه سبب لالتيامهم واجتماعهم وقال شارح الملحمة الوقعة العظيمة فى الفتنة .ق

سلمة عن عاصم عن زرٍّ عن حذيفة عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوه بمعناه هٰكذا[1] قال حماد بن سلمة عن عاصم عن زرٍّ عن حذيفةِ .

حل لغات: اَلْمُقَفّٰی اسم مفعول، منتخب، چنیدہ (تفعیل) انتخاب کرنا، چننا۔ اَلْمَلَاحِمُ مَلْحَمَةٌ کی جمع ہے، یہ مصدر میمی ہے گھمسان کی جنگ (تفاعل) قتال کرنا۔

ترجمہ: حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدسؐ سے راستہ میں ملا، حضور اکرمؐ تشریف لے جارہے تھے تذکرۂ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے، اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مقفی ہوں اور حاشر ہوں اور نبی ملاحم ہوں۔

تشریح: ان اسماء کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا کہ یہ نام پہلی کتابوں میں پیشین گوئی کے طرز پر لکھے ہوئے تھے اہل کتاب ان اسماء وصفات سے آپؐ کو پہچانتے تھے ان میں پہلا نام نبی الرحمۃ ہے جس کا ترجمہ ہے رحمت کا نبی، یعنی حق تعالیٰ شانہٗ نے آپؐ کی ذات والا صفات کو مسلمان اور کافر سب کے لئے باعثِ رحمت بنایا ہے، چنانچہ خود قرآن شریف میں ہے وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، ہم نے تم کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، مسلمانوں کے لئے آپؐ کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ دنیا وآخرت میں آپؐ ہی کا وسیلہ ہے، کفار کے لئے اس لئے کہ حضور اکرمؐ کے الطاف وشفقت کی وجہ سے پہلی امتوں کی طرح اس امت پر عذاب عامہ نازل نہ ہوا بلکہ قرآن پاک میں یہ وعدہ ہوگیا کہ آپؐ کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو ہرگز عذاب نہ کریں گے، اور نیز اتنے آپؐ کے دین کا بقار ہے گا، اتنے تمام عالم کا نظام باقی رہے گا جس وقت تمام دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہے گا نظامِ عالم درہم برہم ہو

---

[1] هٰكذا الخ ذكر المصنف هذا السند الثاني لمكان الاختلاف بين السندين ثم نبه بهذا الكلام على محل الخلاف بان حماد بن سلمة لم يقل عن عاصم عن ابي وائل كما قاله ابو بكر بن عياش بل ذكر بدل ابي وائل زرًا .

کر قیامت قائم ہو جائے گی، نیز آپؐ کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے کسی اُمت یا جماعت کی خصوصیت نہیں ہے اس لحاظ سے بھی آپؐ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں کہ جس کا دل چاہے اس رحمت میں داخل ہو جائے، نیز آپ لوگوں کا آپس میں تراحم اور ایک دوسرے کے ساتھ رحمت اور شفقت کی تعلیم لے کر آئے ہیں اس لحاظ سے بھی آپؐ رحمت کے نبی ہیں، نیز اللہ کی رحمت کے دروازے آپؐ کی وجہ سے کھلے ہوئے ہیں، نیز آپؐ اللہ کی رحمتوں کی خبریں اور بشارتیں دینے والے ہیں ان معنی کے اعتبار سے بھی آپؐ رحمت کے نبی ہیں نیز آپؐ کا دین سراسر رحمت ہے اس لئے بھی آپؐ رحمت کے نبی ہیں نیز آپؐ کی امت کی صفت قرآن شریف میں رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ وارد ہوئی ہے، یعنی آپس میں رحمت کا برتاؤ کرنے والے، اس لحاظ سے بھی آپؐ رحمت کے نبی ہیں دوسرا نام آپ کا نبی التوبہ ہے جس کا ترجمہ ہے توبہ کا نبی (کہ آپؐ کی اُمت کے لئے صرف توبہ اپنے شرائط کے ساتھ گناہوں کی معافی کے لئے کافی کر دی گئی بخلاف بعض پہلی امتوں کے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے قتل نفس وغیرہ شرط تھا) نیز آپؐ امت کو کثرت سے توبہ کا حکم کرنے والے ہیں، نیز خود آپؐ نہایت کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں، ان وجوہ میں سے ہر وجہ ایسی ہے جس کی بناء حضور اکرمؐ کو توبہ کا نبی کہا جا سکتا ہے، ایسے ہی ایک نام مقفّی ہے (یعنی سب سے پیچھے آنے والا جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، یا پہلے انبیاءؑ کا اتباع کرنے والا) علماء نے دونوں معنی لکھے ہیں دوسرے معنی کا یہ حاصل ہے کہ اصل توحید اور اصولِ دین میں آپؐ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے موافق تھے، اور تمام انبیاءؑ ایک دوسرے کے اصل دین توحید اور مکارمِ اخلاق میں موافق رہے فروعات مذہب میں اختلاف رہا، ایک نام حاشر ہے جس کا مطلب گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے، ایک لقب آپؐ کا نبی الملاحم ہے (یعنی ملحمون کا نبی) ملحمہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل وقتال ہو حضور اکرمؐ کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور اکرمؐ کے زمانہ میں اور حضور اکرمؐ کی امت میں ہوا اتنا کسی نبی کی امت میں نہیں ہوا، نیز اس امت میں ہمیشہ رہے گا۔ چنانچہ آپؐ کی

پیشینگوئی ہے کہ میری امت میں جہاد قیامت تک رہے گا، حتی کہ اخیر حصۂ امت دجال سے قتال کرے گا بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کے معنی اجتماع اور التیام کے ہیں اور حضور اکرمؐ کی امت میں جو اجتماعی صورت گزر چکی ہے اور باوجود اختلافات اس گئے گزرے دور میں بھی پائی جاتی ہے کسی نبی کی امت میں ایسی مسلسل نہیں پائی جاتی، نیز ملحمہ کے معنی فتنۂ عظیم کے بھی ہیں، اس معنی کے اعتبار سے بھی حضور اکرمؐ کا نام صحیح ہے اس لئے کہ اس امت میں قیامت کے قریب ایسے بڑے بڑے اور سخت سخت فتنے پیدا ہوں گے جن کی نظیر کسی نبی کی امت میں نہیں ہے ایک دجال ہی کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ حد نہیں ہے، حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانہ سے لے کر ہر نبی نے دجال کے فتنے سے لوگوں کو ڈرایا ہے ایسے ہی یاجوج ماجوج کا خروج وغیرہ وغیرہ سخت حوادث آنے والے ہیں جن کے آثار شروع ہیں۔ **اللّٰھ احفظنا منھا بمنك وفضلك وجاہ نبیك وحبیبك.**

بَابُ مَا جَاءَ فِی عَیْشِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گزر اوقات کا ذکر

تشریح: یہ باب پہلے بھی گزر چکا ہے، بعض نسخوں میں سب روایات ایک ہی جگہ ذکر کی ہیں مقام کے مناسب بھی یہی بات ہے لیکن جو نسخے ہمارے پاس موجود ہیں اُن میں یہ باب مکرر پایا جاتا ہے اگر نقل کرنے والوں کو غلطی سے ایسا نہیں ہوا تو بہت ممکن ہے کہ خود امام ترمذیؒ نے کسی مصلحت سے اس کو مکرر لکھا ہو، غور سے متفرق مصالح اس کی سمجھ میں آتی ہیں، ممکن ہے کہ امام ترمذیؒ نے ایک لطیف اشارہ اس طرف کیا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فقر اور تنگی کو اختیار فرمانا ابتدا سے لے کر اخیر تک رہا اس لئے ابتدائی زمانہ کی طرف اول اشارہ فرمایا اور وفات کے قریب اس باب کو ذکر فرما کر

ك باب الخ هذه الترجمة مكررة تقدمت فی اول الكتاب ولا شك ان : يادة بعض الاحاديث فی باب لا توجب تكرار العنوان وبعضهم ذكروا هناك توجيهات متكلفة .

اخیر زمانہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ باوجود خیبر اور حنین وغیرہ کی غنیمتوں کے اپنا حال وہی فقر و فاقہ تھا، اور حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ حرص وطمع دور فرمائے تو فقر و فاقہ میں بھی لذت ہے، نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونے کی بنادے میں نے عرض کیا یا اللہ تعالیٰ یہ نہیں بلکہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تاکہ تیرا شکر کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ تیرے سامنے عاجزی کروں، حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ میں تم لوگوں پر فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اس طرح پھیل جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیل گئی تھی اور تم اُس میں اس طرح دل لگانے لگو جس طرح ان لوگوں نے دل لگایا اور یہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسا کہ ان کو ہلاک کر دیا اسی لئے حضور اکرمؐ نے ایک جگہ دعاء فرمائی ہے کہ اے اللہ محمدؐ کی اولاد کی روزی بقدر کفایت تجویز فرما۔ (مشکوٰۃ) مصنفؒ نے اس موجودہ باب میں نو حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے بعض مکرر ہیں جو پہلے ابواب میں گزر چکی ہیں۔

(۱) حدثنا[1] قتيبة بن سعيد حدثنا ابو الاحوص عن سماك بن حرب قال سمعت النعمان بن بشير يقول اَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ[2] لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بَطْنَهٗ.

حل لغات: اَلدَّقَلُ ردی کھجوریں، بوسیدہ کھجوریں۔

ترجمہ: نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ کیا تم لوگ کھانے پینے میں اپنی مرضی کے موافق منہمک نہیں ہو (اور جتنا دل چاہے تم لوگ نہیں کھاتے ہو) حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہاں ردی کھجوریں بھی پیٹ بھر نہیں تھیں۔

تشریح: یہ حدیث سالن کے باب میں دوسرے نمبر پر گزر چکی ہے۔

(۲) حدثنا هرون ابن اسحٰق حدثنا عبدة عن هشام بن عروة عن ابيه

---

[1] حدثنا قتيبة الخ الحديث بسنده ومتنه مكرر تقدم فى باب صفة ادام النبى صلى الله عليه وسلم

[2] ما شئتم صفة مصدرمحذوف اى الستم منعمين فى طعام وشراب مقدار ما شئتم فما موصولة ويجوز ان يكون مصدرية . قارى

عن عائشة قالت اِنْ كُنَّا اٰلُ[1] مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَّا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ هُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ.

حل لغات: نَسْتَوْقِدُ (استفعال، افعال) آگ جلانا، آگ روشن کرنا اَلْمُسْتَوْقِدُ چولہا، قرآن کریم میں ہے كَمَثَلِ الَّذِىْ اسْتَوْقَدَ نَارًا (جیسے مثال اس شخص کی ہے جو جلاوے آگ)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال ایک ایک ماہ تک ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی صرف کھجور اور پانی پر گزارا تھا۔

تشریح: آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہی نہ تھی جس کے لئے آگ جلانی پڑتی، علماء نے لکھا ہے کہ پانی کا تذکرہ اس لئے فرمایا کہ کھجور بھی اتنی نہ تھی کہ بغیر پانی کی مدد کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوتی بلکہ چند کھجوریں کھانے کے بعد پانی پینے سے پیٹ بھرنے کی مقدار ہوتی تھی، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ دو مہینے کامل گزر جانے کے بعد تیسرے مہینہ کا چاند نظر آجاتا تھا اور حضور اکرمؐ کے گھروں میں مطلقاً آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک چاند پھر دوسرا چاند ہو جاتا تھا حضور اکرمؐ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی، حضرت عائشہؓ کے بھانجے عروہ نے پوچھا کہ خالہ جان پھر کس چیز پر گزارہ تھا فرمایا کہ کھجور اور پانی، البتہ حضورؐ کے کچھ پڑوسی انصار میں ایسے تھے جن کے یہاں دودھ کے جانور تھے ان میں سے کوئی ہدیہ کے طور پر دودھ پیش کر دیتا تو وہ ہم کو بھی پلایا جاتا تھا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ڈیڑھ مہینہ مسلسل ایسا گزر جاتا کہ حضور اکرمؐ کے گھر میں روشنی کے لئے یا کسی اور چیز کے لئے آگ نہ جلتی تھی روشنی کے لئے آگ جلنے سے مراد چراغ کا جلنا ہے، (جمع الوسائل) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

---

[1] بالرفع بدل من ضمير الفاعل وبالنصب على المدح او بتقدير اعنى وجعله خبر كنا بعيد لان المقصود بالافادة ليس كونهم آل محمد بل قولها نمكث . م ق

[2] حال وجعله خبرًا بعد خبر بعيد . م

ابوبکر صدیقؓ نے بکری کی ایک ٹانگ پیش کی رات کا وقت تھا حضرت عائشہؓ اندھیرے ہی میں اُس کے ٹکڑے کرنے لگیں، کسی نے کہا کہ گھر میں چراغ نہیں ہے، فرمانے لگیں کہ اگر چراغ میں جلانے کے لئے تیل ہوتا تو اُس کو کھانے ہی میں استعمال نہ کرتے، علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرمؐ نے اپنے اور اپنے گھر کے لوگوں کے لئے اس حالت کو پسند فرمایا حالانکہ خزانوں کی کنجیاں حضور اکرمؐ پر پیش کی گئیں، اس کے بعد امت چار حصوں پس منقسم ہوگئی ایک وہ جماعت جنہوں نے نہ تو خود دنیا کی طرف رخ کیا نہ دنیا ہی نے ان کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت صدیق اکبرؓ دوسری وہ جماعت جنہوں نے دنیا کا رخ نہ کیا لیکن دنیا نے ان کا ارادہ کیا جیسے کہ حضرت فاروق اعظمؓ، تیسرے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی طرف رخ کیا اور دنیا نے بھی ان کی طرف رخ کیا جیسے بنوامیہ کے بادشاہ عمر بن عبدالعزیز کے علاوہ، چوتھے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کا ارادہ کیا مگر دنیا نے ادھر کا رخ نہ کیا جسے وہ لوگ جن کو اللہ نے فقیر بنایا اور دنیا کی محبت ان کے دل میں ہو گئی۔ (مناوی)

---

(۳) حدثنا عبدُ اللّٰہ[۱] بن ابی زیاد حدثنا سیار حدثنا سھل بن اسلم عن یزید بن ابی منصور عن انس عن ابی طلحة قال شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ وَرَفَعْنَا[۲] عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ[۳]

---

[۱] عبد اللّٰہ بن ابی زیاد بالاضافة الی لفظ الجلالة فما فی بعض النسخ بدونه تصحیف من الناسخ وبلفظ الجلالة اخرجه المصنف فی جامعه .

[۲] حکی عن الطیبی ان عن الاولی متعلق برفعنا بتضمین معنی الکشف والثانیة صفة مصدر محذوف ای کشفنا ثیابنا عن بطوننا کشفا صادرًا عن حجر حجر وقال زین العرب عن حجر بدل اشتمال عما قبله . ق

[۳] فرفع الخ اشکل علی الحدیث بروایات الوصال وقوله علیه الصلوة والسلام یطعمنی ربی ویسقینی ولذا اضطرابن حبان الی انکار احادیث وضع الحجر راسًا ولیس کذلك فانها ثابتة بوجوه فلابد من الجمع بان الاطعام منه تعالی مخصوص بالوصال او یجمع بشئ آخر بمثل اختلاف الاحوال باختلاف الاوقات او بحمل ذلك علی اول الامر وقال المناوی فعل ذلك لیعلم صحبه ان لیس عنده ما یستاثر به علیهم لا انه فعله من شدة الجوع فانه کان یبیت عند ربه لیطعمه ویسقیه ویدل لذلك ماجاء عن جمع انه کان مع ذلك لا یتبین علیه اثر الجوع اصلًا وبهذا یعلم ان لا ضرورة الی ما سلکه ابوحاتم ابن حبان من انکار احادیث وضع الحجر راسًا فی قوله انها باطلة لخبر الوصال وان الروایة انما هی الحجز بالزای فتصحف قال الحافظ ابن حجر وقد اکثر الناس فی الرد علیه . اه

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَيْنِ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ اَبِىْ طَلْحَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ[1] وَمَعْنٰى[2] قَوْلِهٖ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ كَانَ اَحَدُهُمْ يَشُدُّ فِىْ بَطْنِهِ الْحَجَرَ مِنَ الْجَهْدِ[3] وَالضَّعْفِ الَّذِىْ[4] بِهٖ مِنَ الْجُوْعِ.

حل لغات: شَكَوْنَا (ن) شکایت کرنا۔ اَلْجُوْعُ مص بھوک (ن) بھوک لگنا، بھوکا ہونا۔ يَشُدُّ (ن) باندھنا۔ اَلْجَهْدُ مص کوشش (ف) بہت کوشش کرنا۔ اَلضَّعْفُ مص کمزوری (ن،ک) کمزور ہونا، لاغر ہونا۔

ترجمہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدسؐ سے شدت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھلائے کہ ہر شخص کے پیٹ پر بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا، حضور اقدسؐ نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھلائے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت بھوک ہم سے زیادہ تھی، اور ہم سے زیادہ وقت بدون کھائے گزر چکا تھا۔

تشریح: اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ شدت بھوک کے وقت جب عاجز ہو جاتے تو پیٹ سے پتھر باندھ لیتے تا کہ اس کی سختی کی وجہ سے چلنے پھرنے میں ضعف

---

[1] قال القاری یعنی غرابته ناشئة من طریق ابی طلحة لامن سائر الطرق وقال میرك ورواته ثقات یعنی فلا یضره الغرابة فانها لا تنافی الصحة والحسن فان الغریب ما یتفرد بروایته عدل ضابط من رجال النقل فان کان التفرد بروایة متنه فهو غریب متنا وان کان بروایته عن غیر المعروف عنه کان یعرف عن صحابی یرویه عدل وحده عن صحابی آخر فهو غریب اسنادًا وهذا هو الذی یقول فیه الترمذی غریب من هذا الوجه اه وبنحوه جزم المناوی اذ قال غرابته ناشئة من طریق ابی طلحة لامن سائر الطرق وقال البیجوری غریب من حدیث ابی طلحة ای حال کونه من حدیث ابی طلحة

[2] هذا احد الوجوه الواردة فیه قال المناوی کعادة اهل الریاضة او العرب او اهل المدینة اذا خلت احوافهم لئلا تسترخی اولان البطن الخالی یضعف صاحبه عن القیام لتقوس ظهره ولانه یسکن او یدفع النفخ او الم الجوع لان مجلب الجوع من شدة حرارة المعدة الغریزیة فاذا انضمت علی المعدة الاحشاء خمدت نارها بعض الخمود فسکن الا لم بعض السکون . اه

[3] بضم الجیم وفی نسخة بفتحها فقیل بالضم الوسع والطاقة وبالفتح المشقة وقیل المبالغة والغایة وقیل هما لغتان فی الوسع والطاقة فاما فی المشقة والغایة فالفتح لا غیر ومن تعلیلیة . ق

[4] بافراد الموصول ومن بیانیة للموصول او ابتدائیة . ق

لاحق نہ ہو، بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ مدینہ کے ایک پتھر کے ساتھ خاص ہے جس کا نام مشبعہ ہے اس پتھر میں اللہ جل شانہٗ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ اُس کے باندھ لینے سے بھوک میں کسی قدر تسکین ہو جاتی ہے لیکن ظاہر پہلا ہی قول ہے اس لئے کہ اب بھی اکثر ایسا کیا جاتا ہے کہ شدت بھوک کے وقت پیٹ سے کسی کپڑے کا سخت باندھ لینا ضعف اور بھوک کی بے چینی میں مفید ہوتا ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ خالی پیٹ میں نفخ پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور پتھر کو یا کس سخت چیز کو باندھ لینے سے اس سے امن رہتا ہے، بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب پیٹ بالکل خالی ہو جائے تو انتڑیوں کے اتر جانے کا خدشہ ہوتا ہے، بالخصوص چلنے پھرنے میں اور پیٹ کو باندھ لینے سے یہ خدشہ نہیں رہتا، نیز پیٹ کے بالکل خالی ہو جانے سے کمر بھی جھک جاتی ہے، کبڑا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، اس حدیث پر ایک قوی اشکال ہے وہ یہ کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن کا مسلسل روزہ رکھا کرتے تھے اور جب صحابۂ کرام نے حضور اکرمؐ کے اتباع میں روزوں کے تسلسل کا ارادہ کیا تو حضور اکرمؐ نے منع فرما دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ بغیر افطار کے کئی دن کا مسلسل روزہ رکھوں، اس لئے کہ حق تعالیٰ مجھے کھلاتے اور پلاتے ہیں، یہ کھلانا پلانا کس طرح ہوتا تھا یہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہری طور پر کھانا پینا چھوڑنے سے حضور اکرمؐ پر بھوک کا اثر محسوس نہ ہوتا تھا ایسی صورت میں پیٹ سے پتھر باندھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور چونکہ روزے والی روایات کثیرہ ہیں اس لئے بعض علماء نے محدثین کے قواعد کے ماتحت ان پتھر والی روایتوں کو ضعیف قرار دے دیا لیکن اکثر محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ اس مضمون کی روایات بھی کئی ہیں، نیز روزے والی روایتوں سے کوئی ایسی مخالفت بھی نہیں ہے کہ دونوں کا مختلف حالات پر حمل نہ ہو سکتا ہو اس لئے ان روایات کے ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں اس کے بعد پھر مختلف اقوال ان دونوں روایتوں کے متعلق وارد ہوئے ہیں ۱؎ پتھر والی روایات ابتداء زمانہ کی ہوں اور یقیناً حضور اکرمؐ کی ترقیات روز افزوں تھیں اس لئے کھلانے پلانے والی روایات بعد کی

ہوں ۲ کھلانا پلانا روزے کی حالت کے ساتھ مخصوص اور عام مؤمنین میں بھی یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ روزے کی حالت میں فاقہ کا اثر اور تعب اتنا نہیں ہوتا جتنا بغیر روزے کے فاقہ سے مشقت اور بار ہوتا ہے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جہاں روزہ حقیقی اور کمال کے درجہ پر تھا ۳ مختلف حالات کے اعتبار سے دونوں حالات حضور اکرمؐ کے بھی ہوتے ہوں جیسا کہ مشائخ سلوک کے مختلف احوال ہوا کرتے ہیں اس قول کے موافق ان روایات کو ابتداء زمانہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے اخیر زمانہ میں بھی مختلف اوقات کے اعتبار سے مختلف احوال ہو سکتے ہیں ۴ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر یقیناً نہیں ہوتا تھا، اس کے باوجود پتھروں کا باندھنا فقراء اور مساکین کے ساتھ اشتراک عمل کی غرض سے تھا، اور عام دستور ہے کہ جس مشقت اور تکلیف میں اپنے بڑے بھی مبتلا ہو جاتے ہیں اُس میں سعادت مند چھوٹوں کے لئے ان کے مقابلہ میں اپنی تکلیف کا التفات بھی نہیں رہتا، پھر صحابۂ کرام جیسے سعید عشاق کا تو پوچھنا ہی کیا ہے ۵ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کھلانا پلانا اعزاز واکرام ہی تو تھا کوئی وجوبی امر نہ تھا تو کسی وقت جب کہ صحابۂ کرام پر تنگی وعسرت کا غلبہ ہو فقر و فاقہ اس حالت پر پہنچ گیا ہو کہ پیٹ سے پتھر باندھنا پڑ جائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اُس اکرام سے مستفید نہ ہوتے ہوں کہ بچہ اگر بھوک میں تڑپتا ہو تو ماں کے حلق میں ٹکڑا اٹکا کرتا ہے، پھر حضور اکرمؐ کی امت پر شفقت کا کیا پوچھنا جہاں ہزاروں ماؤں کی شفقتیں قربان۔

(۴) حدثنا محمد بن اسمٰعیل حدثنا ادم بن ابی ایاس حدثنا شیبان[۱] ابومعوية حدثنا عبدالملك بن عمير عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن عن ابی هريرة خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيْهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيْهَا اَحَدٌ فَاَتَاهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ[۲] يَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ خَرَجْتُ

---

[۱] بشين معجمة فتحتانية فموحدة هكذا فی النسخ الهندية وكذا اخرجه المصنف فی الجامع وقال شيبان ثقة عندهم صاحب كتاب فما فی اكثر نسخ الشمائل المصرية بدله سفيان سهو من الناسخ

[۲] الباء للتعدية ای ما الذی احضرك فی هذا الوقت .

اَلْقٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْظُرُ فِىْ وَجْهِهٖ وَالتَّسْلِيْمُ[1] عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ قَالَ الْجُوْعُ[2] يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ[3] ذٰلِكَ فَانْطَلَقُوْا اِلٰى مَنْزِلِ اَبِى الْهَيْثَمِ[4] ابْنِ التَّيِّهَانِ[5] الْاَنْصَارِىِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرًا النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ خَدَمٌ[6] فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَالُوْا لِامْرَاَتِهٖ اَيْنَ صَاحِبُكِ فَقَالَتِ انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ فَلَمْ يَلْبَثُوْا اَنْ جَاءَ اَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا[7] فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُفْدِيْهِ[8] بِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ[9] اِلٰى حَدِيْقَتِهٖ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ اِلٰى

---

[1] بالنصب على انه مفعول فعل مقدر معطوف على الفعلين اى القى وانظر واريد التسليم وبالجر اى اتشرف بالتسليم عليه او عطف على القى بحسب المعنى اى للقاءه صلى الله عليه وسلم والتسليم عليه .ق

[2] وفى رواية مسلم عن ابى هريرة ايضًا فاذا هو بابى بكر وعمر فقال ما اخرجكما من بيوتكما هذه الساعة قالا الجوع يا رسول الله قال اما والذى نفسى بيده لاخرجنى الذى اخرجكما فقيل هما قضيتان او لما جاء عمرؓ وذكر الجوع ذكره ابو بكرؓ ايضا وروى فى معنى الباب عن جابر قال القارى وبعض الزيادات فى بعض الروايات محذوفة من بعض الرواة .

[3] قال القارى فى رواية عند الطبرانى وابن حبان فى صحيحه ابى ايوب الانصارى فالقضية متعددة وفى رواية لمسلم رجل من الانصار وهو محتمل لهما قال المناوى وانطلاقهم الى منزله لا ينافى كمال شرفهم فقد استطعم موسٰى والخضر قبلهم وكان للنبى صلى الله عليه وسلم مندوحة عن ذلك ولو شاء لكانت جبال تهامة تمشى معه ذهبا لكن الله سبحانه اراد ان يعزى الخلائق بهم وان يسنن بهم السنن ففعلوا ذلك تشريفًا للامة وهل خرج صلى الله عليه وسلم قاصدًا من اول خروجه الى انسان معين اوانما جاء التعيين بالاتفاق الظاهر الثانى .

[4] التيهان بفتح التاء الفوقانية وكسر التحتانية المشددة وهولقب واسمه عامر وقيل عتيك واسم ابى الهيثم مالك .

[5] بفتحتين جمع خادم اعم من الذكر والانثى وليس المراد نفى الجمع بل نفى الافراد وهذا توطئة لقوله الاتى فلم يجدوه .

[6] بتحتية مفتوحة فزاى ساكنة فعين مهملة مفتوحة من زعب القربة ملأها وقيل يدفعها لثقلها يقال جاء نا سيل بزعب زعبا اى يتدافع .

[7] بتشديد الدال من التفدية وفى نسخة كيرميه وفى اخرى من الافداء وكلاهما بعيد لان الفداء انقاذ الاسير باعطاء شئ والافداء قبول فداءه . م

[8] الباء للتعدية او المصاحبة اى ذهب معهم وانكر القارى الاول لعدم ملائمته مقام الاكرام .

النَّخْلَةِ فَجَاءَ بِقِنْوٍ[1] فَوَضَعَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَرَدْتُ اَنْ تَخْتَارُوْا اَوْ[2] تَخَيَّرُوْا مِنْ رُطَبِهٖ وَبُسْرِهٖ فَاَكَلُوْا وَشَرِبُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مِنَ النَّعِيْمِ الَّذِيْ تُسْئَلُوْنَ[3] عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَرُطَبٌ طَيِّبٌ وَمَاءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا[4] فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحَنَّ لَنَا ذَاتَ دَرٍّ فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا اَوْ[5] جَدْيًا فَاَتَاهُمْ بِهَا فَاَكَلُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْيٌ فَاْتِنَا فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَاْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ فَاَتَاهُ اَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اخْتَرْ لِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ[6] خُذْ هٰذَا فَاِنِّيْ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ وَاسْتَوْصِ[7] بِهٖ مَعْرُوْفًا فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَيْثَمِ

---

[1] بقنو بكسر القاف وسكون النون بوزن حمل اى عذق كما فى رواية مسلم وهو الغصن فيه بسر وتمر ورطب . [2] بحذف احدى التائين اى تتخيروا شك من الراوى فان الاختيار والتخيير بمعنى التنقية ومن قال او للتنويع وفرق بينهما فتكلف حتى صار تعسفاً .ق [3] اشارة الى قوله تعالى ثم لتسألن يومئذٍ عن النعيم والمراد السوال عن القيام بشكره على ما قاله القاضى عياض وقال النووى الذى نعتقده ان السوال ههنا سوال تعداد النعم واعلامه بالامتنان واظهار كرمه باسباغها لا سوال محاسبة قال المناوى والخبر صريح فى رد زعم جمع مفسرين كالواحدى ان السوال عن النعيم يختص بالكفار وليس فى اللفظ ولا فى السنة ما يقتضى الاختصاص بل عدمه وما نقله عن الحسن انه لا يسأل اهل النار فباطل قطعا اما عليه او منه . اه [4] الخبر من مستدلات الشافعى على ان الرطب فاكهة لا طعام وقال ابوحنيفة ان الرطب والرمان ليسا بفاكهة بل الرطب غذاء والرمان دواء لقوله تعالى فيها فاكهة ونخل ورمان بناء على ان الاصل فى العطف المغايرة والفاكهة ما يتفكهه به تلذذًا . [5] اوجد يا شك من الراوى والعناق بفتح العين انثى المعز لها لاربعة اشهر والجدى بفتح الجيم وسكون الدال ذكر المعز ما لم يبلغ سنة . ب [6] بصيغة المفعول وهو حديث صحيح كاد ان يكون متواترًا ففى الجامع الصغير المستشار موتمن رواه الاربعة عن ابى هريرة والترمذى عن ام سلمة وابن ماجة عن ابن مسعود والطبرانى فى الكبير عن سمرة وزاد ان شاء اشار وان شاء لم يشر وفى الاوسط عن على وزاد فاذا استيشر فليشر بما هو صانع لنفسه والمعنى ان الذى طلب منه المشورة جعله امينا فيلزمه رعاية حال المستشير ولا يحل له كتم امر فيه صلاحه فان فعل خرج عن كونه امينا وصار خائنا قال ذلك اعلاما او تعليما لابى الهيثم او احضارًا له من نفسه ليعمل به . ق م [7] استوص الخ اى افعل به معروفًا وصية منى فمعروفًا منصوب باستوص لتضمينه معنى افعل وقيل منصوب بنزع الخافض او على انه صفة لمصدر محذوف اى استيصاءً معروفًا وقيل ماخوذ من استوصى بمعنى اوصى اذا امر احدًا بشئ ويعدى بالباء اى مره بالمعروف وعظه معروفًا .

اِلَی امْرَاتِهٖ فَاَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ مَا اَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنْ تَعْتِقَهٗ قَالَ فَهُوَ عَتِيْقٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيْفَةً اِلَّا وَلَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِطَانَةٌ لَا تَاْلُوْهُ خَبَالًا وَمَنْ يُوْقَ بِطَانَةَ السُّوْءِ فَقَدْ وُقِيَ.

حل لغات: يَلْقَا (س) ملاقات کرنا، ملنا۔ تَسْلِيْمٌ مص (تفعیل) سلام کرنا، سلامتی کی دعا دینا (س) محفوظ رہنا۔ يَلْبَثُ (س) قیام کرنا، ٹھہرنا۔ اِنْطَلَقُوْا (انفعال) چلنا۔ اَلنَّخْلُ کھجور (ن) صاف کرنا، کھجور کو صاف ہونے کی وجہ سے ہی "نخل" کہتے ہیں۔ اَلشَّاءُ شاۃٌ کی جمع ہے، بکری، دوسری جمع "شِيَاهٌ" خَدَمٌ خَادِمٌ کی جمع ہے خدمت کرنے والا، خدمت گذار (ن،ض) خدمت کرنا۔ يَسْتَعْذِبُ (استفعال) میٹھا پانی مانگنا، مَاءُ الْعَذْب میٹھا پانی (ک) میٹھا ہونا۔ قِرْبَة (ج) قِرْبَات مشکیزہ۔ يَزْعَبُ (ف) مص زَعْبًا بھری ہوئی مشک اٹھانا یا اٹھا کر لانا۔ يَلْتَزِمُ (افتعال) چمٹنا، لازم پکڑنا۔ يُفَدِّيْ (تفعیل) مص تَفْدِيَة فدا کرنا، قربان کرنا، نثار کرنا (ض) (ب کے صلے کے ساتھ) فدا ہونا، قربان ہونا۔ حَدِيْقَةٌ (ج) حَدَائِق گلشن، باغیچہ، قرآن کریم میں ہے وَحَدَائِقَ غُلْبًا. بَسَطَ (ن) بچھانا۔ قِنْوٌ (ج) اَقْنَاءٌ، قِنْوَانٌ پختہ کھجوروں کا خوشہ، گچھا۔ تَنَقَّيْتَ مص تَنَقِّيًا (تفعل) چھانٹنا، چننا، منتخب کرنا۔ اَرَادَتْ (افعال) قصد کرنا، ارادہ کرنا۔ تَخْتَارُوْا (افتعال) پسند کرنا، اختیار کرنا۔ تَخَيَّرُوْا (تفعل) اپنی پسند سے لینا، چھانٹ لینا۔ بُسْرٌ ادھ کچری کھجوریں، گدر کھجوریں۔ نَعِيْمٌ مص نَعْمًا نَعْمَةً بھی مصدر ہیں انعامات، آرام، آسودہ حالی نَعِمَ الرَّجُلُ (س) خوشحال ہونا۔ ظِلٌّ (ج) ظِلَالٌ، اَظْلَال سایہ، ظَلَّ الشَّيْءُ ظَلَالَةً (ض) کسی چیز کا سایہ دار ہونا۔ بَارِدٌ اسم فاعل،

۱؎ بطانة الخ بكسر الباء الموحدة صاحب سره الذى يطلعه على خفايا اموره يستشيره فيها تشبيها له ببطانة الثوب . م

۲؎ بمعجمة مفتوحة فموحدة اى لا تقصر فى افساد حاله فالخبال الا فساد والا لو التقصير وعبر ههنا بهذا وفى بطانة الخير بما سبق تنبيهًا على انه يكفى فى كون الشر السكوت على الفساد وفى الخير لا يكفى الا الامر به . م

ٹھنڈا (ن،ک) ٹھنڈا ہونا، ٹھنڈا کرنا۔ طَیِّبٌ پاکیزہ، عمدہ، حسین (ض) پاکیزہ اور اچھا ہونا (تفعیل) اچھا کرنا، عمدہ بنانا۔ یَصْنَعُ (ف) تیار کرنا، بنانا۔ تَذْبَحَنَّ فعل مضارع بانون ثقیلہ برائے تاکید (ف) مص ذَبْحًا ، ذَبَاحًا ذبح کرنا، گلا کاٹنا۔ دَرَّ دودھ (ن،ض) دودھ دینا، زیادہ دودھ دینا۔ عَنَاقٌ (ج) عُنُوْقٌ ، اَعْنُق بکری کا بچہ جس کی عمر ایک سال یا ایک سال سے کچھ کم ہو۔ جَدْيٌ (ج) اَجْدٌ ، جِدْيَان بکری کا وہ بچہ جو اپنی عمر کے پہلے سال میں ہو۔ سَبْيٌ (ج) سَبَايَا قیدی، مرد وعورت دونوں کے لئے مستعمل ہے (ض) دشمن کو قید کرنا۔ فَاْتِ فعل امر حاضر زائد ہے، دراصل "اِئْتِ" ہے (ض) آنا۔ رَأْسَيْن ، رَأْسٌ کا تثنیہ ہے بمعنی غلام۔ اَلْمُسْتَشَارُ اسم مفعول، جس سے مشورہ طلب کیا جائے (استفعال) مشورہ لینا۔ مُؤْتَمَنٌ اسم مفعول، امین، امانت دار (افتعال) امین بنانا۔ اِسْتَوْصِ فعل امر حاضر (استفعال) وصیت قبول کرنا۔ اَخْبَرَ (افعال) خبر دینا، باخبر کرنا۔ بَالِغٌ اسم فاعل (ن) بالغ ہونا، پہنچنا، کسی متعین اور مقررہ حد کو پہنچنا۔ تَعْتِقُ (ض) آزاد کرنا، چھوڑ دینا، صیغۂ صفت عَتِيْقٌ ہے بمعنی آزاد۔ بِطَانَة (ج) بَطَائِن راز دار لوگ، یعنی مخصوص لوگ (ن) پوشیدہ رہنا۔ تَالُوْا (ن) خیال کرنا، پرواہ کرنا۔ يُوْقَ فعل مضارع مجہول، جو بچالیا جائے، وَقٰى يَقِيْ (ض) حفاظت کرنا، بچانا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت دولت خانہ سے باہر تشریف لائے کہ اس وقت نہ تو حضور اکرمؐ کی عادت شریفہ باہر تشریف لانے کی تھی نہ کوئی شخص حضور اکرمؐ کی خدمت میں اُس وقت دولت خانہ پر حاضر ہوتا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باہر تشریف آوری پر حضرت ابو بکر صدیقؓ حاضر ہوئے حضور اکرمؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے خلاف معمول بے وقت آنے کا سبب دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ جمال جہاں آرا کی زیارت اور سلام کے لئے حاضر ہوا ہوں (یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے کمال تناسب کی وجہ سے تھا کہ حضور اقدسؐ کو اگر خلافِ عادت باہر تشریف آوری کی نوبت آئی تو اُس یک جاں دو قالب پر بھی اِس کا اثر ہوا بندہ کے نزدیک یہی وجہ اَولیٰ ہے اور یہی کمال تناسب بڑی وجہ ہے

نبوی دَور کے ساتھ خلافت صدیقیہ کے اتصال کی کہ حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد اگر کوئی دوسرا خلیفہ ہوتا تو مناسبت تامہ نہ ہونے کی وجہ سے وقتی احکام میں کچھ تغیر ضرور ہوتا اور صحابۂ کرامؓ کے لئے حضور اکرمؐ کے فراق کی ساتھ یہ دوسرا مرحلہ مل کر رنج و ملال کو ناقابل برداشت بنانے والا ہوتا بخلاف صدیق اکبرؓ کے کہ حضور اقدسؐ کے ساتھ اس درجہ اتصال اور قلبی یک جہتی تھی کہ جن مواقع پر جو حضور اکرمؐ کا طرزِ عمل تھا وہی اکثر حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی تھا چنانچہ حدیبیہ کا قصہ مشہور ہے جس کا ذکر ''حکایات صحابہ'' میں بھی گزر چکا ہے مسلمانوں نے نہایت دب کر ایسی شرائط پر کفار سے صلح کی تھی کہ بعض صحابہؓ اُس کا تحمل بھی نہ کر سکے اور حضرت عمرؓ نہایت جوش میں حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا آپؐ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی نہیں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا بے شک، حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضورؐ نے فرمایا بے شک، حضرت عمرؓ نے کہا پھر ہم کو دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں دی جا رہی ہے، حضورؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا وہی میرا مددگار ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کریں گے، حضورؐ نے فرمایا بے شک، لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال مکہ میں جائیں گے۔

حضرت عمرؓ نے کہا نہیں، یہ تو نہیں کہا تھا، حضورؐ نے فرمایا بس تو مکہ میں ضرور جائے گا اور طواف کرے گا، اس کے بعد حضرت عمرؓ اسی جوش میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے ابوبکرؓ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ، بے شک حضرت عمرؓ، کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہے؟ حضرت ابوبکرؓ، بے شک، حضرت عمرؓ، پھر دین کے بارے میں ہم ذلت کیوں دیئے جا رہے ہیں، حضرت ابوبکر، اے آدمی یہ بلا تردّد سچے رسول ہیں اور اللہ کی ذرا بھی نافرمانی کرنے والے نہیں ہیں وہی ان کا مددگار ہے تو ان کی رکاب کو مضبوط پکڑے رہ، حضرت عمرؓ، کیا انہوں نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم مکہ جائیں گے اور طواف کریں گے، حضرت ابوبکرؓ، کیا تجھ سے یہ بھی وعدہ فرمایا تھا کہ اسی سال جائیں گے، حضرت عمرؓ نہیں یہ تو

نہیں فرمایا تھا، حضرت ابوبکرؓ، تو مکہ میں جائے گا اور طواف کرے گا، بخاری شریف میں یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور بھی اس قسم کے متعدد واقعات حیرت انگیز ہیں، حتی کہ اگر حضور اکرمؐ سے اجتہادی خطا ہوئی تو اُس میں بھی حضرت ابوبکرؓ شریک ہیں جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے معاملہ میں جس کا قصہ سورۂ انفال کے اخیر میں ہے، اس صورت میں حضرت ابوبکرؓ کا اس وقت خلاف معمول باہر آنا دل رابدل رہبست حضور اکرمؐ علیہ وسلم کے قلب اطہر کا اثر تھا گو بھوک بھی لگی ہوئی ہو، بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا آنا بھی بھوک کے تقاضے کی وجہ سے تھا، لیکن حضور اکرمؐ کے چہرۂ انوار کو دیکھ کر اس کا خیال بھی جاتا رہا اسی لئے حضور اکرمؐ کے استفسار پر اس کا ذکر نہیں کیا۔

یاد سب کچھ ہیں مجھے ہجر کے صدمے ظالم ☆ بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کے صورت تیری

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی تشریف آوری بھوک ہی کی وجہ سے تھی مگر اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ حضور اکرمؐ کو گرانی نہ ہو کہ دوست کی تکلیف اپنی تکلیف پر غالب ہو جایا کرتی ہے) تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے، حضور اکرمؐ نے اُن سے بھی بے وقت حاضری کا سبب پوچھا، انہوں نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں، حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ بھوک تو کچھ میں بھی محسوس کر رہا ہوں، اس کے بعد تینوں حضرات ابوالہیثم انصاریؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ اہل ثروت لوگوں میں سے تھے کھجوروں کا بڑا باغ تھا بکریاں بھی بہت سی تھیں، البتہ خادم ان کے پاس کوئی نہیں تھا، اس لئے گھر کا کام سب خود ہی کرنا پڑتا تھا، یہ حضرات جب اُن کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ گھر والوں کے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں جو خادم نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی لانا پڑتا تھا، لیکن ان حضرات کے پہنچنے پر تھوڑی دیر گزری تھی کہ وہ بھی مشکیزہ کو جو مشکل سے اُٹھتا تھا بدقت اٹھاتے ہوئے واپس آگئے اور حضور اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہو کر (اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے اور زبان حال سے

ہم نشیں جب میرے ایام بھلے آئیں گے ☆ بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے

پڑھتے ہوئے) حضور اکرمؐ کو لپٹ گئے اور حضور اکرمؐ پر اپنے ماں باپ کو نثار

کرنے لگے، یعنی عرض کرتے تھے کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، اس کے بعد باغ میں چلنے کی درخواست کی وہاں پہنچ کر فرش بچھایا اور دین و دنیا کے سردار مایۂ فخر مہمان کو بٹھا کر ایک خوشہ (جس میں ہر طرح کی کچی پکی ادھ کچری کھجوریں تھیں) سامنے حاضر کیا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ توڑنے کی کیا ضرورت تھی اس میں ابھی کچھ کچی بھی ہیں جو ضائع ہوں گی، پکی پکی چھانٹ کر کیوں نہ توڑلی، میزبان نے عرض کیا تاکہ اپنی پسند سے پکی اور گدری ہر نوع کی حسب رغبت نوش فرمائیں، تینوں حضرات نے کھجوریں تناول فرمائیں اور پانی نوش فرمایا اس کے بعد حضور اقدسؐ نے جن کا ہر ہر لحظہ تعلیم امت تھا ارشاد فرمایا کہ اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بھی اس نعیم میں داخل ہے جن کا سوال قیامت میں ہوگا اور سورۂ الھکم التکاثر کے ختم پر حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کا ذکر فرمایا ہے اُن کے شکر کے متعلق سوال ہوگا کہ ہماری نعمتوں کا کس درجہ شکر ادا کیا اللّٰھم لا احصی ثناءً علیك انت کما اثنیت علی نفسك پھر اس وقت کی نعمتوں کا اظہار شکر کے طور پر فرمایا کہ ٹھنڈا سایہ ٹھنڈا پانی اور تروتازہ کھجوریں، اس کے بعد میزبان کھانے کی تیاری کے لئے جانے لگے تو حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ فرط محبت میں کیفما اتفق مت ذبح کردینا بلکہ ایسا جانور ذبح کرنا جو دودھ کا نہ ہو میزبان نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور بعجلت تمام کھانا تیار کر کے حاضر خدمت کیا اور مہمانوں نے تناول فرمایا حضور اکرمؐ نے اُس وقت یہ ملاحظہ فرما کر کہ مشتاق میزبان سب کام خود ہی کر رہا ہے اور شروع میں میٹھا پانی بھی خود ہی لاتے دیکھا تھا دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی خادم نہیں، نفی میں جواب ملنے پر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر کہیں سے غلام آجائیں تو تم یاد دلانا اُس وقت تمہاری ضرورت کا لحاظ رکھا جائے گا، اتفاقاً ایک جگہ سے صرف دو غلام آئے تو ابوالہیثم نے حاضر ہو کر وعدہ عالی جاہ کی یاد دہانی کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں غلاموں میں سے جونسا دل چاہے پسند کرلو جو تمہاری ضرورت کے مناسب ہو (یہ جاں نثار حضور اکرمؐ کی موجودگی میں اپنی کیا رائے رکھتے اس لئے) درخواست کی کہ

حضورؐ ہی میرے لئے پسند فرمائیں (وہاں بجز دینداری کے اور کوئی وجہ ترجیح اور پسندیدگی کی ہو ہی نہیں سکتی تھی اس لئے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے اس لئے میں امین ہونے کی حیثیت سے فلاں غلام کو پسند کرتا ہوں اس لئے کہ میں نے اُس کو نماز پڑھتے دیکھا لیکن میری ایک وصیت اس کے بارے میں یاد رکھو کہ اس کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیجئے (اور حضور اکرمؐ نے مشورہ کے ضابطہ کو ذکر فرما کر گویا اس پر تنبیہ فرمائی کہ میری جو پسندیدگی ہے وہ ذمہ دارانہ اور امانت داری کی ہے پھر ایک کو پسند فرما کر وجہ ترجیح بھی ظاہر فرمائی کہ وہ نمازی ہے، یہ وجہ ہے اس کو راجح قرار دینے کی ہمارے زمانہ میں ملازم کا نمازی ہونا گویا عیب ہے کہ آقا کے کام کا حرج ہوتا ہے) ابوالہیثم خوش خوش اپنی ضرورتوں کے لئے ایک مددگار ساتھ لے کر گھر گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان بھی بیوی کو سنا دیا، بیوی نے کہا کہ حضور اکرمؐ کے ارشاد کی کماحقہٗ تعمیل نہ ہو سکے گی، اور اس درجہ بھلائی کا معاملہ کہ ارشاد عالی جاہ کا امتثال ہو جائے ہم سے نہ ہو سکے گا اس لئے اس کو آزاد ہی کر دو کہ اسی سے امتثال ارشاد ممکن ہے سراپا شجاع اور مجسم اخلاص خاوند نے فوراً آزاد کر دیا اور اپنی دقتوں اور تکالیف کی ذرا بھی پروا نہ کی، حضور اقدسؐ کو جب واقعہ اور جاں نثار صحابی کے ایثار کا حال معلوم ہوا تو اظہار مسرت اور بیوی کی مدح کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ہر نبی اور اُس کے جانشینوں کے لئے حق تعالیٰ شانہ دو باطنی مشیر اور صلاح کار پیدا فرماتے ہیں جن میں سے ایک مشیر تو بھلائی کی ترغیب دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، دوسرا مشیر تباہ و برباد کرنے میں ذرا بھی کمی نہیں کرتا، جو شخص اس کی برائی سے بچا دیا جائے وہ ہر قسم کی برائی سے روک دیا گیا۔

تشریح: ابوالہیثم کی بیوی بمنزلۂ بہترین مشیر کار کے تھیں جنہوں نے مشورہ دے کر ایک کار خیر یعنی ایک نمازی غلام کو آزاد کرا دیا اور اپنی ضروریات کی ذرا بھی پروا نہ کی، اور نہ اس کی پروا کی کہ کس قدر مشقتیں اُٹھانے کے بعد خادم ملا ہے کچھ دن تو اس کی وجہ سے آرام اُٹھا لیں بعد میں آزاد کر دیں گے۔

⑤ حدثنا عمر بن اسمٰعیل بن مجالدؔ بن سعید حدثنی ابی عن بیانؔ حدثنی قیس بن ابی حازم قال سمعت سعد بن ابی وقاص یقول اِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ اَهْرَاقَ دَمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاِنِّیْ لَاَوَّلُ رَجُلٍ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اَغْزُوْ فِی الْعِصَابَةِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا نَاْکُلُ اِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةؔ حَتّٰی تَقَرَّحَتْ اَشْدَاقُنَا حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَیَضَعُ کَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِیْرُ وَاَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ یُعَزِّرُوْنَنِیْ فِی الدِّیْنِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَضَلَّ عَمَلِیْ.

حل لغات: اِهْرَاقٌ مص (افعال) خون بہانا، خوں ریزی کرنا۔ رَمٰی (ض) تیر پھینکنا، قرآن کریم میں ہے وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی درحقیقت تیر اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ سَهْمٌ (ج) سِهَامٌ ، اَسْهُمٌ تیر۔ اَغْزُوْ (ن) غزوہ کرنا، جہاد کرنا۔ اَلْعِصَابَةُ (ج) عَصَائِب جماعت۔ وَرَقٌ (ج) اَوْرَاق پتہ۔ شَجَرٌ (ج) اَشْجَار درخت۔ اَلْحُبْلَةُ کیکر کے درخت کی پھلیاں۔ تَقَرَّحَتْ (تفعل) زخمی ہونا، زخم لگنا اَلْقَرْحُ بمعنی زخم۔ یَضَعُ (ف) رکھنا، یہاں مراد قضاء حاجت کرنا ہے۔ یُعَزِّرُوْنَ (تفعیل) سزا دینا۔ خِبْتُ فعل ماضی معروف، واحد متکلم (ض) خائب وخاسر ہونا، خسارے میں ہونا۔ ضَلَّ (ض،س) گمراہ ہونا، راہِ حق سے ہٹنا (افعال) گمراہ کرنا۔

ترجمہ: سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے کافر کا خون بہایا ہو میں ہی ہوں اور ایسے ہی پہلا وہ شخص جس نے جہاد میں تیر پھینکا ہو میں ہوں، ہم لوگ (یعنی صحابہ کی جماعت ابتداء اسلام میں) ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی درختوں کے پتے اور کیکر کی

لہ بضم میم فجیم فکسر لام فما فی بعض النسخ بالهاء بدل اللام تصحیف من الناسخ .

ٹہ بموحدة مفتوحة فتحتية ابن بشر على ما فی نسخة بكسر موحدة فسكون معجمة .

ٹہ الحبلة بضم مهملة وسكون موحدة ثمرة السمرة يشبه اللوبيا وقيل ثمر العضاة والعضاة كل شجرة يعظم وله شوك .ق

ٹہ اشداقنا جمع شدق فی القاموس الشدق بالكسر ويفتح والدال مهملة طفطفة الفم من باطن الخدين جمعه اشداق ای صارت اطراف الفهم ذات قروح .

پھلیاں ہم لوگ کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے مُنہ کے جبارے زخمی ہو گئے تھے اور پتے کھانے کی وجہ سے پاخانہ میں بھی اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں نکلا کرتی تھیں، اس کے بعد بھی قبیلۂ بنو اسد کے لوگ اسلام کے بارے میں مجھ کو دھمکاتے ہیں اگر میری دین سے ناواقفیت کا یہی حال ہے جیسا یہ لوگ بتاتے ہیں تو خسر الدنیا و الآخرۃ، دنیا اس تنگی وعسرت میں گئی اور دین کی یہ حالت کہ نماز سے بھی واقفیت نہ ہوئی۔

تشریح: اس حدیث میں چونکہ امام ترمذیؒ کو صرف اس وقت کی تنگی دکھلانا مقصود تھا اس لئے تمام قصہ کو مختصر کر دیا کہ مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ تنگی اور عسرت کی وجہ سے مجاہدین کو غذا بھی نہ ملتی تھی یہ اسلامی فوج درختوں کے پتے کھا کر جہاد کرتی تھی لیکن حضرت سعدؓ نے اس حدیث میں اپنے کارنامے اور اپنی مساعی جمیلہ اور قدیم الاسلام ہونا بیان کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے، کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے ان کی بہت سی شکایات کیں حتی کہ یہ بھی شکایت کی کہ یہ نماز تک بھی اچھی طرح سے نہیں پڑھتے، حضرت عمرؓ نے ان کو بلوایا اور بلا کر ارشاد فرمایا کہ لوگ تمہاری بہت سی شکایات کرتے ہیں حتی کہ نماز تک کی بھی شکایت کرتے ہیں، اس پر انہوں نے اپنی صفائی میں اپنا قدیم الاسلام ہونا اسلام کے بارے میں مشقتوں کا برداشت کرنا وغیرہ بیان کر کے عرض کیا کہ اس پر یہ لوگ مجھے نماز پر دھمکیاں دیتے ہیں، میں نے جس طرح حضور اکرمؐ کو نماز پڑھتے دیکھا اُس سے ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا، اس پر حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ کوفہ میں دو آدمی بھیجے کہ وہاں گشت کر کے ان کے متعلقہ شکایات کی تحقیق کر کے آئیں، انہوں نے کوئی مسجد کوفہ کی ایسی نہیں چھوڑی جس میں جا کر نمازیوں سے حالات کی تحقیق نہ کی ہو سب نے ان کی تعریف کی البتہ ایک شخص نے یہ کہا کہ جب قسم دے کر پوچھتے ہو تو سچ سچ بتاؤں کہ سعدؓ جہاد کے لئے نہیں نکلتے گویا اپنی جان پیاری ہے، دوسرے یہ کہ تقسیم میں مساوات اور برابری نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے، حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ تین شکایات کی ہیں اس لئے تین بد دعائیں کرتا ہوں ہر ایک کے مناسب اے اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے محض شہرت اور دنیا کو دکھلانے کی غرض سے کھڑا ہوا ہے کہ بڑے آدمی پر تنقید کرنے سے شہرت ہوا کرتی ہے تو اس کی عمر بڑھا دے اور فقر میں اضافہ کر اور فتنوں میں مبتلا فرما، اس کے بعد دیکھنے والا

اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں آنکھوں پر گر گئی تھیں اور فقیر ہو گیا تھا گلی کوچوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور کوئی پوچھتا کہ یہ کیا حال ہو گیا تو کہتا کہ سعدؓ کی بددعا لگ گئی، اللّٰھم انا نعوذ بك من غضبك وغضب رسولك وغضب اوليائك ، حضرت سعدؓ نے اس حدیث میں تین قصوں کی طرف اشارہ فرمایا، ۱ یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے کسی کافر کا خون گرایا، یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں لوگ نہایت پریشان اور مصائب میں مبتلا تھے کفار سے چھپ کر نماز وغیرہ عبادات کیا کرتے تھے ایک مرتبہ چند حضرات جن میں حضرت سعدؓ بھی تھے ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کی ایک جماعت وہاں پہنچ گئی ان لوگوں کو برا بھلا کہا اور لڑائی پر اتر آئے تو حضرت سعدؓ نے اونٹ کا ایک جباڑہ وہاں پڑا تھا اس کو اٹھا کر ایک کافر کو مارا جس سے اس کے خون جاری ہو گیا، یہی مراد ہے اللہ کے راستہ میں سب سے پہلے خون گرانے سے ۲ یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر چلایا۔

یہ ہجرت کے بعد ۷ھ کا واقعہ ہے اور اسلام میں سب سے پہلا سریہ ہے یعنی سب سے پہلی فوج ہے جس کو حضور اکرمؐ نے ہجرت کے بعد حضرت عبیدۃ بن حارثؓ کی ماتحتی میں رابغ بھیجا ہے، اس میں کفار سے مقابلہ ہوا دونوں جانب سے تیر چلائے گئے مسلمانوں میں سب سے پہلا تیر حضرت سعدؓ نے چلایا تھا، تیسرا قصہ اُس جنگ کا ہے جس کا ذکر حضرت سعدؓ نے درختوں کے پتے کھانے سے فرمایا، یہ قصہ سریۂ خبط کہلاتا ہے، جو باختلاف اقوال ۵ھ یا رجب ۸ھ میں ہوا ہے اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مہاجرین اور انصار کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کی ماتحتی میں مدینہ منورہ سے پانچ روز کی منزل پر سمندر کے کنارے قبیلۂ جہینہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا، اس لشکر میں اول تین اُونٹ یومیہ ذبح ہوتے تھے اور جب اونٹوں کی قلت کے خوف سے امیر نے ذبح کی ممانعت فرمادی تو کچھ مقدار کھجوریں تقسیم ہوتی تھیں اور وہ بھی کم ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ایک کھجور یومیہ فی آدمی ملتی تھی کہ اُس کو چوستے رہتے اور پانی پیتے رہتے، لیکن جب وہ بھی ختم ہو چکیں تو درختوں کے پتے جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی، خبط کے معنی پتے جھاڑنے کے ہیں اسی لئے اس

کا نام سریۃ الخبط مشہور ہو گیا، اس کا طویل قصہ ابتداءً سخت پریشانی اور عسرت کا اور انتہاءً لطف کا ہے جس کو تاریخ اسلام کی طویل کتابوں میں دیکھا جائے مختصر طور پر حکایاتِ صحابہؓ کے تیسرے باب میں بندہ نے بھی لکھ دیا ہے۔

⑥ حدثنا محمد بن بشار حدثنا صفوان بن عیسٰی حدثنا عمرو بن عیسٰی ابونعامۃ[1] العدوی قال سمعت خالد بن عمیر وشویسا[2] ابا لرقاد قالا بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ[3] وَقَالَ انْطَلِقْ اَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِيْ اَقْصٰى اَرْضِ الْعَرَبِ وَاَدْنٰى بِلَادِ الْعَجَمِ فَاَقْبَلُوْا[4] حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْمِرْبَدِ[5] وَجَدُوْا هٰذَا الْكَذَانَ[6] فَقَالُوْا[7] مَا هٰذِهِ قَالُوْا هٰذِهِ الْبَصْرَةُ[8] فَسَارُوْا حَتّٰى اِذَا بَلَغُوْا حِيَالَ الْجِسْرِ[9] الصَّغِيْرِ فَقَالُوْا هٰهُنَا اُمِرْتُمْ فَنَزَلُوْا

---

[1] ابو نعامة بفتح النون على الصحيح قاله القارى عن المغنى والعدوى بفتح العين والدال المهملتين .

[2] شويسا مصغرا بمعجمة اوله ومهملة آخره هو شويس بن حياش ابو الرقاد بضم الراء بعدها قاف خفيفه .

[3] بفتح غين وسكون زاى معجمتين وعتبة من اكابر الصحابة اسلم قديما وهاجرا الهجرتين اول من نزل البصرة وهو الذى اختطها .ق

[4] فاقبلوا قال القارى فعل ماض من الاقبال بمعنى توجهوا قال المناوى اى توجهوا الى المحل الذى امرهم عمرؓ بالانطلاق اليه وسبب امرهم بذلك السير ومكثهم بذلك الموضع انه كان محل خروج الهند من الجزائر الى ارض فارس وكان يزدجر التمس منهم الاعانة لقتال العرب فاراد عمرؓ ان يرابطوا بذلك الثغر ليضبطوا ذلك الجهة .

[5] المربد بكسر ميم فسكون ففتح موحدة موضع بالبصرة واصلها من ربد بالمكان اذا اقام به وهو موضع حبس الابل او تجفيف الرطب .

[6] الكذان بفتح الكاف وتشديد الذال حجارة رخوة مائلة الى البياض والبصرة ايضًا حجارة رخوة مائلة الى البياض . [7] اى استفهم بعضهم بعضا .

[8] اى اجاب بعضهم فالجملة الاولى استفهام والثانية جواب البعض وليس فى بعض النسخ ههنا لفظ قالوا فلا يبعدان يكون همزة الاستفهام مقدرة وفى معجم البلدان ان المسلمين حين وافوا مكان البصرة نظروا اليها من بعيد وابصروا الحصا عليها فقالوا ان هذه ارض بصرة يعنون حصبة فسميت بذلك ثم ذكر اقوالا اخر فى وجه تسميتها بذلك .

[9] قال القارى بناها عتبة بن غزوان فى خلافة عمرؓ سنة سبع عشر وسكنها الناس سنة ثمان عشر قيل لم يعبد بارضهما صنم اهـ وفى فتوح البلدان لما نزل عتبة بن غزوان الخريبة كتب الى عمرؓ يعلمه نزوله اياها وانه لابد للمسلمين من منزل يشتون به اذا شتوا ويكتسون فيه اذا انصرفوا من غزوهم فكتب اليه ان اجمع اصحابك فى موضع واحد وليكن قريبًا من الماء والمرعى فكتب اليه انى وجدت ارضا كذا وكذا فكتب اليه ان انزلها الناس فانزلهم اياها فبنوا مساكن بالقصب وبنى عتبة مسجدًا من قصب وذلك فى ١٤هـ الى آخر مابسطه .

[10] كان ذلك الجسر على الدجلة فى عرضها يسير عليه المشاة والركبان واحترز به عن الجسر الكبير وهو عند بغداد بينهما عشرة ايام .ب

فَذَكَرُوا[1] الْحَدِيثَ بِطُولِهِ قَالَ فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ[2] لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَسَابِعُ سَبْعَةٍ[3] مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ حَتّٰى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدٍ[4] فَمَا مِنَّا مِنْ أُولٰئِكَ السَّبْعَةِ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ أَمِيرُ مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ وَسَتُجَرِّبُونَ الْأُمَرَاءَ بَعْدَنَا.

حل لغات: اَقْصٰی اسم تفضیل (ج) اَقَاص کنارہ، طرف، قرآن کریم میں ہے "وَجَاءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَسْعٰى" (ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا) اَدْنٰی اسم تفضیل، بہت قریب (ن) قریب ہونا (مِن، اِلٰی، لہٗ کے صلے کے ساتھ) اَقْبَلُوْا (افعال) آگے بڑھنا، سامنے سے آنا۔ كَذَّان سفید پتھر۔

---

[1] المراد بالجمع ما فوق الواحد وفی نسخة فذكرا وهو الظاهر لان الضمير راجع الى خالد وشويس وفی نسخة فذكر بالافراد ای ابن بشار علی ماذكره ابن حجر والمناوی او ابو نعامة كما اختاره القاری.

[2] ذكره الطبری فی تاريخه بهذا السند الى خالد وشويس قالا بعث عمر بن الخطاب عتبة بن غزوان فقال له انطلق انت ومن ملك حتى اذا كنتم فی اقصى ارض العرب وادنى ارض العجم فاقيموا فاقبلوا حتى اذا كانوا بالمربد وجدوا هذا الكذان قالوا ما هذه البصرة فساروا حتى بلغوا حيال الجسر الصغير فاذا فيه خلفاء وقصب نابتة فقالوا ههنا امرتم فنزلوادون صاحب الفرات فاتوه فقالو ان ههنا قومًا معهم راية وهم يريدونك فاقبل فی اربعة آلاف اسوار فقال ماهم الا ما ارى اجعلوا فی اعناقهم الحبال وأتونی بهم فجعل عتبة يرجل وقال انی شهدت الحرب مع النبی صلی اللّٰه عليه وسلم حتى اذا زالت الشمس قال احملوا فحملوا عليهم فقتلوهم فلم يبق منهم احد الا صاحب الفرات اخذوه اسيرًا فقال عتبة بن غزوان ابغوانا منزلاً هو انزه من هذا وكان يوم عكاك ودمد فرفعوا له منبرًا فقام يخطب فقال ان الدنيا قد تصرمت وولت حذاءً ولم يبق منها الاصبابة كصبابة الاناء الا وانكم منتقلون منها الى دار القرار فانتقلوا بخير مابحضرتكم وقد ذكرلی لوان صخرة القيت من شفير جهنم هوت سبعين خريفا ولتملئنه او عجبتم ولقد ذكر لی ان ما بين مصراعين من مصاريع الجنة مسيرة اربعين عامًا وليا تين عليه يوم وهو كظيظ ولقد رأيتنی وانا سابع سبعة الحديث وقد ذكر الخطبة الحاكم فی المستدرك بسنده الى حميد بن هلال عن خالد بن عمير بنحو هذا وقال صحيح على شرط مسلم واقره عليه الذهبی.

[3] ای فی الاسلام فانه اسلم بعد ستة نفر قاله القاری.

[4] سعد ای ابن ابی وقاص على ما فی الاصول المصححة وفی بعض النسخ سبعة وهو سهولها فی رواية مسلم فقسمتها بينی وبين سعد بن مالك فاتزرت بنصفها واتزر سعد بنصفها قاله القاری قلت ولفظ الحاكم فی المستدرك فشققتها بينی وبين سعد بن ابی وقاص فارس الاسلام.

سَارُوْا (ض) چلنا، راستہ طے کرنا۔ حِیَالٌ اِردگرد، مقابل، نزدیک، سامنے (ن) مص حَوْلاً ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا۔ اَلْجِسْرُ (ج) جُسُوْر پل (ن) پل بنانا، پل پار کرنا، حدیث پاک میں ہے اَلْمَوْتُ جَسْرٌ (موت ایک پل ہے) نَزَلُوْا (ض) اترنا، آنا۔ اِلْتَقَطْتُ (افتعال) گری پڑی چیز اٹھانا، لقطہ بنالینا۔ بُرْدَة (ج) بُرْدٌ، بُرَدٌ منقش چادر۔ قَسَمْتُ (ض) تقسیم کرنا، بانٹنا (تفعیل) اسی معنی میں ہے۔ تُجَرِّبُوْنَ (تفعیل) تجربہ کرنا، آزمانا۔ اُمَرَاءُ امِیْرٌ کی جمع، حاکم، والی (ض) حکم کرنا، حکم دینا۔

ترجمہ: خالد بن عمیر اور شولیس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوان کو حکم فرمایا کہ تم اپنے رفقاء کے ساتھ (جو تین سو مجاہد تھے عجم کی طرف) چلے جاؤ اور جب منتہائے سرزمین عرب پر پہنچو جہاں کہ سرزمین عجم بہت ہی قریب رہ جائے تو وہاں قیام کرنا (مقصد ان کی روانگی کا یہ تھا کہ دربار عمری میں یہ اطلاع پہنچی تھی کہ عجم کا ارادہ عرب پر حملہ کرنے کا ہے اور بہ روایت دیگر یزدجرد نے عجم سے امداد منگائی ہے جس کا یہ راستہ تھا اس لئے حضرت عمرؓ نے اس لشکر کو ناکہ بندی کے لئے ارسال فرمایا تھا) وہ لشکر چلا اور جب مربد بصرہ پر پہنچے تو وہاں عجب طرح کے سفید سفید پتھروں پر نظر پڑی لوگوں نے اول تعجب سے ایک دوسرے سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں تو لوگوں نے کہا کہ یہ بصرہ ہیں۔ (بصرہ اصل لغت میں سفیدی مائل پتھروں کو کہتے ہیں اس کے بعد پھر شہر کا نام پڑ گیا گویا اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ بھی ایک قسم کے پتھر ہیں) اس کے بعد حضرت عمرؓ کی ہدایت کے موافق آگے بڑھے اور جب دجلہ کے چھوٹے پل کے قریب پہنچے تو لوگوں نے تجویز کیا کہ حضرت عمرؓ کی متعینہ جگہ یہی موقعہ ہے اس لئے وہاں پڑاؤ ڈال دیا، راوی نے اس جگہ تمام قصہ (یعنی خراسان کے لشکر کے آنے کا اور عتبہ کے فتح کرنے کا پورا قصہ) مفصل ذکر کیا (مگر امام ترمذیؒ کو چونکہ اس جگہ ذکر کرنے سے مقصود اُس وقت کی تنگ حالی کا بیان کرنا تھا جس کا ذکر اس حدیث کے اخیر میں ہے اس لئے تمام حدیث کو مختصر کر کے اس جملہ کو ذکر کر دیا، حضرت عتبہؓ نے فتح کے بعد ایک خطبہ بھی پڑھا

تھا جو عربی حاشیہ میں نقل کیا گیا اس میں دنیا کے بے ثباتی آخرت کا دائمی گھر ہونا وغیرہ امور ارشاد فرمائے تھے چنانچہ حمد وصلوٰۃ کے بعد فرماتے ہیں کہ دنیا ختم ہو رہی ہے اور منہ پھیر کر جا رہی ہے دنیا کا حصہ اتنا ہی باقی رہ گیا، جیسا کہ کسی برتن کا پانی ختم ہو جائے اور اخیر میں ذرا سا قطرہ اُس میں رہ جائے تم لوگ اس دنیا سے ایک ایسے عالم کی طرف جا رہے ہو جو ہمیشہ رہنے والا ہے کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے لہٰذا ضروری ہے کہ بہترین ما حضر کے ساتھ اس عالم سے جاؤ اس لئے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم (جو اللہ کے نافرمان لوگوں کا گھر ہے) اتنی گہری ہے کہ اگر اس کے اوپر کے کنارے سے ایک ڈھیلا پھینکا جائے تو ستر برس تک بھی وہ جہنم کے نیچے کے حصے میں نہیں پہنچتا اور آدمیوں سے اس مکان کو بھرا جائے گا، کس قدر عبرت کا مقام ہے، نیز ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت (جو اللہ کے فرمانبردار بندوں کا مکان ہے) اس قدر وسیع ہے کہ اس کے دروازہ کی چوڑائی میں ایک جانب سے دوسری جانب تک چالیس برس کی مسافت ہے اور آدمیوں ہی سے وہ بھی پر کی جائے گی (اس لئے ایسے اعمال اختیار کرو جن کی وجہ سے پہلے مکان سے نجات ملے اور اس مکان میں جو اللہ کی رضا کا مکان ہے داخلہ نصیب ہو، اس کے بعد اپنا گزشتہ حال) بیان کیا کہ میں نے حضور اقدسؐ کے ساتھ اپنی یہ حالت دیکھی ہے کہ میں اُن سات آدمیوں میں سے ایک ہوں جو اُس وقت حضور اقدسؐ کے ہمراہ تھے ہمارے پاس کھانے کے لئے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا اُن کے کھانے سے ہمارے منہ چھل گئے تھے مجھے اتفاقاً ایک چادر مل گئی تھی جس کو میں نے اپنے اور سعدؓ کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لی (حق تعالیٰ شانہٗ نے اس تنگ حالی اور تکالیف کا دنیا میں بھی یہ اجر مرحمت فرمایا کہ) ہم سات میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو کسی جگہ کا امیر نہ ہو (چونکہ یہ جماعت بڑی تکالیف برداشت کرنے اور مجاہدات کے بعد امیر ہوئی ہے اس لئے اس کا معاملہ اپنی جماعتوں کے ساتھ بہترین معاملہ ہے جو تم کو بعد میں آنے والے امراء کے تجربہ حال سے معلوم ہوگا، اس لئے کہ) تم اُن امراء کا عنقریب تجربہ کرنے والے ہو جو بعد میں آنے والے ہیں۔

تشریح: بظاہر حضرت سعدؓ کا مقصد اپنی اس حالت کے بیان کرنے سے دو امر ہیں، اول یہ کہ دین کے بارے میں جو مشقت اُٹھائی جاتی ہے اس کا ثمرہ دنیا میں بھی اکثر ملتا ہے اس لئے تم لوگ جو مشقت برداشت کرو گے، انشاء اللہ اُس کا ثمرہ پاؤ گے، دوسرے یہ کہ اس وقت کے امراء سے اگر کوئی ناگواری کی بات تم کو پیش آئے اُس کو برداشت کرو کہ یہ بہت غنیمت ہے اُن حالات کے اعتبار سے جو عنقریب آنیوالے ہیں

---

⑦ حدثنا عبداللّٰه بن عبدالرحمٰن حدثنا روحٌ[1] بن اسلم ابوحاتم البصری حدثنا حماد بن سلمة حدثنا ثابت عن انسٍ قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ[2] اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ وَمَالِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَاْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ[3].

حل لغات: اُخِفْتُ (افعال) ڈرانا، خوف دلانا (س) ڈرنا۔ اُوْذِيْتُ (افعال) تکلیف دینا، ایذاء دینا۔ ذُوْ كَبِد ذی روح، جان دار كَبِدٌ (ج) اَكْبَادٌ كُبُوْدٌ جگر، کلیجہ (ن) كَبَدَهُ كَبْدًا جگر پر مارنا۔ يُوَارِيْ (مفاعلت) چھپانا، پوشیدہ رکھنا، راز میں رکھنا، قرآن کریم میں ہے لِبَاسًا يُوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ (ایسا لباس جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپالے) اِبْطٌ (ج) آبَاط بغل، تَابَّطَ الشيءَ (تفعل) بغل میں لینا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

---

[1] بفتح الراء وسكون الواو وآخره حاء مهملة واسلم على وزن اكرم .

[2] بضم اوله اى والحال انه لا يخاف احد غيرى لانى كنت وحيدًا فى ابتداء اظهار دينى او ما يخاف مثل ما اخفت وكذا الكلام فى قوله ولقد اوذيت وقال المناوى او هو دعاء اى حفظ الله المسلمين عن الاخافة او مبالغة فى الاخافة وذلك متعارف فى اللغة يقال لى بلية لا يبلى بها احد .

[3] يعنى كان اذ ذاك رفيقى قال المصنف فى جامعه كان هذا لما خرج من مكة هاربا واعترضه العصام بان بلالاً لم يكن معه حين الهجرة وقال المناوى الظاهر ان المصنف لم يرد خروجه مهاجرًا فانه قد تقدم انه خرج قبل الهجرة الى الطائف وغيره . اه

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے راستے میں اس وقت خوف دلایا گیا ہوں جس وقت کوئی بھی نہیں ڈرایا گیا، اور اس قدر ستایا گیا ہوں کہ کوئی شخص بھی نہیں ستایا گیا مجھے تیس شب و روز ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے کھانے کے لئے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اُس تھوڑی سی مقدار کے جو بلالؓ کے بغل میں چھپی ہوئی تھی۔

تشریح: یہ قصہ جیسا کہ مصنفؒ نے اپنی جامع میں لکھا ہے کسی وقت مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے جانے کے زمانہ کا ہے جو ہجرت کا زمانہ نہیں اس لئے کہ ہجرت کے سفر میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے ساتھ نہ تھے بلکہ اس کے علاوہ کسی اور موقع پر یہ قصہ پیش آیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اُس وقت خوف دلایا گیا ہوں کا مطلب ہے کہ ابتدائی زمانہ میں جب میں اکیلا تھا کوئی رفیق اور ساتھی نہ تھا اس وقت مجھے اللہ کے راستہ میں اذیت و تکالیف پہنچائی گئیں اور ڈرایا گیا اور قاعدہ کی بات ہے کہ، مجمع میں مصیبت ہلکی بن جاتی ہے تنہا شخص کو اذیت زیادہ پہنچتی ہے۔

---

(۸) حدثنا عبداللّٰه بن عبدالرحمٰن انبانا عفان بن مسلم حدثنا ابان بن یزید العطار حدثنا قتادة عن انس بن مالك اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَجْتَمِعْ عِنْدَهٗ غَدَاءٌ وَلَا عَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ اِلَّا عَلٰی ضَفَفٍ[1] قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ[2] قَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ كَثْرَةُ الْاَیْدِیْ.

حل لغات: غَدَاءٌ صبح کا کھانا، ناشتہ (ج) اَغْدِیَة (تفعیل) ناشتہ کرانا (س) ناشتہ کرنا۔ عَشَاء شام کا کھانا، عَشَّاهُ تَعْشِیَةً (تفعیل) رات کا کھانا کھلانا۔ ضَفَفٌ تنگ حالی، مال کی قلت اور اہل وعیال کی کثرت (ن) مص ضَفًّا (علٰی کے صلے کے ساتھ) بھیڑ لگانا۔

---

[1] قوله ضفف تقدم الكلام على هذا اللفظ فى حديث مالك بن دينار فى آخر باب المعيشة المتقدم.

[2] اى عبد الله بن عبد الرحمٰن شيخ المصنف.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی حضور اقدسؐ کے دستر خوان پر صبح کے کھانے میں یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتی تھیں مگر حالت ضفف میں۔

تشریح: ضفف کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گزارۂ اوقات کے بارہ میں جو باب پہلے ذکر ہو چکا ہے اُس کی اخیر حدیث کے ذیل میں اس کی مفصل تقریر گزر چکی اگرچہ اس حدیث کا مضمون اُس سے مختلف ہے جو وہاں گزری ہے اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب حضور اکرمؐ تنہا ہوتے تھے جب تو جو میسر ہوتا وہی نوش فرما لیتے خواہ خالی روٹی ہو یا تنہا گوشت ہو البتہ جب مہمان ہوتے تو اس کا اہتمام فرماتے کہ دونوں چیزوں کو مہیا کیا جائے اس لئے دونوں کا اجتماع مجمع ہی کے وقت ہوتا تھا۔

⑨ حدثنا عبد بن حميد حدثنا محمد بن اسمٰعيل بن ابى فديك حدثنا ابن ابى ذئب عن مسلم بن جندب عن نوفل بن اياس الهذلى قال كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيْسًا وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيْسُ وَاِنَّهُ انْقَلَبَ[1] بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ وَدَخَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَاُتِيْنَا[2] بِصَحْفَةٍ فِيْهَا خُبْزٌ وَلَحْمٌ فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهٗ يَابَا مُحَمَّدٍ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ هَلَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَاَهْلُ بَيْتِهٖ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَلَا اُرَانَّا[3] اُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَنَا.

حل لغات: اِنْقَلَبَ (انفعال) لوٹنا، پلٹنا۔ اِغْتَسَلَ (افتعال) غسل کرنا۔ صَحْفَةٌ (ج) صِحَاف پلیٹ، رکابی، بڑا برتن۔ بَكٰى (ض) رونا، آنسو بہانا (افعال) رُلانا۔ هَلَكَ (ض) ہلاک ہونا، مرنا، برباد ہونا۔ يَشْبَعُ (س) شکم سیر

[1] الباء بمعنى مع او المصاحبة اى انقلب معنا او مصاحبًا لنا مع السوق ويحتمل ان يكون للتعدية اى ردنا من الطريق قاله القارى واختار المناوى الا خير.

[2] ببناء المجهول من الاتيان قاله القارى والمناوى.

[3] بضم الهمزة على بناء المجهول اى فلا اظن اياانا. ق

ہونا، آسودہ ہونا۔ اُرانَا فعل مضارع مجہول (ف) خیال کرنا، گمان کرنا۔ اُخِّرنا فعل مضارع مجہول (تفعیل) مؤخر کرنا، پیچھے کرنا۔

ترجمہ: نوفل بن ایاس کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف جو عشرۂ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں، ہمارے ہمنشین تھے، اور حقیقت میں بہترین ہمنشین تھے ایک مرتبہ ہم ان کے ساتھ کسی جگہ سے لوٹے واپسی میں ان کے ساتھ ہی اُن کے مکان پر چلے گئے، اُنہوں نے گھر جا کر اول غسل کیا جب وہ غسل سے فارغ ہو چکے تو ایک بڑے برتن میں روٹی اور گوشت لایا گیا، عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس کو دیکھ کر رونے لگے میں نے پوچھا کیا بات ہوئی کیوں روئے؟ کہنے لگے کہ حضورؐ کو وصال تک کبھی بھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آپؐ نے یا آپؐ کے گھر والوں نے جَو کی روٹی ہی سے شکم سیری فرمائی ہو اب حضور اکرمؐ کے بعد جہاں تک میرا خیال ہے ہم لوگوں کی یہ ثروت کی حالت کسی بہتری کے لئے نہیں ہے۔

تشریح: حضرات صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ایسی حالتوں میں اس کا خوف ہوتا تھا کہ خدانخواستہ اس وعید میں داخل نہ ہو جائیں کہ تم اپنی خوبیوں کا بدلہ دنیا میں پا چکے ہو، جس کا قرآن شریف کی اس آیت میں ذکر ہے۔

اذھبتم طیبٰتکم فی حیٰوتکم الدنیا۔ الآیہ

باب ما جاء فی سنّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا ذکر

تشریح: حضور اقدسؐ کی عمر شریف کے بارہ میں تین روایتیں وارد ہوئی ہیں سب سے زیادہ صحیح جو جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی ہوئی ہے دوسری روایت ساٹھ برس کی بھی وارد ہوئی ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ گنتے میں بسا اوقات کسر کو چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے ساٹھ کہہ دیا اور تیسری روایت پینسٹھ کی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس میں سن ولادت اور سن وفات دونوں کو مستقل سال شمار کرلیا گیا، اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

① حدثنا احمد بن منیع حدثنا روح بن عبادة حدثنا زکریا بن اسحٰق حدثنا عمرو بن دینار عن ابن عباس مَکَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَکَّةَ ثَلٰثَ عشْرَةَ سَنَةً یُوْحٰی اِلَیْہِ وَبِالْمَدِیْنَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّیَ وَھُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّیْنَ.

حل لغات: سِنٌّ (ج) اَسْنَان عمر، اَسَنَّ (افعال) بوڑھا کرنا۔ یُوْحٰی مص اِیْحَاءً (افعال) وحی بھیجنا، سرگوشی کرنا۔ تُوُفِّیَ فعل ماضی مجہول (تفعل) تَوَفَّاہُ اللّٰہُ وفات پانا، وفات دینا، مرنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ

---

۱ ای مقدار عمره الشریف وسمیت الحارحة سنالانه یستدل بها علی طول عمره وقال فی المصباح السن اذا عنیت بها العمر مؤنثة لانها بمعنی المدة . م

۲ ای باعتبار مجموعها لان مدة فترة الوحی وهی سنتان ونصف من جملتها . ق

۳ قال البخاری هذا اکثر ورجح احمد ایضا هذه الروایة قال میرك فی قدر عمره صلی اللّٰہ علیه وسلم ثلث روایات وهی اصحها واشهرها . ق

نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رونق افروز رہے ان تیرہ برس میں حضورؐ پر وحی نازل ہوتی رہی اُس کے بعد مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اور تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جن کا مختصر تذکرہ کتاب کے شروع میں بھی گزر چکا ہے محدثین اور اہل تاریخ کے نزدیک یہی روایات زیادہ صحیح ہیں۔

---

(۴) حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن جعفر عن شعبة عن ابی اسحٰق عَن عامر بن سعد عن جریر عن معاویة اَنَّهٗ سَمِعَهٗ[1] یَخْطُبُ قَالَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَاَنَا ابْنُ ثَلٰثٍ[2] وَّسِتِّيْنَ سَنَةً.

ترجمہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ میں یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما، یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا وصال بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا میری بھی اس وقت تریسٹھ سال کی عمر ہے۔

تشریح: یعنی کیا بعید ہے کہ مجھے بھی یہ طبعی اتباع نصیب ہو جائے محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اس لئے کہ اُن کا وصال تقریباً اسّی سال کی عمر میں ہوا ہے، حضرت عثمانؓ کا ذکر اس حدیث میں نہیں کیا حالانکہ ان سے بہت خصوصیت تھی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ کا انتقال اسّی سال سے زیادہ عمر میں ہوا، امام ترمذیؒ کی غرض اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلی روایت کی تائید اور تقویت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا، اور

---

[1] انه سمعه یعنی ان جریرًا سمع معاویة حال کونه خطیبًا.

[2] ای فانا متوقع ان اموت فی هذا السن موافقة لهم قال میرك لکن لم ینل مطلوبه بل مات وهو قریب من ثمانین فقیل بلغ ثمان وسبعین وقیل ثمانین وقیل ستا وثمانین.

اس بارے میں طبعی اتباع حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو بھی نصیب ہوا۔

④ حدثنا حسین بن مهدی البصری حدثنا عبدالرزاق عن ابن جریج عن الزهری عن عروة عن عائشة اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّیْنَ سَنَةً .

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

تشریح: اس روایت سے بھی اُس پہلے مضمون کی تقویت مقصود ہے، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تریسٹھ سال کی عمر میں وصال متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا اس کے خلاف جو روایتیں ہیں وہ صحیح نہیں ہیں یا اپنے ظاہر پر نہیں ہیں۔

④ حدثنا احمد بن منیع ویعقوب بن ابراهیم الدورقی قالا حدثنا اسمٰعیل[1] بن علیّة عن خالد الحذاء حدثنی[2] عمار مولٰی بنی هاشم قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ[3] وَسِتِّیْنَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے کہ حضور اکرمؐ کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

تشریح: یہ روایت پہلی سب روایتوں کے خلاف ہے، باب کے ختم پر بھی اس

---

[1] اسمٰعیل بن ابراهیم وعلیة بضم عین مهملة وفتح لام وتشدید تحتیة اسم امه وکان یکره ان یقال له ابن علیة لکن غلب علیه بالشهرة .

[2] عمار بفتح فتشدید ابن ابی عمار مولٰی بنی هاشم وفی نسخة عمارة وهو سهو من الکاتب فانه لیس من موالی بنی هاشم من اسمه عمارة وایضا لیس فیمن روی عن ابن عباس ولا فی من روی عنه خالد عمارة .ق

[3] قال المناوی نسبت هذه الروایة الی الغلط وقال القاری هی متاولة بادخال سنتی الولادة والفاة او حصل فیها اشتباه وقد انکر عروة علی ابن عباسؓ ونسبه الی الغلط وقال انه لم یدرك اول النبوة ولا کثرت صحبته بخلاف الباقین .

کی کچھ گفتگو آئے گی، اور پہلے بھی گذر چکی ہے۔

(۵) حدثنا محمد بن بشار ومحمد بن ابان قالا حدثنا معاذ بن هشام حدثنی ابی عن قتادة عن الحسن عن دغفل[1] بن حنظلة انّ النّبیّ صلّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّيْنَ سَنَةً قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَدَغْفَلٌ[2] لَا نَعْرِفُ لَهٗ سَمَاعًا[3] مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا[4]۔

حل لغات: قُبِضَ فعل ماضی مجہول (ض) قَبْضَ رُوْحُهٗ وفات پانا، مرنا، اس معنی میں مجہول ہی مستعمل ہے۔

ترجمہ: دغفل بن حنظلہ سدوسی سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

تشریح: امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں کہ دغفل حضور اقدسؐ کے زمانہ میں موجود تھے اور بڑی عمر کے تھے، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی ملاقات ثابت نہیں، گویا یہ بھی اشارہ ہے اس طرف کہ ان کی یہ روایت بھی کسی دوسرے سے سنی ہوئی ہے۔

(۶) حدثنا اسحق بن موسى الانصاری حدثنا معن حدثنا مالك بن انس عن ربيعة بن ابی عبدالرحمٰن عن انس بن مالك انّهٗ سَمِعَهٗ[5] يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ

---

[1] دغفل بفتح الدال المهملة اول الحروف ثم معجمة ساكنة ففاء مفتوحة كجعفر.

[2] قال القاری ويؤيده مافی التقريب ان دغفل السدوسی مخضرم وقيل له صحبة ولم يصح وقال الحميدی ذكر ابوعبد الرحمٰن تقی بن مخلد فی مسنده ان دغفلا له صحبة روی عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم حديثًا واحدًا.

[3] رجلا ای مجاوزا عن حد الصباء ولعل المصنف ذهب تبعا للبخاری الی انه لا بدلها من ثبوت اللقی ولا يكفی مجرد المعاصر.

[4] يعنی ان عبد الرحمن سمع عن انس انه كان يقول.

وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَاْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ. حدثنا قتيبة[1] بن سعيد عن مالك بن انس عن ربيعة بن ابي عبدالرحمٰن عن انس بن مالك نحوه.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے قد تھے نہ پستہ قد (نیز رنگ کے لحاظ سے) نہ بالکل سفید تھے نہ بالکل گندمی رنگ آپؐ کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن لئے ہوئے تھے) چالیس سال کی عمر میں آپؐ کو نبوت ملی اس کے بعد دس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں ساٹھ سال کی عمر میں حضور اکرمؐ کا وصال ہوا اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور ڈاڑھی شریف میں تقریباً بیس بال بھی سفید نہیں ہوں گے۔

تشریح: حضرت انسؓ کی یہ حدیث کتاب کے بالکل شروع میں گزر چکی ہے اُس کے فائدہ میں بھی ان تینوں روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور مختلف روایات میں توجیہ بھی ذکر کر دی گئی، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عمر شریف کے بارے میں تریسٹھ سال کی روایت صحیح ہے باقی روایتیں اُس کی طرف راجع کی جا سکتی ہیں یا اُن میں نیچے کے راویوں سے کسی قسم کی غلطی ہوئی چنانچہ حضرت انسؓ کی اس روایت کے متعلق یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ گنتی میں بسا اوقات صرف دھائیاں ذکر کر دی جاتی ہیں اوپر کی اکائیوں کو چھوڑ دیا جایا کرتا ہے، حضرت عائشہؓ کے بھانجے عروۃ بن الزبیر نے حضرت ابن عباسؓ کی پینسٹھ برس والی روایت کو غلط بتلایا ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو وضاحت سے تحریر فرمایا ہے۔

---

[1] قتيبة بن سعيد تقدم هذا الحديث بهذا السند في اول الكتاب فارجع اليه.

بَاب مَا جَاء فی وفاتؑ رسُول اللّٰہ صَلی اللّٰہ علیہ وَسلَّمَ

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا ذکر

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال باتفاق اہل تاریخ دوشنبہ کے روز ہوا ہے لیکن تاریخ میں اختلاف ہے، اکثر مؤرخین کا قول بارہ ربیع الاول کا ہے مگر اُس میں ایک نہایت قوی اشکال ہے وہ یہ کہ ۱۰ھ کو نو ذی الحجہ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقعہ پر عرفات میں تشریف فرما تھے وہ جمعہ کا دن تھا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے نہ محدثین کا نہ مؤرخین کا حدیث کی روایات میں بھی کثرت سے اس کی تصریح ہے کہ حضور اکرمؐ کا حج یعنی نو ذی الحجہ جمعہ کو ہوا اس کے بعد خواہ ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰/دن کے ہوں یا ۲۹/دن کے یا بعض مہینے ۲۹/کے اور بعض ۳۰/کے غرض کسی صورت سے بھی بارہ ربیع الاول دوشنبہ کی نہیں ہو سکتی اس لئے بعض محدثین نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دو ربیع الاول کو ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء سر کے درد سے ہوئی اُس روز حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے مکان میں تھے اُس کے بعد حضرت میمونہؓ کی باری کے دن میں مرض میں شدت پیدا ہوئی اسی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کی باری کی تقسیم پوری فرماتے رہے مگر جب مرض میں زیادہ شدت ہو

ل قال القاری الوفاۃ بفتح الواو الموت من وفی بالتخفیف بمعنی تم اجلہ وتوفی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم الاثنین ضحی من ربیع الاول فی السنۃ الحادیۃ عشر من الھجرۃ قیل للیلتین خلتا منہ وقیل لاثنتی عشرۃ خلت منہ وھو الاکثر ورجح جمع من المحدثین الروایۃ الاولی لورود اشکال علی الثانیۃ وھو ان جمھور ارباب السیر علی ان وفاتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقعت فی یوم الاثنین واتفق ائمۃ التفسیر والحدیث والسیر علی ان عرفۃ فی تلک السنۃ کانت یوم الجمعۃ فلا یمکن ان یکون یوم الاثنین الثانی عشر من ربیع الاول سواء کانت الشھور ثلثین یوما او تسعا وعشرین وحلہ ان یقال یحتمل اختلاف اھل مکۃ والمدینۃ فی روٴیۃ ھلال ذی الحجۃ فیکون غرتھا عند اھل مکۃ الخمیس وعند اھل المدینۃ الجمعۃ وکان الوقوف برؤیۃ اھل مکۃ فلما رجع الیٰ المدینۃ اعتبر برؤیتھا وکان الشھور الثلثۃ کوامل فیکون اول ربیع الاول یوم الخمیس ویوم الاثنین الثانی عشر منہ

گئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر تمام بیبیوں نے حضرت عائشہؓ کے مکان پر بیماری کے ایام گزارنے کو اختیار کر لیا تھا اس لئے حضرت عائشہؓ کے دولت کدہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا کل مدت مرض بارہ یا چودہ یوم ہے اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت وصال ہوا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور چاشت کے وقت ہوا، اس کے خلاف جو روایت ہوگی، اس کی توجیہ کی ضرورت ہوگی۔

---

① حدثنا ابوعمار الحسين بن حريث وقتيبة بن سعيد وغير واحد قالوا حدثنا سفيٰن بن عيينة عن الزهرى عن انس بن مالك قال اخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ[1] السِّتَارَةَ يَوْمَ[2] الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ اِلٰى وَجْهِهٖ كَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ[3] وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ خَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ فَكَادَ النَّاسُ اَنْ يَّضْطَرِبُوْا فَاَشَارَ اِلَى النَّاسِ اَنِ اثْبُتُوْا وَاَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّهُمْ وَاَلْقَى السِّجْفَ[4] وَتُوُفِّىَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ[5] الْيَوْمِ.

حل لغات: كَشَفَ (ض) کھولنا، پردہ اٹھانا۔ اَلسِّتَارَةُ (ج) سَتَائِرُ

---

[1] ای امر بكشف الستارة المعلقة على باب البيت وكانوا يعلقون الستور على البيوت .م

[2] يوم الاثنين منصوب على الظرفية فلفظ كشف الستارة ساد مسد الخبر اى آخر نظرة نظرتها الى وجهه حين كشف الستارة يوم الاثنين وقيل مرفوع على انه خبره وقوله كشف بصيغة الماضى المعلوم حال من رسول الله صلى الله عليه وسلم بتقدير قد كما قاله بعضهم او بدونها كما جوزه آخرون . ق

[3] بتثليث الميم من اصحف بالضم اى جعلت فيه الصحف قال العصام وجه الفتح والكسر غير ظاهر لان اسم المحل من الافعال كمفعوله ولم يات اسم الالة منهما فهو على غير القياس ثم وجه الشبه هو حسن البشرة وصفاء الوجه واستنارته وبهاء النظر واغرب الحنفى فى قوله الوجه هو الاهداء والهداية ولا يظهر ان يكون امرًا متعلقا بظاهر الصورة اهـ ووجه غرابته لا يخفى . ق م

[4] السجف بفتح السين المهملة وقيل بكسر وسكون الحيم الستر .

[5] آخر ذلك اليوم وهذا ينافى جزم اهل السير وحكى عليه الاتفاق بانه عليه السلام توفى حين اشتد الضحى قال العسقلانى ويجمع بينهما بان اطلاق الاخر بمعنى ابتداء الدخول فى اول النصف الثانى وقال ميرك يجمع بينهما بان يحمل هذا على تحقق وفاته عند الناس .

پردہ، چق (ن،ض) ڈھانپنا، چھپانا۔ مُصْحَفٌ (ج) مَصَاحِفُ قرآن شریف۔ یَضْطَرِبُوْا (افتعال) پریشان ہونا، مضطرب ہونا، بے چین ہونا۔ اَشَارَ (افعال) مص اِشَارَۃ اشارہ کرنا۔ اُثْبُتُوْا فعل امر حاضر (ن) ثابت رہنا، رکنا، قیام کرنا، ٹھہرنا (افعال) ثابت کرنا۔ یَؤُمُّ (ن) مص اِمَامَۃ امام بنانا، امامت کرنا۔ اَلْقٰی (افعال) ڈالنا، گرانا۔ اَلسِّجْفُ (ج) سُجُوْف ، اَسْجَاف پردہ، کواڑ کے تختوں کے درمیان کا سوراخ یعنی جھائیاں۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار نصیب ہوا وہ وہ وقت تھا جب کہ حضور اکرمؐ نے مرض الوفات میں دوشنبہ کے روز صبح کی نماز کے وقت دولت کدہ کا پردہ اُٹھایا کہ امتیوں کی نماز کا آخری معائنہ فرمالیں، اُس وقت آپؐ کا چہرۂ مبارک صفائی اور انوار اور چمک میں گویا مصحف شریف کا ایک پاک صاف ورق تھا لوگ اُس وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے (صحابہؓ آپؐ کو دیکھ کر فرطِ خوشی میں پیچھے ہٹنے لگے اس خیال سے کہ شاید آپؐ تشریف لاتے ہوں اس لئے کہ اس سے پہلے بھی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے رہے اور جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوتا تھا تشریف لاکر جماعت میں شرکت فرماتے تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور اُسی دن وصال ہوگیا۔

تشریح: یہ وہی دوشنبہ کے روز کا آخری نظارہ ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انداز فرمایا کہ نظام شرعی قائم ہوگیا اور قدیمی رفیق ابوبکرؓ نیابت کا حق ادا کردے گا اور امت کا بوجھ سنبھال لے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کو دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا حادثہ جس کے سامنے دنیا کے سارے ہی حوادث کالعدم اور لاشئ ہیں اور اس کے ساتھ ہی ارتداد کا فتنہ اور ساری دنیا کا مقابلہ، لیکن اُس کوہِ استقلال نے سب ہی کو برداشت کیا اور پتھر کی چٹان سے زیادہ سخت بن کر ہر ٹکراؤ کو پاش پاش کر دیا، حق یہ ہے کہ نیابت کا حق ادا کر دیا، حضرت عمرؓ جیسا اسلامی

ستون کہ دوست دشمن سب ہی اُن کی بہادری، شجاعت، قوت کی دھاک مانتے ہیں وہ بھی نرمی کی درخواست کریں اور حضرت ابوبکرؓ ان کو بزدلی کا طعنہ دیں۔

(۲) حدثنا محمّد بن مسعدة البصری حدثنا سلیم بن اخضر عن ابن عون عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت كُنتُ مُسْنِدَةً[۱] النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی صَدْرِیْ اَوْقَالَتْ اِلٰی حِجْرِیْ فَدَعَا بِطَسْتٍ[۲] لِیَبُوْلَ فِیْهِ ثُمَّ[۳] بَالَ فَمَاتَ[۴] صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حل لغات: مُسْنِدَةٌ اسم فاعل مؤنث (افعال) سہارا دینا، سہارا لگانا، ٹیک لگانا۔ صَدْرٌ (ج) صُدُور سینہ، قرآن کریم میں ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ نہیں کھولدیا) اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بیشک اللہ تعالیٰ دل کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے) حِجْرٌ (ج) اَحْجَارٌ، حُجُوْرٌ گود۔ طَسْتٌ (ج) طُسُوْتٌ (مذکر ومؤنث دونوں کے واسطے) طباق، طشت، سینی۔ یَبُوْلُ (ن) پیشاب کرنا۔ مَاتَ (ن) مرنا، وفات پانا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت میں نے حضور عالی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے سینہ پر سہارا دے رکھا تھا کہ آپؐ نے پیشاب کے لئے طشت منگایا اور پیشاب سے فراغت حاصل کی اس کے بعد پھر وصال

---

[۱] مسندة علی بناء الفاعل ای جعلت ظهره علیه السلام مسندا الی صدری.

[۲] هو الطس فی الاصل والتاء فیه بدل من السین ولذا یجمع علی طساس ویصغر علی طسیس وفی المغرب الطست مونثة اعجمیة والطس تعریبها واشکل بتذکیر ضمیر لیبول فیه ووجه بانه باعتبار معناه من الظرف وغیره.

[۳] لعل تراخی البول عن احضار الطست لضعفه وفی نسخة ثم مال بالمیم والظاهرانه تصحیف

[۴] ظاهره انه صلی اللّٰه علیه وسلم مات فی سحرها ویوافقه مافی البخاری عنها توفی فی بیتی فی یومی بین سحری ونحری ولا یعارضه ما للحاکم وابن سعد من طرق ان راسه المکرم کان فی حجر علیؓ لان کل طریق منها لا یخلو عن شئ کما ذکره الحافظ العسقلانی وعلی تقدیر صحته یحمل علی انهما تناوباه قلت وحالة البول تؤید حضور الزوجة لاغیرها.

ہوگیا۔

تشریح: حضرت عائشہؓ کے یہ مفاخر میں ہے کہ آخری تلبس ان کو حاصل ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جب تشریف لے گئے اور وصال ربی ہوا تو سر مبارک ان کی گود میں تھا۔

---

(۴۰) حدثنا قتيبة حدثنا الليث عن ابن الهاد عن موسٰى بن سرجسٍ[1] عن القاسم بن محمد عن عائشة انها قالت رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهٗ فِى الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهٗ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَعِنِّىْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ[2] الْمَوْتِ اَوْقَالَ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ.

حل لغات: قَدَحٌ (ج) اَقْدَاحٌ پیالہ، پانی وغیرہ پینے کا برتن خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ يَمْسَحُ (ف) پوچھنا، صاف کرنا، ہاتھ پھیرنا۔ اَعِنِّىْ فعل امر حاضر (یائے متکلم کے ساتھ) میری مدد فرما (افعال) مص اِعَانَةٌ مدد کرنا۔ مُنْكَرَات مُنْكَرَةٌ اسم مفعول کی جمع ہے، خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اقوال وافعال یہاں مصائب مراد ہیں۔ سَكَرَات سَكْرَةٌ کی جمع ہے، موت کی سختی، غم کی شدت (س) غضبناک ہونا، قرآن کریم میں ہے وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ (اور موت کی سختی قریب آپہنچی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ہاتھ ڈالتے تھے، اور چہرۂ مبارک پر پھیرتے تھے (کہ یہ شدت حرارت اور گھبراہٹ کے وقت سکون کا سبب ہوتا ہے) اُس وقت حضور اکرم صلی

---

[1] كجعفر بمهملات وجيم قاله المناوى وقال القارى بفتح فسكون ففتح منصرفا وفى نسخة بكسر جيم غير مصروف.

[2] المنكر ضد المعروف والمراد شدائده ومكروهاته ولا شك انها امور منكرة ولا يالفها الطبع

اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرمارہے تھے کہ یا اللہ موت کی شدائد پر میری امداد فرما۔

تشریح: یہ ایک جانب امت کو تعلیم ہے تو دوسری جانب نزع کے وقت جب کہ روح بدن سے نکل رہی ہو نہایت ثبات واستقلال اور اللہ جل جلالہٗ کی طرف غایت توجہ کا مظہر ہے کہ نزع کے وقت جب کہ روح بدن سے نکل رہی ہو تکلیف کا ہونا طبعی اور فطری امر ہے اس وقت اللہ ہی سے استدعا اور سہولت کی طلب تھی۔

---

④ حدثنا الحسن بن الصبّاح البزار حدثنا مبشرٌ[1] بن اسمٰعیل عن عبدالرحمٰن بن العلاء عن ابیه عن ابن عمر عن عائشة قالت لَا اَغْبِطُ[2] اَحَدًا بِهَوْنٍ[3] مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِیْ رَاَیْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قال ابوعیسٰی سألت ابازرعة فقلت له من عبدالرحمٰنؑ بن العلاء هٰذا قال هو عبدالرحمٰن بن العلاء بن اللجلاجؑ[5].

حل لغات: اَغْبِطُ (ض،ف) غبطه کرنا، رشک کرنا، کسی کی نعمت دیکھ کر اس کے زائل ہوئے بغیر اپنے لئے اسی جیسی نعمت کی تمنا کرنا، اور حسد میں دوسرے کی نعمت کے زوال کی بھی تمنا ہوتی ہے۔ هَوْنٌ مص سکون، وقار، متانت، سنجیدگی (ن) نرم ہونا۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت تکلیف کے بعد اب مجھے کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ

---

[1] مبشر بفتح الموحدة وكسر الشين المعجمة الثقيلة .

[2] لا اغبط بكسر الموحدة اى لا اغار وفيه اشعار بانه لو كان كرامة لكان صلى الله عليه وسلم اولى به والتحقيق ان الشدة كانت فى مقدمات الموت لا فى نفس سكراته كما يتوهم فمراد عائشةؓ انى لا اتمنى من غير سبق مرض . ق

[3] اى برفقه من اضافة الصفة الى الموصوف اى بالموت السهل والهون مصدر هان عليه الشئ اى خفف .

[4] من عبد الرحمٰن قال القارى وانما استفهم عنه لان عبد الرحمٰن بن العلاء متعدد بين الرواة .

[5] اللجلاج بجيمين وفتح اللام الاولى كذا فى هامش التهذيب عن المغنى .

ہونے پر رشک نہیں ہوتا۔

تشریح: اس لئے کہ شدت مرض گناہوں کے سقوط اور مراتب کے بلند ہونے کا سبب ہوتا ہے، اور مرض کی شدت پیام اجل ہونے کی وجہ سے استغفار کی کثرت اور موت کی تیاری کا ذریعہ ہے۔

---

⑤ حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء حدثنا ابومعاویة عن عبدالرحمٰن بن ابی بکر هوٗ[1] ابن المليكي عن ابن ابی ملیکة عن عائشة قالت لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا[2] فِیْ دَفْنِهٖ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيْتُهٗ قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا فِی الْمَوْضِعِ[3] الَّذِیْ يُحِبُّ اَنْ يُّدْفَنَ فِيْهِ ادْفِنُوْهُ فِیْ مَوْضِعِ فِرَاشِهٖ.

حل لغات: دَفْنٌ مص (ض) دفن کرنا، زمین میں گاڑنا، زمین میں دبانا۔ نَسِيتُ فعل ماضی معروف (س) بھولنا، فراموش کردینا، قرآن کریم میں ہے فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا (تو اب اس کا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے) مَوْضَعٌ (ج) مَوَاضِعُ ظرف مکان، رکھنے کی جگہ، یہاں لیٹنے اور آرام کرنے کی جگہ مراد ہے کیونکہ یہ فراش کیساتھ (مَوْضِعُ فِرَاش) استعمال کیا گیا ہے۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپؐ کے دفن میں صحابہؓ کا اختلاف ہوا، (کسی نے مسجد نبوی کو پسند کیا اور کسی نے آپؐ کے صحابہؓ کے قرب کی وجہ سے بقیع کو، کسی کا خیال جدِ اعلیٰ

---

[1] هو الخ الضمير الى عبد الرحمٰن لان المشهور بهذه النسبة هو عبد الرحمٰن بنفسه لا ابوه المليكي بضم الميم مصغرًا.

[2] فقيل فی مسجده وقيل بالبقيع وقيل عند جده ابراهيم عليه السلام وقيل بمكة. ق

[3] الموضع الخ اشكل عليه بنقل موسى عليه السلام ويوسف عليه السلام من مصر الى فلسطين واشكل ايضا ان مقتضى الحديث ان وفاة عيسىٰؑ تكون فی الحجرة الشريفة والتوجيه فی كليهما متسع.

حضرت ابراہیمؑ کے مدفن پر پہنچانے کا ہوا تو کسی کا وطن اصلی مکہ مکرمہ واپس لانے کا، غرض مختلف رائیں ہورہی تھیں، کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جو مجھے خوب محفوظ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وصال اُسی جگہ ہوتا ہے جہاں اُن کا دفن پسندیدہ ہو اس لئے حضور اکرمؐ کو آپؐ کے وصال ہی کی جگہ دفن کرنا چاہئے۔

تشریح: چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ہاتھ سے یہ سب امور انجام پانے مقدر ہو چکے تھے اس لئے اس نوع کے مسائل بھی خصوصیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو معلوم تھے، نمونہ کے طور پر چند حدیثیں مختصر طور پر نقل کرتا ہوں، (۱) کسی نبی کی وفات اُس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ امت میں سے کسی کا مقتدی بن کر نماز نہ پڑھے، (۲) زکوٰۃ وصول کرنے کی حدیثیں اور اُس کے نصاب، (۳) میرے گھر یعنی قبر اور ممبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (۴) انبیاءؑ کا کوئی وارث نہیں ہوتا (۵) حق تعالیٰ شانہٗ جب کسی نبی کو کوئی رزق عطا فرماتے ہیں تو اُس کا متولی وہ شخص ہوتا ہے جو نبی کا خلیفہ ہو (۶) جو شخص خلیفہ اور بادشاہ بنے اور وہ لاپروائی سے کسی کو نائب بنائے اُس پر اللہ کی لعنت ہے لاپروائی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی رعایت نہ کرے (۷) حدزنا کی حدیث (۸) جہاد میں مشورہ کی حدیث (۹) دین کا مدار لا الٰہ الا اللہ پر ہے (۱۰) خلافت کا قریش میں ہونا، (۱۱) انصار کے فضائل اور ان کے بارے میں خلیفہ کو خیر خواہی کی وصیت (۱۲) چوری کی سزا (۱۳) منصف متواضع بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے (۱۴) جو یہ چاہے کہ جہنم کی سختی سے محفوظ رہے اور اللہ کے سایہ میں رہے تو مؤمنین پر سختی نہ کرے ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے (۱۵) جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے عذاب عامہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ (تاریخ الخلفاء) ان کے علاوہ اور بھی ایسی روایات ہیں جن کا تعلق حضور اکرمؐ کے وصال اور وصال کے بعد کے انتظامات سے ہے۔

⑥ حدثنا محمد بن بشار و عباس العنبریؒ[1] وسوّار بن عبداللّٰہ وغیر واحد قالوا حدثنا یحییٰ بن سعید عن سفیٰن الثوری عن موسیٰ بن ابی عائشۃ عنؒ[2] عبید اللّٰہ بن عبداللّٰہ عن ابن عباس وعائشۃ رضی اللّٰہ عنہم اَنَّ اَبَا بَکْرٍ قَبَّلَؓ[3] النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا مَاتَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تشریف لائے اور آپؐ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔

تشریح: یہ حدیث مختصر ہے، آئندہ مفصل قصہ آرہا ہے یہ بوسہ دینا تبرک اور تیمن کا تھا جیسا کہ شارحین حدیث نے لکھا ہے اور بندہ کے ناقص خیال میں الوداع کا تھا کہ محبوب کی دائمی مفارقت ہورہی تھی۔

⑦ حدثنا نصر بن علی الجھضی حدثنا مرحوم بن عبدالعزیز العطار عن ابی عمران الجونیؒ[4] عن یزید بن بابنوسؒ[5] عن عائشۃ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَاؓ[6] دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِہٖ فَوَضَعَ فَمَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَوَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی سَاعِدَیْہِ وَقَالَ وَانَبِیَّاہُؒ[7] وَاصَفِیَّاہُ وَاخَلِیْلَاہُ.

حل لغات: فَمٌ (ج) اَفْمَامٌ ، اَفْوَاہٌ منہ، منہ کے اندر کا حصہ۔ سَاعِدَیْ

---

[1] نسبة لبنی العنبر طائفة من تمیم . م

[2] مصغرًا ابن عبد اللّٰہ بن عتبة بن مسعود .

[3] بتشدید الموحدة قال القاری بین عینیه کما سیاتی او جبهته کما رواه احمد قال المناوی فعله تیمنا وتبرکا واقتداءً بتقبیله صلی اللّٰہ علیه وسلم عثمان بن مظعون .

[4] الجونی بفتح الجیم نسبة الی جون بطن من ازد .

[5] بابنوس بموحدة فالف فموحدة ساکنة فنون مضمومة فمهملة بصری کذا فی المناوی .

[6] کذا فی الاصل الهندیة فالضمیر الی عائشة وابی بکر .

[7] بهاء ساکنة للسکت تزاد وقفا لارادة ظهور الالف قال المناوی فیه حل عدا وصاف المیت من غیر نوح ولا ندب اصله یا نبی الحق آخره الف الندبة لیمتد بها الصوت لیمتاز المندوب عن المنادی .

سَاعِدٌ کا تثنیہ ہے بازو۔ وَاصْفِیَاہ ہائے دوست صَفِیٌّ (ج) اَصْفِیَاءُ مخلص دوست۔ خَلِیْلٌ (ج) اَخِلَّاءُ جگری یار، بے لوث محبت کرنے والا دوست، قرآن کریم میں ہے اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (اس دن بہت سے جگری دوست بعض بعض کے دشمن ہوں گے)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے آپؐ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور آپؐ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر یہ فرمایا ہائے نبیؐ ہائے صفیؐ اور ہائے خلیلؐ۔

تشریح: یہ الفاظ نوحہ کے طور پر نہیں تھے، اس لئے کوئی اشکال نہیں ہے، مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کی طرف تشریف لائے اور چہرہ انور پر سر جھکایا اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا وَانَبِیَّاهُ ہائے نبیؐ اس کے بعد سر اٹھالیا پھر جھکایا اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا وَاخَلِیْلَاهُ.

Ⓐ حدثنا بشر بن هلال الصّواف البصری حدثنا جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس قال لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِیْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَیْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَیْءٍ وَمَا نَفَضْنَا اَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِیْ دَفْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنْكَرْنَا[1] قُلُوْبَنَا[2].

حل لغات: اَضَاءَ (افعال) روشن کرنا، چمکانا اَظْلَمَ (افعال) اندھیرا

---

[1] قال المناوی ظاهره ان الاضاءة والاظلام محسوسان معجزة وان الاضاءة دامت الی موته فعقبها الاظلام من غیر مهلة کما یدل علیه قوله فلما کان الخ وقیل هما معنویان کنایة عن صلاح المعاش والمعاد وکمال السرور والنشاط وعکسه القاری تبعا للطیبی اذ قال الاظهر انهما معنویان خلافا لابن حجر حیث قال الظاهر انهما محسوسان معجزة.

[2] انکرنا لصیغة المتکلم للماضی ای تغیرت قلوبنا لوفاته صلی الله علیه وسلم ولم تبق علی ماکانت من الرقة والصفاء وفی الحدیث حجة لمشائخ الصوفیة ورد علی من انکر مجاهدات المشائخ مستدلا بان الصحابة لم یفعلوه.

کرنا، تاریک کرنا، قرآن کریم میں ہے كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيْهِ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا (جب وہ بجلی ان کے لئے روشنی کرتی ہے تو وہ اس میں چلتے ہیں اور جب وہ ان پر اندھیرا کرتی ہے کھڑے ہوجاتے ہیں) نَفَضْنَا (ن) جھاڑنا، ہاتھ جھاڑنا۔ تُرَابٌ (ج) اَتْرِبَة ، تِرْبَانٌ مٹی، خاک۔ اَنْكَرْنَا (افعال) انکار کرنا، بات نہ ماننا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز منور اور روشن بن گئی تھی (اور جب انوار کی کثرت ہوتی ہے تو اس قسم کی روشنی محسوس بھی ہو جاتی ہے رمضان المبارک کی اندھیری راتوں میں بسا اوقات انوار کی کثرت سے روشنی سی ہو جاتی ہے) اور جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک بن گئی تھی ہم لوگ حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد مٹی سے ہاتھ بھی جھاڑنے نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا۔

تشریح: یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کا اعمال وعقائد میں تغیر ہو گیا تھا بلکہ فیض صحبت اور مشاہدۂ ذات کے انوار جو ہر وقت مشاہدہ ہوتے تھے وہ حاصل نہ رہے تھے، چنانچہ اب بھی سالکین کو مشائخ کے یہاں کی حاضری اور غیبت میں انوار کا بیّن فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن انوار کے حاصل کرنے کے لئے اب مجاہدات، ذکر کی کثرت اور مراقبہ کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور اُس وقت کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی، جمال جہاں آرا، کی زیارت ہی سیکڑوں جلوؤں سے زیادہ تھی، اور ایمان واحسان کی اُس انتہائی نسبت کو پیدا کرنے والی تھی جو سیکڑوں مجاہدوں سے بھی پیدا نہیں ہوتی کہ صحابی بننے کے بعد اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کے مقابلہ میں تن من جان ومال سب بے حقیقت چیزیں بن جاتی تھیں چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پوری زندگی اس کی شاہد عدل ہے۔

---

(۹) حدثنا محمد بن حاتم حدثنا عامر بن صالح عن هشام بن عروة

عن اَبِیْهِ عن عائشة قالت تُوفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔

تشریح: یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ دوشنبہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہونا محدثین مؤرخین کا اجماعی مسئلہ ہے۔

(۱۰) حدثنا محمد بن ابی عمر حدثنا سفیٰن بن عیینة عن جعفر بن محمد عن ابیه قال قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ فَمَکَثَ ذٰلِكَ الْیَوْمَ وَلَیْلَةَ الثَّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّیْلِ[۱] وَقَالَ سُفْیٰنُ وَقَالَ غَیْرُهٗ یَسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِیِّ[۲] مِنْ اٰخِرِ[۳] اللَّیْلِ.

حل لغات: مَسَاحِی کدال، پھاوڑا، کنکریوں والی ہموار زمین۔

ترجمہ: امام باقرؒ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دو شنبہ کے روز ہوا، یہ روز اور سہ شنبہ کا روز انتظام میں گزرا، اور منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں اُتارا، سفیانؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام باقرؒ کی حدیث میں تو یہی ہے جو گزرا لیکن اور روایت میں یہ بھی ہے کہ اخیر حصہ شب میں پھاوڑوں کی آواز آتی تھی۔

---

[۱] قال المناوی وفی نسخ بدل لیلة الثلثاء یوم الثلثاء وقال القاری قوله لیلة الثلثاء بالمد وزید فی بعض النسخ بعده ویوم الثلثاء .اهـ

[۲] من اللیل ای لیلة الاربعاء علی ما علیه الاکثر وفیه اقوال اخر من لیلة الثلثاء ویوم الثلثاء وغیر ذٰلك قاله المناوی وقال القاری قال فی جامع الاصول دفن لیلة الاربعاء وسط اللیل وقیل لیلة الثلثاء وقیل یوم الثلثاء والاول اکثر . اهـ

[۳] المساحی بفتح المیم وکسر الحاء المهملة جمع مسحاة وهی کالمحرفة الا انها من حدید علی ما فی الصحاح وفی النهایة ان میمه زائدة لانه من السحو بمعنی الازالة والکشف .

[۴] قال القاری هذا لا ینافی ما فی الجامع من انه وسط اللیل لان المراد بالوسط الجوف او کان الابتداء من الوسط وانتهی الی آخر اللیل .

تشریح: گویا اخیر حصۂ شب میں قبر شریف کھودی گئی، اس حدیث میں یہ خلجان کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اس قدر تاخیر کیوں کی گئی حالانکہ دفن کی تعجیل میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر جس قدر مراحل درپیش تھے ان کے لحاظ سے یہ بھی کچھ تاخیر نہیں ہوئی بلکہ تعجیل ہی تھی کہ اول تو اس حادثہ ہائلہ کی وجہ سے ہوش وحواس ہی ابوبکرؓ کے علاوہ کس کے رہ گئے تھے کوئی مدہوش تھا کوئی حیرت زدہ کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی کوئی صدمہ کی شدت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا یقین ہی نہ کرتا تھا، حضرت عمرؓ جیسا بہادر استقلال و شجاعت کا مجسمہ بے قابو تھا، اس کے بعد جو مراحل انتظامیہ درپیش تھے وہ ایک سے ایک بڑھ کر اس لئے کہ سب سے اہم کام اس وقت خلافت کا مسئلہ تھا کہ تجہیز وتکفین کے ہر ہر جزو میں اس کی ضرورت تھی کہ ہر جزو میں اختلاف ہو رہا تھا نیز نبی ہونے کی وجہ سے ہر ہر جزو میں حکم معلوم کرنے کی بھی ضرورت تھی چنانچہ گزشتہ اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ کوئی مکہ مکرمہ واپس لے جانے پر مصر تھا اور کوئی مدفن ابراہیمی پر لے جانا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی تجہیز وتکفین اور صلوٰۃ الجنازہ میں اشکالات تھے کہ عام لوگوں کی تجہیز و تکفین ہمیشہ دیکھنے میں آئی مگر کسی نبی کو اس سے قبل دفنانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ کس طرح غسل دیا جائے، کس طرح نماز پڑھی جائے، ہر مسئلہ میں احادیث کے معلوم کرنے کی ضرورت تھی، چنانچہ کپڑوں ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا اور بغیر جماعت کے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی گئی، جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اور تمام مسلمانوں کی علیحدہ نماز کے لئے جتنا وقت چاہئے تھا وہ بھی ظاہر ہے، اس کے علاوہ انصار میں بیعت کا مسئلہ بحث میں آجانے سے یہ مہم اور بھی زیادہ سخت بن گئی تھی کہ اگر کوئی نااہل امیر بن گیا تو دین کا سنبھالنا مشکل پڑ جائے گا، اور اس کو امارت سے ہٹانا ایک مستقل فتنہ کا دروازہ ہوگا اس لئے اس وقت دین کا تحفظ صرف امارت ہی کے مسئلہ پر موقوف بن گیا تھا، چنانچہ شام تک بیعت کا مسئلہ طے ہوا، اور دوسرے دن بیعت عامہ ہو جانے کے بعد پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے موافق ہر ہر مرحلہ سہولت

سے طے ہوتا گیا۔

(۱۱) حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا عبدالعزيز بن محمد عن شريك بن عبدالله بن ابی نمر عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف قال تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَدُفِنَ[1] يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ، قال ابوعيسٰى هٰذا حديث غريب.

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا، اور سہ شنبہ کو دفن کئے گئے۔

تشریح: منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دفن فرمائے گئے جس کو عرفاً منگل کا دن بھی کہا جا سکتا ہے اور بدھ کا دن بھی، اس لئے یہ روایت پہلی روایت کے کچھ خلاف نہیں بعض علماء نے یہ بھی کہا کہ خلافت کے مسئلہ سے فراغت کے بعد سہ شنبہ کے دن میں تجہیز تکفین کی ابتدا ہوئی اور چہار شنبہ کی شب میں فراغت ہوئی۔

(۱۲) حدثنا نصر بن علی الجهضمی حدثنا عبدالله بن داؤد قال حدثنا سلمة بن نبيط[2] اخبرنا[3] عن نعيم بن ابی هند عن نبيط بن شريط[4] عن سالم

[1] قيل هذا سهو من شريك وقيل يجمع بينهما بان الحديث الاول باعتبار الانتهاء وهذا باعتبار الابتداء بتجهيزه فی يوم الثلثاء وفراغ الدفن من آخر ليلة الاربعاء.

[2] بنون وموحدة تحتية ومهملة مصغرًا وسلمة هذا ولد نبيط بن شريط الاتی قال الحافظ فی ترجمة سلمة بن نبيط بن شريط بن انس الاشجعی ابوفراس الكوفی روی عن ابيه وقيل عن رجل عن ابيه وعن نعيم بن ابی هند الی آخر ماقاله.

[3] اخبرنا ببناء المجهول علی ما عليه الاكثر من شراح الشمائل وقيل ببناء الفاعل فلفظ اخبرنا قبل سلمة زائد ويؤيده فقدانه فی بعض النسخ قال القاری فی نسخة صحيحة بخط ميرك انبانا عبد الله بن داؤد قال سلمة بن نبيط اخبرنا بصيغة الفاعل عن نعيم بن ابی هند قال ميرك ويؤيده ايضا ماوقع فی بعض النسخ حدثنا سلمة بن نبيط ان نعيم بن ابی هند. اهـ

[4] شريط قال الحزری بفتح الشين المعجمة صحيح وبضمها غلط فاحش.

بن عبيد وكانت له صحبة قال أُغْمِيَ[1] عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ[2] وَمُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ النَّاسَ اَوْ قَالَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُغْمِيَ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ قَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ اَبِيْ رَجُلٌ اَسِيْفٌ[3] اِذَا قَامَ ذٰلِكَ الْمَقَامَ بَكٰى فَلَا يَسْتَطِيْعُ فَلَوْ اَمَرْتَ غَيْرَهٗ قَالَ ثُمَّ اُغْمِيَ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ اَوْ صَوَاحِبَاتُ يُوْسُفَ قَالَ فَاَمَرَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ وَاَمَرَ اَبُوْبَكْرٍ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ خِفَّةً فَقَالَ انْظُرُوْا اِلٰى مَنْ اَتَّكِئُ عَلَيْهِ فَجَاءَتْ بَرِيْرَةُ وَرَجُلٌ[4] اٰخَرُ فَاتَّكَاَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَنْكُصَ[5] فَاَوْمَاَ[6] اِلَيْهِ اَنْ يَّثْبُتَ مَكَانَهٗ حَتّٰى قَضٰى[7] اَبُوْبَكْرٍ صَلٰوتَهٗ ثُمَّ اِنَّ

---

[1] اغمی بصیغة المجهول ای غشی وفی الحدیث جواز الاغماء علی الانبیاء بخلاف الجنون فانه نقص ینافی مقامهم وقید الشیخ ابو حامد من الشافعیة بغیر الطویل وبه جزم البلقینی وقال السبکی لیس اغمائهم کاغماء غیرهم لانه انما یستر حواسهم الظاهرة دون قلوبهم وقوتهم الباطنة لانها اذا عصمت من النوم الاخف فالاغماء بالاولی واما الجنون فیمتنع علیهم قلیلة وکثیرة قال القاری لانه مما نفی اللّٰه عنهم مطلقا فی مواضع .

[2] بتشدید الذال من التاذین ای فلیناد بالصلوة وهو یحتمل کلًا من الاذان والاقامة والثانی اقرب قاله القاری وقیل بسکون الهمزة وتخفیف الذال بمعنی فلیعلم .م

[3] فعیل بمعنی فاعل من الاسف وهو شدة الحزن ای یغلب علیه الحزن والبکاء .م

[4] قال میرك اسمه نوبة بضم النون والموحدة المخففة کما جاء فی بعض الروایات ووهم من زعم انه امرأة قال القاری فی روایة ابن حبان بریرة ونوبة وضبطه ابن حجر بضم فسکون ثم قال انه امة هذا وجاء فی روایة الشیخین فی سیاق آخر رجلان عباس وعلی وفی طریق آخر ویده علی الفضل بن عباس ویده علی رجل آخر وجاء فی روایة احدهما اسامة وعند الدار قطنی اسامة والفضل وعند ابن سعد الفضل وثوبان وجمعوا بین هذه الروایات علی تقدیر ثبوت جمیعها بتعدد الخروج اوبانهم تناوبوا .ق

[5] قال الحنفی بضم الکاف وقال القاری الاولی ان یضبط بکسر الکاف طبق ما فی القرآن علی اعقابکم تنکصون بالکسر علی ما اجمع علیه القراء السبعة والعشرة ومافوقهم نعم قال الزجاج یجوز ضم الکاف وکذا جوزه صاحب الصحاح ای لیتاخروا لنکوص الرجوع قهقری .

[6] بالهمز علی الصحیح وفی نسخة فاومی ولعله مبنی علی التخفیف ای اشار النبی صلی اللّٰه علیه وسلم .ق

[7] قال المناوی ظاهره ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اقتدی به وبه صرحت روایة البیهقی وقال القاری ظاهره انه صلی اللّٰه علیه وسلم رجع خلافا لابن حجر حیث قال ظاهره انه صلی اللّٰه علیه وسلم اقتدی به والمعتمد عندنا ان اقتدائه به کان قبل ذلك . اه

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ لَا اَسْمَعُ[1] اَحَدًا يَذْكُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِيْ هٰذَا قَالَ كَانَ النَّاسُ اُمَيِّيْنَ لَمْ يَكُنْ فِيْهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ فَاَمْسَكَ النَّاسُ قَالُوْا يَاسَالِمُ انْطَلِقْ اِلٰى صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ فَاَتَيْتُ اَبَا بَكْرٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ[2] فَاَتَيْتُهُ اَبْكِيْ دَهْشًا فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ لِيْ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اِنَّ عُمَرَ يَقُوْلُ لَا اَسْمَعُ اَحَدًا يَذْكُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِيْ هٰذَا فَقَالَ لِيْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَجَاءَ هُوَ وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَفْرِجُوْا لِيْ فَجَاءَ حَتّٰى اَكَبَّ عَلَيْهِ وَمَسَّهُ فَقَالَ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ ثُمَّ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ فَعَلِمُوْا اَنْ[3] قَدْ صَدَقَ قَالُوْا يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

---

[1] لااسمع الخ وكان يقول انما ارسل اليه صلى الله عليه وسلم كما ارسل الى موسىٰ عليه السلام فلبث عن قومه اربعين ليلة او يظن انه من الغشيان المعتاد له صلى الله عليه وسلم .

[2] قال القارى الظاهر مسجد محلته وبه جزم النووى وغيره والظاهر عندي ان المراد المسجد النبوى لما فى جمع الوسائل من رواية ان ابابكرؓ ارسل غلامه ليأتيه بخبر رسول الله عليه وسلم فجاءه الغلام فقال سمعت انهم يقولون مات محمد صلى الله عليه وسلم فركب ابوبكر على الفور وقال وا محمداه وانقطاع ظهراه وبكى فى الطريق حتى اتى مسجد رسول الله عليه وسلم واخرج البخارى برواية عائشة ان ابابكرؓ اقبل على فرس من مسكنه بالسنح حتى نزل فدخل المسجد فلم يكلم الناس حتى دخل على عائشة فتيمم رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو مغشى بثوب حبرة الحديث وفى المواهب اللدنية عن سالم بن عبيد قال لما مات رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اجزع الناس كلهم عمر بن الخطاب فاخذ بقائم سيفه وقال لا اسمع احدًا يقول مات رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ضربته بسيفى هذا قال فقال الناسؓ يا سالم اطلب صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فخرجت الى المسجد فاذا بابى بكر فلما رأيته احمشت بالبكاء فقال يا سالم امات رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث فالظاهر من هذه الروايات ان المراد المسجد النبوى وان ابا بكر لما استخبر من الغلام واجاب بانه سمع ذلك رجع ابوبكر من السنح على فرس ودخل المسجد فلاقى سالما وساله تصديق الخبر .

[3] قال المناوى وفى نسخ وقال لى فجواب لما قوله قلت ان عمر اهـ وقال القارى بالواو قبل قال على مافى الاصول المصححة والظاهر تركها وقال ميرك يحتمل ان يقال جملة وقال جملة حالية او اعتراضية وجوب لما قوله قلت ان عمرؓ الخ .

[4] مخففة من الثقيلة يعنى صدق فى اخباره بموته صلى الله عليه وسلم لاستدلاله بالآية .

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا وَكَيْفَ قَالَ يَدْخُلُ[1] قَوْمٌ. فَيُكَبِّرُوْنَ[2] وَيَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَدْعُوْنَ ثُمَّ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَدْخُلَ[3] النَّاسُ قَالُوْا يَاصَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَيُدْفَنُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوْا اَيْنَ قَالَ فِي الْمَكَانِ الَّذِيْ قَبَضَ اللّٰهُ فِيْهِ رُوْحَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوْحَهٗ اِلَّا فِيْ مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوْا اَنْ قَدْ صَدَقَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يُغَسِّلَهٗ بَنُوْا[4] اَبِيْهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ فَقَالُوا انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ لَهٗ[5] مِثْلُ هٰذِهِ الثَّلٰثِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا مَنْ هُمَا[6] قَالَ ثُمَّ بَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ وَبَايَعَهُ النَّاسُ بَيْعَةً

---

[1] يدخل الخ قيل ان فوجًا فوجًا دخلوا عليه صلى اللّٰه عليه وسلم وكل واحد منهم صلى عليه عليحدة وروى ان عليًا قال لا يؤم احدكم عليه لانه امامكم حال حيوته وحال مماته وقد ورد فى بعض الروايات انه صلى اللّٰه عليه وسلم اوصى على الوجه المذكور ولذا وقع التاخير فى دفنه .

[2] اى اربع تكبيرات والواو لمطلق الجمع اذ الصلوة مقدمة على الدعاء وقدم الدعاء لما تقرر ان الاستفهام للتردد فى انه صلى اللّٰه عليه وسلم هل يحتاج الى الدعاء فانه مغفور له لامحالة فلا حاجة الى الدعاء قال القارى ولم يذكر التسبيح لما هو معلوم من وقوعه بعد التكبيرة الاولى .

[3] اى وهكذا حتى يصلى الناس جميعا وروى ابن ماجة انهم لما فرغوا من جهازه يوم الثلثاء ووضع على سريره فى بيته ثم دخل الناس ارسالا اى قومًا بعد قوم يصلون عليه حتى اذا فرغوا دخلت النساء حتى اذا فرغن دخل الصبيان ولم يؤم الناس عليه احد وروى عن علىؓ انه قال لا يوم احدكم عليه لانه امامكم حال حيوته وحال مماته وورد فى بعض الروايات انه صلى اللّٰه عليه وسلم اوصى على الوجه المذكور وروى الحاكم فى المستدرك والبزار ان المصطفى حين جمع اهله فى بيت عائشةؓ قالوا فمن يصلى عليك قال اذا غسلتمونى وكفنتمونى فضعونى على سريرى ثم اخرجوا عنى ساعة فان اول من يصلى على جبرئيل ثم ميكائيل ثم اسرافيل ثم ملك الموت مع جنوده من الملئكة باجمعهم ثم ادخلوا على فوجًا بعد فوج فصلوا على وسلموا تسليمًا .

[4] بنو ابيه وهم على والعباس وابناه فضل وقثم واسامة بن زيد وصالح الحبشى والمراد ببنى ابيه مباشرتهم لغسله وهو لا ينافى مساعدة غيرهم .

[5] من له مثل هذه الثلثة الخ اى من ثبت له مثل هذه الفضائل الثلثة التى لابى بكر فهو استفهام انكارى على الانصار حيث توهموا ان لهم حقا فى الخلافة اذ جعل رسوله ثانى اثنين والثانية اثبات الصحبة والثالثة اثبات المعية .

[6] من هما الاستفهام للتقرير والتفخيم اى من الاثنان المذكور ان فى هذه الآية اى هل هما الا النبى وابوبكرؓ والاستفهام للتقرير والتفخيم او للتهويل وابعد الحنفى اذ قال يحوز ان يرجع الضمير الى الامرين فحينئذ يكون الاستفهام للانكار والتحقير .

حَسَنَةً جَمِيْلَةً.

حل لغات: اُغْمِيَ (افعال) بے ہوش ہونا، غشی طاری ہونا۔ اَفَاقَ (افعال) افاقہ ہونا، بیماری وغیرہ سے نجات پانا۔ حَضَرَتْ (ن) حاضر ہونا، آنا، موجود رہنا۔ مُرُوْا فعل امر حاضر، حکم کرو، حکم دو (ن) حکم دینا۔ يُؤَذِّنُ (تفعیل) اذان دینا، اطلاع کرنا، خبر کرنا۔ فَلْيُصَلِّ فعل امر غائب (تفعیل) نماز پڑھانا، امام بننا (ب کے صلے کے ساتھ) اَسِيْفٌ (ج) اُسَفَاءُ صیغہ صفت، غمگین، دبلا پتلا آدمی (س) غمگین ہونا۔ خِفَّةٌ مص (ض) ہلکا ہونا، خفیف ہونا، مرض کا قدرے کم ہونا۔ اَتَّكِئُ (افتعال) ٹیک لگانا، سہارا لگانا، باب تفعل سے بھی آتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا (یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں) يَنْكُصُ (ن،ض) کسی کام سے رُک جانا، ہٹ جانا، بھاگنا، قرآن کریم میں ہے فَكُنْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ (تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے) اُمِّيِّيْنَ اُمِّيٌّ کی جمع ہے، اَن پڑھ، نابلد، ناخواندہ، قرآن میں یہودیوں سے متعلق کہا گیا ہے وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ (اور ان یہودیوں میں سے بہت سے ناخواندہ ہیں) اَمْسَكَ (افعال) روکنا۔ اَفْرِجُوْا فعل امر حاضر (افعال) ہٹ جانا، راستہ صاف کردینا، راستہ چھوڑ دینا۔ اَكَبَّ (افعال) مکمل توجہ سے دیکھنا، ہمہ تن مشغول ہونا۔ مَسَّ (ن) چھونا، اس سے بوسہ لینا بھی مراد لیتے ہیں۔ صَدَقَ (ن) سچ بولنا (تفعیل) تصدیق کرنا، سچ کی حمایت کرنا۔ يُكَبِّرُوْنَ (تفعیل) تکبیر کہنا۔ يَدْعُوْنَ (ن) دعا مانگنا، پکارنا، دعوت کرنا۔ رُوْحٌ (ج) اَرْوَاحٌ جان۔ يُغَسِّلُ (تفعیل) غسل دینا، نہلانا (ض) نہانا، غسل کرنا۔ يَتَشَاوَرُوْنَ (تفاعل، مفاعلت) باہم مشورہ کرنا۔ بَايَعَ (مفاعلت) بیعت کرنا، بیعت لینا، قرآن کریم میں ہے اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (جبکہ لوگ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے)

لہ لوقوعها عن ظهور واتفاق من اهل الحل والعقد ولذا اكده بقوله حميلة قاله المناوى قال القارى اى لا اكراهًا ولا احبارًا ولا ترغيبًا ولا ترهيبًا.

ترجمہ: سالم بن عبید صحابی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الوفات میں بار بار غشی ہوتی تھی اور جب افاقہ ہوتا تو زبان سے یہ نکلتا کہ نماز کا وقت ہو گیا یا نہیں اور نماز کا وقت ہو جانے کا حال معلوم ہونے پر چونکہ مسجد تک تشریف لے جانے کی طاقت نہ تھی اس لئے ارشاد عالی ہوتا کہ بلالؓ سے کہو کہ نماز کی تیاری کریں اور صدیق اکبرؓ نماز پڑھائیں متعدد مرتبہ ایسا ہی ہوا، (لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ طبعی طور پر نرم دل پیدا ہوئے تھے رقت اکثر طاری ہو جاتی تھی اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کا تعلق، اُن کی بیٹی) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے درخواست کی کہ میرا باپ ابوبکرؓ رقیق القلب ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں گے تو رونے لگیں گے اور نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھیں گے اس لئے کسی اور کو فرما دیجئے کہ نماز پڑھائیں اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعدد مرتبہ سوال و جواب پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام کے قصہ والی عورتیں بننا چاہتی ہو، ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

تشریح: اس قول کی شرح میں کہ تم یوسفؑ والی عورتیں ہو، علماء کے چند اقوال ہیں، اول یہ کہ تم سے مراد صرف حضرت عائشہؓ ہیں اور ان عورتوں سے مراد صرف زلیخا ہیں اور جمع کا لفظ تعظیمی محاورہ کے اعتبار سے فرمادیا، اس قول کے موافق (الف) تشبیہ بیجا بات پر اصرار کرنے میں ہے کہ جیسا زلیخا نے ایک ناحق اور نامناسب بات پر حضرت یوسفؑ پر بہت زیادہ اصرار کیا ایسے ہی تم بھی بے جا بات پر اصرار کر رہی ہو۔ (ب) یہ کہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جیسے زلیخا نے اپنی ملامت کرنے والیوں کو دعوت کے نام سے بلایا اور ظاہر یہ کیا کہ دعوت مقصود ہے لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر زلیخا کو معذور سمجھیں، ایسے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ظاہر تو یہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب ہیں، وہ آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن دل میں یہ ہے جیسا کہ خود حضرت عائشہؓ سے دوسری جگہ منقول ہے کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے بار بار مراجعت کرنے کا تقاضا اس وجہ سے ہو رہا تھا کہ میرے نزدیک لوگ اُس شخص کو کبھی بھی پسند نہ کریں گے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑا ہو اور اُس کو منحوس سمجھیں گے، دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے مراد حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور حضرت یوسفؑ والی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو زلیخا نے دعوت کے نام سے بلایا تھا اس قول کے موافق بھی (الف) تشبیہ بے جابات پر اصرار میں ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بے جابات پر اصرار فرما رہی تھیں، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہؓ نے بھی اس چیز پر اصرار کیا۔ (ب) یہ کہ تشبیہ وہی دل کے خلاف بات ظاہر کر کے اصرار کرنے میں ہے کہ (حضرت عائشہؓ کے ذہن میں تو یہ مضمون تھا کہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ حضرت صدیق اکبرؓ کو کھڑا ہوا دیکھیں گے تو نحوست کا وسوسہ کریں گے، اور حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ سے بھی اپنی موافقت پر اصرار کرایا اور ان کے دل میں اپنے والد کی بڑھوتری ہو کہ نبی کی نیابت کا حق ادا کرنے کا واہمہ ہو اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ والیوں کی ساتھ تشبیہ دی کہ وہ ظاہر میں تو حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا کی موافقت کا اصرار کر رہی تھیں لیکن درحقیقت ہر ایک اپنی طرف مائل کرنے کا انداز برت رہی تھی، بعض علماء نے وجوہ تشبیہ اور بھی بتلائی ہیں، چونکہ حدیث طویل تھی اس لئے اس فائدہ کو مختصر طور پر درمیان میں لکھ دیا آگے بقیہ حدیث کا ترجمہ آتا ہے اور کچھ فوائد بھی مختصر درمیان میں آگئے، بعض روایات میں اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ اللہ جل شانہ اور مسلمان حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کسی کو نہیں مانیں گے) امتثال حکم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی (اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک سترہ نمازیں ادا فرمائیں اس لئے کہ یہ قصہ جس کا ذکر اوپر سے ہو رہا ہے، پنجشنبہ کی شام کا ہے کہ پنجشنبہ کے روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارک زیادہ ناساز رہی اور جمعہ کی شب میں عشاء کی نماز کے وقت کی یہ تمام گفتگو ہے اور عشاء

کی نماز سے حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھانا شروع کی اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس لئے کل سترہ نمازیں ہوئیں جو مسلسل حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت مرض کے ایام میں پڑھائیں، بندۂ ناکارہ کے نزدیک چونکہ مرض کی ابتداء اس سے بہت پہلے سے تھی اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ان ایام میں بھی کبھی کبھی نماز پڑھائی) دورانِ مرض میں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا دیکھو کوئی سہارا دے کر مسجد تک لے جانے والا ہے، اس ارشاد پر دو شخصوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سہارے مسجد تک تشریف لے گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ فرمایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے منع فرمادیا اور صدیق اکبرؓ نے نماز پوری کردی (بالآخر دوشنبہ کے روز) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا (صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اوپر یہ سخت وقت جس قدر بھی مشکل اور کٹھن تھا وہ ظاہر ہے منافقین اور مخالفین کے فتنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیئیس سالہ باغ کی حفاظت اور ان سب کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی قدسی ذات کی مفارقت اور اُس محبوب کی جدائی جس کی بدولت گھر باہر خویش واقارب مال ومتاع سب لٹا دیا تھا اور چونکہ آج صبح سے افاقہ کے آثار معلوم ہو رہے تھے جو درحقیقت سنبھالا تھا نہ کہ افاقہ، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر کا باوجود بہت جلد خبر مشہور ہو جانے کے بہت سے حضرات کو یقین نہیں آیا چنانچہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسے باعظمت اور قوی القلب آدمی بھی بایں فضل وکمال اور بدیں شجاعت وہمت تحمل نہ فرما سکے اور از خود رفتہ ہو کر برہنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور) یہ فرمانے لگے کہ واللہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا) جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا ہے اس کی گردن اُڑادوں گا چونکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسی نبی کی وفات کا پہلے سے تجربہ نہیں تھا کہ اس سے پہلے کوئی نبی ان میں نہیں ہوا تھا اور عام

طور سے امی تھے کہ پہلے انبیاءؑ کی کتب اور حالات بھی نہ پڑھ سکتے تھے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر سب ساکت ہو گئے کہ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو، بعض صحابہؓ نے سالم سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر لاؤ، (وہ ہی اس طغیانی کے وقت اس کشتی کو کنارہ لگائیں گے، حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ افاقہ کی صورت دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گھر والوں کی خبر لینے کے لئے اپنے مکان تشریف لے گئے ہوئے تھے جو تقریباً ایک میل تھا) سالم کہتے ہیں کہ میں روتا ہوا متحیرانہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا وہ اُس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے میری مضطربانہ حالت دیکھ کر دریافت فرمایا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا میں نے اس کی اطلاع کی اور یہ بھی عرض کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہتے ہیں کہ میں جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اُس کی گردن اڑا دوں گا، حضرت صدیق اکبرؓ میرے ساتھ تشریف لائے اور مجمع کو ہٹا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر گہری نظر ڈال کر آپؐ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور یہ آیت پڑھی، اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ، (اے محمد) صلی اللہ علیہ وسلم بے شک تم بھی وفات پانے والے ہو اور وہ سب دشمن بھی مرنے والے ہیں، صحابہؓ نے پوچھا کہ اے حضور اکرمؐ کے رفیق کیا آپؐ کی وفات ہو گئی، حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ بے شک آپؐ دار البقاء کو روانہ ہو گئے ہیں اس وقت صحابہؓ کو یقین ہو گیا، پھر انہوں نے آپ سے دیگر امور دریافت کئے اس لئے کہ ہر ہر جزو میں احتمال خصوصیت تھا اس لئے اول نماز جنازہ کے متعلق پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ پڑھی جائے گی، صحابہؓ نے پوچھا کہ کس طرح پڑھیں (تمام اہل مدینہ مشتاق ہیں) آپ نے فرمایا کہ ایک ایک جماعت حجرہ کے اندر جائے اور بلا جماعت نماز پڑھ کر چلی آوے اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں، پھر صحابہؓ نے پوچھا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دفن کئے

جائیں گے، آپ نے فرمایا کہ یقیناً دفن کئے جائیں گے انہوں نے پوچھا کہ کس جگہ قبر شریف بنائی جائے گی آپ نے فرمایا کہ جس جگہ آپ کا وصال ہوا ہے وہی جگہ مدفن ہے، اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کا وصال اُسی جگہ فرمایا جو جگہ حق تعالیٰ شانہٗ کو پسندیدہ ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہر ہر بات پر اطمینان ہوتا رہا اور بیشک سچ فرمایا کہتے رہے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رشتہ داروں کو تجہیز و تکفین کے انتظام کا حکم فرمایا، (اور حفاظت اسلام اور رفع اختلافات کے لئے کسی شخص کو مدار رائے بنانے کی تجویز شروع ہوئی، ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ جب تلوار سوتے ہوئے کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس کی گردن اڑادوں گا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے اس مقولہ پر تنبیہ فرمائی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ تلاوت فرمائی اُس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا ہو تو اللہ جل جلالہٗ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، لوگ سب کے سب حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ کی آواز سن کر ممبر کی طرف متوجہ ہو گئے، ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ دین کی حفاظت کے لئے ایک شخص کی ضرورت ہے جو اس کی نگرانی کرے اور اس کی حفاظت کرے تم لوگ اپنی اپنی رائیں اس بارے میں بتاؤ، مہاجرین نے آپس میں مشورہ کیا پھر یہ تجویز ہوا کہ) انصار کی شرکت بھی اس مشورہ میں ضروری ہے ان کی شرکت سے کوئی امر قرار پانا چاہئے اس لئے ان کی مجلس میں یہ حضرات گئے وہاں یہ مسئلہ پہلے سے چھڑا ہوا تھا، انصار نے یہ تجویز کی کہ انصار میں ایک امیر مستقل ہو اور مہاجرین میں علیحدہ امیر ہو (اس پر حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد الائمة من قریش امیر قریش میں سے ہونقل کیا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کون ہے وہ شخص جس کے لئے ایک ہی واقعہ میں تین فضیلتیں ہوں جو

جائیکہ اور فضائل اور پھر یہ تین بھی ایسی کہ جن میں ہر ایک کمال فضل پر دال ہو، اول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتحاد و ارتباط اور تنہائی کے وقت ساتھ دینا جس کو حق تعالیٰ شانہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ سے ارشاد فرمارہے ہیں، دوسرے حق تعالیٰ شانہ ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی اور رفیق فرمارہے ہیں، تیسرے اللہ جل شانہ کی معیت کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اللہ ہمارے ساتھ ہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات وہاں تھے جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ فرمایا، تم ہی بتاؤ کہ وہ دو کون تھے جن کا آیت میں ذکر ہے، کس قدر بڑی ذات ہے ان دونوں حضرات کی (یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کونسی ہستی ہوسکتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی گفتگو درمیان میں ہوتی رہی جو مختلف روایات میں وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت تمھیں معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصلّے پر کھڑا کیا اور بیماری کے زمانہ میں حکماً نماز پڑھوائی تم میں سے کون گوارا کرسکتا ہے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹائے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بنایا ہو انصار نے کہا اللہ کی پناہ ہم حضرت ابوبکرؓ کے آگے نہیں بڑھ سکتے) اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کے لئے ہاتھ پھیلا دیا، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اُس کے بعد سقیفہ کے سب لوگوں نے برضا و رغبت بیعت کی۔

تشریح: یہ ابتدائی بیعت تھی جو انصار کی مجلس میں ہوئی اُس کے بعد دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعتِ عامہ ہوئی جس میں اول حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ دیا جس میں حضرت ابوبکرؓ کے فضائل بھی تھے اور دیگر امور ارشاد فرمائے اُس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں کبھی بھی خلیفہ بننے کا خواہش مند نہیں ہوا، نہ مجھے کبھی اس کی ترغیب ہوئی نہ کبھی بھی پوشیدگی میں یا

علانیہ اس کے حصول کی دعاء کی، اپنے انکار پر امت میں فتنہ پیدا ہو جانے کے ڈر سے میں نے اس کو قبول کیا ہے مجھے اس میں کوئی راحت نہیں ہے اور جو کام مجھ پر ڈال دیا گیا میری طاقت سے باہر ہے، اللہ ہی کی مدد سے کچھ کام چل سکتا ہے۔

⑬ حدثنا نصر بن علی حدثنا عبداللّٰہ بن الزبیر شیخ باهلی قدیم بصری حدثنا ثابت البنانی عن انس بن مالك قال لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاكَرْبَاهُ[1] فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاكَرْبَ عَلٰى اَبِيْكَ بَعْدَ الْيَوْمِ اِنَّهٗ قَدْ حَضَرَ مِنْ اَبِيْكَ مَا لَيْسَ[2] بِتَارِكٍ مِنْهُ اَحَدًا اَلْوَفَاةُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ[3] .

حل لغات: وَجَدَ (ض) پانا، محسوس کرنا۔ كَرْبٌ مص تکلیف، درد، رنج (ن) دشوار ہونا، سخت ہونا۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفاۃ کی سخت تکلیف برداشت فرما رہے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ہائے ابا کی تکلیف، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد تیرے باپ پر کچھ تکلیف نہیں رہے گی، بے شک آج تیرے باپ پر وہ اٹل چیز اُتری ہے یعنی موت جو قیامت تک کبھی کسی سے ٹلنے والی نہیں۔

تشریح: ہائے کا لفظ عربی میں اظہار افسوس کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مقصود رنج کا اظہار ہے۔

⑭ حدثنا ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ البصری ونصر بن علی قالا

---

[1] بفتح الكاف وسكون الراء وهاء ساكنة فی آخره غم ياخذ بالنفس اذا اشتد عليه .ق

[2] قوله ما ای امر عظيم ليس الله عزوجل تبارك من ذلك الامر احدًا والوفاة بيان لما وفی نسخة الموافاة بدل الوفاة وهو بمعنی الاتيان والملاقاة ، قيل يفسر الموافاة ههنا بالوفاة .ق

[3] يوم القيمة منصوب بنزع الخافض وهو كلمة الی وجوز ان يكون مفعولا فيه ويراد به يوم الوفاة لان يوم موت كل احد يوم قيامته كما ورد .ق

حدثنا عبد ربه بن بارق الحنفی قال سمعت جدی ابا امی سماك بن ولید یحدث انه سمع ابن عباس یحدث اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطَانِ[1] مِنْ اُمَّتِیْ اَدْ خلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ وَلِمَنْ كَانَ لَهٗ فَرَطٌ يَامُوَفَّقَةُ[2] قَالَتْ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِكَ قَالَ فَاَنَا فَرَطٌ لِاُمَّتِیْ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ.

حل لغات: فَرَطَان فَرَطٌ کا تثنیہ ہے، پہلے پہنچا ہوا، ذخیرہ، اجر (ن) پہلے پہنچنا، آگے جانا۔ لَنْ يُصَابُوْا فعل مضارع مجہول منفی بلن (افعال) تکلیف پہنچنا، مصیبت آنا۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے ذخیرۂ آخرت بن جائیں تو حق تعالیٰ شانہ اُن کی بدولت اُس کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا ایک ہی بچہ ذخیرہ بنا ہو اس کا کیا حکم ہے، آپؐ نے فرمایا کہ جس کا ایک ہی بچہ چل دیا ہو وہ بھی بخش دیا جائے گا، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ جس کا ایک بھی بچہ نہ مرا ہو تو آپؐ نے فرمایا کہ اُن کے لئے میں ذخیرۂ آخرت بنوں گا، اس لئے کہ میری وفات کا رنج آل و اولاد سب سے زیادہ ہوگا۔

تشریح: یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی ایسی ہی چیز ہے کہ ماں باپ اعزہ احباب بیوی، اولاد ہر شخص کی جدائی اور موت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی اور وفات کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی اسی لئے ایک حدیث میں آیا

---

[1] بفتح الفاء والراء تثنية فرط وهو المتقدم فی طلب الماء فيهيئ لهم الارشاء والدلاء ويمدد الحياض ويسقی لهم فعل بمعنی فاعل كتبع بمعنی تابع.

[2] لتعلم شرائع الدين او فی الخيرات والاسئلة الواقعة موقعها او المعنی وفقك الله لما يحصل بسببه السوال عنه وهذا تحريض لها علی السوال.

ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرے یعنی یہ سوچے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کو صبر کرلیا تو اس کے مقابلہ میں یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔

باب مَا جاء فی میراث رسول اللّٰہ صَلّی اللّٰہ عَلَیْہ وسلّمَ

باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا ذکر

تشریح: اس باب میں مصنفؒ نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں سب کا حاصل یہی ہے کہ آپؐ کا جملہ متروکہ مال صدقہ ہے وہ وارثوں پر تقسیم نہیں ہوگا، یہ علماء کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی عالم کا بھی اہل سنت والجماعت میں سے خلاف نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں وراثت نہ تھی البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا یا تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حکم ہے، جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ تمام انبیاءؑ کا یہی حکم ہے کہ ان کے متروکہ مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اس کی وجہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں اور متعدد وجوہ ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے مختصراً چند وجوہ لکھی جاتی ہیں ۱؎ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی ملک باقی رہتی ہے اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں سے کسی کے نکاح کرنے کی قرآن پاک میں صاف لفظوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے ۲؎ نبیؑ کی کوئی چیز زندگی میں بھی ملک نہیں ہوتی وہ متولیانہ تصرف کرتے ہیں صوفیہ میں بھی یہ مقولہ مشہور ہے، الصّوفی لایملك صوفی مالک کسی چیز کا نہیں ہوتا، یہ مطلب نہیں کہ شرعاً مالک نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان ناپائیدار چیزوں کو اپنی نہیں سمجھتا ۳؎ دنیا کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے اور نبیؑ اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرف کرتا ہے ۴؎ اگر انبیاءؑ کے مال میں میراث جاری ہو تو احتمال ہے کہ کوئی بدنصیب

۱؎ اصله موراث قلبت الواو یاء لسکونها وانکسار ماقبلها مصدر بمعنی الموروث ای المخلف من مال والمراد نفی میراثه صلی اللّٰه علیه وسلم .

وارث مال کی طمع میں نبیؑ کی ہلاکت کا ذریعہ بنے یا تمنا کرے اور دونوں چیزیں اُس کی بربادی کا سبب ہوں گی ۵ لوگوں کو یہ واہمہ نہ گزرے کہ نبوت کا دعویٰ مال جمع کرنے کے واسطے اور اپنے اہل وعیال کو مالدار چھوڑ کر جانے کے واسطے ہے ۶ مال کے زنگ اور میل کچیل سے ان کی قدسی ذات کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے ہے، ۷ نبی تمام امت کے لئے بمنزلۂ باپ کے ہے لہٰذا اُس کا مال تمام اولاد کا مال ہے، وغیرہ وغیرہ اللہ کے احکامات کی حکمتیں بے نہایت ہوتی ہیں، آدمی اپنی اپنی سمجھ کے موافق حکمتوں کا بیان کرتے ہیں، ان کے علاوہ نہ معلوم کتنی حکمتیں اللہ کے علم میں ہیں۔

---

① حدثنا احمد بن منيع حدثنا حسين بن محمد حدثنا اسرائيل عن ابى اسحٰق عن عمرو بن الحارث اخى جويرية له صحبة قال مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سِلَاحَهٗ[1] وَبَغْلَتَهٗ[2] وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً[3]

حل لغات: مِيْرَاثٌ (ج) مَوَارِيْث میت کا ترکہ، میت کا چھوڑا ہوا مال (حِسبَ) وارث ہونا۔ سِلَاحٌ (ج) اَسْلِحَةٌ ، سُلُحٌ ، سُلَحَان ہتھیار۔ بَغْلَة (ج) بِغَالٌ ، بَغَلَات خچر (ف) دوغلا قرار دینا، خچر وہ جانور کہلاتا ہے جو گھوڑے اور

---

[1] بكسر السين اى مما كان يختص بلبسه من نحو سيف ورمح ودرع ومغفرة .

[2] وبغلته البيضاء التى يختص بركوبها وهى الدلدل وكان له بغال اخر وقد اخرجه البخارى بسنده الى عمرو بن الحارث بلفظ ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته درهما ولا دينارًا ولا عبدًا ولا امة ولا شيئًا الا بغلته البيضاء وسلاحه وارضا جعلها صدقة قال العينى رحمه الله كانت له صلى الله عليه وسلم ست بغال بغلة شهباء يقال لها الدلدل اهدا هاله المقوقس وبغلة يقال لها فضة اهداها له فروة الجذامى فوهبها لابى بكر وبغلة بعثها صاحب دومة الجندل وبغلة اهداها ملك ايلة يقال لها ايلية وقال مسلم كان بيضاء وبغلة اهداها النجاشى وبغلة اهداها كسرى ولم يثبت ولم يكن فيها بيضاء الا الايلية ولم يذكر اهل السير بغلة بقيت بعده صلى الله عليه وسلم الا الدلدل قالوا انها عمرت حتى كانت عند علىؓ وبعده عند عبد الله بن جعفر وكان يحش لها الشعير لتاكله لضعفها والظاهر انها هى التى فى الحديث لان الشهبة غلبة البياض على السواد ولا تسمى الشهباء بيضاء .

[3] جعلها صدقة قيل الضمير راجع الى الثلثة لقوله عليه السلام نحن معاشر الانبياء لانورث ماتركناه صدقة والظاهر انها للارض لان المراد لقوله جعلها صدقة بين كونها من الصدقات حال حيوته ولم يضف الارض اليه كالاولين لاختصاصهما به دونها اذ نفعها كان عاما له وغيره من عباده

گدھے کی جفتی سے وجود میں آئے، قرآن کریم میں ہے وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ (اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کئے)

ترجمہ: عمرو بن الحارث جوام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں صرف ہتھیار اور اپنی سواری کا خچر اور کچھ حصہ زمین کا چھوڑا تھا اور اُن کو بھی صدقہ فرما گئے تھے۔

تشریح: چونکہ یہ چیزیں صدقہ کے حدود میں داخل ہوگئی تھیں، اس لئے ان میں میراث جاری نہیں ہوئی حضور اقدسؐ کے استعمالی کپڑوں کا ذکر معمولی چیز ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔

---

(۴) حدثنا محمد بن المثنى حدثنا ابو الوليد حدثنا حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن ابى سلمة عن ابى هريرة قال جَاءَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَتْ مَنْ يَرِثُكَ فَقَالَ أَهْلِيْ وَوَلَدِيْ فَقَالَتْ مَالِيْ لَا أَرِثُ أَبِيْ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ وَلٰكِنِّيْ أَعُوْلُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْلُهُ وَأُنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ.

---

۱ ادخل اباه ابا قحافة فى الاهل تغليبا فلا ضير فى حصره الوارث فى الاهل والولد ونص على الولد مع دخوله فى الاهل لانه مناط مقصود فاطمة .م

۲ بضم النون وسكون الواو وفتح الراء وفى نسخة بكسر الراء وفى المغرب كسر الراء خطأ رواية يعنى يصح دراية اذا المعنى لا نترك ميراثًا لاحد لمصيره صدقة حتى زعم بعضهم انه الاظهر معنى ففى الصحاح والمغرب يقال اورثه مالاتركه ميراثًا ثم قال ميرك اصل المجهول لا يورث منافحذف من واستتر ضمير المتكلم فى الفعل فانقلب الفعل من الغائب الى المتكلم ولا يخفى ان هذا مبنى على انه لا يتعدى الى المفعول الثانى بنفسه على ما ذهب اليه صاحب القاموس وغيره واما على ما جعله بعض اللغويين متعديا اليه بنفسه فلا حذف ولا تحويل ففى التاج للبيهقى انه يتعدى الى المفعول الثانى بنفسه وبمن فيقال ورث اباه مالا فالاب والمال كلاهما موروث وقول فاطمة فى هذا الحديث من يرثك ومالى لا ارث ابى موافق له .ق

۳ الظاهر انه عطف تفسير كما قاله الحنفى وليكن ان يفرق بينهما بان يخص قوله اعول باهل بيته كما يشير اليه لفظ العيال ويراد بقوله انفق غير اهل بيته فاندفع ماجزم به ابن حجر من انه جمع بينهما تاكيدًا . ق

حل لغات: اَعُوْلُ (ن) مص عَوْلاً ، عِیَالَۃً اہل وعیال کی کفالت کرنا۔ اُنْفِقُ (افعال) خرچ کرنا، صرف کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور دریافت فرمایا کہ تمہارا کون وارث ہوگا انہوں نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا، پھر میں اپنے والدؐ کے متروکہ کی وارث کیوں نہیں بنی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، البتہ (میں وقف کا متولی ہونے کی وجہ سے) جن لوگوں کا روزینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما رکھا تھا اس کو میں بھی ادا کروں گا، اور جن لوگوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے اُن پر میں بھی خرچ کروں گا۔

تشریح: بظاہر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ خیال فرماتی تھیں کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کو ترکۂ میراثی قرار نہیں دیا گیا اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا بھی کوئی وارث ہوگا یا نہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرعی مسئلہ کے موافق جواب مرحمت فرمادیا ورنہ ان کی اپنی وصیت کے موافق جس میں اُنہوں نے فرمایا کہ اس مال کو بیت المال میں واپس کر دینا۔ اس کے موافق حضرت ابوبکرؓ کا بھی کوئی وارث نہیں ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا مشہور حدیث ہے جو مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے، بعض روایات میں اتنا ہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا، بعض روایات میں ہے کہ ہم انبیاءؑ کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے مسوی میں لکھا ہے، یہ مضمون کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں ہے دس صحابہؓ سے زیادہ حضرات سے منقول ہے۔

---

(۴) حدثنا محمد بن المثنی حدثنا یحیٰی بن کثیر العنبری ابوغسان

حدثنا شعبة عن عمرو بن مرّة عن ابی البختری[1] اَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِیًّا جَاءَ اِلٰی عُمَرَ یَخْتَصِمَانِ یَقُوْلُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا لِصَاحِبِهٖ اَنْتَ کَذَا اَنْتَ کَذَا فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ والزُّبَیْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدٍ اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُلُّ مَالِ نَبِیٍّ صَدَقَةٌ اِلَّا مَا اَطْعَمَهٗ اِنَّا لَا نُوْرَثُ وَفِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ[2] .

حل لغات: یَخْتَصِمَان (افتعال) ایک دوسرے سے جھگڑنا (ض) جھگڑے میں غالب آنا۔ اَنْشُدُ (ن،ض) مص نَشْدًا اللہ تعالیٰ کی قسم دینا، قسم کھلانا۔

ترجمہ: ابوالبختری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اُن کے پاس تشریف لائے، ہر ایک دوسرے پر اعتراض کر رہا تھا اور اس کو انتظام کے ناقابل بتا رہا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکابر صحابہ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان سب حضرات کو متوجہ فرما کر یہ فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم سب نے حضور اکرمؐ سے یہ نہیں سنا کہ نبیؐ کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے بجز اس کے جو وہ اپنے اہل کو کھلائے ہم انبیاءؑ کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

تشریح: امام ترمذیؒ کا مقصود صرف میراث نہ ہونے کا ذکر تھا وہ حاصل ہو گیا تھا اس لئے پورا قصہ طویل ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا، امام ابوداؤدؒ نے اس کو ذرا

---

[1] ابی البختری بفتح الموحدة واسکان الخاء المعجمة وفتح الفوقانیة هو سعید بن فیروز بن ابی عمر بن ابی عمران فما قیل بالحاء المهملة منسوب الی البحتر بمعنی حسن المشی لیس بشیئ قاله القاری والحدیث اخرجه ابوداؤد بروایة عمرو بن مرزوق عن شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی البختری قال سمعت حدیثًا من رجل فاعجبنی فقلت اکتبه لی فاتی به مکتوبًا مزبرًا دخل العباس وعلیٌّ علی عمرؓ الحدیث مختصرًا واحال بعض متنه علی حدیث مالك بن اوس وقال الحافظ فی التقریب ابوالبختری عن رجل لعله مالك بن اوس اهـ وفی الشمائل ترك الواسطة فلیحرر وفی التهذیب کان کثیر الحدیث یرسل حدیثه ویروی عن الصحابة ولم یسمع من کثیر احد وفیه ایضًا انه عن عمرؓ مرسل .

[2] قصة اخرجها ابوداؤد وغیره مفصلاً بطرق .

تفصیل سے ذکر کیا اور تھوڑا سا ذکر کرنے کے بعد مالک بن اوسؓ کی حدیث پر جو ۶ پر آرہی ہے حوالہ کر دیا اس لئے کہ مالک بن اوسؓ کی روایت مشہور تھی، حدیث کی سب کتابوں میں کثرت سے ذکر کی گئی، بخاری شریف، مسلم شریف، اور خود ابوداؤد شریف میں مفصل مذکور تھی اس لئے ایک قصہ کو پورا کا پورا ہر جگہ ذکر کرنا تطویل کا سبب تھا، ابوداؤد شریف کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوالبختریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے اُن سے درخواست کی کہ یہ حدیث مجھے لکھ دیجئے تو وہ ایک نہایت پختہ تحریر لائے حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص غالباً مالک بن اوسؓ ہی ہیں، اس تحریر میں یہ لکھا تھا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ کے پاس اُس وقت حضرت طلحہؓ، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پہلے سے موجود تھے، وہ دونوں حضرات یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپس میں جھگڑ رہے تھے یعنی ایک دوسرے کو بدنظمی کا الزام دے رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلحہؓ وغیرہ چاروں حضرات کو مخاطب بنا کر یہ دریافت فرمایا، کیا تم لوگ یہ نہیں جانتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے مگر وہ مال جو وہ اپنے اہل وعیال کو کھلائے یا پہنائے اس لئے کہ ہم لوگوں کا (یعنی انبیاء علیہم السلام کا) کوئی وارث نہیں ہوتا، ان چاروں حضرات نے اقرار کیا کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس میں سے اپنی اہل وعیال پر خرچ کرتے رہے اور جو بچ جاتا تھا اس کو صدقہ کر دیتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے اور اپنی دو سالہ زندگی میں وہی عمل درآمد کرتے رہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، اس کے بعد امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ مالک بن اوسؓ کی حدیث کے قریب قریب آگے سارا قصہ ہے۔

---

④ حدثنا محمد بن المثنی حدثنا صفوان بن عیسٰی عن اسمامة بن

زید عن الزهری عن عروة عن عائشة اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَا لَ نُوْرَثُ مَا[1] تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم انبیاءؑ کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔

تشریح: یعنی صدقات کے مواقع میں خرچ کیا جاتا ہے۔

⑤ حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفيٰن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هريرة عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْسِمُ[2] وَرَثَتِیْ دِيْنَارًا[3] وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَةِ[4] عَامِلِیْ[5] فَهُوَ صَدَقَةٌ.

حل لغات: مُؤْنَة (ج) مُؤن بوجھ، خوراک (ف) نان ونفقہ برداشت کرنا، کھانے کا خرچ اٹھانا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی

---

[1] ما موصولة والعائد محذوف ای ما ترکناه وقوله فهو صدقة خبر والفاء لتضمن المبتدء معنی الشرط .ق

[2] بفتح التحتية والنفی بمعنی النهی ابلغ من النهی الصریح .ق

[3] التقیید بهما بناء علی الاغلب من المخلفات اولان مرجع الکل فی القسمة الیهما او المعنی ما یساوی قیمتهما فهو اولی مما قاله ابن حجر من ان التقیید بهما للتنبیه علی ان مافوقهما بذلك اولی قاله القاری ووافق المناوی ابن حجر .

[4] المؤنة الثقل فعولة من مانت القوم احتملت موئنتهم وفی الصحاح المؤنة تهمز ولا تهمز قال الفراء مفعلة من الاین وهو التعب والشدة وقیل مفعلة من الاون وهی الحرج والعدل لانها تثقل علی الانسان .ق

[5] عاملی هو الخلیفة بعده والقائم علی تلك الصدقة والناظر فیها وخادمه فی حوائطه ووکیله واجیره او کل عامل للمسلمین وکان علو السلام یاخذ من صفایاه نفقة اهله ثم ابوبکر ثم عمرؓ واستغنی عنه عثمانؓ بماله فاقطعها مروان وغیره من اقاربه فلم تزل فی ایدیهم حتی رده عمرؒ بن عبد العزیز .

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے ورثہ دینار اور درہم تقسیم نہ کریں، میرے ترکہ سے اہل وعیال کا نفقہ اور میرے عامل کا نفقہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔

تشریح: عامل سے مراد وہ شخص بھی بتلایا گیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفۂ وقت ہونے والا ہو، اور وہ بھی کہا گیا ہے جو زمینوں کی پیداوار جمع کر کے لانے والا ہو، یعنی ان زمینوں کا منتظم اور نگراں ہو، دونوں محتمل ہیں، کہ خلیفہ کی تنخواہ بھی بیت المال کے ذمہ ہے اور ہر وقت کے نگراں اور منتظم کو اس وقف سے حق الخدمت لینے کا حق ہے دینار و درہم کی تخصیص مقصود نہیں ہے تمثیل کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ یہ کہہ دیا جائے کہ روپیہ پیسہ تقسیم نہ کریں کہ اور چیزیں اولیٰ داخل ہو گئیں یا یہ کہا جائے کہ تقسیم ہمیشہ قیمت لگا کر ہوتی ہیں جو روپیہ پیسہ ہی کی طرف لوٹ آئے۔

---

⑥ حدثنا الحسن بن علی الخلال[1] حدثنا بشر بن عمر قال سمعت مالك بن انس عن الزهر عن مالك بن اوس بن الحدثان[2] قال دَخَلْتُ عَلٰى عُمَرَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَطَلْحَةُ وَسَعْدٌ وَجَاءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَانِ فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ اَنْشُدُكُمْ[3] بِالَّذِىْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنٰهُ صَدَقَةٌ فَقَالُوْا اَللّٰهُمَّ[4] نَعَمْ وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ.

ترجمہ: مالک بن اوسؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُن کے پاس عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور طلحہؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ بھی تشریف لائے (اُس کے تھوڑی دیر بعد) حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ جھگڑتے

---

[1] بفتح المعجمة وتشديد اللام الاولىٰ . [2] بمهملتين المفتوحتين فالمثلثة .
[3] بفتح الهمزة وضم المعجمة اى اسألكم او اقسم عليكم قاله القارى زاد المناوى من انشد وهو رفع الصوت .
[4] اللهم صدر الكلام به لتاكيد الحكم كما هو العرف وللاحتياط والتحرز عن الوقوع فى الغلط والميم فيه بدل حرف النداء والمقصود من النداء فى حقه سبحانه هو التضرع والتذلل لا حقيقة النداء فانه ليس ببعيد ولا بغائب قاله القارى .

ہوئے تشریف لائے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب حضرات کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اُس ذات پاک کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں کیا تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا علم ہے کہ ہم انبیاءؑ کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے اُن سب حضرات نے فرمایا کہ بے شک یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔

تشریح: یہ وہی قصہ ہے جس کی طرف ۳ پر ابوالبختری کی روایت میں بھی اشارہ گزر چکا ہے، قصہ طویل ہے اور حدیث کی تقریباً سب کتب میں مختصر یا مفصل نقل کیا گیا ہے بخاری شریف کی حدیث سے اس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اور توضیح کے طور پر فتح الباری وغیرہ سے دوسری روایات میں جو اضافے ہیں وہ بھی بقدر ضرورت ساتھ ہی ذکر کئے جارہے ہیں، مالک بن اوسؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں تھا، دن کچھ چڑھ گیا تھا کہ حضرت عمرؓ کا قاصد مجھے بلانے آیا، میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت عمرؓ ایک بوریے پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر کوئی اور کپڑا بھی بچھا ہوا نہ تھا، میں سلام کر کے بیٹھ گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کے کچھ ضرورت مند لوگ آئے تھے، میں نے اُن کو کچھ دینے کو کہہ دیا ہے تم اس کو لے جا کر ان پر تقسیم کردو میں نے عرض کیا کہ تقسیم کے لئے کسی اور کو تجویز فرمادیتے تو اچھا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم ہی تقسیم کردو، یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آپ کے خادم جن کا نام یرفا تھا حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوف زبیرؓ سعد بن ابی وقاص حاضری کی اجازت چاہتے ہیں، بعض روایات میں حضرت طلحہؓ کا بھی شمار ہے حضرت عمرؓ نے حاضری کی اجازت دے دی، یہ حضرات تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، تھوڑی دیر میں یرفا دوبارہ آئے اور عرض کیا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اجازت فرمادی وہ دونوں حضرات تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان میں فیصلہ کر دیجئے حضرت عباسؓ

نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم کے علاوہ اور بھی کچھ سخت لفظ کہے دونوں حضرات میں آپس میں سخت کلامی ہوگئی، حضرت عثمان وغیرہ حضرات جو پہلے سے بیٹھے تھے انہوں نے ان کی تائید اور سفارش کی کہ آپ ان کا فیصلہ ضرور کر دیجئے اور ایک دوسرے سے نجات دیجئے، مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے، مالک بن اوس کہتے ہیں کہ مجھے ان کی سفارش اور تائید کے انداز سے یہ خیال ہوا کہ ان دونوں حضرات نے ان سب حضرات کو اپنی تائید ہی کے لئے آگے بھیجا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو اس کے بعد اُس جماعت کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم کو اس پاک ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان زمین قائم ہیں کیا تم کو معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے، اس جماعت نے اقرار کیا کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا، اس کے بعد حضرت عمرؓ ان دونوں حضرات عباسؓ اور علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح ان سے بھی قسم دے کر دریافت فرمایا ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ غور سے سنو، اللہ جل شانہ نے یہ فئ کا مال (باغ وغیرہ) مخصوص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہ تھی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے لئے مخصوص نہیں فرمایا بلکہ تم لوگوں پر تقسیم فرمایا اور بہت تھوڑا سا حصہ زمین کا اپنے اور اپنے عیال کے گزران کے لئے رکھا اور اس میں بھی گھروں میں تھوڑا سا دینے کے بعد جو بچتا وہ اللہ کے راستہ میں خرچ فرما دیتے تھے، میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا ایسے ہی تھا یا نہیں، اول ان پانچوں حضرات کو قسم دے کر ان سے اس کی تصدیق کرائی اُس کے بعد ان دونوں حضرات سے قسم دے کر تصدیق کرائی، پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے اور انہوں نے اس سب پیداوار میں اسی طرز کو جاری رکھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا اور اللہ پاک کی قسم ابوبکرؓ اپنے اس رویہ میں نیکی پر تھے، راہِ راست پر تھے حق کا اتباع کرنے والے تھے، لیکن تم لوگوں

نے ان کو چناں چنیں سمجھا تم (حضرت عباسؓ) اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی میراث طلب کرنے آئے اور تم (حضرت علیؓ) اپنی بیوی کے حصہ کا مطالبہ کرنے آئے حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا سنایا تم نے ان کی بات کو صحیح نہ سمجھا اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی اور میں خلیفہ بنا اور اپنی خلافت کے ابتدائی دو سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ کے موافق اس میں عمل کرتا رہا اور اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے اس طرز میں سچا ہوں نیکی پر عمل کرنے والا ہوں حق کا اتباع کرنے والا ہوں، اس کے بعد تم دونوں میرے پاس آئے اور وہی ایک کلمہ ایک بات بھتیجے کی میراث کا مطالبہ اور بیوی کا حصہ میں نے تم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا سنا دیا اس کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ بطور تولیت کے تمہارے حوالہ کردوں تو میں نے تم سے عہد و پیمان لیا کہ تم اس میں اسی طرح عمل درآمد کرو گے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دو برس تک میں خود عمل کرتا رہا ہوں تم نے اس کو قبول کیا اور اس طرح میں نے اس کو تمہارے حوالہ کیا تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں نے اس طرح حوالہ نہیں کیا تھا اُس جماعت نے بھی اس کا اقرار کیا اور ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا اُس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب تم اس کے خلاف مجھ سے فیصلہ کرانا چاہتے ہو اس ذات کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں اس کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ کروں گا اگر تم اس کے انتظام سے عاجز ہو تو مجھے واپس کردو میں خود انتظام کرلوں گا، یہ ہے وہ طویل قصہ جس کی طرف امام ترمذیؒ نے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں طویل قصہ ہے، اس میں چند امور قابل لحاظ ہیں ۱؎ حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا اور دونوں حضرات میں سخت کلامی ہوئی یہ چیز بظاہر مستبعد معلوم ہوتی ہے مگر ایک تو حضرت عباسؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چچا ہیں اس حیثیت سے ان کو تنبیہ کا حق ہے، دوسرے جب وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ناحق پر سمجھ رہے ہیں جس کی

تفصیل آگے آرہی ہے تو ان کے فعل کو ظلم سمجھنا ہی چاہئے، ۲ یہ کہ جب حضرت عباسؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حدیث معلوم تھی جیسا کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے سوال پر اقرار کیا تو پھر کیوں تو حضرت ابوبکرؓ سے مطالبہ کیا اور کیوں حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ پہلے سے معلوم نہ تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے سے معلوم ہوئی تو پھر جب حضرت ابوبکرؓ اس حدیث کی وجہ سے انکار فرما چکے تھے تو پھر حضرت عمرؓ سے دوبارہ کیوں سوال کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تو یقیناً ان کو معلوم تھی مگر بظاہر اس حدیث کو وہ مخصوص سمجھتے تھے مثلاً درہم اور دینار ہی کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہوں جیسا کہ پہلے ایک حدیث میں ان دونوں کا ذکر آچکا ہے لیکن اور سب حضرات کے نزدیک سب چیزوں کو شامل ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں جو کچھ میں چھوڑوں وہ صدقہ ہے کا لفظ آیا ہے، اس صورت میں حضرت ابوبکرؓ سے اولاً سوال اپنے اس خیال کے موافق ہو کہ یہ حضرات اس کو خصوصیت پر سمجھتے تھے اور اس کے بعد دوبارہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ان سے سوال اس خیال سے ہو کہ شاید حضرت عمرؓ کی رائے ان دونوں حضرات کے موافق ہو یعنی حضرت عمرؓ بھی اس کو مخصوص خیال فرماتے ہوں لیکن مطالبہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کی رائے بھی وہی ہے جو اور سب حضرات کی ہے اور حدیث کے الفاظ کا ظاہر بھی یہی ہے کہ یہ ارشاد سب چیزوں کو شامل ہے کسی چیز کی تخصیص نہیں، یہاں ایک نہایت اہم اور ضروری چیز یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ جب حضرات شیخینؓ کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد کی وجہ سے میراث تقسیم کرنے سے معذور و مجبور تھے اور باوجود ان حضرات کے اصرار کے تقسیم نہ فرمایا وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان اکابر کی شان میں کسی قسم کا سوءظن کرنا کہ حبِّ مال کی وجہ سے بار بار اصرار کرتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صاف اور صریح ارشاد کے خلاف عمل چاہتے تھے انتہائی بے ادبی ہے، ان کا اصرار اس وجہ سے تھا کہ یہ حضرات اس کو ایک شرعی حق سمجھتے تھے اسی وجہ سے اپنی تحقیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مخالفت کرنے والوں پر انکار کرتے تھے

جس کو حضرت عمرؓ نے اپنے اس کلام سے ظاہر کیا کہ تم نے حضرت ابوبکرؓ کو چناں چنیں سمجھا، ۲ یہ کہ جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے انکار پر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا ان دونوں حضرات نے متفقہ طور پر اپنی ولایت میں لے لیا تھا تو اب آپس میں جھگڑا پیدا ہو جانے کی کیا وجہ ہے جس کی وجہ سے آپس میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اب تقسیم کی استدعاء کس وجہ سے تھی جب کہ پہلے ہی سے تقسیم کا انکار ہوتا چلا آیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز تو متحقق ہو گئی تھی کہ اس میں میراث جاری نہیں ہوتی اسی وجہ سے حضرات شیخینؓ نے انکار بھی کر دیا تھا اور ان حضرات نے قبول بھی کر لیا تھا اس کے باوجود پھر ان دونوں حضرات کا آپس میں تقسیم کے مطالبہ کی وجہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمائی تھی کہ کیفیت خرچ میں دونوں حضرات میں کثرت سے اختلاف ہوتا تھا، حضرت عباسؓ نہایت منتظم اور مدبر تھے، دور اندیش تھے وہ ہر مال کو نہایت احتیاط سے خرچ فرمانا چاہتے تھے اور ضرورت کے مواقع کے لئے پس انداز اور ذخیرہ فراہم رکھنا چاہتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت فیاض، سخی زاہد اور متوکل تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز کے موافق جو آیا فوراً تقسیم کرا دینا چاہتے تھے کہ ایک درم بھی باقی نہ بچے اس وجہ سے دونوں حضرات میں ہر وقت کشاکشی پیش آتی تھی، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دار قطنی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کا آپس کا اختلاف میراث کے بارے میں نہیں تھا، بلکہ تولیت اور مصارف کے بارے میں تھا کہ اس پیداوار کو کس طرح صرف کیا جائے، امام ابوداؤدؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کی درخواست یہ تھی کہ اس مال کو دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے نہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد اب میراث کا مطالبہ تھا، ۳ یہ کہ جب یہ حضرات تولیت علیحدہ کرنا چاہتے تھے میراث نہیں چاہتے تھے تو پھر حضرت عمرؓ کو کیا مانع تھا اس میں بظاہر کوئی اشکال نہ تھا کہ ہر ایک کا تولیت نامہ علیحدہ ہوتا وہ اپنی رائے سے اپنی پیداوار کو جلدی یا بدیر تقسیم کرتا اس کی وجہ علماء نے لکھی ہے کہ اس صورت میں بعد میں میراث بن جانے

کا احتمال تھا اور اس پر استدلال کی گنجائش ملتی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے پہلے فیصلہ سے رجوع کرلیا اس لئے کہ دونوں میں نصف نصف تقسیم ہی میراث کی تقسیم تھی کہ آدھا بیٹی کا حصہ اور آدھا عصبہ ہونے کی وجہ سے چچا کا، اس لئے اگر یہ فیصلہ حضرت عمرؓ منظور فرما لیتے تو بعد میں آنے والوں کو اس جائیداد کے میراث ہونے کے لئے حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ ہی دلیل اور حجت بن جاتا، ۵ یہ کہ ابتداءً ان حضرات اہل بیت کا خیال اگر چہ یہی تھا کہ یہ میراث ہے اور اسی لئے اس کا حضرات شیخینؓ سے مطالبہ ہوا مگر اخیر میں ان حضرات کی رائے بھی شیخینؓ کی رائے کے موافق ہوگئی تھی اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اس کو اسی طرح باقی رکھا ورنہ اگر وہ میراث سمجھتے تو اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کی تقسیم کر دیتے ابتداء میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی مشترک تولیت رہی، حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں حضرت عباسؓ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمائی، تنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبضہ میں رہی، پھر حضرت حسنؓ کے پھر حضرت حسینؓ کے پھر علی بن حسین کے (فتح الباری) یہ چند ضروری ابحاث مختصر طور پر اس قصہ کے متعلق ذکر کردی گئیں ہیں ان کے علاوہ اور بھی ابحاث اس میں ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔

---

⑦ حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفيٰن عن عاصم بن بَهْدَلة عن زرٍّ[1] بن حبيش عن عائشة قالت مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْناراً وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْراً قَالَ وَاَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ.

حل لغات: بَعِيْرٌ (ج) بُعْران (جج) اَبَاعِرُ چار سے نو سال تک کا اونٹ یا اونٹنی۔ اَشُكُّ (ن) شبہ کرنا، شک کرنا۔ عَبْدٌ (ج) عَبِيْدٌ ، عِبَادٌ غلام، بندہ (ن) بندگی کرنا، عبادت کرنا۔ اَمَة (ج) اِمَاءٌ آم، باندی، لونڈی، قرآن کریم میں

---

[1] بكسر الزاى وتشديد الراء وحبيش بضم الحاء المهملة تصغير حبش .

[2] اى زر الراوى عن عائشة على ما هو الظاهر كما قال به ميرك وجزم به ابن حجر ويحتمل ان يكون فاعله را وآخر دونه قال القارى شك الراوى فى ان عائشةؓ هل ذكرتهما ام لا والا ففى البخارى عن جويرية ولا عبدا ولا امة .

ہے وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ (تمہارے غلام اور باندیوں میں سے جو (اس نکاح کے) لائق ہو (اس کا نکاح کر دیا کرو)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا، نہ درہم، نہ بکری، نہ اونٹ، راوی کہتے ہیں کہ مجھے غلام اور باندی کے ذکر میں شک ہو گیا کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ نہ غلام، نہ باندی یا نہیں فرمایا۔

تشریح: کسی نقل کرنے والے کو اس روایت میں تردّد ہو گیا اس لئے انہوں نے اس پر متنبہ کر دیا، دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے کہ نہ غلام نہ باندی۔

باب ما جاء فی رؤیۃ[1] رسُوْل اللّٰہ صَلی اللّٰہ عَلیْہ وسَلم فی المنام

باب، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا تذکرہ

تشریح: خواب کی حقیقت کیا ہے اور یہ واقعی چیز ہے یا مجرد خیالات ہیں، طویل بحثیں ہیں جو اس جگہ کے مناسب نہیں ہیں، مثلاً اطباء کا خیال ہے کہ آدمی کے

---

[1] اختلفوا فی ان الرؤیۃ والرؤیا متحدتان او مختلفتان والاظہر ان الاولی اعم ولذا قیدہا المصنف بالمنام وقال صاحب الکشاف الرؤیا بمعنی الرؤیۃ الا انہا مختصۃ بما کان منہا فی المنام وقال الواحدی الرؤیا مصدر کالبشری والسقیا الا انہ لما صار اسما لہذا المتخیل فی المنام جری مجری الاسماء قال المناوی اختلفوا فی الرؤیا وطال خبطہم فللاطباء والحکماء والمنجمین والمعتزلۃ فیہ کلام کلہ رجم بالغیب فالطبیعیون جعلوہا لغلبۃ الاخلاط وکثیر من الحکماء ذکروا ان الصور منقوشۃ فی ظل العرش فعند زوال الحجب الظلمانیۃ تنتقش الصور الغیبیۃ فی غیب النفس ومال الیہ ابن عربی وزعم متقدموا المعتزلۃ انہا تخیلات لا حقیقۃ لہا والقاضی ابوبکر انہا خواطر واعتقادات وقال القاری حقق البیضاوی فی تفسیرہ انہا انطباع الصورۃ المنحدرۃ من افق المتخیلۃ الی الحس المشترک والصادقۃ ہہنا انما تکون باتصال النفس بالملکوت لما بینہما من المناسبۃ عند فراغہا عن تدبیر البدن ثم المتحلۃ تحاکیہ بصورۃ تناسبہ فترسلہا الی الحس المشترک فتصیر مشاہدۃ ثم ان کانت شدیدۃ المناسبۃ لذلک المعنی بحیث لا یکون التفاوت الا بالکلیۃ والجزئیۃ استغنت الرؤیا عن التعبیر والا احتاجت الیہ وقال المازری مذہب اہل السنۃ ان حقیقۃ الرؤیا خلق اللّٰہ تعالی فی قلب النائم اعتقادات کخلقہا فی قلب الیقظان وہو سبحانہ وتعالی یفعل ما یشاء وخلقہا علم علی امور اخر یلحقہا فی ثانی الحال کالغیم علما علی المطر اہ وبسط شیء من ذلک فی ہامش الکوکب الدری .

مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے اُس کے مناسبات خیال میں آتے ہیں جیسے کسی کا مزاج بلغمی ہو تو پانی اور اُس کے متعلقات دریا سمندر پانی میں تیرنا وغیرہ دیکھے گا اور جس کے اندر صفراء کا غلبہ ہو وہ آگ اور اس کے متعلقات دیکھے گا، یا ہوا میں اُڑنا وغیرہ اسی طرح دوسرے اخلاط دم اور سوداء کا حال ہے فلاسفہ کے نزدیک جو واقعات عالم میں رونما ہوتے ہیں ان کی صورت مثالیہ فوٹو کی طرح سے عالم بالا میں منقوش ہے اس لئے نفس کے سامنے ان میں سے کوئی چیز آتی ہے تو اس کا انعکاس ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اقوال مختلفہ ہیں، اہل سنت کے نزدیک یہ تصورات ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہ بندہ کے دل میں پیدا کرتے ہیں جو کبھی بواسطہ فرشتے کے پیدا کئے جاتے ہیں اور کبھی شیطان کے ذریعہ سے علماء نے لکھا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو اس فرشتہ کے تصرف سے ہوتا ہے جو اُس پر مقرر ہے یہ حق ہوتا ہے اور دوسرا شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ شیطان اپنے تصرف سے کچھ مثالیں اور تصویریں دکھاتا ہے، تیسرے نفسانی خطرات بھی اس کا سبب ہوتے ہیں کہ جس قسم کے خیالات جاگتے ہوئے آتے ہیں وہی سوتے ہوئے دل میں گزرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، ابوداؤد شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ذکر کیا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے، ایک رویا صالحہ یعنی مبارک خواب، یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے، دوسرا ڈراؤنی خواب جو شیطان کی طرف سے رنج پہنچانا ہوتا ہے، تیسرا وہ خواب جو آدمی کے اپنے خیالات اور وساوس ہوتے ہیں، علماء تعبیر نے لکھا ہے کہ جو فرشتہ خواب دکھانے پر متعین ہے اس کا نام صدیقون ہے جو مثالوں سے آدمیوں کو خواب کی شکل میں سمجھاتا ہے، یہ عام خواب کے متعلق ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اگر خواب میں ہو تو وہ تصرفاتِ شیطانی سے خالی ہوتی ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد متعدد احادیث میں آرہا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اُس نے حقیقتاً مجھ ہی کو خواب میں دیکھا اس لئے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ میری صورت بنالے اس کے باوجود اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں

زیارت ایسی طرح کرے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شان کے مناسب نہیں ہے، مثلاً جو حلیہ شریف آپ کا شروع کتاب میں گزرا ہے اُس کے خلاف دکھے یا کوئی اور ایسی بات دیکھے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری یا پریشانی وغیرہ کو ظاہر کرے یا کسی ایسے کام کا حکم کرتے یا منع کرتے ہوئے دیکھے جو خلاف شرع ہو، یا شان نبوی کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کی غلطی کوتاہی اور قصور کی بناء پر ہوتا ہے اس کو شراح و مشائخ آئینہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں کہ ایک شئے کو اگر سرخ آئینہ میں دیکھو تو سرخ نظر آتی ہے اور سبز میں سبز ایسے ہی سیاہ سفید اور لمبی چوڑی، غرض مختلف الانواع نظر آتی ہے، اسی طرح خواب میں ذات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نظر آتی ہے لیکن اُس ذات اقدس کے ساتھ جو احوال اور اوصاف نظر آتے ہیں وہ خواب دیکھنے والے کے تخیل اور ادراک کا اثر ہے کہ جس قسم کے احوال دیکھنے والے کے ہوں گے ویسے ہی صفات کے ساتھ زیارت نصیب ہوگی، مثلاً بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دنیا کمانے کی ترغیب دے رہے ہیں تو اس میں دیکھنے والے کی ظلمت کا شمول ہے کہ وہ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب میں بلا ارادہ مبتلا ہے، مصنفؒ نے اس باب میں سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

① حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبدالرحمٰن بن مهدی حدثنا سفیٰن عن ابی اسحٰق عن ابی الاحوص عن عبداللّٰه عن النبی صلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَانِیْ فِی الْمَنَامِ[1] فَقَدْ رَانِیْ[2] فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ[3] بِیْ.

---

[1] قال المناوی ای فی حال المنام وقول العصام فی وقت النوم فیه نظر اھ، وفی البذل عن فتح الودود وقیل هذا مختص بصورته المعهودة فیعرض علی الشمائل الشریفة المعلومة فان طابقت الصورة المرئیة تلك الشمائل فهی رؤیا حق والا فاللّٰه اعلم بذلك وقیل بل فی ای صورة کانت وقد رجحه کثیر بان الاختلاف انما یحثی من احوال الرائی کذا فی هامش الکوکب.

[2] فقد رآنی استشکل فی الحدیث بان الشرط والجزاء متحدان واجیب بان اتحادهما دال علی التناهی فی المبالغة ای فقد رأی حقیقتی علی کمالها لا شبهة ولا ارتیاب.

[3] قال بعض شراح المصابیح ومثله فی ذلك جمیع الانبیاء والملٰئکة انتهی وماذکره احتمال جزم به البغوی فی شرح التنبیه وقال وکذلك حکم القمرین والنجوم والسحاب الذی ینزل فیه الغیث لا یتمثل الشیطان لشیء منها.

حل لغات: رَاٰنِیْ فعل ماضی معروف (ف) مص رَاْیًا ، رُؤْیَۃً دیکھنا، ظاہر آنکھ سے دیکھنا، یا دل کی آنکھ سے دیکھنا، یعنی بصارت یا بصیرت سے دیکھنا۔ اَلْمَنَامُ (ج) مَنَامَات نیند، خواب، سونے کی جگہ (ن) مص نَوْمًا سونا۔ یَتَمَثَّلُ (تفعل) مشابہت اختیار کرنا، مماثلت اختیار کرنا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقتاً مجھی کو دیکھا ہے اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

---

④ حدثنا محمد بن بشار ومحمد بن المثنی قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن ابی حصین[1] عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَصَوَّرُ اَوْقَالَ لَا یَتَشَبَّهُ بِیْ.

حل لغات: یَتَصَوَّرُ (تفعل) شکل وصورت میں مشابہت اختیار کرنا۔ یَتَشَبَّهُ (تفعل) شباہت اختیار کرنا، کسی کا ہم شکل بننا۔

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھا ہے اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

تشریح: حق تعالیٰ جل شانہ نے جیسا کہ عالم حیات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا ایسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ کی صورت بنا سکے، یہ امر طے شدہ ہے اس کے بعد یہ بحث ہے کہ حضور اقدسؐ کی ذات مبارک بعینہٖ نظر آتی

---

[1] ابی حصین بفتح حاء مهملة اول الحروف ثم صاد مهملة مكسورة قال المناوی وتبعه البيجوری هو احمد بن عبد الله بن يونس التميمی اهـ، وليس بصواب عندی بل الظاهر انه عثمان بن عاصم الاسدی فان احمد من العاشرة كيف يروی عن الصحابی .

ہے یعنی یہ کہ دیکھنے والے میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذات اقدس اپنی جگہ پر کر لے یا صورت مثالی کی زیارت ہوتی ہے جیسے کوئی شخص آڑ میں بیٹھ کر اپنے سامنے ذرا فصل سے ایک بڑا آئینہ رکھ لے اور دوسرا شخص جو اس آڑ کے پیچھے ہے جو اُس آئینہ کو دیکھے تو اس آئینہ میں اس بیٹھنے والے شخص کی مثال ہوگی بعینہٖ اس کی ذات آئینہ میں نہیں آرہی ہے، صوفیہ کا قول ہے کہ دونوں طرح زیارت ہوتی ہے بعض لوگوں کو بعینہٖ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے اور بعض کو آئینہ کی طرح مثال کی یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ دوسرے لوگوں کی صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے کہ گویا وہ آئینہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا۔

---

(۴) حدثنا قتيبة حدثنا خلف بن خليفة عن ابى مالك الا شجعى عن ابيه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَانِىْ فِى الْمَنَامِ فَقَدْ رَانِىْ قال ابو عيسٰى وابومالك هٰذا هو سعد بن طارق بن اشيم و طارقؔ بن اشيمؔ هو من اصحاب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وقدروى عن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم احاديث وسمعتؔ على بن حجر يقول قال خلف بن خليفة رايت عمروؔ بن حريث صاحب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم

ؔ۱ وطارق ای والدابی مالك صحابی قدر روی عنه صلی اللّٰه علیه وسلم غیر هذا الحدیث فثبت صحبتهٗ.

ؔ۲ بهمزة مفتوحة فمعجمة ساكنة فتحتية مفتوحة .ق

ؔ۳ ذكره المصنف استطراداً ولما انه ان ثبت فيحصل للمصنف علو الاسناد فان بين المصنف وبين النبى صلى اللّٰه عليه وسلم على هذا ثلثة على وخلف وعمر والا انهم اختلفوا فى سماع خلف عن عمرو كما سياتى .

ؔ۴ اختلف فى سماع خلف عن عمرو قال الحافظ فى تهذيبه قال عبد اللّٰه بن احمد بن حنبل سمعت ابى يقول قال رجل لسفيان بن عيينة يا ابا محمد عندنا رجل يقال له خلف بن خليفة يزعم انه رأى عمرو بن حريث فقال كذب لعله رأى جعفر بن عمرو بن حريث وقال ابو الحسن الميمونى سمعت ابا عبد اللّٰه يسأل هل رأى خلف عمرًا قال لا ولكنه عندى شبه.عليه هذا ابن عيينة وشعبة والحجاج لم يروا عمرو بن حريث ويراه خلف.هذا وقد روى عن خلف بن خليفة فرض لى عمر بن عبد العزيز وانا ابن ثمان سنين وعلى هذا فيكون مولده ۹۱ ، او ۹۲ لان ولاية عمرؔ كانت ۹۹ فيبعد ادراكه لعمرو بن حريث بعدًا بينا فان عمرًا توفى ۸۵هـ قال الحافظ فى التقريب فى ترجمة خلف ادعى انه رأى عمرو ابن حريث الصحابى فانكر عليه ذلك ابن عيينة واحمد . اهـ

وانا غلام صغير.

ترجمہ: طارق بن اشیم سے بھی یہ ارشاد نبوی منقول ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے حقیقتاً مجھ کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا

تشریح: ان رویات پر یہ اشکال کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی وقت میں مختلف شہروں میں مختلف ملکوں میں مختلف لوگ زیارت کرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت کہا کہاں تشریف لے جاسکتے ہیں کچھ وقعت نہیں رکھتا اس لئے کہ مختلف لوگوں کی زیارت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب جگہ تشریف لے جائیں بلکہ ایک ہی جگہ سے سب کو زیارت ہوسکتی ہے کہ آفتاب اپنی جگہ قائم ہے اور مختلف لوگ دور دور کے شہروں سے اس کو دیکھتے ہیں اور پھر جس قسم کی عینک سبز سرخ سیاہ لگا کر دیکھیں گے آفتاب ویسا ہی نظر آئے گا حالانکہ آفتاب ایک ہی صورت پر ہے۔

④ حدثنا قتيبة هو ابن سعيد حدثنا عبدالواحد بن زياد عن عاصم بن كليب حدثني ابي انه سمع ابا هريرة يقول قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَانِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَانِيْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَمَثَّلُنِيْ قَالَ اَبِيْ فَحَدَّثْتُ بِهٖ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ قَدْ رَاَيْتُهٗ فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقُلْتُ شَبَّهْتُهٗ بِهٖ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ[2] اِنَّهٗ كَانَ يُشْبِهُهٗ.

حل لغات: شَبَّهْتُ (تفعیل) تشبیہ دینا، مثال دینا، کسی کے مشابہ قرار

[1] لانه تعالیٰ وان امکنه فی التصور بای صورة اراد لم یمکنه من التصور بصورته صلی اللّٰه علیه وسلم قال المناوی حکی عن البارزی والیافعی والحیلی والشاذلی والمرسی وعلی وفا والقطب القسطلانی وغیرهم انهم رأوه صلی اللّٰه علیه وسلم یقظة قال ابن ابی جمرة ومنکر ذلك ان کان ممن یکذب بکرامات الاولیاء فلا کلام معه والا فهذه منها اذ یکشف لهم بخرق العادة علی اشیاء فی العالم العلوی والسفلی . اهـ

[2] قال القاری ای الحسن کان یشبه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وعکسه المناوی فقال ای النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یشبه الحسن وکل منهما رجح مختاره وتعقب عکسه والا وجه عندی ما قال القاری .

دینا۔ یُشْبِهُ (افعال) مانند ہونا، مشابہ ہونا، کسی کے مثل ہونا۔

ترجمہ: کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک سنایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھے وہ حقیقتاً مجھ ہی کو خواب میں دیکھتا ہے اس لئے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا، کلیبؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارت اقدس میسر ہوئی اس وقت مجھے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال آیا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے اس خواب کی صورت کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت کے بہت مشابہ پایا، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تصدیق فرمائی کہ واقعی حسنؓ آپؐ کے بہت مشابہ تھے۔

تشریح: بعض روایات میں آیا ہے کہ سینہ اور اس کے اوپر کا حصہ بدن کا تو حضرت حسنؓ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا اور بدن کا نیچے کا حصہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھا۔

---

⑤ حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابن ابی عدی ومحمد بن جعفر قالا حدثنا عوف بن ابی جمیلة عن یزید الفارسی وکانّ[1] یکتب المصاحف قال رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَتَشَبَّهَ بِیْ فَمَنْ رَاٰنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَاٰنِیْ هَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَنْعَتَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ فِی النَّوْمِ قَالَ نَعَمْ اَنْعَتُ لَكَ رَجُلًا[2] بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ

---

[1] وکان یکتب المصاحف اشارة الی برکة عمله وشرفه فلذا رأی هذه الرؤیا العظیمة .

[2] رجلا ای هو رجل بین الرجلین ای بین کثیر اللحم وقلیله او بین البائن والقصیر والمعنی انه متوسط بینهما والظرف خبر مقدم لقوله جسمه ولحمه او هو فاعل الظرف قاله القاری وکذا قال المناوی ان جسمه مبتدأ موخر وبین رجلین خبره او هو فاعل الظرف .

جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ اَسْمَرُ اِلَى الْبَيَاضِ اَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ حَسَنُ الضَّحِكِ جَمِيلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مَا بَيْنَ[1] هٰذِهِ اِلٰى هٰذِهِ قَدْ مَلَأَتْ نَحْرَهُ قَالَ عَوْفٌ وَلَا اَدْرِيْ مَا كَانَ مَعَ هٰذَا النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَاَيْتَهُ فِي الْيَقْظَةِ مَااسْتَطَعْتَ اَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هٰذَا قال ابو عيسىٰ ويزيد الفارسي[2] هو يزيد بن هرمزٌ[3] وهو اقدم من يزيد الرقاشي وروى يزيد الفارسي عن ابن عباس رضى الله عنهما احاديث ويزيد الرقاشي لم يدرك ابن عباسؓ وهو يزيد بن ابان الرقاشي وهو يروى عن انس بن مالك ويزيد الفارسي ويزيد الرقاشي كلاهما من اهل البصرة وعوفٌ[5] بن ابى جميلة هو عوف الاعرابى حدثنا ابو داؤد سليمان بن سلم البلخى حدثنا النضر بن شميل قال قال عوف الاعرابي انا اكبر[6] من قتادة.

حل لغات: اَسْمَرُ (ج) سُمْرٌ صیغۂ صفت، گندم گوں، گندمی رنگ والا (س) گندمی رنگ کا ہونا۔ اَكْحَلُ صیغۂ صفت، سرگیں (ن، ف) آنکھوں میں سرمہ

---

[1] قال القارى اى من الاذن الى الاذن الاخرى اشارة الى عرضها .

[2] قال القارى فيه اشعار بانه ذكر نعوتا اخر وانه نسيها وهذا هو الظاهر المتبادر كما لا يخفى ثم رأيت شارحًا صرح به حيث قال وعن بعضهم ان ما استفهامية بان قال الراوى شيئا آخر فنسيه عوف فقال على طريق الاستفهام ولا ادرى ماكان الخ قلت وهو اوجه مما قال المناوى ولفظه اى لا اعلم الذى وجد من صفاته فى الخارج مع هذا النعت هل هو مطابق اولا . اهـ

[3] قال ابو عيسٰى الخ غرض المصنف بيان ان مسمى يزيد رجلان متقاربا العصر فهذا الذى رآه عليه السلام فى المنام هو يزيد بن هرمز رأى ابن عباس وروى عنه ويزيد الآخر الرقاشى لم يدرك ابن عباس ثم كون يزيد الرقاشى غير يزيد بن هرمز لاغبار عليه واما كون يزيد الفارسى هو ابن هرمز كما جزم به المصنف مختلف فيه عند اهل الرجال قال الحافظ فى ترجمة ابن هرمز قال ابن ابى حاتم اختلفوا هل هو يزيد الفارسى او غيره فقال ابن مهدى واحمد هو ابن هرمز واتكر يحيى القطان ان يكونا واحدًا وسمعت ابى يقول يزيد بن هرمز هذا ليس يزيد الفارسى اهـ، ثم ترجم الحافظ ليزيد الفارسى مستقلا وقال فيه بعضهم انه هو يزيد بن هرمز الصحيح انه غيره .

[4] بضم الهاء والميم ممنوع من الصرف .

[5] هذا كلام مستانف يعنى عوف الراوى عن يزيد هو عوف الاعرابى نبه بذلك لشهرته به قال الحافظ فى تهذيبه عوف بن ابى جميلة المعروف بالاعرابى .

[6] انا اكبر من قتادة لعل غرض المصنف بذكر هذا القول ان رواية قتادة عن ابن عباس معروفة ولما كان عوف اكبر منه فروايته عن الراوى عن ابن عباس غير مستبعد .

لگانا۔ دَوَائِرُ ، دَائِرَة کی جمع ہے جو اسم فاعل مؤنث ہے، گول (ن) گھومنا، چکر لگانا۔ مَلَأَتْ (ف) بھرنا، پُر کرنا، پُر ہونا۔ لِحْيَة (ج) لِحًى ، لُحًى ڈاڑھی، ریش۔ نَحْرٌ (ج) نُحُوْرٌ سینے کا بالائی حصہ (ف) سینہ پر مارنا، نحر کرنا۔ يَقْظَة بیداری (س، تفعل) جاگنا، بیدار ہونا، چوکنا رہنا۔

ترجمہ: یزید فارسی کلام اللہ شریف لکھا کرتے تھے ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت ابن عباسؓ اُس وقت حیات تھے ان سے خواب عرض کیا انہوں نے اول ارشاد نبویؐ سنایا کہ جو مجھے خواب میں دیکھتا ہے وہ حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھتا ہے اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، یہ ارشاد سنا کر پوچھا کیا خواب کی دیکھی ہوئی صورت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو، میں نے عرض کیا کہ آپؐ کا بدن اور آپؐ کا قامت دونوں چیزیں معتدل اور درمیانی (یعنی جسم مبارک نہ زیادہ موٹا نہ زیادہ دبلا ایسے ہی قد نہ زیادہ لمبا نہ زیادہ پستہ بلکہ معتدل) آپؐ کا رنگ گندمی مائل بسفیدی، آنکھیں سرگیں، خندہ دہن، خوبصورت گول چہرہ، ڈاڑھی نہایت گنجان جو پورے چہرۂ انور کا احاطہ کئے ہوئے تھی اور سینہ کے ابتدائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھی، عوف جو اس روایت کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میرے استاد یزید نے جو اس خواب کے دیکھنے والے ہیں ان مذکورہ صفات کے ساتھ اور کیا کیا صفتیں بیان فرمائی تھیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم حیات میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ اقدس نہ بتا سکتے گویا بالکل ہی صحیح حلیہ بیان کر دیا۔

تشریح: چنانچہ اس کتاب شمائل کے سب سے پہلے باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک نقل کیا گیا ہے وہ ان ہی صفات کے ساتھ ذکر کیا گیا جیسا کہ مفصل گزر چکا۔

---

⑥ حدثنا عبداللّٰه بن ابی زیاد حدثنا یعقوب بن ابراهیم بن سعد

حدثنا ابن اخیؔ ابن شهاب الزهری عن عمہؔ قال قال ابوسلمة قال ابوقتادة قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَانِیْ يَعْنِیؔ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَأَیٰؔ الْحَقَّ.

ترجمہ: ابوقتادہؓ سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی امر دیکھا۔

تشریح: یعنی حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھا یہ نہیں کہ شیطان کسی اور چیز کو دکھائے اور مجھے بتائے بعض علماء نے اسکا مطلب لکھا ہے کہ یہ سچا خواب ہے خیالات کا مجموعہ نہیں ہے

⑦ حدثناؔ عبدالله بن عبدالرحمٰن حدثنا معلیٰؔ بن اسد حدثنا عبدالعزیز بن المختار حدثنا ثابت عن انس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَانِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَانِیْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَخَيَّلُؔ بِیْ

۱ فان الزهری هو محمد بن مسلم وابن اخیه هذا هو محمد بن عبد الله بن مسلم فالابن الاول مرفوع والابن الثانی مجرور .

۲ وهو محمد ابن مسلم المعروف بابن شهاب الزهری .

۳ تفسیر من احد الرواة ولعل الراوی نسی لفظ الشیخ فزاد لفظ یعنی کما هو المعروف عند المحدثین .

۴ ای الرؤیة المتحققة الصحیحة ای الثابتة لا اضغاث فیها ولا احلام ذکره الکرمانی وقال المناوی ای رأی الامر الثابت لا الموهوم فهو معنی رآنی والحق مفعول به وفی نسخة رآنی الحق وعلیه فالحق مفعول مطلق .

۵ ایراد المصنف هذا الاثر والذی بعده مع عدم ملایمتهما لعنوان الباب بمنزلة الوصیة منه رحمه الله بالاحتیاط فی الاخذ واعتبار من یوخذ عنه ولذا التزم اکثر المحدثین بیان تراجمهم فی اول مؤلفاتهم اواواخرها واتباعا لصنیعهم ذکرت اسماء مشائخی ههنا اولاً لکن لما ذکرت ذلك بشئ من التفصیل فی مقدمة اوجز المسالك حذفتها فی النظر الثانی من ههنا من اراد الاطلاع فعلیه بمقدمة الاوجز .

۶ بضم ففتح فمشددة مفتوحة .ق

۷ قال المناوی ای لایمکنه ان یظهر لاحد بصورتی فمعنی التخیل یقرب من معنی التصور وقال القاری ای فلا تکون رویای عن اضغاث .

قَالَ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ.

حل لغات: يَتَخَيَّلُ (تفعل) خیال باندھنا، وہم باندھنا، تصور کرنا۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اُس نے حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مؤمن کا (وہ خواب جو فرشتہ کے اثر سے ہوتا ہے) نبوت کے چھیالیس جزو میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔

تشریح: علماء نے اس کے مطلب میں مختلف عنوانات اختیار فرمائے ہیں، بالخصوص حافظ حدیث ابن حجرؒ نے شرح بخاری میں بہت تفصیل سے اس کے متعلق علماء کے اقوال کو ذکر کیا ہے، اور صاحب تبریز نے بھی بہت زیادہ تفصیل اس کی ذکر کی ہے، لیکن ملا علی قاریؒ وغیرہ حضرات نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ چونکہ اس کو علم نبوت کا ایک جزو فرمایا ہے اور علوم نبوی انبیاءؑ ہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اس لئے اس کو بھی انبیاءؑ ہی کے ساتھ مخصوص سمجھنا چاہئے، مجملاً اتنا معلوم ہونا کافی ہے کہ مبارک اور اچھے خواب ایک بڑی بشارت ہے جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے اتنا ہی اس کی شرافت اور عظمت و برکت کے لئے کافی ہے باقی نبوت کے چھیالیس جزو نبی ہی صحیح طور پر معلوم کر سکتے ہیں، اس لئے وہی اس جزو کو صحیح طور پر سمجھ سکے ہیں کہ یہ چھیالیسواں جزو کیسے ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں دیکھنے کا ذکر ختم ہو چکا، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو دو اثروں پر ختم کیا ہے، جو حقیقت میں دو نصیحتیں ہیں اور مہتم بالشان تنبیہیں ہیں، اول یہ کہ کسی چیز پر حکم لگانا اٹکل سے نہیں ہونا چاہئے بلکہ دین کا مدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر ہے لہٰذا ہر فیصلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہئے، دوسرے یہ کہ ہر کس و ناکس کی بات نہ سننی چاہئے بلکہ دیندار شخص کی بات ماننا چاہئے، بے دین قابل اتباع نہیں ہے درحقیقت ہر دو نصیحتیں اہم ہیں۔

① حدثنا محمّد بن علی قال سمعت ابی یقول قال عبداللّٰہ ابن المبارك اِذَا ابْتُلِیْتَ[1] بالْقَضَاءِ فَعَلَیْكَ[2] بالْاَثَرِ.

حل لغات: اِبْتَلَیْتَ (افتعال) مبتلا ہونا، سابقہ پڑنا، پیش آنا۔ اَثَرٌ (ج) آثار منقولات، ماثورات، احادیث شریفہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

ترجمہ: عبداللہ بن مبارکؒ بڑے ائمہ حدیث میں سے ہیں، فقہاء اور صوفیہ میں بھی ان کا شمار ہے بڑے شیخ عابد زاہد تھے اور حدیث کے حافظوں میں گنے جاتے ہیں تاریخ کی کتابوں میں بڑے فضائل ان کے لکھے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی قاضی اور فیصل کنندہ بننے کی نوبت آئے تو منقولات کا اتباع کیجئے۔

تشریح: مقصود یہ کہ خودرائی اور اپنی عقل پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اکابر کے کلام احادیث اور اقوال صحابہؓ کا اتباع کرنا چاہئے، یہ امام ابن مبارکؒ کی نصیحت ہے جو عام ہے ہر فیصلہ کے متعلق یہی بات ہے خواہ وہ فیصلہ قضا کے قبیلہ سے ہو یا کوئی اور فیصلہ ہو، جیسا کہ ابھی گزرا امام ترمذیؒ نے ان کا یہ ارشاد نصیحت عامہ کے قبیلہ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ عام شراح شمائل کی رائے ہے، بندہ کے نزدیک اس باب سے بھی اس کو ایک خاص مناسبت ہوسکتی ہے وہ یہ کہ خواب کی تعبیر بھی ایک فیصلہ ہے اس لئے اس میں بھی اپنی رائے سے غتر بود نہ کرنا چاہئے بلکہ اسلاف کی تعبیروں کو دیکھنا چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ سے بکثرت خوابوں کی تعبیر نقل کی گئی ہیں فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والا شخص ضروری ہے کہ سمجھ دار متقی پرہیزگار کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا واقف ہو، عرب کے لغات اور زبان زد مثالوں کو جانتا ہو وغیرہ وغیرہ بہت سے شرائط اور آداب علم تعبیر کی کتابوں میں لکھی ہیں۔

② حدثنا محمد بن علی حدثنا النضر اخبرنا ابن عوف عن ابن

---

[1] بصیغة المجهول والخطاب عام وعده بلية لشدة خطره ولذا احتنب عنه ابو حنيفة وسائر الاتقياء . ق

[2] اسم فعل بمعنى الزم ويزاد الباء فی معموله كثيرًا لضعفه فی العمل .

سیرین قال هٰذَا الْحَدِیْثُ دِیْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ[۲]

ترجمہ: ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ علم حدیث (اور ایسے ہی اور دینی علوم سب) دین میں داخل ہیں لہٰذا علم حاصل کرنے سے قبل یہ دیکھو کہ اس دین کو کس شخص سے حاصل کررہے ہیں۔

تشریح: ابن سیرینؒ بھی اپنے وقت کے امام اور مشہور بڑے تابعی ہیں بہت سے صحابۂ کرام سے علوم حاصل کئے فن تعبیر کے بھی امام ہیں خواب کی تعبیر میں ان کے ارشادات حجت ہیں ان کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ جس سے دین حاصل کرو اس کی دیانت تقوی مذہب مسلک اچھی طرح تحقیق کرلو، ایسا نہ کرو کہ ہر شخص کے کہنے پر عمل کر لو خواہ وہ کیسا ہی بے دین ہو، اس لئے کہ اُس کی بد دینی اثر کئے بغیر نہیں رہے گی، بعض روایات میں خود نبی کریمؐ سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے یہ نصیحت عامہ ہے جیسا کہ پہلے نمبر پر گزر چکا ہے اور اس باب کے ساتھ بھی مناسبت ہوسکتی ہے کہ علم تعبیر بھی

---

[۱] وهذا الاثر اخرجه صاحب المشكوٰة برواية مسلم وقال صاحب التنقيح اخرجه مرفوعًا الحاكم فى تاريخه وابن عدى فى الكامل عن انس وابونصر السجزى فى الابانة وقال غريب عن ابى هريرة لكن فى اسناد المرفوع ضعف والصحيح انه قول ابن سيرين اهـ، وقال المناوى روى الخطيب وغيره عن الحبر لاتاخذوا الحديث الا عمن تجيزون شهادته اهـ، ورقم عليه فى الجامع الصغير بالضعف.

[۲] قال ميرك وقع فى اكثر الروايات بلفظ ان هذا العلم دين كما رواه مسلم وغيره قال القارى وفى رواية الديلمى عن ابن عمرؓ مرفوعًا بلفظ العلم دين والصلوٰة دين فانظروا عمن تاخذون هذا العلم وكيف تصلون هذه الصلوٰة فانكم تسألون يوم القيمة قال الطيبى التعريف فيه للعهد وهو ماجاء به الرسول صلى الله عليه وسلم من الكتاب والسنة وهما اصول الدين والمراد بالماخوذ منه العدول الثقات المتقنون اهـ، هذا وانا معترف بان مشائخى كلهم ثقات عدول كما ذكرت شيئًا من مآثرهم فى مقدمة الاوجز فانا افتخر بحمد الله تعالى بمشائخى العظام واقول مفتخرًا

اولئك اشياخى فجئنى بمثلهم اذا جمعتنا ياجرير المجامع

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحيم، الثامن من اخرى الجمادين ٤٤هـ الجمعة هذا اوان الفراغ من ابتداء تاليفى لهذه التعليقات ثم كررت النظر عليها فى سنة ستين بعد الف وثلثمائة واضفت بعض الحواشى ووقع الفراغ عنها ليلة الاثنين الرابع والعشرين من ذى الحجة جعله الله تعالى خالصا لوجهه الكريم فانه بر جواد غفور رحيم.

ایک اہم علم ہے جب کہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے تو اس کی تعبیر جتنی بھی مہتم بالشان ہو ظاہر ہے اس لئے بغور دیکھا کرو کہ کس سے تعبیر لے رہے ہو وہ اس کا اہل ہے یا نہیں اس مناسبت سے گویا امام ترمذیؒ نے اس کو ذکر کیا لیکن ابن سیرینؒ کا کلام اور احادیث کا مضمون خواب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر علم کو شامل ہے اور جتنا مہتم بالشان علم ہوگا اتنے ہی زیادہ واقف سے معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی، اس ہمارے زمانہ میں جو قیامت کے بہت ہی قریب ہے ایک یہ بھی سخت مضرت کی بات ہو گئی ہے کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی جاہل کتنا ہی بد دین ہو تھوڑی سی صفائی تقریر و تحریر سے علامہ اور مولانا بن جاتا ہے اور رنگین کپڑوں سے صوفی اور مقتدا بن جاتا ہے عام لوگ ابتداءً ایک عام غلط فہمی کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پھر اپنی ناواقفیت سے ان کا شکار بن جاتے ہیں وہ غلط فہمی یہ ہے کہ عامۂ قلوب میں یہ سما گیا ہے کہ انظروا الی ما قال ولا تنظروا الی من قال (آدمی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا کہا یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ کس نے کہا) حالانکہ یہ مضمون فی نفسہ اگر چہ صحیح ہے لیکن اس شخص کے لئے ہے جو سمجھ سکتا ہو، کہ کیا کہا جو کہا وہ حق کہا یا باطل اور غلط کہا، لیکن جو لوگ اپنی ناواقفیت دینی کی وجہ سے کھرے کھوٹے صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکتے ہوں اُن کو ہر شخص کی بات سننا مناسب نہیں کہ اس کا نتیجہ مآل کار مضرت و نقصان ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دعوے دار اگر ولایت، امامت، نبوت، رسالت حتی کہ خدائی تک کا بھی نعوذ باللہ دعویٰ کرے تو ایک گروہ فوراً اُس کا تابع بن جاتا ہے۔

والی اللہ المشتکی وھو المستعان.

خاتمہ

الحمد للہ والمنۃ کہ ۸ر جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ شب جمعہ میں اس ترجمہ سے فراغت ہوئی، فقط زکریا عفی عنہ کاندھلوی مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

چونکہ اس ناکارہ کو اپنی نا قابلیت کا اعتراف ہے اس لئے اس ترجمہ کو نظر ثانی کے لئے اپنے محترم بزرگ الفاضل العلامہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدر المدرسین مدرسۂ مظاہر علوم سہارنپور کے حوالہ کیا مولانا نے اپنے مشاغل علیہ اور عدیم الفرصتی کے باوجود اس کی بالاستیعاب نظر ثانی فرما کر اکثر جگہ اصلاح بھی فرمائی، فجزاهم الله تعالیٰ عنی خیر الجزاء اور اخیر میں یہ عبارت بھی تحریر فرمائی، الحمد للہ، یہ عاجز بھی ۲۷ر رجب ۱۳۴۴ھ میں بروز پنجشنبہ کو اس کے دیکھنے سے فارغ ہوا۔

مکرر آنکہ یہ ترجمہ ابتداءً ۴۴ھ میں لکھا گیا تھا جیسا کہ عبارت مندرجہ بالا سے معلوم ہوا اُس کے بعد متعدد مرتبہ اس کے طبع ہونے کی نوبت آئی اور ہر مرتبہ طباعت کی غلطیوں میں اضافہ ہوتا رہا، اب بھی عرصہ سے کمیاب ہو جانے کی وجہ سے طباعت کا تقاضا ہوا، میرے چند مخلص دوستوں نے کثرت اغلاط طباعت کی وجہ سے اس کی نظر ثانی پر اصرار کیا میں ایک سال تک اپنی مشغولی کے عذر سے انکار کرتا رہا مگر وجہ اصرار قوی تھی کہ واقعی طباعت میں بعض غلطیاں فحش واقع ہو گئی تھیں اس لئے نظر ثانی شروع کی، مصنف کی نظر ثانی میں بلا قصد بھی کمی زیادتی ہو ہی جایا کرتی ہے اس لئے کہیں کہیں کمی اور اکثر جگہ زیادتی ہوتی رہی ہر چند اختصار کی کوشش کی مگر پھر بھی بہت سی جگہ اضافہ ہو ہی گیا۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج ۲۴ر ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ شب دوشنبہ میں اس نظر ثانی سے فراغت ہوئی، حق تعالیٰ شانہ اپنے حبیب کے اخلاق کا کچھ حصہ اس سیہ کار کو بھی ان احادیث کے طفیل نصیب فرمائے تو اس کے کرم اور لطف سے بعید نہیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقه سیّدنا و نبیّنا ومولانا محمد والہٖ وصحبه اجمعین ط

مشکوٰۃ شریف مع مراۃ المشکوٰۃ

اساتذہ وطلبہ حدیث کے لئے ایک انمول تحفہ

کتب حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح کی جو حیثیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، تقریباً ۲۸ کتب کا عطر و نچوڑ ہے، یہی وجہ ہے کہ مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں اس کو شروع ہی سے ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے، اسی لئے ہر دور میں اہل علم نے اپنے اپنے انداز و مذاق کے مطابق اسکے فیض کو عام اور وسیع تر کرنے کیلئے حواشی اور شروح لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے مشہور مایۂ ناز استاذ محدث محقق صاحب القلم والبیان حضرت مولانا خورشید احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم استاذ حدیث جامعہ عربیہ نور الاسلام میرٹھ نے بالکل نئے اور تحقیقی انداز پر اس کو پیش کرنے کی کامیاب اور قابل فخر سعی فرمائی ہے، لہٰذا.....

۱۔ اب آپ مشکوٰۃ شریف کی کسی بھی حدیث کو صرف چند لمحوں میں تلاش کر سکتے ہیں کیونکہ اب اس میں ہر ہر جملہ کا حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق انڈیکس تیار کر کے ملحق کر دیا گیا ہے۔

۲۔ تمام قولی، فعلی، قدسی وغیرہ احادیث کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۳۔ تمام کتب، ابواب اور فصلوں نیز تمام احادیث پر نمبر لگا دیئے گئے ہیں۔

۴۔ تمام احادیث کے مراجع کی تعیین بقید عنوان کتاب و باب کر دی گئی ہے، اب مشکوٰۃ میں مذکور کسی بھی حدیث کو اصل مآخذ میں چند لمحوں کے اندر پا سکتے ہیں۔

۵۔ متعدد کتب میں مذکور حدیث کے لفظی تفاوت اجمال و تفصیل و اختصار وغیرہ کی مکمل نشاندہی کر دی گئی، اب بلا خوف تردید تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اب مشکوٰۃ سے استفادہ کرنا اس قدر آسان ہو گیا ہے جتنا پہلے کبھی نہیں تھا۔

چنانچہ اب مشکوٰۃ صرف موقوف علیہ کے طلبہ کیلئے ہی نہیں بلکہ دورۂ حدیث کے طلباء اور خصوصاً تخصص فی الحدیث کے طلباء کیلئے بھی ایک انمول تحفہ ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ

بہت جلد منظر عام پر آ رہی ہے

مشکوٰۃ شریف مع مرآۃ المشکوٰۃ

اساتذہ وطلبہ حدیث کے لئے ایک انمول تحفہ

کتب حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح کی جو حیثیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، تقریباً ۲۸ کتب کا عطر و نچوڑ ہے، یہی وجہ ہے کہ مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں اس کو شروع ہی سے ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے، اسی لئے ہر دور میں اہل علم نے اپنے اپنے انداز و مذاق کے مطابق اسکے فیض کو عام اور وسیع تر کرنے کیلئے حواشی اور شروح لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے مشہور مایۂ ناز استاذ حدیث محقق صاحب القلم والبیان حضرت مولانا خورشید احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم استاذ حدیث جامعہ عربیہ نورالاسلام میرٹھ نے بالکل نئے اور تحقیقی انداز پر اس کو پیش کرنے کی کامیاب اور قابل فخر سعی فرمائی ہے، لہٰذا.....

۱۔ اب آپ مشکوٰۃ شریف کی کسی بھی حدیث کو صرف چند لمحوں میں تلاش کر سکتے ہیں کیونکہ اب اس میں ہر ہر جملہ کا حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق انڈیکس تیار کر کے ملحق کر دیا گیا ہے۔

۲۔ تمام قولی، فعلی، قدسی وغیرہ احادیث کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۳۔ تمام کتب، ابواب اور فصلوں نیز تمام احادیث پر نمبر لگا دیئے گئے ہیں۔

۴۔ تمام احادیث کے مراجع کی تعیین بقید عنوان کتاب و باب کر دی گئی ہے، اب مشکوٰۃ میں مذکور کسی بھی حدیث کو اصل مآخذ میں چند لمحوں کے اندر پا سکتے ہیں۔

۵۔ متعدد کتب میں مذکور حدیث کے لفظی تفاوت اجمال و تفصیل و اختصار وغیرہ کی مکمل نشاندہی کر دی گئی، اب بلا خوف تردید تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اب مشکوٰۃ سے استفادہ کرنا اس قدر آسان ہو گیا ہے جتنا پہلے کبھی نہیں تھا۔

چنانچہ اب مشکوٰۃ صرف موقوف علیہ کے طلبہ کے لئے ہی نہیں بلکہ دورۂ حدیث کے طلباء اور خصوصاً تخصص فی الحدیث کے طلباء کیلئے بھی ایک انمول تحفہ ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ

بہت جلد منظر عام پر آ رہی ہے

ہماری چند اہم مطبوعات

UTUBKHANA NAEEMIA DEOBAND
Ph: 01336 (O) 22394 (R) 234556, 222491, Fax : 01336-222491
Computerized Composing System, Deoband, Ph: 01336-222031, 221954

200/=

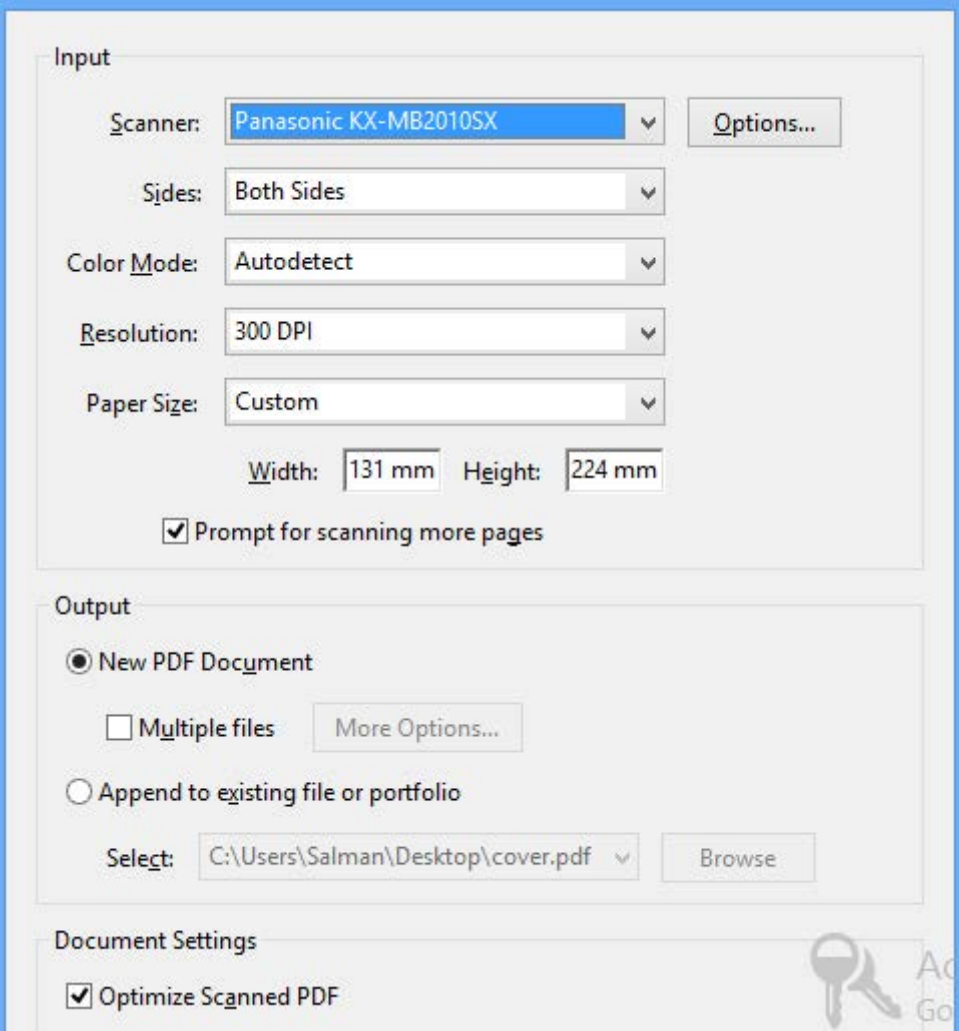
Input
Scanner:
Panasonic KX-MB2010SX
Options...
Sides:
Both Sides
Color Mode:
Autodetect
Resolution:
300 DPI
Paper Size:
Custom
Width:
131 mm
Height:
224 mm
Prompt for scanning more pages
Output
New PDF Document
Multiple files
More Options...
Append to existing file or portfolio
Select:
C:\Users\Salman\Desktop\cover.pdf
Browse
Document Settings
Optimize Scanned PDF